نئے اضافوں کے ساتھ

حضور ﷺ آپ آئے تو دل جگمگائے

جب حضور ﷺ آئے

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دل آویز موضوع پر
عقیدت و محبت سے لبریز اور جذب و عشق سے معمور ایمان افروز منتخب شاہکار تحریریں

ترتیب و تحقیق:
محمد متین خالد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب حضور ﷺ آئے

''تاجدار کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت پر کائنات کا ذرہ ذرہ خوشی سے جھوم اُٹھا۔عرش سے فرش تک نور کی ایک چادر سی تان دی گئی۔اخوت اور محبت کی خنک چاندنی چاروں طرف بکھر گئی۔خوشبوئے اسم محمد ﷺ سے فضائیں معمور ہو گئیں۔ساعتیں درود پڑھنے لگیں، مرحبا سیدی یا رسول اللہ ﷺ! آپ آئے تو برہنہ شاخوں پر پھول کھل اُٹھے۔آپ ﷺ آئے تو کہکشاں نے جھک کر زمین کو سلامی دی، کشت دیدہ و دل میں ابر کرم ٹوٹ کر برسا، نہاں خانہ دل میں ہی نہیں بجر زمینوں کو بھی روئیدگی کی چادر عطا ہوئی، صحرا کے تشنہ ہونٹوں سے آب خنک کے چشمے پھوٹ پڑے، فصیل گلستاں پر چراغ جلنے لگے، شبنم کے موتی چاروں طرف بکھر گئے، دھنک کے رنگ آسمانوں سے اتر کر زمین پر جلوہ گر ہوئے معبدوں میں بت اوندھے منہ گر پڑے، اندھیروں نے غاروں میں منہ چھپا لیا اور ہوا کا دامن روشنی سے اور خوشبو کا آنچل چاندنی سے بھر گیا، کائنات عروج آدم خاکی پر جھوم اُٹھی اور آسمانوں نے بڑھ کر زمین کے قدم چھو لیے، اس لیے کہ آقا حضور ﷺ! اس زمین کو آپ کی قدم بوسی کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔یا رسول اللہ ﷺ! مکے کی یہ زمین جو آپ کے قدموں کو بوسہ دے رہی ہے، اس پر کونین کی دولت نثار''۔

حضور ﷺ آپ آئے تو دل جگمگائے

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دل آویز موضوع پر
عقیدت ومحبت سے لبریز اور جذب وعشق سے معمور ایمان افروز منتخب شاہکار تحریریں

ILM-O-IRFAN PUBLISHERS

Al-Hamd Market 40-Urdu Bazar Lahore.
37223584'37232336'37352332
www.ilmoirfanpublishers.com
ilmoirfanpublishers1@gmail.com
www.facebook.com/Ilmoirfanpublishers

95-Y Block Commercial, Basement
Phase-3 DHA Lahore
0333-4067757 | 0333-4359445
7thskybooks@gmail.com
7thskybooks

نام کتاب	جب حضور ﷺ آئے
ترتیب وتحقیق	محمد متین خالد
ناشر	علم وعرفان پبلشرز
مطبع	آر۔آر پرنٹرز، لاہور
قانونی مشیر	محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
سرورق	محمد طاہر حجازی
کمپوزنگ	طاہر علی، ظفر اقبال
سنِ اشاعت	2023ء
قیمت	-/1500 روپے

ILM-O-IRFAN PUBLISHERS

Al-Hamd Market 40-Urdu Bazar Lahore.
37223584‘37232336‘37352332
www.ilmoirfanpublishers.com
ilmoirfanpublishers1@gmail.com
www.facebook.com/Ilmoirfanpublishers

95-Y Block Commercial, Basement
Phase-3 DHA Lahore
0333-4067757 | 0333-4359445
7thskybooks@gmail.com
7thskybooks

ترتیب عنوانات

حسن انتخاب

منظومات

اہم مضامین

اِنتساب

دین اسلام کی سربلندی اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دنیا بھر میں بے شمار حضرات گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اِن خوش نصیبوں میں بعض ایسے نیک بخت بھی ہیں جو کسی ستائش، شہرت یا صلہ کی تمنا کیے بغیر خاموشی سے اس محاذ پر ایسے قابل رشک کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں جو کسی ادارے یا تنظیم سے کم نہیں۔ اِن میں جناب قاری ضیاء اللہ سیالوی (کراچی) جناب محمد اشفاق (سادھوکی)، جناب قاری ریاض احمد فاروقی سیوطی (لاہور) جناب زاہد محمود (اسلام آباد)، جناب خالد محمود (کراچی)، جناب علامہ خلیل احمد قادری (لاہور)، جناب گوہر الطاف (لاہور)، جناب سعد کامران (گجرات) جناب محمد ثاقب رضا قادری (ایڈووکیٹ)، جناب بھائی مسعود احمد ریحان (لاہور) جناب محمد نذیر (اُولڈ بک لاہور) اور جناب محمد ریاض قادری (لاہور) سرفہرست ہیں۔

میں اِس کتاب کا انتساب ان مجاہدین تحفظ ختم نبوت کے نام کرتے ہوئے دلی فخر وانبساط محسوس کر رہا ہوں۔

جس کا عمل ہے بے غرض اُس کی جزا کچھ اور ہے

حیاتِ نور

اس کائنات رنگ و بو میں بہت سی بہاریں مہکیں اور خزاں کا شکار ہوگئیں، بہت سے سورج اُبھرے اور فنا کے گھاٹ اُتر گئے، بہت سے چاند چمکے اور پھر گہنا گئے، بہت سے پھول کھلے پھر مُرجھا گئے۔ ہاں! ایک بہار ایسی کہ جسے جانِ بہاراں کہیے، خزاں اس کے قریب نہ آ سکی، ایک سراج منیر ایسا کہ غروب کی سیاہیاں اس سے آنکھیں نہ ملا سکیں............ ہاں ہاں! طلعت و زیبائی کا ایک ایسا پیکر کہ کوئی دھندلا کا سایہ اس کے جلوؤں کو گہنا نہ سکا۔ ایک ایسا رشک گلستاں کہ جس کے تلووں کو چوم لینے کا شرف رکھنے والی پتیاں بھی مرجھانے سے محفوظ رہیں۔ وہ جانِ بہاراں، سراجِ منیر، بدرِ فلک رسالت، فخرِ گلزارِ نبوت، ہمارے آقا، ہمارے مولا، ہمارے ہادی، ہمارے رہبر حضرت محمد ﷺ ہیں جو ہر مومن کی نظر کا نور، رُوح کا قرار اور دل کا سرور ہیں۔ قرآن جنھیں **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم** کہہ کر اہل ایمان کے قریب جاں بتاتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ ایک ایسا موضوع ہے جس کی وسعت لامحدود اور جس کی لطافت بے نظیر ہے۔ جس طرح پرندے آسمان پر اُڑتے ہیں مگر اوج ثریا کو نہیں پا سکتے، اسی طرح سیرتِ نبوی ﷺ پر گفتگو کرنے والا اپنی محبت، عقیدت اور ہمت کے مطابق پروازِ تخیل کی تیزی کے باوجود سیرت کے کسی ایک گوشہ پر بھی سیر حاصل روشنی نہیں ڈال سکتا۔ حیاتِ طیبہ کی پاکیزگی اور جامعیت ایک ایسی بات تھی کہ قرآن کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کی تائید میں خود حضور ﷺ کی زندگی کو مشرکین کے سامنے پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اہلِ ایمان نے آپ ﷺ کی حیاتِ نور کا ذکر جمال، محبت و عقیدت میں ڈوب کر کچھ اس ادا سے کیا کہ تحریروں میں جان پڑ گئی اور لفظ بولنے لگے۔

آپ ﷺ کی سیرت کے لیے لکھنے والے قلم کو ربّ نے وہ ندرتیں اور قدرتیں بخشیں کہ ہر عہد کا ادب عالیہ اس نوری ادب سے شرمانے لگ گیا۔ یوں تو آپ ﷺ کی کتابِ حیات کا ورق ورق ادب خیز، ادب پرور اور ادب نواز ہے مگر اس ساعت سعید کا، ان لمحات لطیف کا ذکر جب کائنات کا ذرّہ ذرّہ ''سراج منیر'' کے ظہور قدسی سے مہک مہک اُٹھا تھا، میلادِ رسول ﷺ، مولد النبی ﷺ اور مولودِ مصطفیٰ ﷺ کے لقب سے اسلامی ادب کا ایک مستقل حصہ بن گیا۔ نظم اور نثر دونوں اصناف میں اہلِ محبت نے خوب خوب گل فشانیاں کیں۔ ہر سیرت نگار نے ممدوح کائنات ﷺ کی اس جہاں میں جلوی گری کے بیان میں اپنے فن کا کمال دکھایا ہے۔ لفظوں کے جیسے جیسے نگینے اور ترکیبوں کے جیسے جیسے گلدستے، تشبیہ و استعارہ کی جیسی جیسی مہک اور معنی و ادراک کی جیسی جیسی چمک کسی اہلِ فن کے دامن میں تھی، اس نے سب کچھ شاہِ حسن ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر کے اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔ شاید نہیں...... یقیناً غالب نے تمام لکھنے والوں کے دلوں کی ترجمانی کی تھی:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

کہ آں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

جناب محمد متین خالد قابل صد مبارک باد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک عظیم سعادت سے مشرف فرمایا اور با توفیق ایزدی اُنھوں نے اُردو کے ذخیرۂ سیرت سے ذکرِ آمد مصطفیٰ ﷺ کے پھول چن کر ایک خوبصورت گلدستہ ترتیب دے دیا۔ اس گلستانِ عقیدت کا نام بھی اُنھوں نے بڑا خوبصورت، سادہ، اور دل میں اُترنے والا رکھا ہے:

''جب حضور ﷺ آئے''

اس مجموعہ میں قائداعظم محمد علی جناحؒ اور مولانا احمد رضا خاںؒ سے لے کر جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ تک اور شبلی نعمانی سے لے کر جناب ولی رازی اور ماہر القادری تک اپنے عہد کی کہکشاؤں کے سبھی رنگ اُنھوں نے اکٹھے کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی یہ تحقیقی کاوش قبول فرمائے اور اپنے حبیب ﷺ کے ذکرِ میلاد کی برکت سے مزید سعادتیں اور مزید برکتیں بھی جناب محمد متین خالد کے حصے میں رکھ

دے تا کہ وہ اسلامی ادب کی اور بھی خدمت کر سکیں۔ میرے نزدیک ذکر میلاد نہ تو محض لذتِ بیان و سماعت کے لیے ہونا چاہیے اور نہ تزئین تحریر کے لیے بلکہ ذکرِ میلاد ہمارے عہد کی ٹوٹتی پھوٹتی انسانی قدروں کے لیے نئی زندگی اور تعمیر کا پیغام ہے۔

آج جبکہ ہر طرف نفرتوں کی آگ دہک رہی ہے، تعصّبات کے بت پوجے جارہے ہیں، مظلوموں اور مجبوروں کی عزت و آبرو اور جان و مال پامال کر کے ظلم کے محلات بلند کیے جارہے ہیں۔ ضروری ہے کہ ان زندہ ساعتوں کو یاد کیا جائے:

جب آتش کدہ فارس بجھ گیا تھا......

دریائے ساوہ خشک ہو گیا تھا......اور

کسریٰ کے محلات کے کنگرے گر گئے تھے......

میری تمنا بھی ہے اور دُعا بھی کہ ہم ذکر میلاد کے اس مہکتے گلستاں کی خوشبو سے اپنی سانسوں کو معطر بھی کریں اور ان سے اپنے معاشرے، اپنے ماحول، اپنی قوم اور اپنے وطن کو سنوارنے کے لیے اپنے ہادی اور اپنے محسن ﷺ کی حیات نور سے راہنمائی بھی حاصل کریں! آمین!!!

جسٹس میاں محبوب احمد
سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ

سیرتِ نبوی ﷺ کا زاویہ

''جب حضور آئے''!

اس قسم کا منفرد کام اس سے پہلے شاید کسی نے نہیں کیا اور یہ سعادت محمد متین خالد نے حاصل کی ہے۔ اس کتاب کا ورق ورق عشقِ رسول ﷺ کے معطر جذبے سے مہک رہا ہے۔

یہ کتاب محمد متین خالد نے تنہا نہیں لکھی بلکہ اس کتاب کی تدوین میں قریباً سو (100) مصنفین نے ان کا ہاتھ بٹایا ہے، بلکہ یوں سمجھیے کہ ابھی اس کتاب کا خیال مرتب کے نہاں خانہ خیال میں پیدا بھی نہیں ہوا ہوگا کہ عالم اسلام کے نامور مصنفین نے اس کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ اس کے مشابہہ ایک بات یہ بھی ہے کہ اس کتاب کو مرتب کرنے کا ارادہ کتم عدم سے عالم دماغ میں آیا تو اس وقت متعدد مصنفین اس دُنیا سے رحلت فرما چکے تھے، لیکن مرتب کی سعادت دیکھیے کہ یہ مصنفین مجوزہ کتاب میں شرکت کی اجازت ایک بن لکھے دستور کے مطابق انھیں عطا کر گئے تھے، مرتب نے ان کے ارشاد پر عمل کیا اور اس کتاب میں ان مصنفین کو ان کی 'وصیت' کے مطابق شامل کر لیا۔

''جب حضور آئے'' میں جذب وعشق اور کیف وسرور سے لکھی ہوئی وہ تحریریں ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا ابوالحسن ندوی، راشد الخیری، شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، شورش کاشمیری، مولانا ظفر علی خاں، عبدالماجد دریابادی، نعیم صدیقی، ماہر القادری اور اُردو کے متعدد ممتاز ادبا نے اپنے خامہ عنبر فشاں سے لکھیں۔ یہ ایسی تحریریں ہیں جن سے خود یہ مصنفین جاوداں ہوئے اور اب ان 'توشہ ہائے آخرت' سے شفاعت دوام کے طلب گار ہیں۔

اس کتاب کا موضوع بنیادی طور پر 'نعت' کا موضوع ہے۔اس کا زاویہ سیرتِ نبوی ﷺ کا زاویہ ہے، لیکن معنوی طور پر یہ کتاب سیرت کی اوّلین کرن کی بیداری کے موقع پر لکھی گئی ہے۔

مصنفین کرام نے اس لمحہ مقدس پر اپنے جذبات عالیہ اور افکار عقیدت کا اظہار اس طرح کیا کہ کفر کے اندھیروں میں نورِ مجسم ﷺ کی آمد سے ہر طرف اُجالا پھیل گیا۔ سرزمین حجاز جلوہ حقیقت سے معمور ہوگئی۔ آتش کدوں کی آگ سرد ہوگئی: ''صنم کدے ویران ہوگئے!'' پوری دُنیا کی بند آنکھیں کھل گئیں اور وہ ماہ 'کعبہ' کی طرف دیکھنے لگی جو درحقیقت 'آفتاب دو عالم ﷺ' تھا۔

یہ کتاب بارہ ربیع الاوّل کے اس لمحے کے تاثرات پیش کرتی ہے جب فخر موجودات، محبوبِ خدا، امام الانبیا اور خاتم النبیّین ﷺ نے اس دُنیا میں نزول و اجلال فرمایا تھا۔ لکھنے والوں کے قلم عقیدت نواہیں اور ایسی رُوحانی کیفیت پیدا کرتے ہیں کہ کمزور یقین والوں کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے، پختہ ایمان والوں کے دلوں سے آواز آتی ہے: سبحان اللہ، سبحان اللہ!! محمد متین خالد کے لیے دُعا دل سے نکلتی ہے اور عرش تک پہنچتی ہے۔ اُنھوں نے آج کی بوجہل اور فرومایہ زندگی میں معنویت پیدا کی اور ہمیں ان کرنوں کو اپنے اُوپر نچھاور کرنے کا موقع دیا جو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے تصور سے متعدد مصنفین نے اپنے اُوپر نچھاور کی تھیں اور یہ پارہ ہائے ادب تخلیق کیے تھے۔ اس کتاب کو پڑھتے وقت دل پر ابرِ رحمت برسنے لگتا ہے اور لبوں پر درود جاری ہو جاتا ہے!!

ڈاکٹر انور سدید

لاہور

جب حضور ﷺ آئے ... اہلِ علم و دانش کی آراء

"جب حضور ﷺ آئے" بیک وقت یقین پختگی کا نور، ایمان کا اجالا، دل کا سوز، محبت کی بے قراری، برہان کی قوت اور علم و آگہی کی وسعتیں لیے حضور پرنور ﷺ کی دل افروز شخصیت کی نقاب کشائی کر رہی ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں حضور علیہ التحیہ والثناء کا حسن و جمال منعکس ہو رہا ہے۔ (ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

"جب حضور ﷺ آئے" ایک نہایت مبارک مجموعہ مضامین ہے۔ مضامین صاحبان علم و حکمت کے فکر بلند کے عکاس ہیں اور سیرت پاک ﷺ پر بلند مرتبہ شخصیات کے خیالات ہیں جو ندرت کے حامل ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی "جب حضور ﷺ آئے" تعمیر اذہان کی ایک حسین و جمیل کوشش ہے۔ (حکیم محمد سعیدؒ)

محمد متین خالد نے یہ اعزاز حاصل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے لکھی جانے والی منتخب تحریروں کو یکجا کر کے ایک کتاب کی شکل دے دی ہے۔ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کا حرف عقیدت بھی موجود ہے۔ سوامی لکشمن پرشاد اور جی سنگھ دارا کے الفاظ بھی خوشبو دے رہے ہیں۔ 20 سے زائد صفحات پر وہ القاب و اعلام جمع کر دیئے گئے ہیں جو سرکار دو جہاں ﷺ کے لیے خاص ہیں۔ یہ نثری قصیدہ اپنی مثال آپ ہے۔ (مجیب الرحمٰن شامی)

''جب حضور ﷺ آئے'' ایسی موہنی اور منفرد تحریروں کا انتخاب ہے جو سرکارکل عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے لکھی گئی ہیں۔اس کتاب کے صفحہ صفحہ پر آفتاب کی تمازت اور گلاب کی مہک ہے۔(حسن نثار)

......۞......

''جب حضور ﷺ آئے'' گلدستہ عقیدت ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کے ہر پہلو پر لکھا گیا ہے اور ہر لفظ مانند گل خوشبو سے معطر ہے اور ہر تحریر اپنی جگہ منفرد ہے۔سیرت رسول ﷺ کی کتاب میں یہ ایک نادر اضافہ ہے۔(کلیم اختر)

......۞......

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت نگاری کا آغاز ''سیرت ابن ہشام'' سے کیا گیا تھا اور اس کے بعد یہ سلسلہ ہر دور، ہر عہد اور ہر زمانے میں پھیلتا ہی چلا گیا ہے اور مسلسل پھیلتا چلا جا رہا ہے۔اس سال سیرت مقدسہ سے متعلق پچھلے برسوں کے مقابلے میں زیادہ کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ان میں وہ کتاب بھی شامل ہے جس کی ترتیب و تحقیق کے فرائض محمد متین خالد نے بڑی محنت، کاوش اور بصد عقیدت و احترام انجام دیئے ہیں۔کتاب کا نام ہے ''جب حضور ﷺ آئے''،اس کے صفحات پر حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موضوع پر جذب و عشق میں ڈوبی ہوئی ایمان پرور تحریریں محفوظ کر دی گئی ہیں۔محمد متین خالد نے بڑی سعی و جستجو اور تلاش و تفحص سے ان تحریروں کو ایک جگہ فراہم کر دیا ہے جو مذکورہ بالا موضوع سے متعلق اُردو کے بڑے اور نہایت ممتاز اہل قلم کا نتیجۂ فکر ہیں۔یہ ایک بڑا اور نہایت قابل قدر کارنامہ ہے جو محمد متین خالد نے انجام دیا ہے۔بڑے بڑے مصنفین کی تحریروں کو ایک کتاب میں سمیٹ لینا بڑا دقت طلب کام ہے اور خالد نے اس کام کو تندہی اور فرض شناسی سے انجام تک پہنچایا ہے۔میں بڑی مسرت سے محمد متین خالد کو ان کی سعیٔ مشکور پر مبارک باد دیتا ہوں۔(میرزا ادیب)

نازشِ قبولیت

دانائے سبل، مولائے کل، ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ایک ایسا پُر اثر اور عظیم البرکت انقلاب ہے جس نے نہ صرف عرب وعجم بلکہ پورے عالم انسانی کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور انسانی زندگی کا ہر ایک گوشہ اس نور مبین کی آمد سے جگمگانے لگا۔ خزاں رسیدہ زندگی میں پُر کیف بہار آئی اور ایمان و ایقان کے ایسے پھول کھلے جن کی خوشبو سے راہ گم کردہ انسانوں کو نہ صرف منزل ملی بلکہ اپنے ربّ کا وہ قرب نصیب ہوا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

یوں تو ہر سیرت نگار نے حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف روشن پہلوؤں پر قلم اُٹھانے کا اپنی حد تک حق ادا کر دیا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے عظیم الشان موضوع پر لکھتے وقت ان سیرت نگاروں نے اپنے علم اور قلم کی جو، جولانیاں دکھائی ہیں، وہ قابلِ رشک اور دلنواز ہیں۔ عام مسلمان جب ایسی محبت افروز تحریروں کو پڑھتا ہے تو اس پر وجد و کیف کی ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس کی سرشاری میں اپنے نبی مکرم ﷺ سے اس کا ایمانی اور ایقانی تعلق مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔

دربار رسول ﷺ کائنات میں سب سے زیادہ مبارک اور مقدس مقام ہے جہاں کائنات کی تمام مخلوقات نہایت سلیقے اور قرینے سے دست بستہ کھڑی نظر آتی ہیں۔ شان مصطفیٰ ﷺ بیان کرنا بڑا کٹھن اور صبر آزما کام ہے۔ یہ بڑے حوصلے، جرات اور ہمت کی بات ہے۔ فہم و ذکا اور ہوش و خرد کا دامن تھام کر ہی کوئی نوا سنج دربار رسول ﷺ میں مقرب ہو سکتا ہے کیونکہ یہاں ذرا سی لغزش ظلمت کی حدوں میں دھکیل دیتی ہے۔ حضور ﷺ کی ثنا خوانی جذب و شوق، عقیدت و احترام اور محبت و خلوص سے کرنا ہی

عاشقان رسولؐ اور مشتاقان حبیبؐ کی معراج ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ، جنیدؒ و بایزیدؒ، رومیؒ و جامیؒ اور خاقانیؒ و سعدیؒ جیسے استادانِ فن دربار رسول ﷺ میں سر جھکائے اور ہاتھ باندھے کھڑے نظر آتے ہیں تاکہ کہیں عشق و محبت کے آئینے اور عقیدت و احترام کے آبگینے کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ کیونکہ

ادب گاہسیت زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

خلوص نیت، پاکیزگی نفس اور عقیدت و احترام کے جذبے سے سرشار ہو کر لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ قلمبند کی ہے اور اس سلیقے اور قرینے سے لکھا ہے کہ اس پر چاند کی چاندنی، شبنم کی پاکیزگی، دریا کی روانی، سمندر کی گہرائی، پھولوں کی خوشبو، ابر کرم کی بوندیں اور بادنسیم کی نکہت بیزیاں نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ان خوش نصیب قلمکاروں نے اس شان سے الفاظ کے موتی پروئے ہیں کہ ان کی چمک دمک سے آسمان کے تارے خیرہ ہوتے نظر آتے ہیں۔ ان شمع نبوتؐ کے پروانوں نے حضور اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ پر قلم اٹھا کر دین و دنیا سنوار لیے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ رقم کرنے کے لیے چونکہ پختہ کاری لازمی اور ضروری ہے، اس لیے حضور ﷺ کے اکثر و بیشتر سیرت نگار اپنی زندگی کے آخری حصہ میں سیرت رسول ﷺ پر قلم اٹھاتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ عمر کا آخری حصہ انسانی فکر و فن میں سنجیدگی، متانت اور پختگی پیدا کرتا ہے اور انہی چیزوں کی موجودگی میں سیرت النبی ﷺ جیسے نازک اور لطیف موضوع پر کام کیا جا سکتا ہے۔ سیرت رسول ﷺ پر قلم اٹھانا حقیقت میں قلبی جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ جتنی کسی کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت اور عقیدت زیادہ ہے، اتنا ہی اس کا انداز تحریر دلنشیں اور خوبصورت ہے۔ ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ عشق و محبت کی خوشبو میں بسا ہے جس کے جھونکے مشام جاں کو معطر کرتے ہیں۔

سیرت رسول ﷺ کا انتہائی اہم اور مبارک موضوع 'ظہور قدسی' یعنی طلوع صبح سعادت ہے۔ اس موضوع پر عاشقان رسولؐ نے اس عقیدت اور احترام سے لکھا ہے کہ

بے ساختہ دل سے مرحبا اور واہ واہ کے کلمات بلند ہوتے ہیں۔ سیرت نگاروں نے ایسے تابدار الفاظ استعمال کیے ہیں کہ ان پر لعل و زمرد اور نیلم والماس نثار ہوتے نظر آتے ہیں۔ اس خوبصورتی سے سیرت نگاروں نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ جس کی چمک دمک تیرہ دلوں کو بھی منور کرتی ہے۔ عاشقان رسولؐ کا پسندیدہ موضوع ہی طلوع صبح سعادت ہے۔ظہور رسول کریم ﷺ، خدائے بزرگ و برتر کا نسل انسانی پر ایک ایسا احسان عظیم اور لطف خاص ہے کہ جسے نہ تو چکایا جا سکتا ہے اور نہ ہی احاطہ تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ جس دور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا، اگر اسے مدنظر رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر اس وقت رسول کریم ﷺ تشریف فرمائے عالم نہ ہوتے تو آج اولاد آدمؑ کس اذیت اور پریشانی کا شکار ہوتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا وجود ہی ختم ہو چکا ہوتا۔ خدائے بزرگ و برتر نے وجہ تکوین کائنات، خاصہ خاصان رسل، ہادی سبل، شافع محشر اور ساقی کوثر ﷺ کو بھیج کر اپنی مخلوق پر احسانِ عظیم کیا۔ حضور ﷺ کی تعلیم اور فیضان نے ہی عرب کے برسر پیکار قبائل کو شیر و شکر کر دیا۔ آپ ﷺ کے آنے سے ہی ظلمت اور جہالت کے اندھیرے چھٹے۔ بے آسروں، بے خانماؤں، بے سہاروں اور ناداروں کو سکون اور راحت نصیب ہوئی۔ غلاموں بے کسوں، عورتوں اور یتیموں کو جائز مقام ملا۔ صنم پرستی، نسلی تفاخر اور دختر کشی کا خاتمہ ہوا۔

ہر دور میں عاشقان مصطفیٰ سیرت رسول ﷺ پر کام کرتے رہے اور قیامت تک خلوص نیت اور عشق حقیقی کی بدولت کام ہوتا رہے گا۔ ہندوستان میں جنم لینے والی زبان اُردو کا دامن اس مبارک اور پاک موضوع سے خالی کیونکر رہتا۔ سینکڑوں عاشقان مصطفیٰ نے اردو زبان میں سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر کتابیں تصنیف کیں۔ اس کتاب میں اُردو زبان کے سو سے زیادہ نمائندہ سیرت نگاروں کے طلوع صبح سعادت پر احساسات و جذبات کا ایک مرقع پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ رنگا رنگ پھولوں کا گلدستہ اور موتیوں کا ایک ڈھیر ہے۔ ہر پھول کی اپنی جداگانہ اور منفرد خوشبو ہے اور ہر موتی اپنی قدر و منزلت میں دوسرے سے منفرد ہے۔ اس کتاب میں تین غیر مسلم سیرت نگاروں کے علاوہ تمام مکتبِ فکر کے سیرت

نگاروں کو شامل کیا گیا ہے۔ ہر سیرت نگار نے کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی اور مشک وعنبر میں بسی ہوئی زبان سے طلوع آفتاب درخشاں، ظہور رسول ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ ہر سیرت نگار نے فکر کی جولانی اور تخیل کی روانی دکھائی ہے۔ اس عقیدت اور محبت سے اس صبح تاباں کی تصویر کشی کی ہے کہ سبحان اللہ! ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ صبح سعادت تمام عالم انسانیت کے لیے خصوصی اہمیت اور فضیلت کی حامل ہے۔ اس بابرکت صبح کو ہی آدمؑ کی تمنا، نوحؑ کی التجا، خلیلؑ کی دعا، عیسیٰ کی خواہش اور موسیٰؑ کی نوید پوری ہوئی۔

بقول جناب پروفیسر محمد اقبال جاوید: ''یہ نثر پارے ان شخصیتوں کے قلمی نوادر ہیں، جو خاصانِ بارگاہ ہی نہیں، صاحبِ اسلوب نثر نگار بھی ہیں جس طرح تامتِ زیبا، کسی سروِرواں کی قیامت آفرینیوں کا غماز ہوا کرتا ہے، اسی طرح صاحبِ اسلوب نثر نگار کی تحریر خود بولتی ہے کہ وہ کس قسم کے خرام ناز کا حاصل ہے کہ صاحب طرز کہتے ہی اس کو ہیں جو لاکھوں میں ایک ہو اور ہزاروں میں پہچانا جائے اور جسے لٹ جانے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ جس کے پاس جو ہو اس کا اپنا ہو اور جس کا فکری گداز اس کی شخصی بصیرت اور قلمی فضلیت سے ہم آہنگ ہو اور جس کی تحریر کا حسن خود بخود نگاہوں سے لپٹتا اور بے ساختہ دل میں اتر جاتا ہو، ورنہ کتنے ہی ''باتخلص'' ہیں کہ ان کے ''نثر نما اشعار'' پڑھ کر نہ دل کیف پاتا ہے نہ روح وجد کرتی ہے اور دوسری طرف کتنے ہی صاحب قلم ہیں کہ ان کے نثری جملوں پر بھی تغزل کی ایمائیت جھومتی ہے، حسن جہاں بھی ہو، کسی بھی رنگ، ڈھنگ اور آہنگ سے ہو، بات بہر نوع حسن آفرین ہی تک جاتی ہے اور ہر راہ، اسی کی چاہ کے در تک پہنچتی ہے............ظہورِ قدسی کے سلسلے میں اردو شعر و ادب اس قدر نظر افروز اور دل آویز وسعتوں کا حامل ہے کہ نگہِ انتخاب حیران و ششدر ہے کہ کس نثر پارے، کس نظم اور کس نعت کو لیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔ سیرت نگار جب بھی ولادت باسعادت کے ذکر پر پہنچتے ہیں ان کا دل مسکرا اٹھتا اور قلم گل فشاں ہو جاتا ہے''۔

میری دیرینہ خواہش تھی کہ ان خوبصورت تحریروں کو یکجا کیا جائے تا کہ ہر صاحب دل، ان کے مطالعہ سے ایمانی لذت حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور

حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ کرم سے یہ جانگسل کام دوسال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ مجھے اُمید ہے کہ ولادتِ باسعادت کے موضوع پر جذب ومحبت میں ڈوبی ہوئی ایمان افروز تحریروں کا یہ مجموعہ، سیرت کی کتابوں میں عمدہ اضافہ ہوگا بلکہ ادبی دُنیا میں بھی اسے سراہا جائے گا۔

گلدستہ معنی کو نئے رنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضمون ہو سو رنگ سے باندھوں

مجھے بچپن ہی سے سیرتِ مبارکہ اور نعت شریف کی کتابوں سے حضور نبی کریم ﷺ کے مختلف القابات جمع کرنے اور یاد کرنے کا بہت شوق تھا اور میں انھیں اپنی ڈائری میں بھی لکھتا رہا۔ بعض اوقات اس موضوع سے متعلق ضخیم کتاب پڑھنے کے باوجود صرف دو تین القابات ملتے، جنھیں میں محفوظ کر لیتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ القابات اکٹھے ہوتے چلے گئے۔ احباب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے انھیں اس کتاب کے آخر میں: ''حضور نبی کریم ﷺ کے القاب واعلام'' کے نام سے درج کیا جا رہا ہے، جو محبان رسول ﷺ کے قلوب میں شمع ایمانی کو مزید فروزاں کرنے کا باعث بنیں گے۔ مزید براں کتاب کے آخر میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے چند اہم مضامین، منظومات اور نایاب نقشہ جات کو بھی شامل کیا گیا ہے، جس سے توقع ہے کتاب کی افادیت دو چند ہو جائے گی۔

سرخروئی باغ کی پھولوں کے تختوں سے سہی
نالہ بلبل بھی وجہ آتش گلزار ہے

کتاب کے کئی ایڈیشن نہایت قلیل مدت میں ختم ہوگئے تھے۔ صاحبان علم ودانش اور اخبارات وجرائد نے جس انداز سے کتاب کو سراہا اور اپنی مفید آرا سے نوازا، اس کے لیے میں اُن کا شکر گزار ہوں۔ انہی مفید مشوروں کی روشنی میں نیا ایڈیشن کافی ترمیم واضافہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ کتاب کے مندرجات، انداز پیشکش اور حسن طباعت کے اعتبار سے اس ایڈیشن میں جو مفید تبدیلیاں اور اضافے کیے گئے ہیں، ان سے اس کتاب کی

اہمیت وافادیت اور بڑھ جائے گی۔ نئے ایڈیشن میں چند مزید معروف اور مستند سیرت نگاروں کی ولادت نبوی ﷺ کے حوالے سے لکھی جانے والی نایاب اور نادر تحریروں کو شامل کیا گیا ہے۔ ان تحریروں کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے انھیں خوبصورت اور دل آویز عنوانات سے مزین کر دیا گیا ہے، جبکہ سیرت نگاروں کے نام بھی حروف تہجی کے اعتبار سے ان کی پاکیزہ نگارشات کے نیچے درج کر دیے گئے ہیں۔

شوق گل بازی خدا رکھے ترقی تو کرے
ہم پرو دیں گے ہزاروں گلستاں اک ہار میں

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس کتاب کو حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے حیات جاوداں بخشیں اور ہمیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و اطاعت سے سرشار کریں!! آمین بحرمتہ النبی الامی الکریم!!

میں اُس کے پاؤں بڑھ کر چوم لوں گا پھر عقیدت سے
کوئی لکھ دے جو میرا نام بھی سیرت نگاروں میں

محمد متین خالد

لاہور

mateenkh@gmail.com

شکریہ!!!

- سب سے پہلے میں اپنے مالک حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہوں کہ اگر اس کی بے پایاں رحمت وعنایت نہ ہوتی تو یہ کتاب نہ وجود میں آتی اور نہ زیور طبع سے آراستہ ہوتی۔
- غرقاب عشق رسول، چیف جسٹس (ر) جناب جسٹس میاں محبوب احمد اور معروف ادیب جناب ڈاکٹر انور سدید کا جنہوں نے علمی رفعتوں پر مبنی ایمان افروز تقاریظ لکھ کر کتاب کی معنوی حیثیت کو چار چاند لگا دیئے۔
- اس کے بعد میں شکر گزار ہوں جناب پروفیسر محمد اقبال جاوید، جناب ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، جناب محمد آصف بھلی، پروفیسر ڈاکٹر محمد شاہ کھگہ، حضرت مولانا مفتی تصدق حسین، پروفیسر جمیل احمد عدیل، جناب مقصود احمد نوشاہی قادری (کراچی)، جناب قاضی محمد اسد رانجھا، جناب محمد احمد ترازی، جناب خواجہ غلام دستگیر فاروقی، جناب شبیر احمد میواتی، جناب محمد فاروق عزمی، جناب محمد فرقان اور جناب محمد عقیل بھٹی (پنجاب پبلک لائبریری) کی علم دوستی کا جنہوں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں بے حد علمی معاونت فرمائی۔
- علم وعرفان پبلشرز کے مہتمم جناب گل فراز کا جنہوں نے اس تالیف کو طباعت کی زیبائی بخشی۔

چند ضروری گزارشات

- یہ کتاب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے متعلق گوناگوں، علمی، تحقیقی اور محبت رسول ﷺ سے بھرپور مضامین کا مجموعہ ہے۔ اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ صرف وہی تحریریں اس کتاب میں شامل کی جائیں جن کے لکھنے والوں کی متانت وثقاہت مسلم ہے۔ پھر بھی اسے مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔
- اس کتاب کو تیار کرتے وقت بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔ اس لیے اس کی پروف ریڈنگ کو بہتر بنایا گیا ہے، اس کے باوجود غلطی کا امکان ہے۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام کسی قسم کی کوتاہی کو بنظر عفو و اغماض دیکھیں گے۔ اگر کسی جگہ کسی قاری کو غلطی نظر آئے تو براہِ کرم مصنف کو ضرور مطلع کرے۔ ان شاءاللہ آئندہ کے ایڈیشن میں اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی واقعہ یا حوالہ کے نقل و اخذ میں سہو ہو گیا ہو تو قارئین کرام ناصحانہ اور ہمدردانہ طور پر نشان دہی فرما دیں تاکہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔ شکریہ!
- یہ کتاب مختلف نگارشات کا مجموعہ ہے۔ ہر تحریر اپنی جگہ پر خاص اور انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ ممکن ہے کتاب کے بعض مقامات پر حوالہ جات اور تشریحات کی تکرار پڑھنے کو ملے۔ قارئین کرام اسے متعلقہ مضمون کا ضروری حصہ سمجھ کر مطالعہ کر لیں کیونکہ اس کے بغیر خدشہ تھا کہ مضمون ادھورا رہ جاتا۔

محمد متین خالد

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے

وہ سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

ایک زمانہ تھا جب دھرتی بے نور تھی۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہر سو ظلمت کا دور دورہ تھا۔ حیاتِ انسانی ظلمت و فساد اور جمود و تعطل کا شکار تھی۔ امن و سکون غارت ہو چکا تھا۔ شرافت و دیانت عنقا تھی۔ انسانیت سسک رہی تھی۔ جور و جفا اور ظلم و تعدی انسان کی بے بسی پر خندہ زن تھے۔ کہیں خود تراشیدہ بتوں کی پرستش کی جا رہی تھی تو کہیں سورج و چاند اور ستاروں کی پوجا ہوا کرتی تھی اور کہیں بتوں کی خوشنودی کے لیے انسانوں کا خون بہایا جا رہا تھا۔ دُنیا میں شراب نوشی، غارت گری اور ہر قسم کی فحاشی و عریانی پر فخر کیا جاتا تھا۔ دُنیا میں تین طرح کے سیاسی و معاشی نظام قائم تھے مثلاً سرمایہ داری، جاگیر داری اور سرداری نظام۔ تقریباً ہر خطے میں فرعون، ہامان اور قارون برسرِ اقتدار تھے۔ انبیا کرام علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ مدت سے منقطع تھا۔ شب تیرہ نے صبح تاباں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور روشنی کی کوئی کرن نہ تھی۔ ایسے میں رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ عرش اعظم پر یہ مژدہ سنایا گیا کہ زمین کا مقدر سنورنے کو ہے۔ پھر وہ سہانی گھڑی آئی، وہ لمحات نوریں آئے، وہ صبح جمالیں طلوع ہوئی کہ دُنیا والوں کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ سرزمینِ مکہ سے وہ آفتابِ عالم طلوع ہوا جس کی شعاعوں نے مشرق و مغرب کے گوشے گوشے کو بقعہ نور بنا دیا۔

بارہ ربیع الاوّل کی وہ جاں فروز و جانفزا صبح تھی جس کے لیے جن و انس اور حور و ملائک منتظر، شجر و حجر اور شمس و قمر منتظر، ازل سے لے کر ابد تک زماں منتظر، اسی دن کے شوق میں زمین و آسماں ازل سے چشم براہ تھے۔ سرزمین عرب میں ہی نہیں گلستان عالم میں بھی بہار آ گئی۔ سرزمین عرب اپنے بخت ہمایوں پر مسرور و شاداں۔ ادھر ارض و سما ثنائے محمد ﷺ میں مصروف، ادھر قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیاں لرز اُٹھیں۔ ایوان کسریٰ کے

کنگرے گر گئے۔ آتش کدۂ فارس سرد پڑ گیا۔ دریائے ساوا خشک ہوگیا۔ بت سرنگوں ہوگئے، بت کدوں میں خاک اُڑنے لگی، مجوسیت کا شیرازہ بکھر گیا، نصرانیت کے خزاں آثار اوراق یکے بعد دیگرے جھڑ گئے۔

آج کی صبح وہی صبح فروزاں ہے کہ اہل کائنات کو حیات نو نصیب ہوئی۔ آسمانوں نے بڑھ کر زمین کے قدم چوم لیے۔ اس لیے کہ سارا جہاں ان کا غلام، کائنات کا ذرّہ ذرّہ ان کا تابع فرماں۔ یہ سورج کو حکم دیں تو واپس لوٹ آئے، چاند کو اشارہ کریں تو دو ٹکڑے ہو جائے، ہواؤں کو حکم دیں تو وہ پیغام رسانی کریں، دریاؤں کو ان کا پیغام ملے تو وہ اپنا رُخ پھیر دیں۔ جانوران کو دیکھ کر ادب سے گھٹنے ٹیک دیں، پتھروں کو حکم دیں تو وہ درود و سلام پڑھیں، درختوں کو حکم دیں تو وہ چلنا شروع ہو جائیں، ان کی آمد سے تمام عالم ضوفشاں ہوگیا، کائنات کا نقشہ ہی بدل گیا، اس لیے کہ جہالت و گمراہی کی تاریکیوں کو نورِ ہدایت کی قندیلوں سے روشن کرنے والا آیا۔ خود تراشیدہ خداؤں اور باطل عقائد کے قصر طلسم کو پاش پاش کر کے انسانوں کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بخشنے والا آیا۔ جنھوں نے وحدت خداوندی کا نکھرا نکھرا، اُجلا اُجلا مکمل ترین تصور دیا۔ انھیں ایک ایسے خدا کا تصور دیا جو رحمٰن و رحیم بھی ہے اور حی و قیوم بھی۔ پھر ایک ایسا انقلاب آیا کہ لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں، بندگیاں بدل گئیں، عادتیں بدل گئیں، عبادتیں بدل گئیں، مزاج بدل گئے، رسم و رواج بدل گئے، راج بدل گئے، کاج بدل گئے، سارا سماج بدل گیا۔

بارہ ربیع الاوّل کی صبح درخشاں انسانیت کو نکبت و پستی کی عمیق گہرائیوں سے نکالنے والا آیا، بے سہاروں کا سہارا آیا، بے آسروں کا آسرا آیا، یتیموں کا والی آیا، فقیروں کا داتا آیا، غلاموں کو آزادی کا مژدہ سنانے والا آیا، عورت کو اس کے حقوق دلانے والا آیا گرتوں کو سنبھالنے والا، خدا سے ملانے والا آیا، جو بھی ان کا غلام بن گیا، وہ پھر ساری دُنیا کا امام بن گیا۔ آدمی تھا تو انسان بن گیا، خونخوار تھا تو غم گسار بن گیا، محکوم تھا تو تاجدار بن گیا قطرہ تھا تو دریا بن گیا، بوند تھی تو سمندر بن گیا، ذرّہ تھا تو ستارہ بن گیا، یہ فیض تھا اُن کا جنھوں نے انسان کو جینا سکھایا، امیروں کو دینا سکھایا، غریبوں کو خود دار بنایا اور بے

چین دلوں کو چین نصیب ہوا، چمنستان انسانیت زیب و زینت کا گہوارہ بن گیا۔ انسانی زندگی میں ایسی بہار آئی جو اس سے پہلے کبھی نہ آئی یعنی۔۔۔

شہ شاہاں عرش مکاں ﷺ اس دُنیا میں تشریف فرما ہوئے!!

سیّد آل احمد رضوی

رنگِ ہستی آپؐ کے فیضان سے نکھرا حضور ﷺ

اُس وقت تک بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ میری طرف سے پیش ہوتا رہے جب تک بیابانوں کے درختوں کے جھُنڈ پر قمریاں چہچہاتی اور نغمے الاپتی رہیں۔ اس وقت تک میرا صلوٰۃ وسلام آپ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں باریاب ہوتا رہے جب تک کہ آپ ﷺ کا نورِ مقدس آسماں کے ستاروں کو آب وتاب بخشتا رہے!!

حضور پُر نور ﷺ کی جب ولادت باسعادت ہوئی تو آپ ﷺ نے مخلوق میں دولھا کی صورت ظہور فرمایا۔ آپ ﷺ کے رُخِ انور کی ضوفشانیاں چاند کی آب وتاب کو مات کیے ہوئے تھیں۔ آپ ﷺ کے گیسوئے مبارک اس قدر سیاہی مائل تھے کہ اس کے مقابلے میں شبِ دیجور کی تیرگی ماند پڑ جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی جبیں اس قدر روشن تھی کہ ضیا پھوٹ کر آپ ﷺ کی ذاتِ اطہر کو منوّر اور روشن کرتی رہتی تھی۔ آپ ﷺ کا قدِ زیبا اس قدر موزوں اور متناسب تھا کہ حسن و جمال میں یہ معیار ضرب المثل قرار پایا۔ آپ ﷺ کی ساعد اطہر تیز تلوار کی دھار سے بھی کہیں بڑھ کر حسین وجمیل تھی۔ آپ ﷺ کے لبِ لعلیں عقیق کے مانند بیش قیمت اور دندان مبارک جڑے ہوئے موتیوں سے بھی عمدہ تھے۔ آپ ﷺ کی جبینِ انور کی زیب و زینت نور و سرُور میں مثلِ چاند کے ظہور پذیر ہوئی۔ آپ ﷺ کا سینۂ اطہر دولتِ ایمان سے معمور تھا۔ آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے سلسبیل کوثر کا پانی پھوٹ بہا۔ آپ ﷺ کے قدوم پاک کو وہ رتبۂ عالی حاصل ہے جس کو سعیِ سعادت میں غیر معمولی تاثیر اور بے مثل استقلال حاصل ہے۔

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت کائنات جھوم اُٹھی۔ سعادت مندی عالمِ وجود پر پھیلی اور ایمان کا وطن مستور ہو گیا۔ اہلِ کائنات کی طرف وحی کی بشارت

دینے والا تشریف لے آیا۔ قاریء وصل نے شرفِ باریابی پا کر مسیحانہ مژدہ پڑھا اور کائنات کے جمِ غفیر کو ندا و صدا کے ذریعے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی نوید سنائی!!

علامہ ابن جوزیؒ

بادِ رحمت سنک سنک جائے
وادیِ جاں مہک مہک جائے
جب چھڑے بات نطقِ حضرت ﷺ کی
غنچۂ فن چٹک چٹک جائے

مشرق تا مغرب منور ہوگیا

محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت سیدہ آمنہؓ (رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ) نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حمل کے دوران میں مجھے کسی نے کہا: تیرے شکم میں اس اُمت کا سیّد ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو کہنا میں پناہ مانگتی ہوں، ایک اللہ کے ساتھ، ہر حسد کرنے والے سے، ہر بد خو انسان سے، دفاع کرنے والا میرا دفاع کرے، بے شک وہ حمید اور ماجد کے پاس ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو دیکھوں کہ وہ مشاہد و مجالس میں آئے اور علامت یہ ہے کہ پیدائش کے وقت اس کے ہمراہ ایک نور خارج ہوگا جس سے شام کے علاقہ 'بصریٰ' کے محلات روشن ہو جائیں گے۔ جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام 'محمد' رکھنا، اس کا نام تورات میں 'احمد' مذکور ہے، زمین و زمان والے اس کی تعریف کریں گے، اس کا نام نامی انجیل میں بھی ہے، زمین و آسمان والے اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، اس کا نام قرآن میں محمد مذکور ہے۔ ان دو باتوں کا تقاضا ہے کہ اس نے بوقت حمل اس نور کو ملاحظہ کیا تھا گویا اس سے نور خارج ہوا ہے، جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے ہیں اور وضع حمل کے وقت بھی نور دیکھا جیسا کہ بوقت حمل قبل ازیں دیکھا تھا۔

چھ اسناد کی روایت ہے کہ حضرت سیدہ آمنہؓ نے کہا: جب میں رسول اللہ ﷺ کے باعث اُمید سے ہوئی تو مجھے وضع حمل تک کوئی گرانی اور مشقت محسوس نہیں ہوئی، وضع حمل کے وقت اس کے ہمراہ ایک نور خارج ہوا جس سے از مشرق تا مغرب منور ہوگیا۔

حضرت عثمانؓ بن ابی العاص اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو میں بھی زچہ خانہ میں موجود تھی۔ گھر میں نور ہی نور ہویدا تھا، میں ستاروں کو اپنے قریب دیکھ رہی تھی، یہاں تک میرا خیال ہوا کہ وہ مجھ پر آ گریں گے۔

قاضی عیاضؒ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی والدہ شفا سے نقل کیا ہے کہ وہ دایہ تھی اور اس نے بتایا

کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ہاتھوں میں آئے اور آواز کی تو کسی نے کہا: "**یرحمک اللّٰہ**" اور ان سے ایسا نور نمودار ہوا جس سے روم کے قصور ومحلات روشن ہو گئے۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے والد کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ سے بیان کرتا ہے کہ مکہ میں ایک یہودی تجارتی کاروبار کرتا تھا، جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے، اس نے قریش کی ایک مجلس میں آکر پوچھا: آیا آج رات کسی قریشی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے؟ اہلِ مجلس نے لاعلمی کا اظہار کیا، اس نے "اللہ اکبر" کہہ کر کہا، تم کو نہیں معلوم تو خیر، غور سے سنو اور میری بات یاد رکھو، آج رات کو آخری اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے۔ چنانچہ مجلس برخاست ہوئی اور وہ یہودی کی بات سے نہایت حیرت وتعجب میں تھے!! جب گھروں کو لوٹے تو ہر ایک نے اپنے اہلِ خانہ سے پوچھا تو سب کے اہلِ خانہ نے کہا واللہ! عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے، پھر اہلِ مجلس کی باہمی ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے کہا: یہودی کی بات تم نے سن لی اور کہا بچے کی پیدائش کی خبر بھی معلوم ہوئی ہے، چنانچہ وہ یہ بات کرتے ہوئے یہودی کے پاس آئے اور اسے سارا واقعہ بتایا تو اس نے کہا میرے ساتھ چلو کہ میں اس بچے کو دیکھوں، لہٰذا وہ یہودی کو حضرت آمنہؓ کے گھر لے آئے تو اُنھوں نے کہا: اپنے بچے کو تو لاؤ، وہ لائی تو اُنھوں نے بچے کی کمر سے کپڑا سرکایا تو اس پر یہودی نے تل دیکھا تو غش کھا کر گر پڑا!! جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا: افسوس! تجھے کیا ہوا؟ تو اس نے کہا واللہ! اسرائیل کے خاندان سے نبوت رخصت ہوگئی!! اے قریش! تم اس نبوت سے خوش ہو جاؤ!! واللہ! تم پر وہ ایسا حملہ کرے گا کہ ساری دُنیا میں اس کی خبر پھیل جائے گی۔

محمد بن اسحٰق، حسان بن ثابت سے بیان کرتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کا تھا، یثرب میں صبح سویرے ایک یہودی نے چلا کر کہا: اے یہودیو! (اور میں سن رہا تھا) سب اس کے پاس چلے آئے، اُنھوں نے پوچھا ویلک! کیا بات ہے؟ اس نے کہا: 'احمد کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے جو آج رات پیدا ہوگا!!'

حافظ ابنِ کثیرؒ

تمام انسانوں کے لیے رحمت

بارہ ربیع الاوّل اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کا جنم دن ہے جو زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے رحمت بن کر آئے اور وہ اُصول اپنے ساتھ لائے جن کی پیروی میں ہر فرد انسانی، ہر قوم و ملک اور تمام نوع انسانی کے لیے یکساں فلاح اور سلامتی ہے۔ یہ دن اگرچہ ہر سال آتا ہے، مگر اب کے سال یہ ایسے نازک موقع پر آیا ہے جبکہ زمین کے باشندے ہمیشہ سے بڑھ کر اس دانائے کامل کی راہنمائی کے محتاج ہیں۔ معلوم نہیں مسٹر برناڈ شا نے اچھی طرح جان بوجھ کر کہا تھا یا بے جانے بوجھے، مگر جو کچھ اس نے کہا وہ بالکل سچ تھا: ''محمد (ﷺ) اگر اس وقت دُنیا کے ڈکٹیٹر ہوتے تو دُنیا میں امن قائم ہو جاتا!!'' میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے پیش کردہ اُصول تو بے کم و کاست موجود ہیں، ان کے اُصولوں کو بھی اگر ہم راست بازی کے ساتھ ڈکٹیٹر مان لیں تو وہ سارے فتنے ختم ہو سکتے ہیں جن کی آگ سے آج نسل آدم کا گھر جہنم بنا ہوا ہے۔

اب سے چودہ سو برس پہلے جب رحمت عالم ﷺ نے دُنیا میں قدم رکھا تھا۔ اس وقت خود ان کا اپنا وطن اخلاقی پستی، بدنظمی اور بدامنی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ قرآن میں اس وقت کی حالت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے: ''تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے جس سے خدا نے تمہیں بچایا!!'' اس سے کچھ بہتر حالت دُنیا کے دوسرے ملکوں کی نہ تھی۔ ایران اور مشرقی رومی سلطنت اس وقت انسانی تہذیب کے دو سب سے بڑے گہوارے تھے اور ان دونوں کو ایک طرف آپس کی پیہم لڑائی اور دوسری طرف خود اپنے گھر کے معاشرتی امتیازات، معاشی ناہمواری اور مذہبی

جھگڑوں نے تباہ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں حضور ﷺ اُٹھے اور تیئس برس کے اندر اُنھوں نے نہ صرف عرب کو بدل ڈالا؛ بلکہ ان کی راہنمائی میں عرب سے جو تحریک اُٹھی تھی، اس نے ایک چوتھائی صدی کے اندر ہندوستان کی سرحدوں سے شمالی افریقہ تک، دُنیا کے ایک بڑے حصہ کو اخلاق، تمدن، معیشت، سیاست، غرض ہر شعبہ زندگی میں درست کر کے رکھ دیا۔

آج ہم نئے نظام کی آوازیں ہر طرف سے سن رہے ہیں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جن بنیادی خرابیوں نے پُرانے نظام کو آخر کار فتنہ بنا کر چھوڑا، وہی اگر صورت بدل کر کسی نئے نظام میں بھی موجود ہو تو وہ نیا نظام ہوا کب؟ وہ تو وہی پُرانا نظام ہوگا جس کے کاٹنے اور ڈسنے سے جان بلب ہو جانے کے بعد ہم نئے نظام کا تریاق مانگ رہے ہیں۔ انسانی اقتدار اعلیٰ، خدا سے بے نیازی و بے خوفی، قومی و نسلی امتیازات، ملکوں اور قوموں اور طبقوں کی سیاسی و معاشی خود غرضیاں، اور ناخدا ترس افراد کا دُنیا میں برسرِ اقتدار ہونا، یہ ہیں وہ اصلی خرابیاں جو اس وقت تک نوع انسانی کو تباہ کرتی رہی ہیں۔ اور آئندہ بھی اگر ہماری زندگی کا نظام انھی خرابیوں کا شکار رہا تو یہ ہمیں تباہ کرتی رہیں گی۔ اصلاح اگر ہو سکتی ہے تو انھی اُصولوں پر ہو سکتی ہے جن کی طرف انسانیت کے سچے بہی خواہ رسول رحمت ﷺ نے اب سے صدیوں پہلے ہماری محض راہنمائی ہی نہ کی تھی بلکہ عملاً اصلاح کر کے دکھا دی تھی!!

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

قیصر وکسریٰ کے خودساختہ نظاموں میں زلزلہ

انسانیت ایک سرد لاشہ تھی جس میں کہیں رُوح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی۔ انسانیت کی سطح پر خودرو جنگل اُگ آیا تھا، ہر طرف جھاڑیاں تھیں؛ جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے یا دلدلیں تھیں؛ جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں۔ اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور، شکاری پرندہ اور دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی لیکن آدم زادوں کی اس ہستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رُوح دوڑی، نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا، ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے محسوس ہوئے۔ قدیم سیرت نگار اس کو اپنی خاص زبان میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہ ایران کے محل کے کنگرے اور آتش پارس ایک دم بجھ گئی۔ زمانہ حال کا مورخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے، ان میں زلزلہ آیا۔ مکڑی کا ہر جالا ٹوٹتا اور تنکوں کا ہر گھونسلا بکھرتا نظر آیا۔ زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبر اعظم ﷺ کی آمد سے کسریٰ وقیصر کے خودساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہوگا؟!؟

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

زمیں کو چومنے جنت سے خوشبو بار بار آئی

حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ 12 ربیع الاوّل مطابق 20 اپریل 571ء کو کتم غیب سے منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے اور پوری کائنات نے اس ظہورِ قدسی پر بصد ادب واحترام سر جھکا لیا۔ فضائے بسیط میں ایک شورِ مسرت وشادمانی بلند ہوا کہ وہ مختار نبی آ گیا جو کفر وشرک کی ظلمتوں کے طلسم کو توڑ کر رکھ دے گا۔ وہ باعثِ تخلیق کائنات تشریف لے آیا جو ایک دنیا کو خارزارِ غم والم سے نکال کر آرام وراحت کے فردوس میں پہنچا دے گا۔ وہ پھول کھلا جس کی نگہت بیزیاں اور تر دستیاں مشامِ عالم کو معطر اور معنبر کر دیں گی۔ وہ ہادی نمودار ہوا جس کی تعلیم وتلقین تا قیامِ قیامت مخلوقِ خدا کو ہدایت ونجات کی سند دیتی رہے گی۔ وہ آفتابِ قطب نکلا جس سے اس جہانِ آب وگل کا ذرہ ذرہ قدوسیوں کے ساتھ مل کر اس نور ایزدی کی درخشانیوں سے ابدی طور پر کسب ضیا کرتا رہے گا اور دنیا کی ماسوا پرستی خدا پرستی سے بدل جائے گی۔ غلام وآقا برابر اور شاہ وگدا ہمسر ہو جائیں گے۔ ویرانے گلستان اور دیوانے علم وحکمت کے پاسبان نظر آئیں گے۔ ہر متکبر کی کبرائی کو اس کے فقیر اور ہر فرعونِ بے سامان کی باطل خدائی کو اس کے نخچیر ٹھکرا دیں گے۔ **صلوا علیه واٰله**

سیّد ابوالفیض قلندری علی سہروردی

عروسِ کائنات کی مانگ میں موتی بھر گئے

رات لیلتہ القدر بنی ہوئی نکلی اور **خیر من الف شھر** کی بانسری بجاتی ہوئی ساری دُنیا میں پھیل گئی۔ موکلان شبِ قدر نے **من کل امر سلام** کی سیجیں بچھا دیں۔ ملایٔکان ملائے الاعلیٰ نے **تنزل الملئکته والروح فیھا** کی شہنائیاں شام سے بجانی شروع کر دیں۔ حوریں **باذن ربھم** کے پروانے ہاتھوں میں لے کر فردوس سے چل کھڑی ہوئیں اور **ھی حتی مطلع الفجر** کی میعادی اجازت نے فرشتگانِ مغرب کو دُنیا میں آنے کی رخصت دے دی۔ تارے نکلے اور طلوع ماہتاب سے پہلے عروس کائنات کی مانگ میں موتی بھر کر غائب ہوگئے۔ چاند نکلا اور اس نے فضائے عالم کو اپنی نورانی چادر سیمیں سے ڈھک دیا۔ آسمان کی گھومنے والی قوسین آپ اپنے مرکز پر ٹھہر گئیں۔ بروج نے سیاروں کے پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ ہوا جنبش سے، افلاک گردش سے، زمین چکر سے، دریا بہنے سے رُک گئے اور کارخانہ قدرت کسی مقدس مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لیے رات کے بعد اور صبح سے پہلے بالکل خاموش ہوگیا۔ انتظام و اہتمام کی تکان نے چاند کی آنکھوں کو جھپکا دیا، نسیم سحری کی آنکھیں جوش خواب سے بند ہونے لگیں۔ پھولوں میں نکہت، کلیوں میں خوشبو، کونپلوں میں بو محو خواب ہوگئی۔ درختوں کے مشام خوش بوئے قدس سے ایسے مہکے کہ پتا پتا مخمور ہو کر سر بسجود ہوگیا۔ ناقوس نے مندروں میں بتوں کے سامنے سر جھکانے کے بہانے آنکھ جھپکائی۔ برہمن سجدے کے حیلے سر بہ زمین ہوگیا۔ غرضیکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اور قطرہ قطرہ ایک منٹ کے لیے غیر متحرک ہوگیا۔ اس کے بعد وہ منٹ آگیا، جس کے لیے یہ سب انتظامات تھے۔ فرشتوں کے پرے خوشیوں سے بھرے آسمانوں سے زمین پر اُترنے لگے اور دُنیا کے جمود میں ایک

بیدار انقلاب پوشیدہ طور پر کام کرتا ہوا نظر آنے لگا۔ ملہم غیب نے منادی کی کہ افضل البشر، خاتم الانبیا، پردۂ لاہوت سے عالم ناسوت میں تشریف لانے والے ہیں۔ رات نے کہا: میں نے شام سے اک سا انتظار کیا ہے، اس گوہر رسالت کو میرے دامن میں ڈال دیا جائے۔ دن نے کہا: میرا رتبہ رات سے بلند ہے، مجھے کیوں محروم رکھا جائے۔ دونوں کی حسرتیں قابل نوازش نظر آئیں۔ کچھ حصہ دن کا لیا، کچھ رات کا۔ نور کے تڑکے نور علیٰ نور کی نورانی آوازوں کے ساتھ دست قدرت نے دامن کائنات پر وہ لعل بابہار رکھ دیا، جس کے ایک سرسری جلوے سے دُنیا بھر کے ظلمت کدے منور اور روشن ہو گئے۔ سرزمین حجاز جلوۂ حقیقت سے لبریز ہو گئی۔ دُنیا جو سرور و جمود کی کیفیت میں تھی، اک دم متحرک نظر آنے لگی۔ پھولوں نے پہلو کھول دیے، کلیوں نے آنکھیں وا کیں، دریا بہنے لگے، ہوائیں چلنے لگیں، آتش کدوں کی آگ سرد ہو گئی، صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی، لات و منات، ہبل و عزات کی توقیر پامال ہو گئی، قیصر و کسریٰ کے فلک بوس بروج گر کر پاش پاش ہو گئے، درختوں نے سجدۂ شکر سے سر اُٹھایا، رات کچھ روٹھی ہوئی سی، چاند کچھ شرمایا ہوا سا، تارے نادم و محجوب سے رخصت ہوئے اور آفتاب شان و فخر کے ساتھ مسرت و مباہات کے اُجالے لیے ہوئے کرنوں کے ہار ہاتھ میں، قرص نور تھال میں، ہزاروں ناز و ادا کے ساتھ اُفق مشرق سے نمایاں ہوا، حضرت عبداللہ کے گھر میں آمنہؓ کی گود میں، عبدالمطلبؓ کے گھرانے، ہاشم کے خاندان میں اور مکہ کے ایک مقدس مکان میں خلاصہ کائنات، فخر موجودات، محبوب خدا، امام الانبیا، خاتم النبیّین، رحمتہ للعالمین یعنی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ تشریف فرمائے عز و جلال ہوئے۔ سبحان اللہ ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ کتنی مقدس تھی، جس نے ایسی سعادت پائی اور پیر کا روز کتنا مبارک تھا جس میں حضور نے نزول و اجلال فرمایا: **فتبارک اللہ احسن الخالقین!!**''

....

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے جس طرح جسم کے لیے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اس طرح روح کی غذا کے لیے بھی اس کے آسمانوں کی وسعت

معمور ہے، جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات ونمو کے لیے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، بجلیاں چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اقلیمِ روح وقلب کی فضامیں بھی تغیرات ہوتے ہیں، یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لیے ترستی ہے تو وہاں انسانیت کی محرومی ہدایت کے لیے تڑپنے لگتی ہے، یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے کلمۂ حق وصداقت کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر حصے میں بے برگ وبار نظر آنے لگتا ہے تو اس وقت روحِ انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے، وہاں انسانیت ہلاک ہوجاتی ہے تو خدا کی ہدایت اسے پھر اٹھا کر بٹھا دیتی ہے اور وہ پروردگارِ عالم ہی تو ہے جو بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارانِ رحمت کے آنے کی خوش خبری سنا دیتی ہیں یہاں تک کہ جب اس کا وقت آجاتا ہے تو وہ وزنی بادلوں کو حرکت دیتی ہیں اور انھیں ایک ایسے شہر کے اوپر لے جا کر پھیلا دیتی ہیں جو ہلاک ہو چکا ہے اور زندگی کے لیے پیاسا ہے۔ پھر پانی برستا ہے اور زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے اس کی نموبخشی سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپنی غذا حاصل کرلیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم مردوں کو بھی اٹھاتے ہیں اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے، سو دراصل ایک مثال ہے تا کہ تم دانائی اور سمجھ حاصل کرو۔

عالمِ انسانیت کی فضائے روحانی کا ایسا ہی انقلابِ عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمتِ الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی جس کے فیضانِ عام نے تمام کائنات ہستی کی سرسبزی اور شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ وہ خداوندِ قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ وجلالِ الٰہی کی نمود ہوگی، سو بالآخر وہ آگیا۔

یہ ہدایتِ الٰہی کی تکمیل تھی۔ یہ شریعتِ ربانی کے ارتقا کا مرتبۂ آخری تھا، یہ سلسلۂ ترسیلِ رسل ونزولِ صحف کا اختتام تھا۔ یہ سعادتِ بشری کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ امتِ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لیے یہ حضرت ختم المرسلین ورحمتہ للعالمین حضرت محمد ﷺ بن عبداللہؓ کی ولادت باسعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم!!

....

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السماوات والارض پانی برساتا ہے، جب انسان اپنی غذا کے لیے بے قرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیج دیتا ہے، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں تو آسمان رحمت پر بدلیاں پھیل جاتی ہیں۔

(ترجمہ) ''وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں۔ پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے، پانی برسا دیتا ہے، تو وہ کامیاب وخرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔ (الروم:47)...... پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لیے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت ونمو کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔ کرہ ارضی اپنی بے خودانہ حرکت میں آفتاب کے آتش کدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ اس کی تمام کائنات نباتاتی اپنا حسن و جمال فطری کھو دیتی ہے۔ پرندا پنے گھونسلوں میں، ٹہنیاں درختوں میں اور انسان اپنے گھروں میں پانی کے لیے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم وخشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے، تو وہ اپنی محبت وربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا، نامرادی کے بعد مراد کا، موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ......عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا، جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک

عالمگیر نمود تھی، جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ وجلال الٰہی کی نمود ہوگی۔ سو بالآخر وہ آ گیا اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔ یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیل رسل و نزول مصحف کا اختتام تھا، یہ سعادت بشریٰ کا آخری پیام تھا، یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی۔ یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لیے یہ حضرت ختم المرسلین ورحمۃ للعالمین حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی ولادت باسعادت تھی۔

...... پس تمام کرہ ارض کی روشنی کے لیے، یہی ایک آفتاب ہدایت ہے جس کی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لیے نور بشارت پاسکتی ہے اور اس لیے صرف وہی ایک ہے جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی اور اگر اس نے بھلا دیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اس کے آگے جھکنا پڑے گا اور اسی کو اپنا کعبہ امید بنانا پڑے گا۔ ...... یہی واقعہ ولادت نبوی ﷺ ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاول ہے، جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی، جس کو تمام عالم کی ہدایت وسعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کرہ ارض کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوع انسانی کے شرف واحترام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔

ابوالکلام آزاد

فضائیں جھوم اُٹھیں

اُبھرتے ہوئے سورج کی نرم سنہری شعاعیں لپک لپک کر اور بڑھ بڑھ کر مقدس کعبے کے غلاف پر اپنے کنوارے بوسے نچھاور کر رہی تھیں۔ نیلے آسمان کی نیم قوس میں تنی ہوئی سنہری دھوپ سے بہت اُونچے نیلے خلاؤں کے عین وسط میں کعبے کے مقدس کبوتر سفید نقطوں کی طرح گڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے لیکن مکہ ابھی تک نیم خوابی کے عالم میں اُونگھ رہا تھا۔ آج کسی قافلے کو نہیں آنا تھا۔ اس لیے مکے کی آبادی نے اپنے گھروں سے نکلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ مکے کے امیر تاجر حریر و دیبا کے نرم گدوں پر رات بھر لنڈھائی ہوئی شراب کے کسل پر کروٹیں لے رہے تھے اور نادار طبقہ اپنی اپنی گندی کوٹھریوں کی سیلی ہوئی ٹھنڈکوں میں پڑا سوچ رہا تھا کہ آج کے کھانے کا انتظام کہاں سے اور کیونکر کرے؟؟ اس لیے بازار خاموش تھا!!

لیکن اسی خاموشی............اس پُر اسرار سکوت میں ایک عجیب ہنگامہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مکہ کسی آنے والے کے انتظار میں ہے اور آنے والا جیسے آسمان کی بلندیوں پر سے اُترے گا۔ جیسے آسمان میں کھڑکیاں کھل گئی ہیں اور مکہ دم بخود اس آنے والے کے انتظار میں چشمِ براہ ہے۔ ابھی ان اثیری بلندیوں میں کھلی ہوئی کھڑکیوں میں کوئی ظاہر ہوگا اور اپنے راستے میں پھیلی ہوئی دھوپ کی سنہری بانات پر باوقار قدموں سے چلتا ہوا مکے میں اُتر آئے گا اور جب اس کے قدم مکے کی ریت کو نوازیں گے تو سارا مکہ خوش آمدید کے نعروں سے گونج اُٹھے گا اور یہ عجیب خاموشی، یہ پُر اسرار سکوت، یہ اُمید بھرا سناٹا، یک دم فلک گیر شور استقبال میں ڈوب جائے گا اور اس پُر اسرار سناٹے سے ہٹ کر، حرم مقدس کی پاک سرزمین کے اندر جہاں تین سو پینسٹھ خدا اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے،

اُبھرتے ہوئے سورج کی کنواری شعاعوں میں نہاتے ہوئے ابراہیمؑ کے گھر کے بالکل قریب پُر جوش غصیلی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ فضا ان آوازوں سے گونج رہی تھی:

''کعبے کے خدا! ...... تو نے میرے عبداللہ کو مجھ سے چھین لیا، میرے عبداللہ کو...... میں تجھ سے اس کی نشانی مانگ رہا ہوں، میرے عبداللہ کی نشانی مجھے دو!!''

سردارِ قریش اسی طرح اپنے حق کا مطالبہ کرتے کعبے کے اردگرد طواف کرتے رہے۔ ان کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سرخ ہوگئی تھیں۔ جسم کے رونگٹے صبح کی غیر مانوس سردی کی وجہ سے کھڑے ہو گئے تھے۔

''آقا سردار! آقا سردار!!'' دور سے کسی نے پُکار دیا۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا!! برکہ ہرن کی سی تیزی سے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے بتوں میں سے بھاگتی ہوئی چلی آرہی تھی!! سردار قریش لپک کر اس کے پاس پہنچ گئے!!

''گھر چلیے! ...... آقا سردار! ...... جلدی گھر چلیے!!'' ''کیا ہوا!؟!'' بوڑھے عبدالمطلبؓ کے ہونٹوں پر پپڑیاں اُبھر آئی تھیں۔

''ننھے حضور تشریف لائے ہیں آقا سردار!!'' برکہ کے جسم کا ایک ایک رواں مُسکرا رہا تھا۔

''ننھے حضور!؟ ......سردار عبدالمطلب نے حیرت سے پوچھا اور غیر شعوری طور پر جاننے والوں کی فہرست ان کے ذہن میں اُبھر آئی۔ لیکن فوراً ہی بعد یکایک جیسے سارے پردے ہٹا دیے گئے ہوں اور سردار عبدالمطلبؓ کی ساری کائنات نور سے جگمگا اُٹھی ہو۔ مسکراہٹیں ان کی داڑھی میں چھپے ہوئے ہونٹوں پر معصوم بچوں کی طرح لوٹنے لگیں اور اُنھوں نے پوچھا: ''لڑکا؟'' ...... ''آقا سردار!'' ...... برکہ کے جسم کی پور پور میں مچلتی ہوئی شوخیاں احساس ادب کے گریبان میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھیں اور حرم مقدس میں بکھرے ہوئے پتھر کے گھڑے اور ان گڑھے دیوتاؤں پر جیسے کپکپی چھا گئی ہو؛ کعبے کی مقدس عمارت پر جوانی آ گئی؛ فضائیں جھوم اُٹھیں؛ سورج کی کرنیں ناچنے لگیں!!

سردار عبدالمطلب کو اس وقت کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ لیکن ان کے پاس اس

احساس کو پوری طرح سے سمیٹ لینے اوراس سے حظ اندوز ہونے کا وقت نہ تھا۔ وہ تیزی سے قدم اُٹھاتے ہوئے حرم سے باہر جا رہے تھے۔ اُونچی نیچی فراز کو اُبھرتی ہوئی پتھریلی سڑک سردارِ قریش کے قدموں کے نیچے تیزی سے سمٹتی گئی جیسے خود سڑک کو اُنھیں جلدی سے گھر پہنچا دینے کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ بر کہ کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ وہ ہانپ گئی تھی۔ اگر ایک بے پناہ آسمانی محبت اس کے خیال کے ہر پارے کو اپنے اندر نہ سمیٹ چکی ہوتی، تو وہ یقیناً بوڑھے سردار کی اس تیز روی پر حیران ہوتی اور یہ سوچے بغیر نہ رہ سکتی کہ ایک صدی کی طوالتیں، ایک لمحے کے لیے سمٹ گئی ہیں اور سردار ایک دفعہ پھر بھرپور جوانی کی قوتوں سے مالا مال ہیں۔

راستے تقریباً خاموش تھے لیکن کہیں کہیں ایک دو نوجوان گھروں سے باہر نکل کر گول پتھروں سے جوا کھیل رہے تھے اور ہار جیت کے لیے ایک دوسرے سے اُلجھنے میں مصروف تھے۔ ان میں سے چند نے سردار عبدالمطلب کی سبک خرامی کو حیران نظروں سے دیکھا اور پھر اپنے مشغلے میں مصروف ہوگئے۔

سردار عبدالمطلب اپنے گھر کے دروازے پر تھے۔ لکڑی کا موٹا دروازہ جیسے ان کے اشارے کا منتظر تھا۔ وہ آپ ہی آپ کھل گیا اور سردار دھندلائی ہوئی سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ سردارِ قریش کو یوں معلوم ہوا جیسے گھر کی فضا میں پروں کے پھڑپھڑانے کی آوازیں سمو دی گئی ہیں۔ اُنھوں نے غیر شعوری طور پر ان پروں کو دیکھنا چاہا لیکن کوئی چیز دکھائی نہیں دی۔ کوئی خاص تبدیلی نہ تھی۔ کوئی انوکھا پن کہیں سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن فضا میں نغمے تیر رہے تھے، جیسے خود ہوائیں گا رہی تھیں، جیسے مکان کا ایک ایک ذرّہ، ہوا کی ایک ایک لہر خوشی کے ترانے گا رہی ہو۔ نہیں عرش سے فرش تک پوری کائنات نغمہ و نور کے بے کراں سمندر میں بدل گئی ہو۔

سردارِ قریش ان نغموں کو سننا چاہتے تھے۔ ان سرگوشیوں کو معنی پہنانا چاہتے تھے۔ یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ یہ نغمے ان کی اپنی رُوح سے پھوٹ رہے ہیں یا ان کا خارجی ماحول اُن کی رُوح کو اپنے نغمات میں لپیٹ لینا چاہتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کسی

نتیجے پر پہنچ سکیں، برکہ آ گئی۔ اس نے مسکراتے ہونٹوں اور چمکتی آنکھوں سے سردار کے چہرے پر بھرپور نظر ڈالی اور دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

سردار نے مسکرا کر برکہ طرف دیکھا اور کہا:

''اندر جاؤ برکہ...... جاؤ اندر اور آمنہ سے کہو ہم اپنے پوتے کو............'' اور وہ رُک گئے، مسکرائے اور پھر بولے: ''سلام کرنے کے لیے اندر آنا چاہتے ہیں!!''

برکہ جیسے ہوا پر تیرتی ہوئی اندر چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی آواز آئی:

''سردار قریش تشریف لائیں!!''

سردار عبدالمطلب کا ہاتھ جوش سے اُٹھا لیکن کانپ گیا۔ اُنھوں نے دروازہ کھولا۔ ان کے قدموں پر کسی ان دیکھی طاقت نے نہ جانے کیوں کئی کئی من کے پتھر باندھ دیے تھے۔ وہ بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

اُنھوں نے چند لمحوں کے لیے اپنے پوتے کو دیکھا۔ ان کے خون کی گردش نے جیسے لپک کر گنگنایا ہو: ''عبدالمطلب تمھیں مبارک ہو!!''

اردگرد کی فضائیں گونج اُٹھیں، پوری کائنات مبارک باد کی صداؤں سے جیسے لبالب بھر گئی اور عبدالمطلب ان گنگناتی فضاؤں کے درمیان کھڑے اپنے پوتے کو دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُنھوں نے جھک کر ننھے حضور کو اُٹھا لیا۔ سردار عبدالمطلب کے ہونٹ جھکے اور بلند پیشانی سے پیوست ہو گئے۔

اُف معبود! یہ کیا سرور تھا۔ عبدالمطلب کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اُنھوں نے آمنہ کے لعل کے ماتھے پر نہیں، مقدس کعبہ کے سنگ اسود پر اپنے ہونٹ رکھ دیے ہیں اور اسی سرور، رُوح کی گہرائیوں میں کروٹیں لیتے ہوئے اسی اطمینان کی لہروں پر سوار عبدالمطلب نے ایک دفعہ پھر قریب سے اپنے پوتے کو دیکھا، ان کی آنکھیں سمٹ گئیں۔ ان کا دل جیسے پگھل کر ان کی نگاہوں میں سمٹ آیا ہو۔ اُنھوں نے تیزی سے ابن عبداللہ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ایک آواز خود بخود چیخ کر اُن کے دل کی گہرائیوں سے اُبھری اور ہونٹوں پر آ کر فضا میں بکھر گئی، اُنھوں نے کہا:

''عبداللہ............آؤ............دیکھو............تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے!!''

اوراس آواز نے آمنہ بنت وہب کے سینے میں جیسے آنسوؤں کے سوتے کھول دیے۔ان کی رُوح چیخ بن کران کے ہونٹوں پر سمٹ آئی اور اُنھوں نے کمبل دانتوں تلے داب کر منہ دوسری طرف پھیرلیا۔

سردار عبدالمطلب کا مکان مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا!

ابنِ عبداللہ کوتشریف لائے آج ساتواں دن تھا اور قریش کی دیرینہ رسم کے مطابق آج عبدالمطلب نے اپنی قوم کو دعوت دی تھی تا کہ قوم ابنِ عبداللہ کو دیکھ لے اور اس نام کو سن لے جس کا اضافہ عبدالمطلب کے خاندان میں ہوا تھا۔

لیکن قریش کے اس اجتماع میں بھی انتشار کی ایک عجیب کیفیت دکھائی دیتی تھی۔ایک جگہ پر جمع ہونے کے باوجود قصی کے نام لیوا چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر بیٹھے ہوئے تھے، ہلکی دھیمی آوازیں فضا میں بھنبھنا رہی تھیں اور کبھی کبھی ایک ٹکڑی دوسری ٹکڑی کی طرف تیکھی نظروں سے اس طرح دیکھ لیتی تھی، گویا وہ اس اتحاد کی سرے سے ہی مخالف ہے۔لیکن اس کے باوجود سردار عبدالمطلب کی شخصیت نے ان کے مخالف گروہوں کو ایک چھت کے نیچے جمع کر دیا تھا اور یہ اپنی خواہش کے خلاف اس چھت کے نیچے جمع ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔

حرث کی کنیزوں اور عبدالمطلب کے غلاموں نے مہمانوں کے سامنے ثرید کے پیالے سلیقے سے چن دیے تھے۔بکری کے شوربے میں بھگوئی ہوئی شام کی گندم کی روٹیاں ہاشمی گھرانے کا خاص پکوان تھا۔جس کی نقل عرب میں ہر جگہ ہوتی تھی لیکن جس کے ذائقے کو ابھی تک کوئی نہیں پا سکا تھا۔جس کو قحط کے زمانے میں مکہ کے نواح کے بادیہ نشینوں نے خوب خوب کھایا تھا اور ہاشم کی تعریف میں قصیدے کہے تھے اور جس سے جل کر اُمیہ نے قوم سے سخاوت اور بلند ہمتی کی سند حاصل کرنے کے لیے اپنے تہ خانوں کے منہ کھول دیے تھے لیکن اسراف کی حدیں گزر جانے کے باوجود ہاشم کی سخاوت کو چھونے میں ناکام رہا تھا۔

وہی ثرید آج پھر ہاشم کے پوتے عبدالمطلب کے دسترخوان پر قرینے سے چنا گیا اور اسی کو چکھنے کے لیے مکہ کی سرحدوں پر رہنے والے قریشی بھی عبداللہ کے یتیم کو دیکھنے کے لیے آ گئے تھے۔ لیکن قریشیوں کے اس عظیم اجتماع میں ثرید کی موجودگی کے باوجود کچھ کمی سی محسوس کی جا رہی تھی۔ لوگ کن انکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ لیکن زبان ہلانے اور ذہن میں اُبھرتے ہوئے سوالات کو ہونٹوں کی کمک پہنچانے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔ بالآخر حرب بن اُمیہ نے خاصے رعب دار انداز میں عبدالمطلب کے ایک غلام سے مخاطب ہو کر کہا:

"شراب لاؤ!"

غلام خاموش ہو گیا۔

"شراب کی کمی واقعی سبھی محسوس کر رہے ہیں، سردار قریش۔" ایک نے جرأت کی اور سردار عبدالمطلب جو ایک طرف کھڑے مہمان نوازی کا حق ادا کر رہے تھے، پلٹ پڑے۔ اُنھوں نے خاموش نگاہوں سے اپنی قوم کی طرف دیکھا اور پھر چندے توقف کے بعد کہا: "آج کے دن شراب نہیں پی جائے گی!!"

"کیوں ہاشمیوں نے ابنِ عبداللہ کی خوشی میں شراب اپنے اُوپر حرام کر لی؟"

"نہیں حرب!" سردار عبدالمطلب کی آواز گونج بن کر فضا پر چھا گئی۔

"ہاشمیوں کے ثرید کی داد اسی وقت دی جا سکتی ہے، جب قوم حالت سکر میں نہ ہو۔"

"لیکن اموی ثرید کی لذتوں کو تو ہمیشہ سکر کی حاجت رہی ہے، سردار قریش! کسی نے دور سے کہا اور پیالے میں انگلیاں ڈبو دیں۔

اسی ثرید کی خوشبوئیں اُوپر کے کمرے میں الگنی پر ٹنگے ہوئے کمبلوں کی اوٹ میں سے اُبھر کر پورے کمرے کی فضا میں تیر رہی تھیں۔ اور آمنہ بنت وہب اپنے پلنگ پر لیٹی ان خوشبوؤں کو اپنے ذہن کی گہرائیوں سے چکھ رہی تھیں۔ مٹی کا پیالہ ان کے سرہانے کے طاقچے میں رکھا تھا اور بھاپ کی ہلکی پتلی لکیر، بل کھاتی دھندلائی ہوئی ساکن فضا میں جیسے گڑتی چلی جا رہی تھی۔ برکہ نے بڑا زور مارا تھا اور اپنی پوری ضد اور ہٹ صرف کر دی

تھی کہ مالکن حضور سات دن سے کھجوروں، ستوؤں اور روغن زیتون سے اُکتا گئی ہوں گی۔ایک ہی طرح کا کھانا اور وہ بھی میٹھا اور مرغن یقیناً کام و دہن کو پریشان کر دیتا ہے، اسی لیے انھیں ثرید کے مسالوں سے منہ کا مزا بدل لینا چاہیے اور تھوڑا بہت چکھ لینا چاہیے لیکن مالکن جو اس عجیب ضدی کنیز کی اکثر ضدیں مان جایا کرتی تھی، راضی نہ ہوئیں۔ خوشامد............رُوٹھ جانے اور پھر من جانے کے انداز اور بچوں کی طرح بکھر بکھر جانے کا ہر وہ حربہ جس سے برکہ اکثر اپنی مالکن کو منالیا کرتی تھی، آج ناکام ہوگیا تھا اور مالکن حضور کے تعمیل حکم میں برکہ کو ثرید کا پیالہ سرہانے کے طاقچے پر رکھ دینا پڑا تھا اور مالکن حضور، برکہ کے جانے کے بعد دیوار کی طرف کروٹ کر کے لیٹ گئی تھیں۔ گویا اپنے آپ کو دیوار کے آغوش میں بکھرے ہوئے سایوں میں چھپا دینا چاہتی ہیں اور نہیں چاہتیں کہ وہ خیالات جو اس خوشی کے موقع پر ان پر ہجوم کر لینا چاہتے تھے، انھیں یوں تنہائی میں پالیں اور ماضی کی ان تابناک محرابوں میں لے جائیں جو آمنہ بنتِ وہب سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہوگئیں لیکن جنھیں آمنہ بنتِ وہب کسی بھی قیمت پر اپنے سے جُدا کرنا نہیں چاہتی تھیں! لیکن دیوار سے لپٹے ہوئے گہرے سائے اس ضمن میں کوئی مدد نہ کر سکے تھے۔ادھر برکہ نے کمرے سے قدم باہر رکھا تھا کہ سارے خیالات ایک سیل بے پناہ کی صورت میں اُمنڈ آئے اور عبداللہ کی معزز و مکرم بیوہ بے حال ہو کر ان کی سطح پر تیرنے لگی۔کیسے عجیب خیالات تھے یہ!!

اس چھت کے عین نیچے قریش کے سارے سردار جمع تھے۔ وہ قریشی بھی آئے تھے جنھیں خانہ جنگیوں نے مکے سے نکال دیا تھا۔ وہ بھی تھے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور وہ بھی جن کی تلواریں مکہ اور قرب و جوار کے رہنے والوں کا تکیہ کلام تھیں اور وہ بھی جو اپنی روزمرہ کی روٹی کے لیے دوسروں کے محتاج تھے۔قصی بن کلاب کا ہر نام لیوا اس چھت کے سائے میں بیٹھا تھا لیکن وہی نہیں تھا جس کی آواز آمنہ بنتِ وہب کے دل کی محرابوں میں گونجتی۔ ابا حضور خوش تھے۔ سردار عبدالمطلب کا پورا خاندان نہال ہو رہا تھا۔ لونڈی اور غلام بھی آزاد کیے جا رہے تھے۔ دعوتیں بھی دی جا رہی تھیں۔ سبھی کچھ اسی

معمول پر چل رہا تھا جس معمول پر کہ چلنا چاہیے اور ثرید کی تیرتی، بل کھاتی لپیٹیں اس کا سب سے بڑا ثبوت تھیں لیکن جس کا نام لے کر یہ سب کچھ ہو رہا تھا، وہ کہاں ہے؟ اس برات کا دولھا کہاں ہے؟ کیوں یہ سب مل کر نہیں جاتے اور یثرب کی خاک سے اس دولھا کو چھین کر نہیں لے آتے کہ آمنہ بنتِ وہب بھی ان خوشیوں میں شامل ہو سکے؟

لیکن شاید کوئی بھی نہیں جا سکے گا! شاید کیا یقیناً کوئی نہیں جا سکے گا!

تو پھر یہ سب خوشیاں، یہ ہنگامے، یہ برات، یہ دعوتیں، مہمانوں کی یہ آؤ بھگت، قریشوں کا یہ تانتا، کس لیے، کیوں؟

کیا یہ سب عبداللہ کی موت؟

نہیں!

آمنہ بنتِ وہب نے بے چینی سے کروٹ لی، دیوار کی آغوش میں سمٹے ہوئے سائے، کمرے میں پھیلے ہوئے سرمئی دھندلکوں سے زیادہ پریشان کن ثابت ہو رہے تھے۔ وہ ان دھندلکوں سے پلٹ آئیں، بھاگ آئیں! وہ ذہن پر سے ان یادوں کو کھرچ دینا چاہتی تھیں.........توڑ کر پھینک دینا چاہتی تھیں! اور ان کی نگاہیں یکا یک پلنگ سے ذرا پرے ہٹ کر چھوٹی سی رنگین پیڑھی پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی ننھی جان پر مرکوز ہو گئیں جس پر باریک کتان کی اوڑھنی ڈال دی گئی تھی......لیکن اس کے باوجود آمنہ بنتِ وہب کے تصور کی نگاہوں نے دیکھا کہ فضائیں معمور ہو گئی ہیں۔ کمرے کی دیواریں ایک نا قابلِ فہم انداز میں تحلیل ہو گئی ہیں۔ نہیں پورا مکہ تحلیل ہو گیا۔ پوری کائنات تحلیل ہو کر ایک عجیب ملکوتی فضا میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اُنھوں نے محسوس کیا کہ زمان و مکان کی تمام حدیں جیسے یکا یک غائب ہو گئیں اور وہ لامکان اور لازمان کی غیر محدود وسعتوں میں تیرنے لگی ہیں۔ اُنھیں حیرت تھی کہ محسوس اور معلوم چیزوں کے اس فوری ضیاع پر انھیں کسی قسم کا ہراس محسوس نہیں ہوا بلکہ جیسے ان کی رُوح سے سارے غم، ساری کلفتیں، سارے رنج یک قلم مٹ گئے جو ان حدود کے پیدا کردہ تھے اور وہ ان تمام زمینی احتیاجوں سے بلند ہو گئیں، جو زمان و مکاں کی قیود کا لازمی نتیجہ تھیں۔ ان کی رُوح ہلکی محسوس

ہوتی تھی۔ ایک عجیب انبساط آفریں انداز میں، ایک ایسے طریقے سے، جس کا ذہنی احتساب غیر ممکن تھا لیکن جس کو قلب و رُوح کی گہرائیاں محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔

لامکان اور لازمان کے خلائے بسیط میں جس کی تشکیل غیر مادی نور سے ہوئی تھی، آمنہ بنتِ وہب نے آوازیں سنیں جوان دیکھے ہونٹوں سے نورانی فواروں کی طرح اُچھلتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ اُنھوں نے محسوس کیا کہ کائنات کا ہر ذرّہ اُنھیں مبارک دے رہا ہے۔ لامحدود کی عظیم اور نا قابل ادراک وسعتیں نغمات کے سانچے میں ڈھل کر ان کی رُوح کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتی چلی جا رہی ہیں۔ وہ اس نغمے کو سن رہی تھیں۔ ایک لامحدود سماعت کے ذریعے ایک نا قابل فہم صفائی کے ساتھ، ابہام کے کسی بھی خطرے کے بغیر یہ نغمہ گونج رہا تھا۔

اے وہ مبارک ماں جس نے اس ذات قدسی کو جنم دیا، جس کی تعریف نہیں ہو سکتی!

اے احمد ﷺ کی ماں! مبارک اے احمد ﷺ کی ماں!

احمد ﷺ ......احمد ﷺ ......احمد ﷺ!!

یہ نغمہ گونجتا رہا۔ لامحدود کی عظیم اور نا قابل ادراک وسعتیں نغمہ و نور میں ڈھل کر آمنہ بنتِ وہب کی رُوح کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتی رہیں اور آہستہ آہستہ اسی طرح جس طرح یہ کائنات۔ بوقبیس کی پتھریلی راہگذاریں چاروں طرف کھچی ہوئی دیواریں پگھل کر سیل نور میں بدل گئی تھیں۔ اسی طرح آہستہ آہستہ یہ سیل نور پھر متشکل ہونے لگا اور لامکان کی عظیم و بسیط پہنائیاں پھر زمان و مکان کی قیود میں سمٹنے لگیں۔ آمنہ بنتِ وہب ایک دفعہ اپنے آپ کو اپنے پلنگ پر محسوس کرنے لگیں۔

لیکن تب اور اب میں بڑا فرق تھا۔ اب بنتِ وہب اُجالے سے اندھیارے اور اندھیارے سے اُجالے میں پناہ لینے کے لیے مضطرب نہ تھیں۔ ان کے ہونٹ خود بخود ہل رہے تھے اور اُنھوں نے یکا یک چونک کر محسوس کیا کہ وہ اپنے آپ کو احمد ﷺ کی والدہ کہہ رہی ہیں۔ احمد ﷺ ابنِ عبداللہ کا نام احمد ﷺ!! ان کے لختِ جگر کا نام احمد ﷺ ہوگا؟

لیکن ابھی تک تو کوئی نام تجویز نہیں ہوا تھا۔ سردار قریش سے بچے کے چچاؤں نے جب بھی پوچھا، سردار نے یہی جواب دیا کہ ابھی تک کوئی نام ان کے ذہن میں نہیں آیا۔ بعض نے کعبے میں رکھے ہوئے دیوتاؤں کے ناموں پر کسی ایک کی تجویز بھی پیش کی تھی جو بڑی سختی سے مسترد کر دی گئی۔ سردار قریش نے بلند آواز سے ایک طرح کی ڈانٹ پلا دی تھی کہ خبردار! کسی قسم کا کوئی نام نہ رکھا جائے۔ وہ کیا سوچ رہے تھے؟ اپنے پوتے کو کس نام سے پُکارنا چاہتے تھے۔ اس کا کسی کو علم نہیں تھا!

تو پھر یہ عجیب و غریب نام؟ احمد ﷺ! ان کی رُوح نے یہ نام کہاں سے سُنا ہے؟ ان کی سماعت نے یہ لفظ کس نغمے سے اخذ کیا ہے؟ نور و نغمے کا وہ کون سا ہنگامہ تھا جو لمحہ بھر ایک چھوٹے سے حصے کے لیے بپا ہوا اور ان کی رُوح، ان کی ساری کائنات اس نام سے تر بتر ہو گئی؟ آمنہ بنتِ وہب نہ سمجھ سکنے کے باوجود یہ جانتی تھیں کہ ان کے لختِ جگر کا نام احمد ﷺ ہے۔

اور کمبل ذرا سا ہٹایا گیا، برکہ نے جھانک کر اندر دیکھا۔ مالکن اور کنیز کی نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں، برکہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور آمنہ بنتِ وہب بھی مسکرا دیں۔ ایک تازگی، ایک خلوص، ایک عجیب طرح کا انبساط تھا اس مسکراہٹ میں۔ برکہ نے ان ساری چیزوں کو اپنے جسم کی ہر پور سے گویا چھو کر دیکھ لیا اور مچل کر کمبل ہٹا کر اندر آ گئی۔

اس نے پیڑھی کی طرف ایک نظر ڈالی اور مالکن حضور کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا!

''قوم اپنے سردار کو دیکھنا چاہتی ہے!!''

اور آمنہ بنتِ وہب نے نہیں، بلکہ ان کے دل میں بیٹھی ہوئی کسی دوسری طاقت نے فوراً جواب دیا:

''لیکن سردار آرام فرما رہے ہیں!!''

اور آمنہ بنتِ وہب اپنے ان الفاظ پر فوراً چونک سی گئیں!!

برکہ نے مالکن کو اس انداز میں دیکھ کر ہاتھ پیر نکالے:

''مگر قوم کو اس وقت سردار کی ضرورت ہے اور ضرورت کے وقت آرام تج

دیا جاتا ہے۔''

وہ لپک کر آگے بڑھی اور کتان کا ہلکا پردہ اُٹھا دیا گیا۔ آمنہ بنتِ وہب نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ اوڑھنی کے ہٹتے ہی کمرہ بقعہ نور بن گیا ہے۔ وہ چونکیں۔ اُنھوں نے پھر دیکھا لیکن شاید یہ اُن کا خیال تھا۔ کمرہ ویسے ہی سرمئی سایوں میں لپٹا ہوا تھا اور ابنِ عبداللہ گہری میٹھی نیند سو رہے تھے۔

''بات کیا ہے؟'' اُنھوں نے برکہ سے پوچھا۔

''قریشی اس نئے سردار کو دیکھنا چاہتے ہیں۔'' برکہ پیڑھی کے پاس بیٹھ گئی۔

''آقا سردار کا ارشاد ہے کہ میں چھوٹے حضور کو نیچے لے آؤں۔''

''شاید نام کا اعلان ہوگا۔

''شاید............مگر............'' برکہ نے مالکن کی طرف دیکھا اور پوری توجہ سے ننھے حضور کو پیڑھی پر سے ہٹاتے ہوئے بولی:

''مگر مالکن حضور............نام تو شاید ابھی کوئی تجویز ہی نہیں ہوا۔''

''نام تجویز ہوگیا پگلی!!'' اُنھوں نے شہد سے زیادہ میٹھے اور دودھ سے زیادہ ملائم انداز میں فرمایا۔ گویا گزشتہ تلخی کے نشان دھو رہی ہوں۔

''تجویز ہوگیا مالکن؟'' برکہ نے حیرت سے پوچھا۔ وہ حیران تھی کہ اسے اس راز میں کیوں شامل نہیں کیا گیا ''کیا نام تجویز ہوا میرے ننھے منے آقا کا؟''

حضور کی خاموشی پر برکہ کو کتنا پیار آرہا تھا۔

آمنہ بنتِ وہب بتا دینا چاہتی تھیں لیکن رُک گئیں۔

''سن لینا............آقا سردار بتا دیں گے!!'' اور وہ مسکرا دیں۔

انھیں یقین تھا کہ جس طاقت نے احمد ﷺ کا لفظ ان کی رُوح میں گھول دیا تھا وہی طاقت آقا سردار کو مطلع کر چکی ہوگی۔ آخر سردار قریش اس سے محروم کیوں رکھے گئے ہوں گے۔

''آپ نہیں بتائیں گی؟''

''اونہوں............!!''

''اچھا............ہم بھی دیکھتے ہیں......!!''

عجیب کنیز تھی یہ برکہ!! اسے اتنا بھی احساس نہیں کہ اسے دام دے کر خریدا گیا تھا۔اس کی اس بے حسی پر مالکن کو پیار آ گیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

''برکہ............!'' سردار قریش کی آواز سیڑھیوں کی محرابوں سے ٹکرائی۔

''اری جا پگلی............'' مالکن نے ہنستے ہوئے کہا۔'' سردار آقا ناراض ہوں گے۔''

اور برکہ جلدی چل دی۔

بھاری کمبل پھر اپنی جگہ پر آ کر ساکت ہو گیا۔ برکہ کے ننگے پیروں کی ہلکی آواز دور ہٹتی گئی۔آمنہ بنتِ وہب نے جسمانی آنکھوں سے نہیں، دل کی آنکھوں سے دیکھا۔وہ اس ساری کائنات کو اپنی چھوٹی چھوٹی بانہوں میں سمیٹے کمرے میں سے گزر گئی ہے۔ دروازے میں سے نکلتی چلی گئی ہے اور سیڑھیوں پر سے اُترنے لگی ہے اور پھر وہ خود یکایک نہ جانے کیوں پلنگ پر سے اُٹھ گئیں۔ ان کے کانوں کے پردوں پر خون سنسایا، اُنھوں نے تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے آپ کو سمیٹا، پھر ہاتھوں پر زور دے کر اُٹھیں۔آج آٹھ دن کے بعد فرش کی ٹھنڈکوں نے ان مقدس پیروں کو چوما تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلیں ....قدم بقدم ....اردگرد پڑی ہوئی چیزوں کا سہارا لیتی ہوئی............اور دروازے کے قریب آ کر رُک گئیں۔

نیچے سے آوازوں کا ہجوم جیسے تیزی سے سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا اور آمنہ بنتِ وہب کی سماعت سے لپٹتا جا رہا تھا۔

چھوٹے حضور کی آمد نے مہمانوں میں تحرک سا پیدا کر دیا تھا۔ گویا باد بہاراں کا جھونکا آیا؛ جس سے پورا گلشن جھوم اُٹھا؛ سارے مہمان برکہ کے گرد جمع ہو گئے؛ دشمن دشمنوں کے شانے سے شانہ بھڑائے کھڑے تھے اور نظریں اپنی ساری کدورتیں بھول کر ایک دوسرے سے گلے مل رہی تھیں۔ ابنِ عبداللہ کی چمکدار سیاہ آنکھیں، ستواں ناک، خوبصورت دہانہ اور حسین مخروطی ٹھوڑی ان ساری نظروں کو گلے ملا رہی تھیں۔

سب نے تعریف کی!! قریشیوں کے مخصوص حسن کی داد بڑی فراخ دلی سے دی گئی۔ چمکدار آنکھوں اور ناک سے اُوپر ملتی ہوئی بھنوں کی محراب کو خوب خوب سراہا گیا۔ لیکن اس ہجوم نظر اور ہجوم الفاظ کے باوجود ابنِ عبداللہ اسی طرح برکہ کی آغوش میں پڑے آہستہ آہستہ آنکھیں جھپکتے رہے۔ اس شور، نظروں کے اس اجتماع اور کئی انگلیوں کے اس لمس کے باوجود اس حسین ننھے چہرے پر کوئی تبدیلی نمایاں نہیں ہوئی۔

بالآخر سردار قریش کے ہاتھ بڑھے۔ اُنھوں نے اپنی دولت کو برکہ کے ہاتھوں پر سے اُٹھایا اور اپنے چوڑے سینے سے لگا لیا۔ ایک عجیب سکون ایک عجیب فرحت بوڑھی رگوں میں تیرنے لگی اور وہ نہ جانے کیوں کھڑکی کی طرف گھوم گئے۔

وہ خود نہیں جانتے تھے وہ کھڑکی سے باہر کیا دیکھ رہے ہیں۔ دور بوقبیس کی بلندیوں پر سڑکیں مل کر جدا ہو رہی تھیں۔ اس کے نیچے مکے کا چوک تھا، اسی چوک پر ایک صبح عبداللہ نے اپنے کھجوروں سے لدے ہوئے اونٹوں کی مہار تھامی اور مٹیالی سڑک پر جا کر اس کی بلندیوں کے اس طرف نیچے اُتر گئے تھے۔ ہر روز قافلے ان سڑکوں پر چڑھتے اور پھر وہ دوسری طرف اُتر جاتے ہیں، لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ یہ قافلے کچھ دن بعد اسی بلندی پر پھر نظر آتے اور اُتر کر چوک میں آجاتے ہیں۔

شاید سردار قریش اسی کو دیکھنے کے لیے گھومے تھے۔ شاید انھیں اُمید تھی کہ کوئی قافلہ ابھی بوقبیس کی بلندیوں پر دکھائی دے گا۔ ڈھلوان سڑک پر چل کر نیچے اُترے گا اور پھر مسافر بھاگتا ہوا آئے گا؛ دروازہ کھل جائے گا؛ سیڑھیاں قطع ہو جائیں گی اور نومولود بچہ کسی کے سینے سے لگ کر باپ کی شفقت کے ٹھنڈے میٹھے سایوں میں سمٹ کر سو جائے گا۔

شاید یہی وجہ تھی کہ سردار قریش کے سامنے پہاڑیاں پگھلنے لگیں۔ آغاز دوپہر کی چمکیلی دھوپ کے پگھلے ہوئے کچے سونے میں نہائی ہوئی پہاڑیوں پر جیسے جھرجھری آ گئی کیوں کہ خود سردار قریش کی آنکھوں میں آنسو کانپ اُٹھے تھے!!

''ہم اپنے بھتیجے کو کس نام سے پُکاریں سردار قریش؟'' کافی انتظار کے بعد ایک نے کہا۔

''ہوں............'' سردار نے جیسے خواب سے بیدار ہو کر پوچھا: ''نام؟''

اور افسردہ خیالات مکڑی کے جالوں کی طرح کٹ کٹ کر ذہن کی محرابوں میں سمٹنے لگے۔ آنکھوں کا پانی پلکوں کی جڑوں میں جذب ہونے لگا اور اُنھوں نے دھوپ میں نہائی ہوئی اُونچی نیچی پہاڑیوں کی طرف ایک دفعہ پھر دیکھا۔

آمنہ بنتِ وہب سردارِ قریش کا جواب سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو گئیں!!

کھڑکی کے سامنے پھیلی ہوئی پہاڑیاں نئی نہ تھیں۔ سردار قریش نے انھیں صرف دیکھا ہی نہیں، اپنے پیروں سے چھوا اور ان کے اکثر سنگریزوں کو کچلا اور ٹھکرایا تھا، لیکن آج ان کی بلندی اور پستی، ان کا ناہموار پھیلاؤ عجب معلوم ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کہیں سے نیچی اور کہیں سے اُونچی پہاڑیاں محض بے جان، بے رُوح مٹی اور پتھر نہیں ہیں۔ ایک زندہ، جاندار لفظ ہیں جنھیں قدرت نے روزِ اوّل سے مکے کے سینے پر لکھ دیا تھا۔

اس سے پہلے سردار قریش نے اس لفظ کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اُنھوں نے کبھی اسے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ لیکن آج اس سوال نے کہ: ''ہم اپنے بھتیجے کو کس نام سے پُکاریں؟'' سردار قریش کو اس لفظ کے پڑھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اُنھوں نے اس لفظ کو صاف پڑھا اور صاف الفاظ میں سنا دیا:

''محمد ﷺ!!'' اُنھوں نے کہا: ''تم اپنے بھتیجے کو محمد ﷺ کے نام سے پُکارو گے!!''

اور آمنہؓ کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ محمد ﷺ اور احمد ﷺ ایک لفظ کے دو پہلو۔

تو سردار قریش نے بھی وہ ملکوتی نغمہ سن لیا اور اس سے یہ نام اخذ کر لیا ہے؟ آمنہ بنتِ وہب کو اب یقین ہو گیا تھا کہ اُنھوں نے غلط نہیں سنا۔

''محمد ﷺ؟'' حرب بن اُمیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کیا عبداللہ کے یتیم کو محمد ﷺ کے نام سے پُکارا جائے گا؟''

آمنہؓ نے ان باتوں کو سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور پلٹ گئیں۔

''ہاں!'' سردار قریش نے ایک انداز تفاخر سے کہا'' میرے پوتے اور میرے نو بیٹوں کے بھتیجے کا نام محمد ﷺ ہے۔ حرب بن اُمیہ! تم حیران کیوں ہو رہے ہو؟''

حرب اپنے لفظوں کے صحیح معنوں کو اب سمجھ سکا تھا۔ اس نے پردہ ڈالا۔ ''نام تو

بہت اچھا ہے۔ میں صرف حیران ہو رہا تھا۔ قریش میں یہ نام کبھی سننے میں نہیں آیا!!''

''قریش ہی میں نہیں حرب، پورے عرب میں کہو، مکے کے سینے میں یہ نام صدیوں اور قرنوں سے امانت کے طور پر محفوظ تھا۔ آج مکہ اپنی امانت سے سبکدوش ہو رہا ہے۔''

سردار قریش کے الفاظ کھو کھلے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ ان میں بوقبیس کی عظمت اور چڑھتی دھوپ کا جلال تھا۔ حرب بن اُمیہ اور دوسرے قریشی اس سے مرعوب ہو کر رہ گئے۔ لیکن حرب نے اپنی ڈوبتی نبضوں کو ہنسی کا سہارا دیا:

''سردار کی اس محبت پر قریش کو فخر ہے!!'' اس نے کہا اور بات ختم کر دی۔

اُوپر کے کمرے میں آمنہ بنتِ وہب کو شیر گرم ثرید میں بڑا لطف آ رہا تھا۔ وہ اپنے عبداللہ کی خوشی میں پوری طرح شریک ہو رہی تھیں اور انھیں نہ جانے کیسے یہ پورا یقین ہو چکا تھا کہ یثرب کی مٹی زیادہ دیر تک اپنی امانت کی حفاظت نہیں کر سکی اور عبداللہ موت کے پردے کو چیر کر اس عظیم خوشی میں شریک ہونے کے لیے آ گئے ہیں۔ وہ پوری شدت، پورے خلوص اور پوری سچائی سے محسوس کر رہی تھیں کہ ثرید کے پیالے میں تنہا ان کی انگلیاں ڈوب ڈوب کر نہیں اُبھرتیں بلکہ ان کے سرتاج ان کے ساتھ ہیں اور کیوں نہ ہوتے، ان کے اکلوتے بیٹے کا پہلا جشن تھا۔ وہ یثرب میں کیسے رُک سکتے تھے!!

احسان بی اے

ملک وملکوت میں محفل میلاد

جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا، تمام ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد، فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، دولھا کا انتظار ہو رہا ہے، جس کے صدقے میں یہ ساری برات بنائی گئی ہے۔ سبع سماوات میں عرش وفرش پر دھوم ہے۔

ذرا انصاف کرو، تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر، جس کا مدت سے اسے انتظار ہو، کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا؟

وہ عظیم مقتدر، جو چھ ہزار برس بیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرمارہا ہے، اب وقت آیا ہے کہ وہ مرادالمرادین ظہور فرمانے والے ہیں۔ یہ قادر علیٰ کل شی، کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا۔

شیاطین اب بھی جلتے ہیں، وہ ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا کہ یہ گر رہے تھے، اس نے بچالیا، ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے، دو کو بچا سکتا ہے، کوئی قوی ہوگا، زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا، یہاں کروڑوں، اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک، **انا اخذ بحجزکم عن النار هلم الی** (میں تمھارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں، ارے میری طرف آؤ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔ درود وسلام اے خدا بھیج بے حد بروح محمد وآل محمد!!

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ

کعبہ نور سے معمور ہو گیا

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنتِ وہبؓ سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس اُمت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا **اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد** اور اس کا نام 'محمدؐ' رکھنا۔ نیز حمل رہنے کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ نیز آپ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سبک اور سہل ہو:

یا ربّ صل وسلم دائماً ابدا

علی حبیبک من زانت به العصر

محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی ہے کہ اس میں عطا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں کہ آمنہ بنتِ وہبؓ (آپ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ جب آپ نبی ﷺ میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں سے سہارا دیے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا۔

اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ حضور ﷺ نے اسی واقعہ کی نسبت خود ارشاد فرمایا ہے **ورذیا امی التی** رات اور اسی میں یہ بھی آپ کا ارشاد ہے **وکنالک امهات الانبیاء یرین** یعنی انبیا علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ اپنی والدہ اُم عثمان ثقفیہ سے جس کا نام فاطمہ بنتِ عبداللہؓ ہے، وہ کہتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہوگیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

ابونعیم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی والدہ شفا سے نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہؓ سے، آپ ﷺ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں میں آئے اور (موافق بچوں کے) آپ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے رحمک اللہ (یعنی اے محمد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں کہ تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہوگئی، یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محل دیکھے۔ پھر میں نے آپ کو دودھ دیا (یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیونکہ شفا کو کسی نے مرضعات میں ذکر نہیں کیا) اور لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی، رعب اور زلزلہ چھا گیا اور آپ میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ سو، میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے، جواب دینے والے نے کہا کہ مشرق کی طرف، وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ پس اوّل اسلام لانے والوں میں ہوئی اور من جملہ آپ کے عجائبات ولادت کے یہ واقعات روایت کیے گئے ہیں۔ کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ جانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا اور بحیرہ طبریہ کا دفعتاً خشک ہو جانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا۔

بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے نقل کیا ہے کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکا یک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود! سنو، سب جمع ہوگئے اور میں سن رہا تھا۔ کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا۔ کہنے لگا کہ احمد ﷺ کا وہ ستارہ آج شب طلوع ہوگیا جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے۔ سیرۃ ابنِ ہشام میں یہ بھی ہے کہ محمد بن اسحٰق، صاحب اکسیر

کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت سے پوچھا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حسان بن ثابت کی عمر کیا تھی، اُنھوں نے کہا کہ ساٹھ سال کی اور حضور اکرم ﷺ ترپن (53) سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں تو اسی حساب سے حسان بن ثابتؓ (حضور ﷺ سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے تو اُنھوں) نے یہ مقولہ یہودی کا سات سال کی عمر میں سنا۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں آرہا تھا۔ سو، جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے، اس نے کہا: اے گروہ قریش! کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ اُنھوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ کہنے لگا کہ دیکھو کیونکہ آج کی شب اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے (جس کا لقب مہرِ نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس جا کر تحقیق کیا تو خبر ملی کہ عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا۔ اُنھوں نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی۔ اے گروہ قریش! سن رکھو، واللہ! یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق سے مغرب تک اس کی خبر شائع ہوگی!!

مولانا اشرف علی تھانویؒ

دُعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ

وجدان نے چودہ سو سال کی اُلٹی زقند لگا کر پہلے زمانہ کے واقعات کو تخیل کی نظر سے دیکھا۔ دُنیا بداعمالیوں سے ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی۔ کفر کی کالی گھٹا ہر طرف تلی کھڑی تھی۔ عصیاں کی بجلیاں آسمان پر کوندتی تھیں۔ نیکی، نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ راہِ راست سے بھٹکی ہوئی آس اور یاس کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ کہیں روشنی کی کرن پھوٹے اور اسے سلامتی کی راہ مل جائے۔ وہ کفر کے اندھیرے میں ڈرتے ڈرتے قدم اُٹھا رہی تھی۔ دیکھو وہ چند قدم چل کر رُک گئی!! سر راہ دوزانو ہو کر عالم یاس میں سینے پر ہاتھ باندھے، گردن جھکائے، مصروف دُعا ہوگئی اور نہایت عجز اور الحاح سے بولی: اے نور و ظلمت کے پروردگار! میں غریب اس پر ہول اندھیرے میں کب تک بھٹکتی پھروں؟ اے آقا! اپنے کرم سے اس نور کا ظہور کر، جو ظلمت کدۂ دہر کو منور کر دے۔ وہ نور پیدا کر جو بے بصر کو طاقتِ دید بخشے۔ اس نے آمین آمین کہہ کر سر جھکایا۔ یک بیک اس کے دل میں خوشی کی لہر اُٹھی اور اس کے رخسار نو شگفتہ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح شاداب نظر آنے لگے کیونکہ اسے قبولیت دُعا کا القا ہو رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ ستاروں سے زیادہ روشن آنکھیں اُٹھائیں، کفر کی گھٹائیں چھٹ رہی تھیں۔ اُفق مشرق پر محبت کی کہانی سے زیادہ دلکش پو پھٹ رہی تھی۔ آفتاب ہدایت کے طلوع کی تیاریاں ہو رہی تھیں!

20 اپریل **571**ء بمطابق **9** ربیع الاوّل دوشنبہ کی مبارک صبح کو قدسی آسمان پر جگہ جگہ سرگوشیوں میں مصروف تھے کہ آج دُعائے خلیل اور نوید مسیحا مجسم بن کر دُنیا میں ظاہر ہوگی۔ حوریں جنت میں تزئین حسن کیے بیٹھی تھیں کہ آج صبح کائنات کا غازہ

نمودار ہوگا، جس کے عالم وجود میں آتے ہی شرک اور کفر کی ظلمت کا فور ہو جائے گی۔ لوگ اپنے پروردگار کو جاننے لگیں گے، نسل اور خون کے امتیاز کی لعنت مٹ جائے گی۔ غلام اور آقا ایک ہو جائیں گے، شبنم نے عالم ملکوت کی ان باتوں کو سنا اور یہ پیامِ مسرت کرۂ ارض کے کانوں تک پہنچا دیا۔ وہ خوشی سے کھل گئے، کلیاں مسکرانے لگیں!! دن کے دس بجے بی بی آمنہؓ کے بطن سے وہ لعل جہاں تاب پیدا ہوا، جس کے لیے قعرِ مزلت میں گری ہوئی انسانیت کو اُٹھانا، غریب اور غلام کو بڑھانا، عورت کو مرد کے برابر کر دکھانا، ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔

وہ نومولود زچہ خانہ میں مسکرایا!! اس کائنات ارضی کا ذکر کیا، فضائے ملکوت میں بھی مسرت کی لہر دوڑ گئی کیونکہ دُنیا کو سچی خوشی کا سبق اس سے ملنے والا تھا۔ کفر سجدہ میں گر گیا، ادیان باطلہ کی نبضیں چھوٹ گئیں۔ عبداللہؓ کا بیٹا، آمنہؓ کا جایا، دُنیا میں کیا آیا، دُنیا پر مستقل ترقی کے دروازے کھل گئے۔ کائنات کی خوابیدہ قوتیں بے دار ہو کر مصروف عمل ہو گئیں۔ انسانیت کی تعمیر اخوت و مساوات کی خوشگوار بنیادوں پر شروع ہوئی۔ متلاشیان حق کو ایسا عرفانِ الٰہی عطا ہوا کہ ماسویٰ اللہ کا خوف خود بخود دل سے جاتا رہا۔

عبدالمطلبؓ کو جب معلوم ہوا کہ عمل و اخلاق کی حد کمال نے انسانی پیکر اختیار کر لیا ہے تو دل نے دُعاؤں کی پرورش کی۔ اس خیال سے کہ یہ مولود انسان کا ممدوح ہے، اس کا نام محمد ﷺ رکھا۔ انسانیت کے اس کمال کا عالم وجود میں آنا انسانوں کے لیے کس قدر باعث برکت ہوا، اس کا حال دُنیا میں پھیلی ہوئی روشنی علم اور ترقی تہذیب سے پوچھو!! مسلمان اس دن کو یاد کر کے جتنا مسرور ہو، کم ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیم نے دُنیا کو مسرتوں سے بھر دیا لیکن مسلمانوں نے اس خوشگوار یاد کو دل میں تازہ رکھنے کے لیے کیا کیا؟ مولود پڑھا، نعتیں سن کر رات آنکھوں میں کاٹی لیکن جب عین نماز فجر کا وقت ہوا تو سو گئے۔ ہمارے ملک میں میلاد کی محفلوں پر اربوں روپے صرف ہوئے، مگر مسلمانوں کے پاس اپنی اور انسانیت کی تعمیر کے لیے پائی تک نہیں۔ کاش! مسلمان اس دن اپنے چندوں سے تربیت اطفال کے لیے مرکز قائم کریں تاکہ اولوالعزم بچے پیدا

ہوں، جو تعلیم اسلام کو عام کریں اور دُنیا سے اپنا لوہا منوائیں۔ دُنیا کے سب سے بڑے انسان کی یاد تعمیری کام سے منانی چاہیے، صرف نعتیں پڑھ دینے سے حضرت محمد ﷺ کے مشن کو تقویت نہیں پہنچ سکتی۔ باتوں سے نہیں، عمل سے اسلام کا بول بالا کرو۔ مخلوق کی خدمت کے لیے مواقع تلاش کرو!!''

چودھری افضل حق

دُنیا و جہاں کا نجات دہندہ

آپ ﷺ کی ولادت پر بہت سے نشانات ظاہر ہوئے جن سے اقوام عالم نے جان لیا کہ دُنیا جہان کا نجات دہندہ آج مبعوث ہوا ہے۔ تاریخ دان مذہبی مناظر کو ان عجیب وغریب نشانات پر بلا دلیل ایمان لاتے ہوئے دیکھ کر ہنستا ہے۔ ایک محقق اور متجسس کے لیے، جس کا دل تفکر و تدبر کے قدیم انداز سے ہمدردی رکھتا ہے اور جس کا دماغ ان آیات ونشانات سے، جو مسلمانوں کے نزدیک پیغمبر اسلام ﷺ کی ولادت پر رُونما ہوئے، کوئی تعصب نہیں رکھتا، تاریخی تجزیہ کا محتاج ہے۔ ہم جو اس جدید زمانے میں پیدا ہوئے ہیں، افراد اور قوم کی زندگیوں کے معمولی واقعات میں ایک نا قابل مقابلہ قانون کو جاری وساری دیکھتے ہیں۔ پھر کیا تعجب ہے، اگر آج سے تیرہ سو سال پہلے لوگوں نے کسی قوم کے آثار کے مٹنے میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ کو کام کرتے ہوئے دیکھا اور اسے اس قوم کے اس انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پایا جو ان کے ظلم اور نا انصافی کی بدولت یقینی طور پر ہونے والا تھا!!''

سیّد امیر علی

خانۂ شوق لکھے کیسے سراپا تیرا

واقعہ اصحاب فیل کے تقریباً دو ماہ بعد 12 ربیع الاول سنہ عام الفیل دوشنبہ کے دن عین صبح صادق کے وقت ختم نبوت ﷺ کے آفتاب جہاں تاب نے ہزاروں جاہ و جلال کے ساتھ سایہ رحمت میں افق مکہ سے طلوع فرمایا یعنی سرور کائنات، فخر موجودات، رحمۃ للعالمین سیدنا ونبینا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ نے خلعت وجود سے سرفراز فرمایا اور سارے عالم کو رحمت و برکت کی نورانی وغیر فانی شعاعوں سے منور کردیا۔ یکایک سارے نظام عالم میں انقلاب آ گیا۔ ساری دنیا کے بڑے بڑے بت زمین بوس ہوگئے۔ عرب کے لات وہبل منہ کے بل گر پڑے۔ شاہ کسریٰ کے عظیم الشان محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ فارس کا وہ آتش کدہ جو مسلسل ایک ہزار سال سے جل رہا تھا، اچانک گل ہوگیا۔ کفر وشرک کی بنیادیں ہل گئیں۔ دنیا کے جہالت کدہ نے ہدایت وحکمت، علم وعرفان کی خوش خبری سنی۔ حق پرستوں کی پیشانیاں چمک اٹھیں۔

تیرے ظہور سے پھیلی جہاں میں تابانی
تیرے ظہور سے پھیلا فروغ انسانی

انیس فاطمہ خوش گڑھی

عرش تا فرش بقعہ نور بن گیا

ربیع الاوّل نور و نکہت کا ایسا موسم جس نے چشم زدن میں زمانے کے خزاں رسیدہ ماحول کو رشک ارم بنا دیا۔ اسی ماہ منور کی بارھویں تاریخ کو خدا کے محبوب ﷺ ، دو عالم کے ممدوح سرزمین گیتی پر آیت نور کی تفسیر بن کر جلوہ گر ہوئے۔ انسانیت کے محسن، صداقت کے پیامی، امن و اخلاق کے داعی، جود و سخا کے پیکر، عفت و حیا کے دلدادہ، حلم و مروّت کے خوگر، سراپا رحمت، الغرض جملہ کمالات وحسنات سے مزین ہو کر تشریف لائے۔ سارے عالم کو، دُنیا کے تمام باطل آستانوں سے ہٹا کر صرف وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں جُھکانے کے لیے خاتم الانبیا، خاتم الرسل بن کر ظلمت کدۂ ہستی میں وہ آئے، جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی، جن و ملک نے جن کی بعثت کے ترانے گائے، بحر و بر نے جن کی آمد کے گیت گائے، عرش تا فرش جن کے قدوم میمنت لزوم کے اعزاز میں بقعہ نور بنا!!

بدر القادری

چاند نکلا تو زمیں نور ہوئی

وہ صبح، صبحِ ازل سے زیادہ روشن اور تابناک تھی۔ اس صبح کے انتظار میں ارض وسموات کے تمام لیل و نہار، تمام مخلوقات، تمام سیارگان، تمام نظارے، شجر حجر، لالہ زار، کوہسار، سانس رو کے منتظر تھے۔ معمورۂ عالم نئی روشنی کی نوید سننے کو بے قرار تھا۔ ستارے جھک جھک کے زمین کو دیکھتے تھے اور زمین، آفتابِ رشد و ہدایت کی راہ میں آنکھیں بچھانے کو اچک اچک کر مسلسل آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ دن جو تین سو پینسٹھ دنوں کا سرتاج تھا، وہ ایک نرالی سج دھج کے ساتھ، 12 ربیع الاوّل بروز پیر 571ء میں طلوع ہوا۔ ظہورِ سحر سے پہلے بی بی آمنہؓ کی طبیعت کا عجیب عالم تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کائنات کی ہر شے مسکرا رہی ہے، کچھ کہہ رہی ہے۔ بی بی محسوس کرتی ہیں کہ جیسے آسمان کے ستارے بحالتِ سجدہ زمین کی طرف جھک رہے ہیں، گویا کسی کی پیشوائی کو زمین پر اترانا چاہتے ہوں۔ بی بی گھبرا سی گئیں کہ کہیں اجرام فلکی ان پر ہجوم نہ کر دیں۔ سمٹ کر ایک طرف ہوئیں تو یکا یک ایک نور ان کے بطن سے جدا ہوا، جس نے سارے گھر کو منور کر دیا، پھر وہ نور آسمان کی طرف اٹھا، دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب میں پھیل گیا اور شام کے محلات صاف دکھائی دینے لگے۔

میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور دل میں خیال کیا میرے اقارب ایسی حالت میں مجھے اکیلا چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں۔ اسی خیال میں تھی کہ ایک خوبصورت جوان نے آ کر آپ کو گود میں اٹھا کر آپ کے سینہ سے سینہ ملایا اور معانقہ کر کے آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر کہا، ''اے فرزند! مبارک باد، آپ میرے اولین و آخرین فرزندوں کے سردار ہیں''۔ کچھ اور بھی کہا اور پھر دُعا دے کر چلے گئے۔

آپ کے دادا حضور جو اس وقت خانہ کعبہ میں تھے، دیکھتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کی دیواریں یک لخت کانپیں اور اندر سے آواز آئی:

اللّٰہ اکبر الحمد للّٰہ الذی، طھرنی باخراج الاصنام بظھور سید الانام

سیدنا عبدالمطلبؓ حیران ہو کر اٹھے اور گھر کی طرف روانہ ہوئے، حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلبؓ سے مروی ہے کہ شب ولادت میں چھ خوارق میرے دیکھنے میں آئے:

آپ ﷺ کا نور شمس و قمر پر غالب تھا۔ آپ ﷺ کی زبانِ فصاحت سے کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کی آواز سنائی دی۔ آپ ﷺ کے نور سے تمام گھر منور ہوا۔ جب میں نے آپ ﷺ کے غسل کا ارادہ کیا تو غیب سے ندا آئی کہ اے صفیہؓ تکلیف نہ کر۔ آپ ﷺ ناف بریدہ اور مختون و مکحول متولد ہوئے۔ حضور ﷺ کی پشت پر دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور اس پر کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** منقوش تھا۔

دادا حضور سیدنا عبدالمطلبؓ گھر پہنچے، بی بی آمنہؓ نے جو کچھ کہ دیکھا اور سنا تھا، ان کے گوش گزار کر دیا۔ فرطِ مسرت سے انہوں نے پوتے کو اٹھایا اور کعبۃ اللہ میں آ گئے۔ وہاں سب لوگ ان کے منتظر تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے ان کو دو جہانوں کی نعمت بخشی تھی اور پھر ان الفاظ میں دُعا کی۔

"الحمد للّٰہ الذی اعطانی. ھذا الغلام الطیب الاردان. قد سادً فی المھد علی الغلمان. اعیذہ بالبیت ذی الارکان. حتیٰ اراہ بالغ البنیان. اعیذہ من کل شر ذی شنان. من حاسد مضطرب العنان!"

''ہر طرح کی اور ہر قسم کی توصیف وحمد وثنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے جس نے مجھے پاک دامن فرزند عطا فرمایا۔ یہ وہ فرزند ہے کہ گہوارے ہی میں تمام فرزندوں کا سردار ہو گیا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے حفظ و پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لیے اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ میں اس کو ابتدا سے انتہا تک دیکھوں اور اس کی نسبت بغض رکھنے

والے لوگوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں ان حاسدوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ ان کو کبھی قرار نہ آئے“۔

رسمِ عقیقہ کے موقع پر ساتویں روز دادا حضور سیدنا حضرت عبدالمطلبؓ نے اہل مکہ کو دعوت دی اور کہا: اے اہل قریش آؤ، اہل مکہ تشریف لاؤ، میرے بے مثال پوتے کا جشن ولادت مناؤ۔ جب رحمتیں گھر آنگن میں اترتی ہیں اور انوکھا نرالا فرزند، کائنات کو عطا ہوتا ہے اور مسرتیں سنبھالی نہیں جاتیں، تب اس کا انوکھا نرالا نام رکھا جاتا ہے، ایسا نام جو دنیا میں پہلے کسی نے کسی کا نہ رکھا ہو، کسی محبّ نے کسی حبیب کو اس لقب سے نہ پکارا ہو۔ میٹھا ہو، شہد کی طرح...... معانی کا دریا ہو، رب کی نعمتوں کی طرح...... کشادہ کرم ہو، فلک کی وسعتوں کی طرح...... صوتی اثرات میں وہ حلاوت ہو جو تلاشِ حق میں رواں نہ ہونے والے حدی خوانوں کی لے میں ہوتی ہے۔ پکاریں تو نطق کو ناز ہو...... زبان کے جالے جھڑ جائیں...... ہونٹ احتراماً ایک دوسرے کو چوم لیں۔ محسوس کریں تو رب کا تصور دل میں اتر آئے۔ قلم لکھے تو دنیا بھر کی لغت سرنگوں نظر آئے، مانوس اتنا لگے کہ ہر نام لیوا کو شفاعت کے جھرنوں کی مترنم جھنکار سنائی دے اور جب دادا حضور سیدنا عبدالمطلبؓ نے اہل قریش کے سامنے اعلان کیا کہ وہ اپنے عالی بخت پوتے کا نام 'محمدؐ' تجویز کرتے ہیں تو اہل قریش کی سماعتوں میں بھونچال آ گیا۔ ایک دم سات آسمان اس نام کے آگے جھکتے ہوئے محسوس ہوئے۔ کہنے لگے: اے عبدالمطلب، روایات سے اتنی بغاوت؟ آگے نہ پیچھے ہماری نسلوں میں ایسا نام رکھا گیا، نہ ایسا نام سنا گیا...... فرمایا: تو کیا تمہاری نسلوں نے ایسا نورانی فرزند کبھی دیکھا یا کبھی سنا؟ تنفس سے خوشبو نکل رہی ہے۔ ماتھا نور کی مشعل ہے...... جسم اطہر سے خوشبو کی لاٹیں نکل رہی ہیں...... پلکوں کے سائے میں دو عالم کی تقدیر رقم ہے...... شگفتہ شگفتہ لب گویائی کی قندیل ہیں...... سوئے تو ستارے نثار ہوں...... کسمسائے تو شش جہات بہلانے کو دوڑے آئیں...... خوابیدہ ہو تو ستارے اپنا آپ وار دیں...... مسکرائے تو گلستانِ ارم کے سارے پھول نچھاور ہونے لگیں......

مانگے تو شمس اور قمر دونوں قدموں میں آ بیٹھیں...... خداوندِ عالم کی اتنی بڑی نعمت کو ہم کیا نام دیں سوائے 'محمدؐ' کے...... کہ اس کے تولد ہوتے ہی دونوں جہان اس کی حمد و ثنا میں مصروف ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حکم دیا کہ آسمانوں، زمینوں، جنگلوں اور دریاؤں کے رہنے والوں میں حبیب کردگارِ محبوبِ کبریا ﷺ کی بشارت ولادت کی منادی کرو۔ چنانچہ تمام ملائکہ نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور کہا: کہ اے گروہِ خلائق: آج محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین، سید الکونین وسیلتنا فی الدارین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ظہور فرمایا ہے: چنانچہ تمام ادیانِ باطلہ منسوخ ہو گئے ہیں۔ کائنات کی تکمیل ہو گئی ہے۔ گزری ہوئی صدیاں دوڑ کر آنے والی صدیوں سے ہمہ گیر ہو گئیں۔ مبارک سلامت...... مبارک سلامت کا غلغلہ...... شش جہات سے بلند ہوا...... وہ بڑی شان والا...... دو عالم کے راج والا محبوب کردگار پیدا ہو گیا ہے کہ جس کی شان والا میں **لولاک لما خلقت الافلاک** ہے۔

یعنی زمین و آسمان اور مافیہا آپ ﷺ کے وجود مسعود کے سبب وجود میں آئے۔

بشریٰ رحمٰن

ذرۂ ریگ کو دیا جس نے طلوع آفتاب

یہ قانون فطرت ہے: ''جو چیز حد سے بڑھی اس کی خرابی آئی''۔ جب نالے دریا، سمندر راہ نہیں پاتے تو ان کی بپھری ہوئی موجیں بے لگام ہو جاتی ہیں۔ ہر کمال کو زوال ضرور آتا ہے اور یہی ضابطۂ قدرت اپنی تمام تر توانائیوں اور قوتوں کے ساتھ ایک حیات آفریں پیغام لے کر نمودار ہوا۔ جب بے حیائی عروج کو پہنچ گئی، جب وحشت و بربریت اپنی قاہرانہ حدوں کو چھونے لگی، جب چشم نجابت میں آنسو تیرنے لگے، جب نوکِ سناں اور نشترِ ظلم مظلوموں اور مقہوروں کے سینوں میں چھید کرتے کرتے تھکنے لگے جب ظالموں کی تیغ برآں خون آشامیاں کرتے کرتے کند ہو گئی، جب زمین و آسمان جبر و استبداد اور بہیمانہ جگر سوز نظاروں کی تاب نہ لا سکے، جب جہانِ کفر و شرک اور فراعنۂ وقت کا غرور و تمرد خلاّق دو جہاں کی کبریائی و وحدت کا تمسخر اڑاتے اڑاتے آسمان کے کناروں کو ہلانے لگا، جب انسانیت سسک سسک کر پستی و بدحالی کی حالت میں تباہ ہونے لگی تو خدائے بزرگ و برتر کی رحمت بے کراں جوش میں آ گئی۔ اس نے بارہ ربیع الاول بروز پیر بوقت سحر، حضرت عبداللہؓ کے گھر، حضرت آمنہؓ کی آغوش میں وہ چاند نازل کیا جس نے اپنی لامثال تابانیت سے دنیا کے گوشے گوشے کو منور کر دیا۔

دنیا کے تمام سیرت نگار اس حقیقت کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں کہ جونہی آقائے گیتی پناہ حضور سرور کائنات ﷺ نے آغوشِ مادر میں آنکھ کھولی تو دنیا بھر کے بت کدوں میں جلال انگیز انقلاب آ گیا۔ قیصر و کسریٰ کے محلات لرزہ براندام نظر آنے لگے۔ قلب باطل میں ایسا زلزلہ طاری ہو گیا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضاؤں میں بکھر گیا۔ لات و منات کے پجاریوں کو پیغام فنا سماعتوں سے ٹکراتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اوجِ قیصریت و دارائی

خود بخود دارالبوار کی جانب لڑھکنیاں کھانے لگے۔ تاج دارانِ باطل کے تخت و تاج ہوا میں اچھلتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ پتھروں کی وہ مورتیاں جو ان کے پرستاروں کے لیے تحریک و تقدیس کا مرکز بنی ہوئی تھیں، منہ کے بل گر کر خدائے واحد کی الوہیت کے زمزمے گانے لگیں۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک نکہت نور سے قلب کائنات معطر و جگمگانے لگا۔ بیت اللہ شریف کی دیواروں سے دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ کی آمد کی بشارت کا غلغلہ بلند ہوا۔ کُرّات فلکی مسرت و انبساط سے رقصاں نظر آنے لگے۔ سمندروں کی بل کھاتی ہوئی موجوں کے ارتعاش میں وجد آفریں طمانیت پیدا ہوگئی۔ دریاؤں کے تلاطم اور پہاڑوں کی سنجیدگی میں حیات کے آثار نظر آنے لگے۔ صبا کا نم اور شنبلی و نسترن کا پیراہن ہم آغوش ہونے لگے۔

سیدہ آمنہؓ کے گھر سے اٹھنے والی موجِ نور نے تحت الثریٰ کی پستیوں اور آسمان کی رفعتوں کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ کہکشاں اور مہ و نجوم و خورشید کی رخشندگی آمنہؓ کے در یتیم کے نور کے سامنے خجل نظر آ رہی تھی۔ صحرائے عرب کا ذرہ ذرہ فردوس بداماں حضرت عبداللہؓ کے آستانۂ محبت کا طواف کر رہا تھا۔ صدیوں کی ظلمت شب نمود صبح نور کا اعلان کر رہی تھی۔ بادِ سموم کے اذیت ناک جھونکے دفعتاً بادِ نسیم کی دلآویزیوں میں تبدیل ہونے لگے۔ کتاب زیست کے اوراق پریشاں ظلمت شب کو غازۂ سحر عطا کرنے لگے۔ غرض کائنات کا ایک ایک تنکا زبان حال سے پکارنے لگا کہ لو وہ محسن کائنات ﷺ آ گئے:

جو اک نظر میں خزاں کو بہار کرتے ہیں
جو بے قرار کو وقف قرار کرتے ہیں
ہم اپنے دل کی عقیدت نثار کرتے ہیں
کہ ہم تو نام محمد ﷺ سے پیار کرتے ہیں

حضور ﷺ کیا تشریف لائے کہ دنیا کی اجڑی ہوئی کھیتی میں بہار آ گئی۔ مقصد انسانیت سے بھٹکے ہوئے آہووانِ حرم کو مرکزیت مل گئی۔ سراجاً منیرا کی تابش سے جہالت

اور تاریکی زوال پذیر ہوگئی اور حضور ﷺ کی چشم مبارک کھلتے ہی شرک و بت پرستی ہمیشہ کے لے رخصت ہوگئی۔ زبانِ ہفت آسمان پکار اٹھی کہ ذرۂ ریگ کوطلوع آفتاب دینے والا آ گیا۔ سید و سرور محمد ﷺ نور جاں آ گیا۔ پیشوائے عرشیاں اور رہنمائے خاکیاں آ گیا، فردوس بداماں میر کارواں آ گیا، پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیاں پکار اٹھیں کہ کائنات کے دکھوں کا درماں اور قرار قلب تپاں آ گیا، یاس وقنوطیت و پژمردگی کو پیام زندگی و رجائیت عطا کرنے والا آ گیا، فانوسِ کلیسا کوانوارِ خداوندی کی تابش کا پرتو بخشنے والا آ گیا اور عندلیبوں کے ترنم کوسازِ محبت کا سوز عطا کرنے والا آ گیا۔

تماشا گاہِ زیست کو مقصد تخلیق کا حسن تخیل دینے والا آ گیا۔ آتش کدوں کی حدت کفر کو رنگ و بہار گلستاں میں بدل دینے والا آ گیا، بہار حسن وزیبائی کو اپنے اندازِ دلفریبی نقش کف پا سے رعنائی عطا کر دینے والا آ گیا، جبین انسانیت کو ناز و نیاز کی روحانی کیفیات سے ذوق آشنائی دینے والا آ گیا، زمین کی پستیوں کو اوجِ سما، مروت ومؤدت کش دلوں کو دولت مہر و وفا، برہنہ سر بیواؤں کو ردا اور تشنہ لبوں کر سرچشمۂ آب بقا عطا کرنے والا آ گیا، ماہ وانجم کو اپنی تجلیوں سے فیض یابی بخشنے والا آ گیا، شب تار الست کو نکہت ونور کے دھاروں سے آشنا کرنے ولا آ گیا،غم زدہ اور حسرت ناک ماحول کو اپنے تبسم کی خیرات سے نوازنے والا آ گیا، اشک باریوں اور سوگواریوں کو امواج بحر رجائیت میں غسل دینے والا آ گیا، محرومانِ ازل کو ابد تک مالا مال کر دینے کی جاں بخش نوید عطا کرنے والا آ گیا، وہ وجہ تزئین گیتی پناہ آیا جس کا نور مبین کبھی جبین آدم سے جھلکتا رہا، کبھی نوحؑ کے ولولوں سے جھانکتا رہا، کبھی کلیمؑ اللہ کے طنطنوں میں ہمکتا رہا، کبھی صبر ایوبؑ میں دمکتا رہا، کبھی گریۂ یعقوبؑ میں چمکتا رہا، کبھی دعائے خلیل اللہؑ بن کر دیوارِ کعبہ پر جگمگاتا رہا، کبھی جان سپاری ذبیح اللہؑ میں گونجتا رہا، کبھی الیاسؑ کے نغمۂ توحید کی لے میں بکھرتا رہا، کبھی حسن یوسفؑ کی چکا چوند بجلیوں میں گونجتا رہا، کبھی سلیمانؑ کی پیغمبرانہ تاج وری میں جلال خداوندی کا اظہار کرتا رہا اور کبھی حضور سرور عالم ﷺ مسیحائی ابن مریم

کے روپ میں جلوہ فگن ہوتے رہے:

اسیران ہوس کو آدمیت بخشنے والا
ضمیر آدمیت کو حرارت بخشنے والا
شقاوت کو محبت کے سبو میں ڈھالنے والا
صبا کو خوش خرام، گل کو نکہت بخشنے والا

تفاخر محمود گوندل

خدا کا نور جلوہ گر ہوا

عرب میں ہر قبیلہ کے لوگ جدا جدا رہا کرتے تھے، ملک ریگستان تھا اور علاقہ پہاڑی۔ بھاری قصبہ یا شہر ہونا تو درکنار، بڑی آبادی ہی ایک جگہ ہونی محال تھی۔ جہاں تھوڑا بہت پانی نظر آیا، سبزہ نے منہ دکھایا، وہیں بیٹھ گئے اور خیمے ڈیرے ڈال دیے، اس جگہ اپنا ٹھکانا بنالیا۔ یہی روش مکہ والوں کی تھی اور یہی رویہ گردونواح کے لوگوں کا تھا۔

مکہ میں کوئی راج راجہ نہ تھا۔ بڑے بڑے قبیلوں سے دس آدمی چن لیے جاتے تھے۔ وہی راج نیتی کا کام کرتے تھے اور انھی لوگوں میں سے خانہ کعبہ کے متولی بھی ہوا کرتے تھے۔ مدتوں یہی عمل درآمد رہا۔ اسی طریق پر وہ لوگ کاربند رہے۔

ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ غنیم نے باہر سے آ کر مکہ پر ایک زبردست دھاوا کیا۔ حضور ﷺ کے پردادا نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور ایسا جان توڑ کر لڑے کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی اور اسے بھاگتے ہی بنی۔ اس نمایاں کام کے صلہ میں لوگوں نے اس بزرگ کو سردار مکہ مقرر کر دیا اور یہ عہدہ سرداری میراث میں دے دیا۔

حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ کی عمر کا چوبیسواں سال تھا، جب بی بی آمنہؓ سے ان کی مناکحت ہوئی۔ آغاز مسرت ہوا ہی تھا کہ اختتام خوشی بھی ساتھ ہی شروع ہوگیا۔ یک لخت کوہ غم آمنہؓ کے سر پہ آ ٹوٹا۔ عبداللہؓ تجارت کے لیے سفر کو گئے تھے، واپسی پر جب مدینہ پہنچے تو بیمار ہوگئے، پیغامِ اجل آ پہنچا اور رُوح پرواز کر گئی۔ ابھی عمر کا پچیسواں سال بھی ختم نہ ہونے پایا تھا کہ قضا و قدر نے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ بی بی آمنہؓ کا نخل مراد ابھی بار آور ہوا ہی تھا کہ یہ باغبان چمن عالم سے رخصت ہوگیا۔ عبداللہ کو وہ نونہال دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا جسے جگت کو نہال کرنا تھا۔

جو رنج و صدمہ شوہر کی وفات سے بی بی کے دل پر گزرا، اس کا تو کیا ٹھکانا مگر حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی جو جانکاہ حالت تھی، وہ تو حد بیان سے باہر ہے!! ادھر سو سال کی عمر، ادھر سب سے چھوٹے لختِ جگر اور سب سے پیارے سپوت کا عین عالم شباب میں رحلت کر جانا، خدا امان دے اور دشمن کو بھی اس صدمہ سے محفوظ رکھے!!

بزرگ عبدالمطلب، بیٹے کے دردِ وفات سے بے بس و بے قرار ہو جاتے اور بار بار یہی کلمہ زبان پر لاتے:

''اے راحت جان! کیا میں نے تجھے اسی لیے پالا پوسا تھا کہ تو خود تو چل بسے اور اس بڑھاپے میں دکھڑوں کا ورثہ باپ کے لیے چھوڑتا جائے۔ اے اجل! جو تو نے میرے دن اس دُنیا پر کاٹ دیے ہوتے تو میں آج اس عذاب زندگی سے بچ گیا ہوتا!!''

ادھر بے کسی اور بے بسی کا یہ عالم تھا، ادھر فرشتہ غیب ندا دے رہا تھا کہ اے ہمت کے بیٹے! اور حوصلہ کے پست! اس وسعت خیال کے میدان میں تو اس تنگ خیالی سے کام نہ لے اور عقل کی باگ ہاتھ سے نہ دے۔ جس نصیب سے تو بہرہ ور ہے، اس کی تجھے کیا خبر، بھگوان نے جو بھاگ تیرے لیے لکھے ہیں، اُن کا تجھے کیا علم؟ کہاں ہے تیرا دھیان اور تو ہے کس سوچ میں؟ ذرا ہوش کی لے اور عقل کی آنکھ کھول۔ جس دریتیم کو مکہ کے پریم نگر میں اپنی چھب دکھلانی ہے، وہ ابھی تیری آغوش الفت میں آ کر نہیں بیٹھا۔ جس شمع کو اپنی اچنبہ روشنی سے عرب کا اندھیرا، اُجالا کر دینا ہے، وہ ابھی روشن نہیں ہوئی۔ جس چندرما کو بھارت میں چودھویں کا چاند بن کر چمکنا ہے، وہ ابھی نہیں نکلا، جس مہر انور کو اپنے نور سے عالم کو بقعہ نور بنا دینا ہے، وہ ابھی نمودار نہیں ہوا، جس موذن کی آواز کو عرب کے کھنڈروں سے نکل کر ہمالہ کی چوٹیوں پر جا گونجنا ہے، وہ ابھی منبر پر نہیں چڑھا، جس نامور کو تیرا نام نامی شہر بہ شہر رشک عالم بنانا ہے، وہ شہرۂ آفاق ابھی تیرے ہاں پیدا نہیں ہوا۔

ابھی یہ الفاظ اس فرشتہ کی زبان ہی پر تھے کہ:

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت

ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دُعائے خلیلؑ و نوید مسیحؑا

سورۃ بقرہ کے رکوع پندرہ میں رقم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے دُعا کی تھی کہ: اے خدا! مکہ والوں میں ایک نبی انھیں میں سے بھیج۔ ایسا ہی سورہ صف کے پہلے رکوع میں بھی مندرج ہے اور انجیل یوحنا کے سولھویں باب میں بھی مرقوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا۔ نام اس کا احمد ہوگا۔ حضور ﷺ نے خود بھی کہا ہے کہ میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی دُعا اور اپنے بھائی عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

آخر وہ نیک ساعت آئی، جس کا اشارہ ہو چکا تھا۔ لگا وہ شبھ لگن جس کی منتظر ایک خلق خدا تھی۔ چڑھا وہ سورج بھگوان، جس کی سنہری کرنوں سے مشرق میں جگمگ ہونے لگی، نکلا وہ چودھویں کا چاند جس کی چاندنی سے مغرب کی تاریکی شعاع نور بن گئی۔ خدا کا نور ایک خاکی پیرہن زیب تن کیے، بزمِ عالم میں جلوہ گر ہوا:

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

بی بی آمنہؓ کے ہاں پوت ہوا، پوت وہ سپوت کہ جس کی آمد سے عرش وفرش پر اس کی مہمان نوازی ہونے لگی:

بطحا کا باشی من موہن جب فرش پہ آیو آنن میں
تب کا سے کہوں میں اے ری سکھی جو دھوم تھی کون و مکانن میں
سب حور و ملائک جن و بشر، ساتوں ہی فلک اور سارے نبی
تھی صل علیٰ کی دھوم مچی آتی تھی صدا یہی کانن میں

صانع نے اپنی صنعت کے بارہا کرشمہ دکھائے۔ گونا گوں شمع رُو بنائے اور عجیب وغریب ماہ رو دکھلائے مگر ذات حق نے اب کے وہ کان خوبی بتائی جہاں سے عالم

بھر کے خوباں نے اپنی اپنی ملاحت پائی:

جب حسن ازل پردۂ امکان میں آیا
ہر رنگ بہر رنگ ہر اک شان میں آیا
حرمت سے ملائک نے اسے سجدہ کیا ہے
جس وقت کہ وہ صورت انسان میں آیا
گل ہے وہی، سنبل ہے وہی، نرگس حیران
اپنے ہی تماشا کو گلستان میں آیا
قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے
ہر تار میں بولا وہ، ہر اک تان میں آیا
اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
مذکور یہی آیت قرآن میں آیا

جب پوتے کی پیدائش کی خبر بزرگ عبدالمطلب نے سنی تو مارے خوشی کے مسرت کے آنسوان کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔ بیٹے کی جدائی کا زخم، پوتے کی ولادت کے مرہم سے بھر گیا۔ غم کی جگہ مسرت نے لی اور دل میں اُمنگوں اور آرزوؤں نے ہجوم کیا!!

اس خوشی میں دادا نے جگہ جگہ مجلسیں کیں، گھر گھر جشن کیے۔ پن دان دیے۔ (صدقہ خیرات کیا) بوڑھے دادا کو اپنا مرحوم بیٹا پھر دوبارہ نظر آنے لگا۔ ان کے لیے تو گویا عبداللہ نے از سرنو جنم لیا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ یہ اس سرور کائنات نے جنم لیا ہے جس کے نام کا ڈنکا چاروں اطراف عالم میں بجے گا اور جس کا جھنڈا میدان ہستی پر اتنی مضبوطی سے گڑے گا کہ نہ اسے مشرق کی ہوا گرا سکے گی اور نہ مغرب کی تیز وتند آندھی متزلزل کر سکے گی۔ ادھر ماں کی یہ کیفیت تھی کہ کہاں تو ہر وقت دامن آنسوؤں سے بھرا رہتا تھا، اُٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے آہیں بھرا کرتی تھیں اور کہاں اب یہ عالم کہ ہر غم مبدل بہ راحت ہو گیا۔ دُنیا سے از سرنو وابستگی پیدا ہو گئی اور عالم سے ٹوٹا ہوا رشتہ پھر بندھ گیا!!

وہ احمد ﷺ جس کی آمد کی بشارت بی بی آمنہؓ کو فرشتہ نے خواب میں دی تھی،

اب وہ نور مجسم بن کر آنکھوں کے سامنے تھا۔ بھولی پیاری ننھی سی صورت، جس کسی نے اس کے لب لعلین وچشم سرمگیں دیکھے، حیرت حسن کے سکتہ میں رہ گیا:

اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آذری
ہر چند و صفت می کنم در حسن زاں زیبا تری
تو از پری چابک تری وز برگ گل نازک تری
از ہرچہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری
آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں وزدیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری
تانقش می بندو فلک کس را ندادہ ایں نمک
حوری نہ دانم یا ملک فرزند آدمی یا پری
ہرگز نیاید در نظر صورت ز ردیت خوبتر
شمسی ندانم یا قمر یا زہرۂ یا مشتری

(یوں) ایک صاحب کمال آیا، جس نے جلوۂ حق دکھایا۔ جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی، جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی، اسے منھ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا:

آ ناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

(ترجمہ: وہ جو خاک کو ایک نظر سے کیمیا بنا دیتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی نظر التفات فرمائیں)

اے عرب! کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ، جو تو نے نور خدا اپنی آنکھوں دیکھا۔ کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے حبیب خدا کے اپنی آنکھوں درشن کیے۔ اے سرزمین عرب! آج وہ دن ہے کہ تیرا نام وردزبان جہاں ہے اور خلق خدا

تیرا ذکر خیر کرتی ہے۔ کون آنکھ ہے جو تیرے درشن کو نہیں ترستی، وہ کون دل ہے جو تیری دید کی تمنا نہیں رکھتا، وہ کون ملک ہے جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہیں مانا اور وہ کون فرمانروا ہے جس نے تیری حشمت اور دبدبہ کو نہیں جانا۔ اے خطہ عرب! تو نے اب پُرانا جامہ اُتارا، تو نے نیا اوتار دھارا، اے عرب! تو نے نیا جنم پایا کیونکہ تجھے رسول خدا ﷺ ہاتھ آیا۔ اے عرب! رب کے رنگ نیارے ہیں، داتا جسے چاہے دے دے، ورنہ تیرے ہاتھ آئے یہ دولت محمدی، تجھے نصیب ہو یہ جمال احمدی!

اے ہمالہ کی بلند چوٹیو! تم ہی کچھ کہو! سینکڑوں رشیوں نے تمھاری شفقت اور پیار کی گود میں نواس کیے۔ صدہا جوگیوں نے تمھارے پہلوئے محبت میں جوگ کمائے، ہزاروں تبشیروں نے تمھاری آغوش الفت میں تپ دھارے، لاکھوں گوروٗں سادھوؤں نے تمھارے ہاں چرن کنول ڈالے۔

اے کوہ ہمالہ! مگر سچ کہنا، کہیں دیکھا ہے تو نے وہ مکہ کا راج دلارا، کہیں نظر پڑا ہے تجھے بھی وہ مدینہ کا پیارا۔

اے تاجدارِ عرب ﷺ سنتے ہیں تیری چھب عجب موہنی تھی اور تیرا روپ انوپ تھا۔ اے دلدار عرب ﷺ! کہتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی، وہ بجھائے نہ بجھی، جس آنکھ پر تیری نگاہ پڑی، وہ پھر تیری ہی ہو رہی:

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقب ہاشمی و مطلبی
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بو العجبی
نیستے نیست بذات تو بنی آدم را
بہتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی
نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

ذات پاک تو دریں ملک عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بزبان عربی
نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی
بر در فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی
ماہمہ تشنہ لبا نیم و توئی آب حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی
شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت
بہ مقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

1: اے قریشی، ہاشمی اور مطلبی لقب پانے والے اپنی رحمت کی آنکھ کھول اور مجھ پر نظر فرما۔

2: میں دل سے تہی وجود تیرا حسن دیکھ کر ورطہ حیرت میں پڑ گیا ہوں۔ اللہ اللہ! کیا حسن و جمال ہے کہ حیرت کی دسترس میں بھی نہیں۔

3: بنی نوع انسان کو بڑی عظمت سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ تو کسی قدر اعلیٰ نسب ہے بلکہ آدم اور جمیع عالم سے برتر و فائق ہے۔

4: میں نے اپنی نسبت آپ کے کتے کے ساتھ کی ہے۔ میں از حد شرمسار ہوں۔ اس لیے کہ خود کو آپ کے کتے سے منسوب کرنے سے سوئے ادب کا ارتکاب ہوا ہے۔

5: تیری ذات پاک نے اس ملک عرب میں ورود فرمایا۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا۔

6: آپ کی ذات لطیف کی وجہ سے مدینہ منورہ کا گلستان سدا ہرا بھرا ہے۔ اسی

لیے اس کی شیرینی لذت زمانے بھر میں مشہور ہے۔

7: آپ کے آستانہ فیض پر رومی، طوسی، ہندی، یمنی اور حلبی ادب و انکسار کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔

8: ہمارے ہونٹ تو پیاسے ہیں اور آپ آبِ حیات ہیں۔ کرم فرمایے کہ ہماری پیاس حد سے گزرتی جا رہی ہے۔

9: معراج کی رات آپ کا ارتقائی مقام افلاک سے بھی بلند ہو گیا۔ اس مقام تک بلند ہو کر جہاں کوئی نبی نہیں پہنچ سکا۔

10: اے میرے سردار، میرے محبوب اور دل کے حکیم، قدسی آپ کے آستانے پر بغرض علاج حاضر ہوا ہے!!

جی سنگھ دارا

سورج رُخ صبح صادق پر کرنوں سے محمد ﷺ لکھتا ہے

حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش اس کائنات کا وہ عظیم الشان تاریخی واقعہ ہے جو ایک طرف اپنے دامن میں انبیا علیہم السلام کی پیشگوئیوں کی صداقت کی دلیل ہے اور دوسری طرف تاریخی تسلسل اور ارتقا میں تہذیب وتمدن کی سطح پر انقلاب کا واضح نشان ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ انبیا علیہم السلام نے شروع دن سے انسانیت کی تربیت کی، علم و آگاہی کے چراغ روشن کیے۔ ہر زمانے میں انسان کو گمراہی اور ضلالت کے عمیق گڑھوں سے بچانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ توحید کی جوت جگائی، انسانیت کی عظمت کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ حسن عقیدہ اور حسن عمل کی راہیں سجائیں۔ محبت و الفت کا درس دیا۔ اظہارِ حق کی قندیلوں کو فروزاں کیا۔ عدل و انصاف کا بول بالا کیا۔ زندگی اور بندگی کے گر عطا فرمائے۔ انسانی کردار اور سیرت کو زینت بخشی۔ انسان کو نفس کی بندگی سے آزاد کیا۔ جذبہ خیر خواہی کو فروغ دیا۔ استقامت وجرات، شجاعت، بے نفسی اور انصاف کو معنی عطا فرمائے۔ جسم کی پاکی کے ساتھ ساتھ قلب، نفس اور روح کو بھی پاکیزگی کا سلیقہ عطا فرمایا۔ انبیائے کرام کی یہ معزز جماعت ظلم اور دشمنی کے طوفانوں میں اقلیم حق وصداقت کی تاجدار اور علمبردار بنی رہی۔ مجموعی طور پر انبیائے کرام نے انسانوں کو انسان ہونے کا شعور عطا فرمایا۔ ایمانی، اعتقادی، اخلاقی، روحانی، قلبی اور باطنی طور پر انسان کو وہ کچھ دیا جس کی اُسے ضرورت تھی۔ اہل ایمان کو جہاں اطاعت وفرمانبرداری کے نتیجہ کے طور پر راحت وسکون کی بشارات دیں، وہیں انہیں آنے والے نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کی نوید بھی سنائی...... ہر پیغمبر اللہ کی طرف سے اس بات پر مامور تھا کہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کی اپنی اطاعت اور اتباع کی تاکید کے ساتھ ساتھ اللہ پر ایمان پختگی کے ساتھ قائم

رکھنے کے لیے انہیں اس پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کی خبر لازماً دیتے جائیں جس نے گلشن توحید و رسالت اور عقیدۂ حشر ونشر کا آخری محافظ بن کر آنا تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا ہر حوالے سے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے شرف وتکریم کا باعث ہے۔...... جب رسول اکرم ﷺ اپنی والدہ محترمہ کے شکم اقدس میں تشریف لائے تو کئی ایک عجیب وغریب واقعات رونما ہوئے تھے۔ چنانچہ اس حوالہ سے شیخ احمد بن محمد قسطلانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''راویوں نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سیدہ آمنہؓ نے نبی اکرم ﷺ کو شکم اطہر میں اٹھانے کا شرف حاصل کیا تو اس وقت بے شمار عجائبات ظاہر ہوئے اور آپ کی ولادت کے سلسلے میں عجیب وغریب باتیں پائی گئیں۔ چنانچہ علما سیر نے ذکر کیا کہ جب حضرت عبداللہؓ کا پاکیزہ نطفہ اور گوہر محمدی ﷺ، سیدہ آمنہؓ قرشیہ کے صدف مبارک میں ٹھہر گیا تو عالم ملکوت و جبروت میں آواز دی گئی کہ پاک ومشرف مقامات کو معطر کردنیز (آسمانوں اور ان کے اردگرد) علامات تعظیم ظاہر کرو اور ملائکہ مقربین میں سے منتخب فرشتوں کے لیے پاک صاف صفوں میں عبادات کے قالین بچھاؤ۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو صدق وصفا سے موصوف ہیں۔ آج پوشیدہ نور (محمدی ﷺ) حضرت سیدہ آمنہؓ کے بطن مبارک میں منتقل ہو چکا ہے، وہ سیدہ آمنہ جو بہت بڑی اور غالب عقل کی مالک اور حسب ونسب کے اعتبار سے فخر والی اور عیبوں سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو قریب اور دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا ہے، اس نے حضرت سیدہ آمنہؓ کو اس سردار، مصطفیٰ اور حبیب ﷺ کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ حضرت سیدہ آمنہؓ نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں سے افضل اور عمدہ ہیں اور اپنی اصل اور فرع کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ اور طیب ہیں''۔ (شیخ احمد بن محمد قسطلانی، المواہب الدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی)

سیدہ آمنہؓ کے حوالہ سے علامہ ابن حجر ہیثمی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''حضرت سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب نور محمدی ﷺ میرے صدف میں رجب المرجب کے مہینے میں رونق افروز ہوا تو میں اپنے گھر میں آرام کر رہی تھی۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد جس کے چہرے سے خوبصورتی اور جسم سے بہترین خوشبو نیز انوار وتجلیات ظاہر تھے، وہ مجھ سے کہنے لگا: **مرحبا یا محمد** ﷺ۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں ابوالبشر آدم ہوں، میں نے پوچھا آپ علیہ السلام کس لیے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: اے سیدہ آمنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تم بنی نوع انسان کے سردار اور قبیلہ ربیعہ ومضر کے افتخار سے فیضیاب ہو۔ جب دوسرا مہینہ آیا تو اسی طرح ایک کامل شخص میرے خواب میں آیا اور کہنے لگا: "**السلام علیک یا رسول اللہ** ﷺ" میں نے کہا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا: میں حضرت شیث ہوں، میں نے کہا آپ علیہ السلام کیا ارادہ رکھتے ہیں؟ فرمایا: اے سیدہ آمنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تم صاحب تاویل وحدیث سے فیضیاب ہو۔ جب تیسرا مہینہ آیا تو اسی طرح ایک اور آدمی میرے خواب میں آیا اور کہنے لگا: "**السلام علیک یا نبی اللہ** ﷺ" میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا: میں حضرت ادریس ہوں۔ میں نے پوچھا آپ علیہ السلام کیا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا: اے سیدہ آمنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تم تمام نبیوں کے سردار سے فیضیاب ہو۔ جب چوتھا مہینہ آیا تو ماقبل اشخاص کی طرح ایک اور شخص میرے خواب میں آیا اور کہنے لگا: "**السلام علیک یا حبیب اللہ** ﷺ" میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا: میں حضرت نوح ہوں، میں نے کہا آپ علیہ السلام کیا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا: اے سیدہ آمنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تم صاحب نصرو فتح سے فیضیاب ہو۔ جب پانچواں مہینہ آیا تو اسی طرح ایک اور شخص میرے خواب میں آیا اور کہنے لگا: "**السلام علیک یا صفوۃ اللہ** ﷺ" میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا: میں حضرت ہود ہوں۔ میں نے کہا آپ علیہ السلام کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے سیدہ آمنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تم اس نبی مکرم سے فیضیاب ہو جو کہ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے مالک ہوں گے۔ جب چھٹا مہینہ آیا تو اسی طرح ایک بزرگ (خواب میں) میرے پاس آئے اور کہنے لگے: "**السلام علیک یا رحمۃ اللہ** ﷺ" میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا: میں حضرت ابراہیم ہوں، میں نے پوچھا آپ علیہ السلام کیا چاہتے

ہیں؟ تو فرمایا: اے سیدہ آمنہؓ تمہیں مبارک ہو کہ صاحب جلال نبی ﷺ سے فیضیاب ہو۔ جب ساتواں مہینہ آیا تو اسی طرح ایک اور شخص میرے خواب میں آئے اور کہنے لگے: ''**السلام علیک یا من اختارہ اللہ** ﷺ'' میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا: میں حضرت اسماعیل ذبیح اللہ ہوں، میں نے پوچھا آپ علیہ السلام کیا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا: تمہیں مبارک ہو آمنہ! تم بہترین اور ملیح حسن والے نبی سے فیضیاب ہو۔ جب آٹھواں مہینہ آیا تو اسی طرح ایک شخص میرے خواب میں آئے اور کہنے لگے: ''**السلام علیک یا خیرۃ اللہ** ﷺ'' میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا: میں حضرت موسیٰ بن عمران ہوں، میں نے کہا آپ علیہ السلام کیا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا: اے سیدہ آمنہؓ! تمہیں مبارک ہو تم اس نبی معظم سے فیضیاب ہو جن پر قرآن مجید نازل ہوگا۔ جب نواں مہینہ آیا تو اسی طرح ایک شخص میرے خواب میں آئے اور کہنے لگے: ''**السلام علیک یا خاتم الرسل** ﷺ'' آپ کے ظہور کا وقت مجھ سے قریب تر ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں حضرت عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں نے کہا آپ علیہ السلام کیا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا: اے سیدہ آمنہؓ! تمہیں مبارک ہو تم نبی مکرم اور رسول معظم ﷺ سے فیضیاب ہو، تم سے تمام تکالیف و مصائب و آلام دور کر دیے گئے ہیں''۔

(النعمۃ الکبریٰ از شہاب الدین احمد، ابن حجر الہیثمی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر موقع پر اس بات کا خصوصی طور سے اظہار فرمایا ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ ہی وہ ذات عالیہ ہیں جن کے طفیل رب العالمین کی بیکراں رحمت مخلوق پر بارانِ رحمت کی طرح برستی ہے۔ رب العزت نے رسول اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل ہی آپ ﷺ کی آمد کی نشانیاں مخلوقات پر ظاہر کرنا شروع فرما دی تھیں تا کہ لوگ ان نشانیوں کو دیکھتے ہوئے اس نبی مکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہیں اور ان پر حجت خداوندی کا اتمام ہو جائے۔ ان معجزات و واقعات کے حوالہ سے علامہ ابن حجر ہیتمیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''چنانچہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اپنی مخلوق میں سب سے افضل و عظیم ترین بندے کو مبعوث فرمائے، زمین کو ظلمت و تاریکی کے بعد روشن

فرمائے، نافرمانی وعصیان سے مصفّٰی فرمائے اور سرکش شیاطین اور بتوں کو تباہ و برباد فرمائے تو سردار ملائکہ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کو اعلان کرنے کا حکم دیا۔ حضرت جبریل امین نے آسمانوں میں، عرش کو اٹھائے ہوئے فرشتوں کے پاس، سدرۃ المنتہٰی اور جنت الماویٰ میں اعلان فرمایا: خبردار! اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو عظمت والا ہے، اس کا فرمان پورا ہو گیا اور اس کی حکمت نافذ ہو چکی اور اب اس عہد الٰہی کے پورے ہونے کا وقت آ گیا ہے جو اس نے بشیر ونذیر، سراج منیر ﷺ کے ظہور کے بارے میں فرمایا تھا۔ وہ سخت ترین قیامت کے دن امت کی شفاعت فرمانے والے اور مقبول الشفاعۃ ہوں گے جو نیکی کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے، جو امین، دیانت دار اور منجانب اللہ محفوظ ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا حق ادا فرمانے والے مجاہد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے بہترین اور اس کے بنائے گئے شہروں میں سب سے زیادہ منور ہیں، جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ختم نبوت کے تاج سے سرفراز فرمایا ہے اور تمام جہان والوں کے لیے عظیم ترین رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے احمد، محمد، طٰہٰ اور یٰسین جیسے ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔ گناہگاروں کے معاملے میں انہیں شفاعت کا حق عطا فرمایا ہے اور جن کے دین وشریعت کے ذریعہ سابقہ تمام ادیان وشرائع کو منسوخ فرما دیا ہے۔ حضرت جبریل امین کے اعلان ولادت رسالت مآب ﷺ کو سن کر تمام فرشتے اللہ رب العالمین کی حمد وثنا میں مشغول ہو گئے، بہشت کے دروازے کھول دیئے گئے اور جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے۔ جنت کے درخت تروتازہ ہو کر بیل بوٹیوں سے سج گئے، حور وغلمان خوشبوؤں سے معطر ہو گئے، جنتی پرندے اپنی نرالی بولی میں خوشیوں کے گیت گانے لگے، جنت کی نہریں پاکیزہ شراب وشہد اور دودھ سے بھر گئیں اور بہنے لگیں۔ جنتی درختوں کی شاخوں پر بیٹھے سنہرے پرندے باہم مل کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکیزگی ترنم میں بیان کرنے لگے، مملکت خداوند باہم حضرت محمد مصطفٰی مختارِ کائنات ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سن کر جھومنے لگی۔ تمام حجابات اٹھا دیے گئے اور پنہائیاں ختم کر دی گئیں۔ علام الغیوب جل جلالہ نے انہیں اپنی تجلیات سے مشرف فرمایا تو ملائکہ یوں گویا

ہوئے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی وحدہ لاشریک ہے اور وہی سختیوں کو دور کرنے والا ہے۔ جبریل علیہ السلام جب آسمان والوں کو خوشخبری دینے سے فارغ ہوئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ایک ہزار ملائکہ کی فوج لے کر زمین پر جانے کا حکم فرمایا اور اس کا بھی حکم فرمایا کہ فرشتے زمین کے مختلف مقامات اور پہاڑوں کی بلندیوں، جزیروں اور سمندروں میں پھیل جائیں یہاں تک کہ ساتوں زمین کے مکینوں اور مچھلیوں کو رسول کریم ﷺ کی آمد کی خوشخبری دیں اور اس کی بھی کہ جو جو اس خوشخبری کا خیر مقدم کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے مزکی و مصفّٰی اور مقرب بنا لے گا''۔

(النعمۃ الکبریٰ از شہاب الدین احمد، ابن حجر الہیثمی)

یعنی کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل ہی مذکورہ بالا احکامات جاری کیے گئے اور یوں نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری مخلوقات کو دی گئی اور ساتھ ہی اس پر یہ انعام واکرام بھی کیا گیا کہ جو اس خوشخبری کا خیر مقدم کرے تو یہ اس کے لیے قرب الٰہی اور تزکیہ وتصفیہ کا باعث ہے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ سے مروی ہے: فرماتے ہیں کہ میں سات (7) یا آٹھ (8) سال کا تھا اور ہر بات سمجھ سکتا تھا، یثرب میں صبح سویرے ایک یہودی نے چلا کر کہا، اے یہودیو! (اور میں سن رہا تھا) سب اس کے پاس چلے آئے، انہوں نے پوچھا ویلک (تو ہلاک ہو)! کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا: احمد کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے جو آج رات پیدا ہو چکا۔

اس روایت کو ابن ہشام نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کچھ ایسی نشانیاں بھی کتب سابقہ میں ذکر کی گئی تھیں جن کے ظہور سے اہل کتاب کو اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا کہ نبی موعود کو مذکورہ نشانیوں کے ذریعہ پہچان کر ان پر ایمان لے آئیں جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ حقیقت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خبر اللہ کی ساری مخلوق خصوصاً جن وانس

کو پہلے سے ہی دی گئی تھی۔ جب حضور ﷺ کا نور حضرت آمنہؓ کے پاس منتقل ہوا تو زمین کے گوشے گوشے اور آسمانوں کے طبقوں پر اللہ کے منادی نے آواز دی: اے معاشر خلائق! یہ محمد ﷺ ابن عبداللہ ہیں۔ وہ مبارک مائیں ہوں گی جو میرے محبوب کو دودھ پلائیں گی، وہ مبارک ہاتھ ہوں گے جو اسے کھلائیں گے۔ بادلوں نے آسمانوں سے آواز دی کہ ہم اللہ کے محبوب کو اپنی گود میں کھلائیں گے، میوہ دار درختوں نے کہا کہ ہم حضور ﷺ کی پرورش کے لیے شاخیں پھیلائے ہوئے ہیں، میٹھے اور ٹھنڈے چشموں نے آپ ﷺ کو پانی پلانے کا اعلان کیا، بارش کے قطروں نے عرش الٰہی کے سایہ سے غذا بہم پہنچانے کا عہد کیا۔ تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ان تمام کی خدمات مجھے پسند ہیں مگر میرا فیصلہ یہ ہے کہ میرا محبوب انسانی دودھ سے پرورش پائے''۔

رسول اکرم ﷺ کے وقت ولادت کے قریب قریب ظاہر ہونے والے معجزات کی تفاصیل کتب وسیر میں اپنے تمام تر گوشوں کے ساتھ اسی طرح مذکور ہیں جس طرح نبی اکرم ﷺ کے استقرارِ حمل کے دوران رونما ہونے والے معجزات کی تفاصیل مذکور ہیں۔ ان معجزات کے ظہور کا آغاز تو آپ ﷺ کے استقرار حمل بلکہ اس سے پہلے ہی سے شروع ہو گیا تھا جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؓ فرماتے ہیں:

ترجمہ: رسول کریم ﷺ کے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ کے شکم مبارک میں آنے کی نشانیوں میں سے یہ بھی تھی کہ جس شب آپ ﷺ شکم مادر میں مکین ہوئے تو قریش کا ہر جانور پکار اُٹھا کہ رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ جو دنیا کے سردار ہیں، وہ حمل میں جلوہ گر ہو چکے ہیں۔ بادشاہان عالم کے تخت اوندھے ہو گئے، مشرق کے جنگلی جانور، مغرب کے جانوروں کو بشارت دینے گئے، اسی طرح سمندری جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو مبارک دی اور استقرارِ حمل کے ہر مہینہ میں آپ ﷺ کے متعلق زمین اور آسمان میں منادی کرائی گئی کہ تمہیں بشارت ہو کہ مقدس اور مبارک ابوالقاسم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس رات کو کوئی گھر ایسا نہ تھا، جو روشن نہ ہوا ہو، کوئی مکان ایسا نہ تھا جس میں نور محمدی داخل نہ ہوا ہو، اور کوئی جانور ایسا نہ تھا، جو بول نہ اٹھا ہو۔

علمائے یہود یعنی احبار نے آنے والی نسلوں کو سینہ بسینہ وہ خبریں پہنچائیں جو انہوں نے آپ ﷺ کی تشریف آوری کے متعلق اپنے انبیا کرام علیہم السلام سے سنی تھیں۔اسی طرح اہل کتاب کے عابدوں اور راہبوں نے آپ ﷺ کے ظہور کی بشارتیں اپنے آنے والی نسلوں کو سنائیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام نبی اکرم ﷺ کو پہچانتے اور بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن جوزی نے سرکار دو عالم ﷺ کی آمد پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے سیر و حدیث کی حقیقتوں کو سمیٹتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''ہر ایک نبی اپنے رب کے حضور (اس نور محمدی ﷺ سے) توسل کر کے پناہ مانگتا رہا۔ چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ انھی کے وسیلے سے قبول ہوئی۔حضرت ادریس علیہ السلام کو انھی کی وجہ سے مقام بلند میں رفع کیا گیا۔حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں انھی کا وسیلہ پکڑا اور حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی دعا میں اسی وسیلے پر اعتماد فرمایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام انھی کو شفیع لائے اور حضرت ایوب علیہ السلام نے انہی کے واسطے سے تضرع وزاری کی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو انھی کی منزلت اور مرتبت سے روشناس کرایا اور انہوں نے رب سے دعا مانگی کہ میں ان کا وزیر اور امتی بنوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھی کے وجودِ باجود کی بشارت دی اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے زمانے تک قائم و زندہ رہنے کی مہلت مانگی، ساتھ ہی یہ استدعا بھی کی کہ وہ آپ ﷺ کے معاون و مددگار بنیں''۔ (ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی، المیلا دالنبوی ﷺ)

جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے استقرارِ حمل کے دوران رحمت خداوندی کا ظہور ہوا کرتا تھا جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آمنہؓ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کی عجیب شان ہے، میں نے اسے اپنے حمل میں لیا اور اس سے زیادہ ہلکا اور آسانی والا بابرکت حمل کوئی دوسرا نہیں دیکھا، بالکل اسی طرح آپ ﷺ کی ولادت کے وقت بھی یہ سلسلۂ رحمت وکرم اپنے عروج پر تھا۔ چنانچہ شیخ احمد بن محمد قسطلانیؒ اس حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: جب حضرت آمنہ کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو اور اس دن خورشید عالم کو مزید نور سے مزین کیا گیا۔ اس سال تمام جہاں کی عورتوں کو رسول اللہ ﷺ کی عظمت و رفعت کی وجہ سے اولاد نرینہ سے نوازا گیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ تمام عورتیں حاملہ ہوگئیں بلکہ (وہ مراد ہیں) جو حاملہ تھیں۔ (شیخ احمد بن محمد قسطلانی، المواہب الدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی)

نہ صرف اتنا بلکہ فرشتے باہم مژدے سناتے اترے اور دنیا کے پہاڑوں کا ارتفاع بڑھ گیا، سمندر کی سطح گہری اور دریا کی روانی تیز ہوگئی۔ شیطان ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحر عمیق میں الٹا کر کے ڈال دیا گیا اور اس کی ذریات اور سرکش جنوں کو پابہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ کوئی درخت ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا، کسی قسم کا خوف نہ تھا اور دور دراز علاقوں اور راہوں میں امن و عافیت تھی۔ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو سعادت کی بارشیں ہونے لگیں۔ دنیا کو نور کی چادر پہنا دی گئی۔ ملائکہ بشارتیں دینے لگے۔ تمام آسمانوں میں ایک ستون زبرجد کا اور ایک ستون یاقوت کا لگا دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی رات میں یہ سلسلہ رحمت باری تبارک و تعالیٰ انفرادی انداز سے جاری و ساری تھا جس میں جنت کی زیبائش اور بتوں کا گرنا شامل تھا۔ چنانچہ اس حوالہ سے امام جلال الدین السیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: جس رات سید الانبیا ﷺ کی ولادت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کناروں پر مشک اذفر سے معطر ستر ہزار درخت اُگائے اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہل جنت کے لیے بخور بنایا۔ اس روز تمام آسمان والے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا مانگتے تھے۔ خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی، اب اللہ تعالیٰ میرے نور کو لوٹا دے گا اور جوق در جوق توحید پرست میری زیارت کو آئیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ مجھ کو جاہلیت سے پاک کر دے گا اور اے عزیٰ! تو ہلاک ہوگیا۔

(الخصائص الکبریٰ از مولانا جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی)

حضرت سیدہ آمنہؓ نے دوران ولادت جن واقعات کا مشاہدہ کیا، وہ اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت بھی انفرادی اور نمایاں طور سے ہوئی ہے تا کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو اور اس سے ان کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت پیوست ہو جائے۔

ترجمہ: (حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں) میں گھر میں اکیلی تھی اور جناب عبدالمطلب طواف کرنے گئے تھے، تو ایک ایسے زبردست دھماکے کی آواز سنی کہ میں ڈر گئی، پھر میں نے یوں محسوس کیا کہ سفید پرندوں نے اپنے بازوؤں سے میرے دل کو چھوا، تو دہشت اور درد کا ملاً جاتا رہا۔ پھر میں نے غور کیا، تو مجھے سفید رنگ کا شربت پیش کیا گیا، میں پی گئی، اور میں نے اپنے اندر زبردست خدائی تجلی محسوس کی۔ بعدہٗ میں نے کئی بلند بالا عورتیں، جو عبد مناف کی عورتوں کی طرح تھیں، دیکھیں جو مجھے گھیرے ہوئے تھیں، دریں حال میں حیران تھی اور واویلا کر رہی تھی کہ انہیں میرے بارے میں کس نے بتایا ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم میں فلاں خاتون آسیہ زوجہ فرعون اور فلاں مریم دختر عمران ہے اور باقی بہشت کی حوریں ہیں۔ میری حالت مزید بگڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک چادر زمین و آسمان کے درمیان تان دی گئی۔ میں نے ایک شخص کو کہتے سنا۔ لوگوں کی نگاہ آپ پر نہ پڑنے دو، پھر میں نے کچھ لوگوں کو اوپر فضا میں کھڑا دیکھا جن کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے۔ پھر میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا، جنہوں نے میرے حجرے کو گھیر لیا، ان کی چونچیں زمرد کی تھیں اور بازو یاقوت کے تھے۔ اللہ نے میری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا۔ چنانچہ میں نے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کیا اور تین جھنڈے گڑے دیکھے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبے کی چھت پر۔ اس حال میں مجھے دردزہ شروع ہو گیا، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا کہ میں ان خواتین کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوں۔ میرے اردگرد بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں۔ گویا کہ وہ سب میرے گھر کی ہی فرد ہوں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ولادت ہوئی، دیکھا کہ آپ ﷺ سجدے میں پڑے ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی ہیں، جیسے کوئی عجز و نیاز سے زاری کرتا ہے۔ پھر میں نے آسمان سے سفید بادل آتا دیکھا، جس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور میری نگاہوں سے

چھپا لیا۔ پھر میں نے سنا، ایک منادی کرنے والا کہہ رہا تھا کہ آپ ﷺ کو مشرق و مغرب میں ہر طرف گھماؤ۔ سمندروں میں لے جاؤ، تا کہ سب آپ ﷺ کے نام، اوصاف اور شکل و شباہت سے واقف ہو جائیں۔

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن

ظلمت چھٹ گئی

وہ برق تجلی جو صبح آفرینش کو ازل کے اُفق پر جھلملاتی اور جگمگاتی ہوئی نظر آئی تھی، سینا کے ذرّے ذرّے کو اپنی محشر خیز تڑپ سے بے قرار کر چکی تھی۔ اس کا شعلہ جمال، شعیر کی فضا میں خاموشی سے چمک چمک کر، ارض بنی اسرائیل کے پردۂ ظلمت پر اپنے منور نقوش چھوڑتا گیا تھا۔ اور اب وقت آ پہنچا تھا کہ اس کی گیتی فروز لمعانیاں ابر غلیظ کے اس سیاہ سائبان کو جو فاران کی چوٹیوں پر چھایا ہوا تھا، تار تار کر کے ایک لامتناہی چشمہ نور کی طرح صفحہ آفاق پر بہہ نکلیں۔

آخر ظلمت چھٹ گئی اور نور آ گیا!!

کیسا عظیم الشان معجزہ ہے کہ اونٹوں کے وہ حدی خواں، جن کے جمود کا طلسم صدہا برس سے نہ ٹوٹا تھا، یک بہ یک آتش بجاں ہو کر اُٹھے اور دُنیا و دین اور حکمت و اخلاق کے ہر شعبے میں زمانے کو درس دینے لگے۔ جاہلیت کے وہی فرزند جو شاید کشت و خون اور جدال و قتال کے ہنگاموں میں اپنی عمریں کھو دیتے، ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ بن گئے اور آج لاکھوں اور کروڑوں دل ان کی عقیدت اور محبت سے لبریز ہیں۔ ایک نہایت ہی قلیل مدت کے اندر عرب کا نقشہ بدل گیا۔ گنگا کی روانی اب وہی ترانہ سنا رہی تھی جس سے مست ہو کر بحر اوقیانوس کی موجیں ساحل ہسپانیہ پر اپنا سر پٹک پٹک دیتی تھیں۔ ارض بطحا کے خشک اور بے برگ صحرا میں برق تجلی گری اور خس و خاشاک کو بھی منور کر گئی، جس کے نورانی جلوے دہلی سے لے کر غرناطہ تک قدم قدم پر جھلکنے لگے۔ غزالی رازی اور ابو حنیفہ، فارابی، ابن سینا اور ابن رشد، عالمگیر، الپ ارسلان اور عمر بن عبدالعزیز جیسے بیسیوں پرستاران حق کے نام حیات جاوداں کے آسمان پر درخشاں

ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ یہ سب کس آفتاب کے پرتو تھے؟ کون تھا جس نے دُنیا کو تاریکی سے نکال کر روشنی کا، ظلمت سے نجات دے کر نور کا راستہ دکھایا؟ جاؤ حجاز کے بیابان میں پُکار پُکار کر یہ سوال دہراؤ، اور پھر دہراؤ، شاید فاران کی گھاٹیوں میں گونج پیدا ہو: ''محمد ﷺ''!

یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما

پروفیسر حمید احمد خاں

درود شریف ابراہیمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یہ آمدِ رسول ﷺ خدا کی بہار ہے

بارہ ربیع الاوّل کو صرف ظہور قدسی ﷺ نہیں ہوا بلکہ عالم نوطلوع ہوا۔ اس تاریخ کو حضور ﷺ نے جہان خاکی میں قدم رکھا اور تاریخ عالم نے نئے سفر کا آغاز کیا۔ اس روز ایک ماں نے سعادت مند بیٹے ہی کو جنم نہیں دیا، بلکہ مادر گیتی نے ایک انقلاب کو جنم دیا۔ اس دن محض آمنہؓ کا گھر منور نہیں ہوا بلکہ تیرہ و تار خاکدان ہستی روشن ہوا جس کے قدم رنجہ فرمانے سے زندگی پر شباب آ گیا اور صدیوں سے دیکھے جانے والے خواب کو تعبیر مل گئی۔ اس کی تاب رُو سے شش جہت کائنات کو روشنی ملی اور اس کے حلقہ نو میں حیات منتشر کو آلودگی نصیب ہوئی۔

آپ ﷺ کی تشریف آوری سے دُنیا کو شرف انسانی کا حقیقی اندازہ ہوا، ورنہ اس سے پہلے حضرت انسان کو دوسری ہر چیز کی عظمت وسطوت کا احساس تھا لیکن وہ اپنی حرمت اور اپنے مقام سے بے خبر تھا۔ اسی بے خبری کے نتیجے میں وہ سورج، چاند اور ستاروں کی چمک سے مرعوب ہو کر انھیں معبود بنائے ہوئے تھا۔ پہاڑوں کی بلندی اور غاروں کی گہرائی سے متاثر ہو کر انھیں خدا کا درجہ دیے ہوئے تھا۔ راجوں، مہاراجوں، نوابوں، سرداروں، شاہوں اور رہبانوں کی جلالت وحشمت سے مسحور ہو کر انھیں خدا کا اوتار مانے ہوئے تھا۔ انسان اتنا دبا ہوا تھا کہ ہر اُبھرتی چیز کے سامنے جھک جاتا تھا۔ اتنا ڈرا ہوا تھا کہ ہر ڈراؤنی شے کی بندگی پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ اتنا سہا ہوا تھا کہ ہر ایک کا زور اس پر چلتا تھا۔ اتنا سمٹا ہوا تھا کہ اسے اپنی وسعت کا ادراک ہی نہ ہو سکا۔ اتنا مبہوت تھا کہ جن بھوت اس کے سجدوں کے حقدار قرار پائے۔ اتنا گھٹا ہوا تھا کہ اس بیکراں کائنات میں سانس لیتے ڈرتا تھا اور اتنا جکڑا ہوا تھا کہ ہر نئی زنجیر کو اپنے لیے تقدیر سمجھتا تھا۔

حضور ﷺ نے آ کر اسے بتایا کہ تیری حرمت کعبے سے افضل ہے، تیری ذات راز الٰہی ہے، تیری تخلیق صرف ''کن'' سے نہیں، خاص دست قدرت سے ہوئی ہے۔ تو امانت الٰہی کا حامل ہے، تجھے ارادہ واختیار کا وصف عطا کیا گیا ہے۔ اپنے ذرّہ ہستی میں صحرا ہے اور قطرۂ وجود میں قلزم ہے۔ حضور ﷺ کی اس تعلیم اور خود آگہی کے اس درس کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو انسان پہلے مٹی کے مادھو (بت) کے سامنے سمٹا ہوا ہوتا تھا، آج اس کی ہیبت سے، پہاڑ سمٹ کر رائی بنے ہوئے ہیں۔ جو انسان مورتیوں، بھوت پریتوں اور واہموں کے خوف سے نیم جان تھا، اب صحرا و دریا اس کی ٹھوکر سے دو نیم ہوئے جا رہے ہیں۔ جو انسان دیوی دیوتا کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا رہتا تھا، آج وہ ''یزداں بکمند آور'' کا نعرہ مستانہ لگاتا نظر آتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ کائنات کا اعتبار ہو کہ انسانیت کا وقار، یہ سب کچھ صاحبِ لولاک ﷺ کے دم قدم سے ہے:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھرمے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دُنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

آپ کی ولادت باسعادت اور بعثت باکرامت سے پہلے، یہی معمورہ ہستی جہان خراب کا منظر پیش کر رہا تھا۔ یونان اپنی عظیم الشان تہذیب کے کھنڈر پر یکہ وتنہا کھڑا آنسو بہا رہا تھا اور اہلِ یونان اس کھنڈر تلے دبے ہوئے کراہ رہے تھے۔ یونانی حکمانے اپنے فلسفہ کے زور پر ہر مسئلہ حل کرنا چاہا۔ اس دور کا یونان فلسفیوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ ارشمیدس، یہ اقلیدس، یہ بطلیموس، یہ سقراط اور بقراط، یہ ارسطو اور افلاطون، جس طرف نگاہ اُٹھتی، فلسفیوں کی قطار بندھی نظر آتی مگر بات پھر وہی ہے جو حکیم الامت اقبالؒ نے کہی ہے:

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

یونان کی چمکتی دمکتی اکیڈمیوں نے اندھیرا اور گہرا کر دیا۔ یہ دُنیا منور ہوئی تو غارِ حرا کے گوشے سے طلوع ہونے والے آفتاب نبوت سے ہوئی۔

رومتہ الکبریٰ کے قیصر اور فارس کے کسریٰ بھی انسانیت کی پیٹھ پر بوجھ ہی رہے۔ اگر کسی نے آکر انسان کو سبکدوش کیا تو آغوش آمنہؓ کے پروردہ نے کیا۔ یہ فغفور و خاقان انسانیت کے لیے نادان ثابت ہوئے۔ دُنیا کو امان ملی تو پیغمبر ﷺ کے گوشہ دامان میں نصیب ہوئی۔ شاہی قبا و عبا، انسانی آبادی کے لیے وبا نکلی، وہ کالی کملی تھی، جو گرفتاران بلا کے لیے نسخہ شفا بنی۔ بادشاہوں کی وسیع سلطنتیں اپنے باشندوں کے لیے سخت اور تنگ شکنجے تھیں جب کہ یتیم مکہ کی چھوٹی سی کوٹھڑی دُنیا بھر کے مظلوموں کے لیے اپنے اندر افلا کی وسعتیں رکھتی تھی۔ حبش سے آنے والے، روم سے آنے والے، فارس سے آنے والے اور نجد سے آنے والے آتے گئے اور سماتے گئے۔ ارقم کے چھوٹے سے گھر میں بحر و بر سمٹ گئے۔

آج ہر آن پھیلتی ہوئی کائنات میں پھر سے تنگی کا احساس ہونے لگا ہے۔ سائنس کی بے کرانی میں دم گھٹنے لگا ہے۔ سیٹلائٹ، مریخ و مشتری کو گرفتار کرنے کے مشن پر ہیں مگر بدقسمت انسان ہوائے نفس کا اسیر ہو رہا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے پردے میں قبائے انسانی چاک ہوتی نظر آرہی ہے۔ ''انٹرنیشنل ویلیوز'' کے چکر میں انسان اپنی رہی سہی قدر کھو رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے:

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے، ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اوّل گیا، آخر گیا

واقعہ یہ ہے کہ آج کا ''بوعلی'' غبار ناقہ میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی ''مجنوں'' ڈھونڈا جائے جو ''محمل لیلیٰ'' کو پا سکے۔ یہ مجنوں یورپ کی دانش گاہوں میں نہیں ملیں گے۔ غبار رہ حجاز کو آنکھوں کا سرمہ بنا کر دیکھا جائے تو شاید کہیں مجنوں نظر آجائیں۔ وہ کون سا نظام ہے جو دُنیا نے آزما کر نہیں دیکھا اور وہ کون سا طرز حیات ہے جو اہلِ دُنیا

نے اپنا کر نہیں دیکھا مگر حاصل کیا ہے؟ انسانیت کی بے قدری، ایک دوسرے سے بیگانگی، تری خشکی اور محض برہمی، انسانی دُنیا اگر فی الواقع خلوص دل سے چاہتی ہے کہ وہ مزید ٹھوکروں سے بچ جائے تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ وہ اپنا بستر اس گلی میں لگا دے، جس کوچے کا ہر گدا، شکوہ قیصری رکھتا ہے۔ اس گلی کے پھیرے لگانے والے اپنے سر میں سکندری کا سودا سمائے رکھتے ہیں۔ یہ بند اور اندھی گلی نہیں، اس کا ایک سرا دُنیا اور دوسرا عقبیٰ ہے۔ دربار شہی میں وہ عزت نہیں ملتی، جس قدر اس گلی میں عزت نفس کا احساس نصیب ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ انسانیت کی آبرو بڑھانے تشریف لائے تھے۔ جو آبرو حضرت انسان کو ملی، وہ بھی ان کے کرم سے ملی اور جو آبرو آج بھی ملے گی، ان کے دم سے ملے گی۔ غالب نے تو کہا تھا:

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

یہ تو غالب کے عشوہ طراز معشوق کا شیوہ تھا مگر محبوب خدا ﷺ کا عالم تو یہ ہے کہ:

جس کو ہو جان و دل عزیز اس گلی سے جائے کیوں

''میں'' اور ''سے'' کے فرق کو اہلِ نظر خوب جانتے ہیں!!

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی
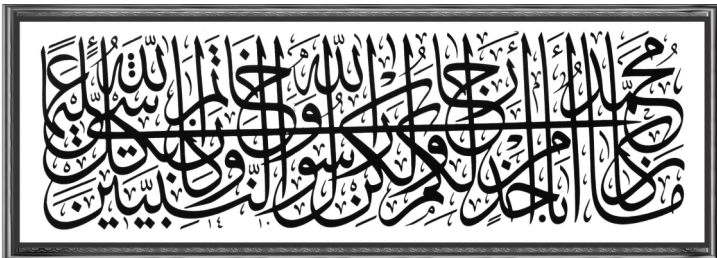
کبھی ایسی سحر دیکھی نہ تھی افلاک نے اب تک

بہار کا موسم ہے، نہ سردی کی شدت، نہ گرمی کی تیزی۔ خشک زمین کو بارانِ رحمت نے سیراب کر دیا ہے، بلبل چہچہا رہی ہے، غنچے مسکرا رہے ہیں، کلیاں چٹک چٹک کر ''یا مصور!'' کہہ رہی ہیں، پھول مہک مہک کر دماغ کو معطر کر رہے ہیں، چمن میں کیوڑہ اور گلاب کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔ قبل اس کے کہ سحر ہو، شبنم نے پھولوں کی پنکھڑیوں پر ننھے ننھے خوبصورت موتی جڑ دیے ہیں، سارا گلشن خوشبو سے مہک رہا ہے، ڈالیاں وجد کر رہی ہیں، رات کی سیاہی دور ہو چلی، مغرب کا شاہسوار روشنی کی فوجیں ساتھ لے کر آنے والا ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم چل رہی ہے، ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے، صحرا سے، آسمان سے، بلبل کے چہچہانے سے، غنچوں کے مسکرانے سے غرض ہر طرف سے یہ صدا آ رہی ہے کہ آج نبی آخر الزمان ﷺ کا ظہور ہونے والا ہے!!

درد کاکوروی

ادب گاہیست زیرِ آسماں، از عرش نازک تر
نفس گُم کردہ می آید، جُنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

نور کی چادر ہر سمت پھیل گئی

رات کا دورہ ختم ہو چکا۔ آسمان نے کروٹ بدلی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ریگستان عرب کو سرد کر دیا۔ طائران خوش الحان یتیم عبداللہؓ کی تشریف آوری کا مژدہ چہک چہک کر گانے لگے۔ صبح صادق نے رات کی سیاہی دور کی اور نور کی چادر ہر سمت پھیلا دی۔ روشنی اندھیرے پر غالب آئی، صبا اٹھکیلیو ں میں مصروف ہوئی اور سرسبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرط مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں۔ آمنہؓ کے لعل ﷺ پر زمینی کائنات نثار ہونے کو آگے بڑھی۔ بار آور شاخوں نے ارضِ حجاز کو بوسہ دیا، نسیم نے ہزار جان سے قربان ہو کر بساط ارضی کو چوما۔ ہوا نے اس مقدس نام کی تسبیح پڑھی۔ خوش رنگ پھولوں نے مکے کی خاک اپنی آنکھوں سے ملی اور ملک کا چپہ چپہ اور ذرّہ ذرّہ اس مسرت میں لہلہاتی ہوئی کونپلوں کے ہم آہنگ ہوا۔ آسمان عرب نے عبدالمطلبؓ کے گھر دارابنِ یوسف کے در و دیوار پر روشنی کی بارش کی۔ چمکدار تارے عبداللہؓ کے لخت جگر پر قربان ہوئے اور مخلوق فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا۔ آتش نمرود کے ذرات پھولوں کا لباس پہن کر زرو جواہر کی کشتی میں دعائے ابراہیمی کو سر پر رکھے عبدالمطلبؓ کے گھر پر نمودار ہوئے۔ دارابن یوسف کی دیواریں تعظیم کو جھکیں۔ فرحت کی جھڑیاں برسیں، ہوا معطر ہوئی اور آسمان و زمین مبارک بادوں کے نعروں میں سرگرم ہوئے۔

حیاتِ انسانی کی تاریخ اُن واقعات سے محروم نہیں جب قدرت کے زبردست ہاتھوں نے اپنی طاقت پر فخر کیا ہے۔ صانع حقیقی نے اپنی صنعت کو سراہا اور احسن الخالقین نے اپنی خلقت پر ناز کیا۔ آج کتابِ زندگی کا یہ باب بند ہوتا ہے، اوصافِ انسانیت ختم ہوتے ہیں اور آدمیت کی تمام صفتیں جمع ہو کر ایک ذات میں رونما ہوتی ہیں۔ رحم و کرم کی

حسین دیویاں خلق ومروت کے تروتازہ گلدستے ہاتھوں میں لیے عبدالمطلبؓ کے گھر میں نمودار ہوئیں۔ خلوص وصداقت کے کفش بردار چہرے، راستی وایثار کے جواہرات سے مزین ہوکر سامنے آئے۔ عبادت وریاضت کے علمبردار شرک وبت پرستی کو تاراج کرتے ہوئے خانۂ کعبہ پر توحید کے جھنڈے گاڑنے لگے۔ آسمان فرطِ مسرت سے اچھل پڑا، زمین اپنی خوش نصیبی پر فخر کرنے لگی اور وہ وقت قریب آگیا جب دنیا کے ہاتھ اُس بچے کو اپنی آغوش میں لیں جسے روئے زمین کی اصلاح کرنی ہے۔ ارضی وسماوی کائنات کی نظریں اُس جمال پر پڑیں جو ایک عالم کو منور کرے گا اور وہ فخر موجودات ظہور پذیر ہو جس کے مبارک قدموں میں سرکش گردنیں جھکیں گی اور عدل حقیقی اُس کے پاؤں چومے گا۔

آمنہ کے لعل! تیری پیدائش ایک نعمت ہے جو خدا ہمیں عطا فرمارہا ہے۔ تیرا مبارک وجود جس نے کارخانۂ حیات کو زیروزبر کر دیا۔ تیری مقدس ہستی جس نے دنیا کی تاریکی میں تہلکہ مچادیا، قدرتی انعام تھا۔ عبداللہ کے یتیم! تو انسانیت کا سرتاج تھا جو ہمیں آدمیت کے معنی بتا گیا۔ تیری زندگی جس نے عدل نوشیروانی کو شکست دی اور عرب کی سنگلاخ زمین پر خلق ومروت کے دریا بہادیے، عطیۂ خداوندی تھا۔ دنیا کو روشن کر دینے والے چاند! شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دینے والے بادشاہ! بڑھیا بھکارن کی صدا پر لبیک کہنے والے آقا! یتیم کے زخموں پر مرہم رکھنے والے طبیب! بیوہ کے داغوں کو پھول بنا دینے والے باغبان! تو نے دکھا دیا اور ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک انسان بغیر کسی فوج اور لشکر کے لاتعداد دِلوں پر حکومت کر سکتا ہے۔ عرب کی جہالت کو مٹا دینے والے نور! عالم کے اندھیرے کو روشن کر دینے والے چراغ! بتوں کو ڈھانے اور شرک کو مٹانے والے رسول! تو نے سنایا اور ہم نے سنا۔ تو نے زبان سے فرمایا اور ہم نے آنکھ سے دیکھا کہ ایک تن واحد کی صداقت گروہ اور جماعت، ملک اور عالم کے مقابلے میں کیوں کر کامیاب ہوسکتی ہے۔ تیرے کرم نے اندھے کی آنکھوں میں لہریں لیں، تیرے رحم نے اپاہج کے دل میں رحم کیا۔ تیرے خلق نے جانی دشمن کی عداوت ختم کی اور تیری عنایت نے غیر کو عزیز بنا دیا۔

رسالت کے لازوال چمنستان میں خالق حقیقی نے نبوت کا تاج تیرے سر پر رکھا اور دنیا کی محدود آبادی میں دشمن تیری صداقت پر اور اغیار تیری امانت پر قربان ہوئے۔صداقت کے مجسم پتلے! ایثار کے کامل انسان! تو نے دنیا کے ہر گوشے کو اپنی روشنی سے جگمگایا۔آمنہ کے لعل اور عبداللہ کے یتیم! تو نے عالم میں اپنی انسانیت کا ڈنکا بجا دیا۔

آ آ ظہور فرما، کرم کر، تشریف لا۔آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے گھر میں، ہماری آنکھوں میں......

طائران عرب کی چہکار نے رات کی خوشی کو الوداع کیا۔زیتون کی بار آور شاخیں قہقہوں میں مصروف ہوئیں، نور کی گھڑی صبا کی گود میں دنیا کے اس نئے مہمان کی آمد کا اعلان کرتی ہوئی جس کے انتظار میں دنیا کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، عبداللہ کے گھر پر نازل ہوئی، آسمانی چاند کی عاشق چکور جس نے رات بھر فضائے بسیط میں آمنہؓ کے گھر کا طواف کیا، دار ابن یوسف کی دیواروں پر زمینی چاند کے شوق میں آ بیٹھی، خوش الحان پرندوں کے نغمے، سرسبز درختوں کی موسیقی، صبح صادق کا سہانا وقت، کچھ ایسا عالم تھا کہ کائنات کا ہر ذرہ آمد مصطفیٰ ﷺ کے نعرے لگانے لگا، تارے جھلملا چکے، مکہ کا ذرہ ذرہ آمنہؓ کے لعل کی تعظیم کو تیار ہو گیا ہے۔خانہ کعبہ کی دیواریں ساکت و خاموش دعائے ابراہیمی کا ورد کر رہی ہیں، شرکت و بت پرستی کے بے جان بت باد صداقت کے تند و تیز جھونکوں سے لرز رہے ہیں اور مبارک وسلامت کی صدائیں ہر سمت سے بلند ہو رہی ہیں۔

سپید وسحر کا دامن آہستہ آہستہ وسیع ہو رہا ہے اور قدرت کا ہاتھ بتدریج فضائے شب کو چاک کرنے میں منہمک ہے، ہوا خاموش درختوں کو گدگدا رہی ہے، پتے جھوم کر اور بلبل چہک کر بآواز بلند کہہ رہے ہیں: آ ظہور فرما تشریف لا!

آمنہؓ کی گود میں......عبداللہ کے گھر میں...... ہماری آنکھوں میں......آ پہنچی وہ مبارک ساعت اور شبھ گھڑی جس نے دنیا میں ایک تغیر پیدا کر دیا اور چشم زدن میں ہوا کا رخ ادھر سے ادھر بدلا!!''

چادرِ شب قریب قریب چاک ہو چکی تھی اور شہسوار مشرق اپنی پوری جمعیت

کے ساتھ یتیم عبداللہ کی پابوسی کو آگے بڑھ رہا تھا۔ فضائے آسمانی کی تاریکی نور سے بدلی، رات نے دن کا لباس پہنا اور آسمان نے زمین کے کان میں دلی مبارک باد پیش کی۔ مکے کے خوش الحان طائر مصروفِ نغمہ سنجی تھے۔ قریش کی عورتیں لڑکے کی پیدائش پر باغ باغ ہوئیں۔ عبدالمطلبؓ نہال نہال تھے اور آمنہ بی بیؑ کی باچھیں کھل رہی تھیں۔

دنیائے ناپائیدار کا وہ بہترین انسان جو زندگی کی روح اور انسانیت کی جان تھا، ظہور فرما چکا۔ جس کی پیدائش پر مبارک سلامت کی دھوم دھام فرش سے عرش تک بلند ہو رہی ہے، آمنہ بی بی کے کلیجے سے لگا ہوا ہے۔ وہ نور کی پتلی، روشنی کا قمقمہ جس کی چمک ایک عالم میں پھیلی، دنیا میں تشریف لے آیا۔ تخیل کی گل کاری کائنات کے اس پھول پر بصد شوق قربان ہو رہی ہے۔ صحتِ دماغ اور سلامتی عقل آنکھیں بند کر کے یتیم عبداللہ کے استقبال کو آگے بڑھی ہے اور بعجز و ادب ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر درود و سلام کا حقیر ہدیہ اِن الفاظ میں پیش کرتی ہے۔

''بزم میلاد کے دولھا! دل اور جان دونوں تجھ پر قربان۔ عمر اِس آرزو میں ختم ہو رہی ہے کہ زندگی پروانہ وار تیرے نام پر نثار ہو۔ لاریب تو انسان تھا مگر کریم۔ بلاشبہ تو بشر تھا لیکن رحیم۔ تو نے بندہ بن کر دنیا میں خدائی اور فرش پر بیٹھ کر عرش پر حکومت کی۔ تو خاک نشین تھا مگر تو نے شہنشاہ بنا دیئے۔ تو بے کس تھا لیکن دنیا تجھ پر ایمان لائی۔ آمنہ کے لعل! آسمان وہ ساعت بھول نہیں سکتا جب زمین کا ہر ذرہ تیرا دشمن تھا مگر تیری صداقت نے تجھے امین بنایا۔ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے جو تیرے سر کے خواستگار تھے، تیرا کلمہ پڑھنے لگے۔

علامہ راشد الخیری

رحمتوں کی برسات

حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کفر وضلالت اور شرک و جہالت کا راج تھا۔ معاشرتی رسوم بگڑی ہوئیں، عادتیں خراب اور انسانیت نزار تھی۔ ساری کائنات پر شیطان کی حکمرانی تھی۔ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کی تعلیمات مسخ کر دی گئی تھیں۔ معمار جہاں خلیل اللہ کا بنایا ہوا خانہ خدا جسے حالی نے: 'دُنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا' قرار دیا تھا، اب خدا کا گھر نہ رہا تھا، اس کے بجائے بتوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ انسانیت ظلم کی چکی میں پس رہی تھی۔ انسانوں کو غلام بنایا جا رہا تھا۔ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا۔ بیویوں کو جوئے میں ہار دیا جاتا تھا۔ سودی کاروبار نے معیشت کو اپنے خونیں پنجوں میں جکڑ رکھا تھا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر ترس آیا۔ خالق کائنات کو جلال آیا۔ پوری دُنیا میں بُرائی کی قوتوں کو زوال آ گیا۔ اللہ کریم نے کرم فرماتے ہوئے حضور ﷺ کو پیدا فرمایا۔ آپ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ہی رحمتوں کی برسات ہونے لگی۔ ہر سو تسبیح و تہلیل ہونے لگی۔ رہبانیت پر خوف طاری ہو گیا اور ہر سو کرم ذات باری ہونے لگا:

کرم کے بادل برس رہے ہیں، دلوں کی کھیتی ہری بھری ہے
یہ کون آیا کہ ذکر جس کا، نگر نگر ہے گلی گلی ہے
یہ کیف و مستی فضا پہ چھائی، چمن پہ دیکھو نکھار آیا
ہیں پھول مہکے کھلی ہیں کلیاں، جیسے موسم بہار آیا

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری، ولادت باسعادت کی خبر جنات بھی دینے لگے۔ اس کی گواہی حجر شجر سے نکلنے لگی۔ بت منہ کے بل گرنے لگے۔ آتش کدۂ ایران کی کئی برس سے روشن آگ بجھ گئی۔ دلوں کے چراغ روشن ہونے لگے۔ جہالت کی

تاریکیاں چھٹنے لگیں۔نور کی برسات ہونے لگی۔

ولادت باسعادت کوئی معمولی تاریخی یا جغرافیائی تبدیلی کا پیش خیمہ نہیں تھی۔ جس دن ولادت باسعادت ہوئی، قدسیوں نے آپ کی تشریف آوری کے ترانے گائے۔ مجبور و مقہور بے بس انسانوں نے کہا، ان کا چارہ گر آ گیا ہے۔غلاموں نے کہا، ان کا آقا و مولیٰ آ گیا ہے۔یتیموں نے کہا، ان کا ولی آ گیا۔ کلمے نے کہا، اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کرنے اور کعبے کو جبینوں سے سجانے والا آ گیا۔ چاہ زمزم پُکار اُٹھا، میرا صحیح وارث آ گیا۔اس لیے مبشر کونین کی سیرت لکھنے والے کا مرتبہ بھی بلند کر دیا جاتا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے **ورفعنالک ذکرک** ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا، اس لیے جو حضور خاتم النبیین ﷺ کا ذکر خیر کرے گا، اللہ اس کا بھی مرتبہ بلند کر دیتا ہے اور دُنیا میں اسے فوز و فلاح ملتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ دُنیا میں تشریف لائے تو اُن کے جلوہ فرما ہوتے ہی زمین والوں پر اللہ کی رحمتوں کے در کھل گئے۔ظہور خوش نوا زمزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ گلشن انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔سر بہ گریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انھیں جگانے والا اور جگا کر شگفتہ پھول بنانے والا آ گیا۔علم و آگہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوش صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے ہوئے تھے، ان میں شوق نمو انگڑائیاں لینے لگا!!

ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ

فضائے آسماں میں اک صدائے مرحبا گونجی

12 ربیع الاوّل کو مکہ شریف میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ مکہ معظّمہ میں ایک نئی مسرت نمایاں ہو رہی تھی۔ اُس روز قبیلہ قریش میں ایک دُرِ یتیمؐ کا ظہور ہوا تھا۔ فرشتے آسمان سے واحدانیت کے نغمے گاتے ہوئے زمین پر اُتر رہے تھے۔ ہر ایک دل میں مسرت کا دریا لہریں لے رہا تھا۔ مجرموں کا دل دھڑک رہا تھا............ زمین پر آسمان سے پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ اس وقت عرب اور اسلام (حضرت محمدؐ) کے ہاتھوں کو چوم رہے تھے۔

منشی رگھوناتھ راؤ درد

رُوح کائنات جھومنے لگی

یہ کون آیا ہے کہ محرابِ یقیں میں کہکشاؤں کے جھرمٹ ہجوم کرنے لگے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ نسلِ آدم کے تقدس پر مسلط بانجھ موسموں کے سلگتے ہوئے بدن، انگڑائیاں لے کر بیدار ہونے لگے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ سلگتی ہوئی فضائیں شاداب ساعتوں اور مخمور لمحوں سے ہمکنار ہونے لگی ہیں، یہ کون آیا ہے کہ شرفِ انسانی کی مٹتی ہوئی قدریں پھر سے بحال ہو رہی ہیں، یہ کون آیا کہ حرمِ حق کے پرچم چاروں طرف لہرا رہے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ شمیمِ سحر، امن اور سلامتی کا مژدہ لیے کلیوں کے گھونگٹ اُلٹ رہی ہے، یہ کون آیا ہے کہ حوا کی بیٹی کے برہنہ سر پر چادرِ رحمت ڈال دی گئی ہے، یہ کون آیا ہے کہ کائناتِ رنگ و بو میں روشنی کی ہر کرن، وجد میں آ گئی ہے، یہ کون آیا ہے کہ رُوحِ کائنات جھومنے لگی ہے، یہ کون آیا ہے کہ فصیلِ قصرِ شاہی پر عظمتِ جمہور کے پرچم کھل رہے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ چار دانگ عالم میں غلبہ حق کا اعلان ہونے لگا ہے، یہ کون آیا ہے کہ آتش کدوں کی آگ بجھ گئی ہے، یہ کون آیا ہے کہ باطل کے ایوانوں پر لرزہ طاری ہے، یہ کون آیا ہے کہ ابلیسیت کے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہے، یہ کون آیا ہے کہ انسان کی 'خدائی' کے خاتمے کی نوید سنائی جا رہی ہے، یہ کون آیا ہے کہ رنگ و نسل کے بت پاش پاش ہو گئے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ جبر کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے غلاموں کی دُنیا میں آزادی کا سورج طلوع ہو رہا ہے، یہ کون آیا ہے کہ سسکتی ہوئی انسانیت کے ویران آنگن میں گنگناتی ہوئی خوشبوئیں رقص کرنے لگی ہیں، یہ کون آیا ہے کہ جس کے نقشِ قدم پر تاریخ کا سفر جاری تھا، جاری ہے اور جاری رہے گا، یہ کون آیا ہے کہ آگہی کا ہر حرف، جس کی گفتارِ جمیل سے اکتسابِ شعور کرنے کا پابند ہے، یہ کون آیا ہے کہ شبِ ستم کی تاریکیاں اپنا رختِ سفر باندھنے لگی ہیں، یہ کون آیا ہے کہ بت

پرستی کی ہر شکل کی تکذیب کے لیے سامان عبرت فراہم ہونے لگا ہے، یہ کون آیا ہے کہ جس کے آنے سے زمین پر عدل کا نفاذ ہوگا، یہ کون آیا ہے کہ مقتلوں میں دھول اُڑنے لگی ہے اور خون انسانی کی حرمت کو، کعبے کی حرمت سے زیادہ قرار دیا جا رہا ہے، یہ کون آیا ہے کہ ہر بریدہ شاخ مسکرانے لگی ہے، یہ کون آیا ہے کہ دامان سحر میں گلشن مہکنے لگے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ پیاسی زمینوں اور بنجر ساعتوں پر، ابرِ کرم کی رم جھم ہونے لگی ہے، یہ کون آیا ہے کہ ہوائے مشکبار مشام جان کو معطر کرنے لگی ہے، یہ کون آیا ہے کہ جس کا اسم گرامی کائنات کی ہر چیز کی زبان پر رواں ہے، یہ کون آیا ہے کہ جس پر خالق کائنات اور اس کے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ قرآن جس کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دے رہا ہے، یہ کون آیا ہے کہ جس کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا ہے، یہ کون آیا ہے کہ عرش سے فرش تک نور کی چادر تان دی گئی ہے، یہ کون آیا ہے کہ نسل آدم کے بخت خفتہ پر پڑے نامرادی کے قفل، ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ تشکیک والحاد کی وادیوں میں توحید باری اور خالق یکتا وتنہا کا ڈنکا بجنے لگا ہے، یہ کون آیا ہے کہ تاریخ بشر، صدق و صفا، فقر وغنا، جود وسخا اور لطف وعطا کی شگفتہ کلیوں سے مہک رہی ہے، یہ کون آیا ہے کہ تمدن کی جبیں پر چاندنی کی نرم کرنیں نئے دن کا نیا عہد نامہ تحریر کر رہی ہیں، یہ کون آیا ہے کہ جس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ، حکم خدا ٹھہر رہا ہے، یہ کون آیا ہے کہ تپتے ہوئے ریگ زاروں اور سلگتے ہوئے صحراؤں سے آب خنک کے چشمے پھوٹ نکلے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ شرک وجاہلیت کے تمام فلسفے باطل قرار دیے گئے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ ابر نور ونکہت ہر بستی اور ہر قریے پر کھل کر برسا ہے، یہ کون آیا ہے کہ آئینہ خانوں میں بکھرے ہوئے عکس اور ٹوٹے ہوئے وجود اپنی اکائی کو تحفظ کی ردا میں لپٹا ہوا دیکھ رہے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ کارخانہ قدرت میں روشنیاں، عمل کی صورت میں تجسیم ہونے لگی ہیں، یہ کون آیا ہے کہ فرعونیت اور قارونیت کو کہیں جائے پناہ نہیں مل رہی، یہ کون آیا ہے کہ تاریک خطوں میں دھنک کے ساتوں رنگ بکھرنے اور مچلنے لگے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ ابرِ شفاعت جس کے ہم رکاب ہے، یہ کون آیا ہے کہ بنجر سوچوں والے قلم رُو انسان بھی اضطراب سے آشنا ہونے

لگے ہیں، یہ کون آیا ہے کہ جس کے فیض کا چشمہ قیامت تک جاری رہے گا، یہ کون آیا ہے کہ جو مرکز عشق ہے، یہ کون آیا ہے کہ بعد حشر بھی جس کی رسالت کا پھریرا اُڑتا رہے گا، یہ کون آیا ہے کہ جس کے ذکر جمیل پر معبد جاں میں، ریشمی موسم اُترنے لگے ہیں اور یہ کون آیا ہے جس کا ہر نقش پا خورشید محبت بن کر اُفق دیدہ و دل پر طلوع ہو رہا ہے اور طلوع کا یہ منظر قیامت تک ہر لمحے اور ہر ساعت کے مقدر کو جگمگاتا رہے گا!!

....

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت تاریخ انسانی کا سب سے بڑا واقعہ ہے، اس لیے کہ یہ ایک منفرد نورانی ولادت تھی جس میں بے شمار معجزات رونما ہوئے، بشارتوں کا تانتا بندھ گیا اور قدم قدم پر انوار و تجلیات کا ظہور ہوا کہ آنے والے رسول محتشم ﷺ نے کائنات کے ہر گوشے کو منور و تاباں کرنا ہے۔ ایک طرف حضرت آمنہؓ کی دلجوئی اور جمع خاطر کے لیے جنتی خواتین 'حورالعین' اور حضرت سیدہ آسیہؑ اور حضرت مریمؑ کو بھیجا گیا کہ وہ بھی حضور ختمی مرتبت ﷺ کے جشن ولادت میں شرکت کا اعزاز حاصل کریں، حضرت آمنہؓ کے لیے تسلی و تشفی کا باعث بنیں۔ انہیں دلاسہ اور حوصلہ دیں اور انہیں باور کرائیں کہ آمنہؓ تیرے قدموں پر کونین کی دولت نثار کہ تو تاجدار کائنات ﷺ کی ماں بننے کی سعادت حاصل کرنے والی ہے۔ دوسری طرف حضرت آمنہؓ سے ایسے نور کی ضوفشانی ہوئی جس سے شرق و غرب تک اجالا پھیل گیا۔ مخدومہ کائناتؓ نے اس روشنی میں شام کے محلات دیکھے حتیٰ کہ بصرہ میں چلتے پھرتے اونٹوں کی گردنیں بھی اس سرمدی روشنی میں صاف دکھائی دیں۔

قرن ہا قرن سے ہوا نے وقت کے چہرے پر ان گنت خراشیں کھینچ دی تھیں۔ قدم قدم پر کفر و شرک کی ظلمتوں نے خیمے گاڑ رکھے تھے۔ شرف انسانی کی بحالی کا ہر تصور ننگی خواہشات کی گرد میں گم ہو چکا تھا۔ کرہ ارضی قریہ جبر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ہر طرف بربریت، درندگی اور وحشت کا راج تھا۔ انسان انسان پر خدائی کا خواب دیکھ رہا تھا۔ ذہنوں میں خدا بننے کا فتور سمایا ہوا تھا اور حیوانی معاشرے کی ساری تاریکیاں، جنگل کی

ساری ظلمتیں انسانی معاشروں میں در آئی تھیں۔ اخلاق نام کی کوئی چیز ڈھونڈے سے نہیں ملتی تھی۔ آئینہ خانے میں ہر عکس اپنی پہچان سے محروم ہو چکا تھا۔ فاران کی چوٹیوں پر آفتاب رسالت کے ظہور سے ظلمت شب کو رخت سفر باندھ کر رخصت ہونا پڑا۔ ہر طرف روشنی ہوگئی۔ ہوائے تازہ نے صدیوں سے مقفل دروازوں پر دستک دی اور حیات انسانی بہار جاوداں کی لذتوں سے ہمکنار ہوئی۔ دختر حوا کے پاؤں کی زنجیریں کٹیں اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا، جو خیر اور روشنی کا دور تھا۔ اس نور اول الخلائق کی کیا شان نورانی ہوگی کہ شام اور مصر کے محلات اور بازار ہی نہیں، کائنات رنگ و بو کے ہر گوشے اور ہر قریے میں روشنی نے ہر چیز کو رخشندگی اور تابندگی بخش دی تھی۔ وہ رسول اعظم ﷺ دنیا میں تشریف لائے جو اپنی شان اعجازی میں نیکی، طہارت، پاکیزگی اور بندگی کا حرف آخر ہیں۔

ظہور قدسی کے وقت افق کائنات پر تاجدار کائنات ﷺ کی حکمرانی کی بشارتیں طلوع ہوئیں۔ مشرق و مغرب میں حضور ﷺ کے ظہور پر نور کا مژدہ سنایا گیا۔ اے اولاد آدم! مبارک ہو کہ تیرا نجات دہندہ آ گیا ہے۔ اب جھوٹے خداؤں کے پنجہ استبداد سے تیری رہائی کا پروانہ جاری ہوگا۔ اب ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے انسان سر بسجود نہیں ہوگا۔ اب اس کے دامن صد چاک میں ایمان کا نور بھر دیا جائے گا۔ اب اسے خوف خدا کے سوا ہر خوف سے آزاد کر دیا جائے گا۔ سیدہ آمنہؓ کو تین پرچم دکھائے گئے۔ ایک شرق عالم کے بعد میں، دوسرا غرب عالم کی وسعتوں میں اور تیسرا پرچم خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔

تاجدار کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت پر کائنات کا ذرہ ذرہ خوشی سے جھوم اُٹھا۔ عرش سے فرش تک نور کی ایک چادر سی تان دی گئی۔ اخوت اور محبت کی خنک چاندنی چاروں طرف بکھر گئی۔ خوشبوئے اسم محمد ﷺ سے فضائیں معمور ہو گئیں۔ ساعتیں درود پڑھنے لگیں، مرحبا سیدی یا رسول اللہ ﷺ! آپ آئے تو برہنہ شاخوں پر پھول کھل اُٹھے۔ آپ ﷺ آئے تو کہکشاں نے جھک کر زمین کو سلامی دی، کشت دیدہ و دل میں ابر کرم ٹوٹ کر برسا، نہاں خانہ دل میں ہی نہیں بجر زمینوں کو بھی روئیدگی کی چادر عطا ہوئی، صحرا

کے تشنہ ہونٹوں سے آب خنک کے چشمے پھوٹ پڑے، فصیل گلستاں پر چراغ جلنے لگے، شبنم کے موتی چاروں طرف بکھر گئے، دھنک کے رنگ آسمانوں سے اتر کر زمین پر جلوہ گر ہوئے، معبدوں میں بت اوندھے منہ گر پڑے، اندھیروں نے غاروں میں منہ چھپا لیا اور ہوا کا دامن روشنی سے اور خوشبو کا آنچل چاندنی سے بھر گیا، کائنات عروج آدم خاکی پر جھوم اُٹھی اور آسمانوں نے بڑھ کر زمین کے قدم چھو لیے، اس لیے کہ آقا حضور ﷺ! اس زمین کو آپ کی قدم بوسی کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! مکے کی یہ زمین جو آپ کے قدموں کو بوسہ دے رہی ہے، اس پر کونین کی دولت نثار۔

کائنات انقلاب آفریں تبدیلیوں سے آشنا ہو رہی تھی۔ پیغمبر انقلاب دنیائے رنگ و بو میں تشریف لانے والے تھے۔ فضائیں پیغام تہنیت سے گونج رہی تھیں۔ شاخ تمنا ثمر بار ہوئی اور بارگاہ خداوندی میں جھک کر سجدہ شکر بجا لائی کہ اے مالک ارض وسما! تو نے میری فریاد سن لی، تو نے میری دعاؤں کو قبولیت کی خلعت فاخرہ عطا کی، تو نے اپنا محبوب بھیج کر ہم پر احسان عظیم کیا۔ اے رب العالمین! اس احسان پر ہم مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور تیری بارگاہ میں سربسجود ہیں کہ تو اپنی مخلوقات کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف عطا کرتا ہے، تو ان کی دستگیری کرتا ہے اور ان کی مشکل کشائی کرتا ہے تو ان کا روزی رساں ہے اور لمحات غم میں تو ہی ٹوٹے دلوں کا سہارا بنتا ہے۔ اے مالک ارض وسما! تو نے سسکتی اور بلکتی ہوئی انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے محسن انسانیت ﷺ کے وجود مسعود کو دنیا میں بھیج کر اپنے بندوں پر احسان عظیم کیا ہے کہ بنجر زمینوں پر سبزے کی چادر بچھ گئی ہے اور سینہ سنگ کو چیر کر آب شیریں کے چشمے رواں دواں ہو کر تشنہ زمینوں کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ تیرے رسول آخر ﷺ کی پذیرائی کے لیے کون و مکاں کا ذرہ ذرہ اپنی آنکھوں میں سمٹ آیا ہے۔

شب ولادت کائنات ارض وسماوات کی ایک منفرد اور عظیم رات تھی۔ اس رات کے جلو میں آفتاب رسالت طلوع ہو رہا تھا۔ مقصود کائنات، فخر موجودات حضرت محمد ﷺ اس عالم رنگ و بو میں تشریف لا رہے تھے۔ اس رات کے انتظار میں تمام مخلوقات

خداوندی قرن ہا قرن سے چشم براہ تھیں۔ اس لمحہ مسرت کی پذیرائی کے لیے عرش سے فرش تک جشن میلاد بپا تھا۔ آسمان سے زمین تک پیغامات تہنیت کا تانتا بندھ گیا۔ پوری کائنات جھوم اُٹھی۔ اجرام فلکی وجد میں آ گئے۔ فضائیں صل علیٰ کے نغموں سے معمور ہوگئیں۔ زمین اپنے بخت رسا پر پھولے نہیں سماتی تھی۔ آج اسے اس شاہکار خداوندی کی قدم بوسی کی سعادت حاصل ہو رہی تھی جس کے تصدق میں اس کائنات رنگ و بو کو تخلیق کیا گیا تھا:

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

جنتوں اور آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے کہ فرشتو اور حورو! جشن میلاد مناؤ کہ آج کی صبح صاحب معراج کے دنیا میں تشریف لانے کی صبح ہے۔ آج کے سورج کی پہلی کرن مکے کی زمین کو بوسے دے گی کہ مبارک ہو دریتیم آمنہؓ جو تمام انبیا کا سردار ہے، جس کے سر اقدس پر ہم نے ختم نبوت کا تاج سجایا ہے اور جس کے ہاتھ میں شفاعت کا پرچم دیا ہے، ہمارا وہ محبوب رسول مکے کی زمین کو اپنی قدم بوسی کا اعزاز بخشے گا۔ بہارو! وجد میں آ جاؤ، ستارو! جھوم جاؤ، خوشبوؤ! بڑھ کر میرے محبوب کے قدموں سے لپٹ جاؤ، یہی تاجدار کائنات ہے، یہی پیغمبر ازل ہے، یہی رسول اول و آخر ہے۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی، اگر محمد ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ زمین ہوتی اور نہ یہ آسمان، نہ چاند، نہ ستارے، کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ میرے محمد ﷺ کے قدموں کی خیرات ہے۔

ایمان والو! اس خیرات سے جھولیاں بھر لو، در مصطفیٰ ﷺ پر لوٹ آؤ کہ یہیں سے تمہیں مجھ تک رسائی کا راستہ ملے گا۔ دین و دنیا میں فلاح پانا چاہتے ہو اور دنیا کی امامت کے آرزومند ہو تو آؤ میرے اس رسول کی چوکھٹ پر آ جاؤ، دین و دنیا کے تمام اعزازات تمہاری جھولی میں ڈال دیئے جائیں گے، اسی رسول ﷺ کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ اب حشر تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تمام انبیا کی شریعتیں آج سے منسوخ تصور ہوں گی۔ صرف شریعت محمدی ﷺ جاری ہوگی۔ ہم اس رسول ﷺ کو اپنی آخری کتاب دیں گے۔ یہ آسمانی ہدایت کی آخری دستاویز ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک حرف دائمی معجزہ بن

کر قیامت تک محفوظ و مامون رہے گا۔

شب میلاد وہ سہانی اور نورانی رات تھی جب کائنات میں معنوی انقلاب کا آغاز ہوا۔ظلمت شب کافور ہوئی اور ہر چیز انوار و تجلیات الٰہیہ میں نہا گئی۔نور مجسم اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے تو نور کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پوری کائنات میں موجزن ہوگیا۔نوری اجسام جھک جھک کر اس نوری تموج میں اضافہ کر رہے تھے۔فرشتے جھانک جھانک کر اپنے اشتیاق دید اور شوق فراواں کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ کب وہ نور کا پیکر جلوہ بار ہو اور فرشتوں کے امیر اسے لے کر دیدار عام کرائیں اور کائنات کو زیارت کا شرف بخشیں کہ اب حشر تک اس رسول محتشم کی حکمرانی ہوگی اور اس کی اتباع و اطاعت ہی دنیا میں فلاح اور آخرت میں نجات کی ضامن ہوگی۔

شب میلاد، ستاروں کا جھکنا، انوار کا چمکنا، عناصر فطرت کا اشتیاق، حور و غلمان کا استقبال، محلات شام و بصریٰ کا نظر آنا، حضرت آسیہؓ اور حضرت مریمؑ کی تشریف آوری، جنتوں اور آسمانوں کے دروازوں کا کھلنا، مخدومہ کائنات حضرت آمنہؓ کو دودھ کی طرح سفید مشروب کا پیش کیا جانا، مشرق و مغرب کے ساتھ خانہ کعبہ کی چھت پر پرچم کا لہرانا، آپ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت کا ثبت ہونا، سراپا معجزات کا ایک سلسلہ ہے، کوئی استعارہ یا علامت نہیں اور نہ یہ ولادت با سعادت کی تخیلاتی تصویر کشی ہے۔ ایسا سوچنا مقام ختمی مرتبت اور شان خداوندی کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ یہ سب کچھ اللہ رب العزت کی قدرت مطلقہ کے مظاہر ہیں۔ان کا انکار رب کائنات کی قدرت کاملہ کا انکار ہے اور یہ انکار کفر کی دلدل میں لے جاتا ہے۔رب کائنات ہر چیز پر قادر ہے۔ ولادت پاک کے حوالے سے معجزات کا ظہور بھی اسی ذات اول و آخر کی رضا و منشا کا مظہر ہے۔ یہ جو کچھ ہوا، ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔اس شان و شوکت کے حامل افراد کی آمد پر ماحول میں تغیر آ جانا ایک فطری سی بات تھی اور پھر یہ تو شب ولادت تھی اس رسول معظم ﷺ کی جس کی خاطر تمام جہانوں اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا گیا تھا۔اس شب عرشیوں اور فرشیوں میں اشتیاق دید کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا اور ایسا واقعتاً ہوا بھی۔ایسے عظیم انسانوں کی آمد پر

منجمد زندگی متحرک ہو جاتی ہے، جمود مسلسل کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور موجوں میں تموج کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں، فتنہ وشر کے مراکز پر دھول اڑنے لگتی ہے اور کائنات کی ہر شے جھوم اٹھتی ہے۔ عرش سے فرش تک مسرت کے شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ تاریک ویرانے منور اور سنسان مقامات آباد ہو جاتے ہیں۔ یہ دستور دنیا اور آئین تہذیب ہے اور ایسے پرمسرت مواقع پر یہ زیب بھی دیتا ہے۔ وہ تو کائنات کے بادشاہ، انسانیت کے محسن، تاجدار ارض وسما، محبوب رب العالمین اور نبی آخرالزماں ﷺ تھے اور ہیں۔

اگر ان کی تشریف آوری پر غیر مرئی جہاں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف نور کی بارش ہونے لگی اور نور کی ان لہروں میں غیر معمولی تموج پیدا ہونے لگا اور اہل نظر نے حضور ﷺ ہی کے رب کی برکت سے ان بے پایاں معجزات کو دیکھ لیا یا قدرت خداوندی نے انہیں گواہی کے لیے دکھا دیا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ یہ سب معجزات حضور ﷺ ہی کے تو ہیں۔ معجزات کہتے ہیں خرق عادت واقعات کو اور یہ معجزات اللہ کی جلالت اور اس کی حاکمیت کے مظہر ہوتے ہیں۔ ان معجزات، عجائبات اور واقعات کو حقیقی واقعہ کے طور پر تسلیم کر لینے میں کیا امر مانع ہے؟ ان واقعات کو حقیقت پر محمول کرنا ہی قرین انصاف اور قرین قیاس ہے۔ ایمان و دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان واقعات کو حقیقت تسلیم کیا جائے۔ تاویلات، استعارات اور تمثیلات و تشبیہات کا سہارا وہاں لیا جاتا ہے جہاں حقیقت **متعذر** اور ناممکن ہو، یہاں تو حقائق اور سیاق وسباق خود بدل رہے ہیں کہ یہاں کسی مجاز کی ضرورت ہی نہیں۔ مقام نبوت کی رفعت اور شان محبوبیت کی انفرادیت متقاضی ہے کہ ان روایات کو توڑنے مروڑنے کے بجائے انہیں من وعن تسلیم کرلیا جائے کہ اطاعت و اتباع رسول کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اپنے نبی ﷺ کے ہر معاملے میں صدیق باوفا کی پیروی کی جائے، معجزہ معراج کی تصدیق کی طرح ہر اس امر کو تسلیم کیا جائے جو حضور ﷺ کی عظمت ورفعت کو آشکار کرتا ہو۔

حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ولادت باسعادت کے پرمسرت موقع پر ان حیرت انگیز، حیرالعقول اور معجزنما واقعات کے علاوہ ولادت باسعات کی پورے جزیرہ نمائے

عرب میں فوری دھوم اور شہرت کی ایک ظاہری وجہ یہ بھی تھی کہ اس سال اہل عرب اور قریش تاریخ کے سخت ترین قحط اور افلاس میں مبتلا تھے۔ حضور پرنور ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ہی پورے عرب کی تقدیر بدل گئی۔ روش روش پر بہاروں نے ڈیرے ڈال دیئے، خنک موسموں نے ریگ عرب کو اپنے ماتھے کا جھومر بنالیا۔ عرب کا چاند نکلا تو عرب نہیں عجم کا ستارہ بھی اوج ثریا پر چمکنے لگا، عام سختیاں دور ہوگئیں، تمام الجھنیں سلجھ گئیں، تمام کلفتیں ختم ہوگئیں، حزن ویاس کی جگہ امیدوار روشنی نے لے لی۔ پژمردگی صحن گلشن سے رخصت ہوئی اور ریگزار عرب قدم قدم نخلستانوں کے خنک موسموں کے لمس سے ہمکنار ہوئی۔ زمین پر سبزے کی چادر بچھ گئی اور کھلیان اناج سے بھر گئے۔ تشنہ زمینوں کی پیاس بجھی اور قحط کے کرب سے خلق خدا کو نجات ملی۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی ’عام مسرت‘‘ رکھ دیا گیا:

سمٹ رہے ہیں ستارے فلک کی بانہوں میں
غبار نور ہے پھیلا ہوا نگاہوں میں
یہ کس رسول کی آمد ہے بزم ہستی میں
سحر ازل سے مودب کھڑی ہے راہوں میں

ریاض حسین چودھری

طلوع صبح جاں نواز

چمنستان عالم میں ہر طرف بادِسموم کے جھونکے مصروف تباہی تھے۔ ریگزار عرب کے ذرّے قتل و غارت گری کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے جھلس رہے تھے۔ پوری کائنات انسانی پر جبر و جور کا اندھیرا مسلط تھا۔ انسانی دُنیا میں درندگی و بہیمیت پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں فتنہ و فساد کی قہرناکیاں تھیں اور کہیں حرمان و نامرادی کی چیخیں سنائی دیتی تھیں۔ انسان بھیڑیوں اور درندوں کی زندگی بسر کرتے اور وحوش و بہائم کی طرح رہتے تھے۔ عصیان و سرگشتگی کی آندھیوں نے ہر سمت بربادیاں پھیلا رکھی تھیں۔ جن گردنوں کو آقائے حقیقی کے سامنے جھکنا چاہیے تھا، وہ خود تراشیدہ بتوں کے سامنے خم ہو رہی تھیں۔ ہر طرف فتنہ باریاں تھیں اور ہر سو قیامت خیزیاں۔ خیال بھی نہ ہوتا تھا، تصور بھی قائم نہ ہوتا تھا کہ کبھی بزم عالم سجائی بھی گئی تھی۔ چرخ نادرہ کار کی کسی گردش نے کبھی اس کرہ ارض کو بھی نوازا تھا اور چمنستان دہر میں بھی کسی دن، رُوح پرور بہاریں کھیلی تھیں کہ یکایک غیرت حق نے کروٹ لی، رحمت الٰہی کے بحر بیکراں میں بندہ نوازیوں کی موجیں بلند ہونی شروع ہوئیں، بندوں کی ضلالت و نامرادی کی طرف معبود کا گوشہ چشم و کرم مبذول ہوا۔ چمنستان سعادت میں بہاریں کھلنے لگیں اور پرتو قدس سے اخلاق انسانی کا آئینہ چمک اُٹھا یعنی وہ تاریخ آ گئی جس کے انتظار میں آفتاب عالم تاب نے مدت ہائے دراز تک لیل و نہار کی کروٹیں بدلی تھیں، وہ صبح جاں نواز طلوع ہوئی جس کے شوق انتظار میں سیارگان فلک چشم براہ تھے۔ شہنشاہ کونین، تاجدار عرفاں، فرمانروائے کائنات، شاہ عرب، سلطان عجم، صلب عبداللہؓ اور پہلوئے آمنہؓ سے پیدا

ہوئے۔ ربیع الاوّل کی 12 تاریخ تھی کہ ولادت نبوی ﷺ کا نور ایک پردہ ضیا بن کر تمام عالم امکاں پر پھیل گیا!!

سیّد زاہد حسین رضوی

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر

من وجہک المنیر لقد نوّر القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقّہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۱۳۵۱

قدرت کی نگاہیں بھی جس چہرے کو تکتی تھیں

کفر و شرک میں غلطاں و پیچاں اور فسق و فجور سے بھرپور دنیا، آفتاب ہدایت کی شدت سے منتظر تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم و بیش ساڑھے چھ سو سال بعد فاران کی چوٹیوں سے آفتاب نبوت جلوہ گر ہوا اور خالق کائنات نے پکار کر فرمایا:

- **انا ارسلنک شاهداً و مبشراً و نذیراً و داعیا الی اللّٰه باذنه و سراجا منیرا** (احزاب:45،46)

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر آفتاب آسمانی کو بھی روشن چراغ قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

- **وجعل القمر فیهن نورا وجعل الشمس سراجا** (نوح:6)

اور ان میں چاند کو چمکتا ہوا اور سورج کو چراغ بنایا۔

اس مماثلت اور اشتراک تشبیہ سے مقصود یہ تھا کہ جب آفتاب آسمانی نکلتا ہے تو اس کی روشنی و حرارت میں سیاہ و سفید، اعلیٰ و ادنی، باغ و دشت کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ اس کی کرنیں بلا تفریق ہر گھر کے آنگن کو منور کرتی ہیں۔ بعینہٖ جب آفتاب نبوت چمکا تو اس نے بھی نسل و نسب کی تفریقات سے ماورا جغرافیائی حدود و قیود سے بالاتر رنگ، زبان اور وطن کے امتیازات سے قطع نظر ہر طالب صدق و صفا کے دامن طلب کو اس طرح بھرا کہ جو بھی تشنہ لب آیا، دریا بہ داماں واپس گیا۔ زندگی کے تنوعات کو جس طرح نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نورِ ہدایت سے منور فرمایا، اس کی نظیر انسانی تاریخ میں موجود نہیں۔ چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو رہا تھا، ختم نبوت کا اعلان ہو چکا تھا، اس لیے خالق کائنات نے انسان کامل ﷺ کو عالم شہود میں جلوہ گر فرمایا، تا کہ اسے نمونۂ کامل قرار دیا جا

سکے۔ بہ قول احسان دانش مرحوم!

آب و گل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں
تب کہیں ایک آدمی کونین کا حاصل بنا

صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جُنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا اِمام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجُود بھی حجاب!

تُو جمالِ رُوئے گیتی تُو چراغِ بزمِ انساں

تاریخ کے جھروکوں میں اگرچہ منظر بدلتے رہے مگر حاصل وہی ہے کہ انسان گم ہو گیا ہے، انسانیت نام کی کوئی شے کہیں نظر نہیں آتی، کہیں یہ پہچان کانوں میں رس نہیں گھولتی کہ میں آدمی ہوں، میں انسان ہوں، میں افضل ہوں، ہر ایک تخلیق ہے، بلکہ اس کے برعکس لوگوں نے اپنے اپنے گرد اپنی خواہشات اور مفادات کے چھوٹے چھوٹے دائرے کھینچ لیے ہیں اور خود اپنے ہی بنائے ہوئے ان قید خانوں میں اسیر ہو گئے ہیں۔ اگرچہ یہ دائرے پھیلتے اور سمٹتے رہے، گھٹتے اور بڑھتے رہے، مگر انسان دائروں کے اس سفر میں صرف ایک ہی دائرے میں گھومتا رہا۔ وسعت ارض و سما جس کی منتظر تھی، وہ آزاد فضا میں سانس لینا ایسا بھولا کہ شام کو بھی گھر نہ آ سکا، تہذیبیں بنیں اور بگڑیں، مختلف تمدن پیدا ہوئے اور فضا کے گھاٹ اتر گئے، لفظوں کے خوب صورت پیکر میں بے روح اور بے معنی فلسفوں نے جنم لیا، مگر انسان گم ہی رہا۔

مفاد پرستی کے دائرے کبھی سمٹے تو صرف بقائے ذات تک محدود ہو گئے اور اگر بہت پھیلے تو نسل و نسب اور وطن کی تفریق کا رنگ بھر کر ایک نئے بہروپ میں دیوارِ بن کر سامنے کھڑے ہو گئے اور دائروں کی یہ ٹوٹ پھوٹ اس طرح جاری رہی کہ انسان، انسان سے بنیادی ضرورتوں کے حصول کے لیے لڑتا رہا۔ روٹی کے ٹکڑوں کے لیے خون بہتا رہا۔ بے جان زمین کے قطعے لہو سے سیراب کیے جاتے رہے۔ محلات کی دیواریں انسانی ہڈیوں سے تعمیر کا خراج وصول کرتی رہیں، بے جان جواہرات کے سنگین تراشے گردنوں کے نذرانے طلب کرتے رہے اور سونے، چاندی کے بے مصرف ٹکڑے انسانوں کو انسانوں کے ہاتھ موت کے پروانے تقسیم کراتے رہے۔ نسل و نسب کے

زندان تعمیر ہونے لگے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفریقیں رنگ جمانے لگیں، گورے اور کالے کا فرق خون کا نذرانہ طلب کرنے لگا۔ نسل کی برتری کے فلسفے تراشے گئے۔ پھر عقل و دانش کی بھٹیوں میں دلیلیں ڈھلنے لگیں اور ان خودساختہ دلیلوں کی قربان گاہ پر پھر انسان کا خون ہی بھینٹ چڑھایا گیا۔ پھر علاقوں کی تقسیم سامنے آئی۔ ایک نئے قید خانے نے جنم لیا۔ انسان پھر سیر ہو گیا۔ دنیا جس کے لیے بنائی گئی تھی، زمین جس کے لیے ہموار کی گئی تھی، سبزہ و گل کا وجود ہی جس کی تسکین طبع کے لیے تھا، وہی مخدومِ کائنات اپنے خادموں پر قربان کیا جانے لگا اور زمین کے بے جان وجود پر سرخ سرخ بہتے ہوئے لہو کا رنگ زبانِ حال سے گواہی دینے لگا۔

تکمیل آرزو کا حامل یہی رہا ہے
سایوں کی جستجو میں مرتا رہا ہے انساں

آسمان پر شمس و قمر کی نگاہیں کسی کا راستہ تکتے تکتے تھک گئی ہیں، زندہ دفن ہوتی ہوئی بیٹیوں کی چیخیں عرش الٰہی تک پہنچ رہی ہیں۔ غلاموں پر برستے ہوئے کوڑے اور کنیزوں کے جھلستے ہوئے جسم اپنے محسن کے انتظار میں ہیں۔ وہ کائنات کا مقصود، ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی نوید، زمانہ جس کے انتظار میں گوش برآواز ہے۔ وہ جسے نورِ حق بن کر صحرا کی خلوتوں سے طلوع ہونا ہے۔ فاران کی چوٹیوں سے چمکنا ہے اور مکے کے بازاروں اور صفا کی بلندیوں سے ہوتے ہوئے مدینے کے سبزہ زاروں تک سحاب رحمت بن کر برسنا ہے، وہ نسیم صبح بہشت کا سرمدی جھونکا خدا کی رحمتوں کو جلو میں لیے ہوئے زخمی انسانیت کو شفا کا مژدہ سنانے کے لیے مبعوث فرما دیا گیا ہے۔ انسان کی فریاد سن لی گئی ہے۔ ساری نسل انسانی کو بارگاہِ رب کریم سے مژدہ رہائی سنا دیا گیا ہے۔

جھلس رہے تھے لوگ کور فلسفوں کی دھوپ سے
کہ ان ﷺ کی سایہ افگنی ہوئی سحاب کی طرح

کتاب ہدایت کا نور اسوۂ حسنہ کی حسن افروز قندیل کے ساتھ صراطِ مستقیم کو ضوبار کرتا ہوا صحرا سے جلوہ بار ہوا اور صدیوں کے اندھیرے چھٹ گئے۔ کھویا ہوا انسان

مل گیا ہے۔ گم شدہ عزیز تلاش کر لی گئی ہے۔ مدتوں کا بھولا ہوا اپنے گھر کی طرف واپس آ رہا ہے۔ شاداں، شاداں، فرحاں، فرحاں اور انسان کی باریابی صدقہ ہے محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا۔

سارے فرضی اور غیر عقلی دائرے ٹوٹ گئے۔ ساری دیواریں منہدم ہو گئیں، انسان آزاد کرا لیا گیا، خود ساختہ فلسفوں کی زنجیریں ایک ہی ضرب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ تنازع للبقا کے سارے بندھن اپنی ناپائیداری کا اقرار کرتے ہوئے فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ اب صرف دو دائرے ہیں۔ ایک اچھے انسانوں کا دائرہ، خدا کے فرماں برداروں کا گروہ، اطاعت گزاروں کا حلقۂ کمال، اخلاق کے قدر دانوں اور جمالِ آدابِ انسانی کے قدر شناسوں کا دائرہ اور ایک برے لوگوں، نافرمانوں کا گروہ، خود غرضوں مفاد پرستوں اور سفاکوں کا دائرہ۔ انسان کی یہ پہچان اور انسانیت کا یہ عرفان عطا فرمانے کے لیے خدا کا محبوب مبعوث ہوا ہے اور لوگوں نے پہلی بار اس صداقت کبریٰ کی آواز سنی ہے۔

حکیم سرو سہارن پوری

صبح ہدایت نمودار ہوئی

خوشخبری ہو کہ اس ماہ ربیع الاوّل کا چاند طلوع ہوا جو اسلام کی بہار کا مہینہ ہے۔ وہ مہینہ جس میں ہدایت کی صبح نمودار ہوئی اور نیکی کے چشمے نکلے، وہ مہینہ جس میں وہ عظیم شخص ظاہر ہوا جو عرب کو تاریکی سے روشنی میں، جہالت سے علم میں، وحشت سے تہذیب، کفر سے توحید، ذلت و پستی سے عزت و فضائل کی طرف لایا۔ پس اس وقت مذہباً سب سے بڑی قوم کے نزدیک سب سے بڑا مہینہ ہے اور مذہب خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

وہ مہینہ ہے جس کے لیے ہم پر واجب ہے کہ اس کا مسرت، تبسم، خوشی کے ساتھ استقبال کریں کیونکہ اس مہینے میں جب کہ قریب تھا کہ اس کا چاند ماہ کامل ہو جائے تو زمین و آسمان کا بدر کامل طلوع ہوا اور زمین و آسمان خدا کے نور سے چمک اُٹھے۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم اس مہینے کے لیے خوشی کریں جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور اُن کی وہ روشنی چمکی جو کبھی چھپنے والی نہیں ہے، جب تک آسمان و زمین ہیں۔ جس سے کفر کے بادل چھٹ گئے، شرک کی تاریکیاں مٹ گئیں، بت پرستی معدوم ہو گئی اور زمین کے ٹیلوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

یہ وہ مہینہ ہے جو ہماری قابل عزت تاریخ کا دیباچہ ہے اور ہمارے روشن دنوں کی صبح ہے۔ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے اس مہینے کو ولادت نبوی ﷺ کی یادگار اور مجلس میلاد کا زمانہ بنایا!!

سیّد سلیمان ندوی

عرب کا چاند

عصیاں وتمرد اور کفر و باطل کی تاریکیوں میں بھٹکے ہوئے گمراہان عرب نے خدا تعالیٰ کے عہد کو پس پشت ڈال کر خانہ خدا کو بھی بت خانہ بنا لیا تھا۔ واحسرتا! کہ ان پیشانیوں نے جو خانہ کعبہ میں جا کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے بنی تھیں، بے جان، بے رُوح، بے حس اور بے اختیار بتوں کے سامنے جھک کر اشرف المخلوقات انسان کو ارذل الکائنات انسان بنا دیا تھا۔ آہ! حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ کی رُوحیں عالم قدس میں تڑپ اُٹھی ہوں گی، جب وہ اس بیت اللہ کو جسے پاک و صاف رکھنے کا خدا نے ان سے عہد لیا تھا، بیت الاصنام بنا ہوا دیکھتی ہوں گی اور ان کی نگاہوں کو اس میں تین سو ساٹھ بت نصب نظر آئے ہوں گے:

ڈالی بنا تھی کعبہ کی بت خانہ بن گیا

عالمگیر گمراہیوں اور ہولناک تاریکیوں کی اس شب تیرہ و تار میں کہیں تہذیب وتمدن کی روشنی نظر نہ آتی تھی۔ جب شرافت کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ جب فطرت کا حسن حقیقی اور رُوحانیت کا جمال صداقت، کفر و باطل کی تاریکیوں میں چھپ گیا تھا، جب کفر ومعصیت اور ظلم وستم کی خونخوار دیوی نے تمام دُنیا پر اپنی ناگن کی طرح لہرائی ہوئی ڈسنے والی سیاہ زلفوں کا جال پھیلا رکھا تھا اور انسانوں کے دل خدا کی قدر ومنزلت کو بھول کر اسی زہد شکن دیوی کے اسیر گیسو ہو کر اپنے گلے میں عصیاں کاری اور بت پرستی کی لعنت کی زنجیر پہن چکے تھے، اک بار انسانیت مر کر پھر زندہ ہوئی۔

آج سے تیرہ صدیاں پیشتر اسی گمراہ ملک کے شہر مکہ مکرمہ کی گلیوں سے ایک انقلاب آفرین صدا اُٹھی۔ جس نے ظلم وستم کی فضاؤں میں تہلکہ عظیم مچا دیا۔ یہیں سے

ہدایت کا وہ چشمہ پھوٹا جس نے اقلیم قلوب کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں سرسبز وشاداب کر دیں۔ اسی ریگستانی چمنستان میں رُوحانیت کا وہ پھول کھلا جس کی رُوح پرور مہک نے دہریت کی دماغ سوز بو، سے گھرے ہوئے انسانوں کے مشام جان کو معطر ومعنبر کر دیا۔

اسی بے برگ وگیاہ صحرا کے تیرہ وتار اُفق سے ضلالت و جہالت کی شب دیجور میں صداقت وحقانیت کا وہ ماہتاب درخشاں طلوع ہوا جس نے جہالت و باطل کی تاریکیوں کو دور کر کے ذرّہ ذرّہ کو اپنی ایمان پاش روشنی سے جگمگا کر رشک تجلی زار صدطور بنا دیا۔ گویا اک دفعہ پھر خزاں کی جگہ سعادت کی بہار آ گئی۔ اک بار پھر اہرمن کی فرماں روائی کی جگہ دُنیا پر یزدان کی حکومت ہوگئی۔ حق نے غلبہ پایا اور باطل مغلوب ہوا۔

قریش کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر سردار عبدالمطلب کی شادی خانہ آبادی ایک عصمت ماب بی بی فاطمہ نامی سے ہوئی۔ زوجین کے گلشن محبت میں شگفتہ ہونے والے پھولوں اور کلیوں میں ایک پھول خاص طور پر خوش نما اور حسین تھا جس پر سینکڑوں بلبلیں ہزار جان سے فریفتہ تھیں۔ یہ پھول حضرت عبداللہؓ تھے جن میں نور آسمانی حضرت عبدالمطلب سے منتقل ہوا تھا۔ آپ حضرت عبدالمطلبؓ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ قدرت نے آپ کو جمال ظاہری اور باطنی سے سرفراز اور مالا مال کرنے کے لیے اپنے تمام دہن بستہ خزانوں کے منہ بے دریغ کھول دیے تھے۔ حسن و جمال کی سحر آلود کشش ایک ایسا مسلمہ امر ہے جس کی تفصیل کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے رنگ و شباب کی دلکشی اور انداز گفتار کی سحر کاری نے مقناطیس بن کر فولاد صفت لوگوں کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ عرب کی حسین سے حسین عورت بھی جسے اپنے حسن و جمال پر سوسو ناز تھا، آپ کی رفیقہ حیات بننے کو اپنے لیے باعث صد نازش و افتخار سمجھتی تھی۔ جب آپ کا نکاح بنی زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی نور نظر سے ہوگیا تو بہت سے عورتیں ناکامی نکاح کی وجہ سے قبل از وقت پیوند زمین ہوئیں۔

ایک دن کہیں جاتے ہوئے حضرت عبداللہؓ کی ملاقات ایک کاہنہ یہودیہ سے ہوئی جس نے بہت سی ایسی کتابیں پڑھی تھیں، جن میں نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد کی

بشارت دی گئی تھی۔ اس کاہنہ نے نور محمدی ﷺ حضرت عبداللہؓ کی پیشانی میں جلوہ گر دیکھا تو نہایت ذوق وشوق اور فرط محبت سے آپ کی طرف راغب ہوئی اور آپ کو سو اونٹ دے کر اپنی طرف جھکانا چاہا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں امانت دار نور محمدی ﷺ بنوں اور رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ ہونے کا شرف، دُنیا و دین میرے حصہ میں آئے۔ مگر حضرت عبداللہؓ نے اس کی پیش کش کو منظور نہ کیا اور صاف کہہ دیا کہ ایک شریف اور با آبرو آدمی ہو کر میں کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو میرے دین کے خلاف ہو اور میری عزت وشرافت پر کلنک کا ٹیکا لگائے۔

چنانچہ وہ یہودی کاہنہ مایوس و نا اُمید ہو کر چلی گئی۔ جب حضرت عبداللہؓ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہو چکا اور حضرت آمنہؓ امانت دار نور محمدی ﷺ بن چکیں تو اتفاق سے اس کاہنہ یہودیہ سے حضرت عبداللہؓ کی پھر سر راہ ملاقات ہوگئی۔ اس نے آپ کی پیشانی پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی اور ایک سرد آہ بھر کر پاس سے گزر چلی۔ مگر حضرت عبداللہؓ نے دریافت فرمایا: وہ رنگین دام جو تو پہلے مجھ پر ڈالتی تھی، اب کہاں چلا گیا؟، کاہنہ نے کہا: ''وہ کبھی کا ٹوٹ چکا، تار تار ہو چکا۔ میں تیری پرستار نہ تھی۔ میں تو اس نور کی عاشق تھی جو تیری پیشانی میں ایک ستارے کی طرح درخشاں تھا اور جس کی روشنی اب جلد ہی مشرق ومغرب کو روشن کر کے چھوڑے گی۔ اب تیری پیشانی اس نور سے محروم ہو چکی ہے تو میرا دل بھی اس عشق جنون نواز سے محروم ہو چکا ہے۔

نکاح کی رسوم ادا ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہؓ نے اپنی عصمت ماب اور فداکار بیوی آمنہؓ کے پاس تین دن قیام کیا۔ ان دنوں میں ہی حضرت آمنہؓ امانت دار نور محمدی ﷺ ہوگئیں۔ اور انہی دنوں میں ہی حضرت عبدالمطلبؓ نے خواب میں ایک سرخ درخشاں ستارہ دیکھا جو زمین کی پستیوں سے طلوع ہو کر آسمان کی بلندیوں کی طرف پرواز کر گیا۔ اس کی روشنی تمام و درخشاں ستاروں اور چاند پر غالب آ گئی۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی تابانیوں سے مطلع انوار بن گیا۔ اس ستارے کی روشنی دم بہ دم پھیل رہی تھی اور اس سے شرق وغرب روشن ہو رہے تھے۔

یہ خواب ایک معبر سے بیان کیا گیا تو اس نے یہ تعبیر دی کہ یہ روشن ستارہ، وہ

مہتم بالشان نبی ہے جو حضرت عبداللہؓ کے ہاں پیدا ہوگا۔جس کے دین ہدیٰ کے درخشاں اُصول تمام ادیان عالم کو اپنی روشنی میں چھپالیں گے اور اپنی ہمہ گیری اور دُنیا کے مستقبل کی ضرورت کو پورا کرنے کی وجہ سے شرق وغرب میں مقبولیت حاصل کریں گے۔

اہلِ عرب خشک سالی کی وجہ سے فاقہ مستی کررہے تھے اور جانکاہ مصائب میں مبتلا تھے۔مگر نورِ محمدی ﷺ کے بطن آمنہؓ میں صورت پذیر ہوتے ہی ریگستان عرب کے باشندوں کے لیے ایک حیرت انگیز اور خوشگوار انقلاب واقع ہوا۔نیلگون آسمان پر گھنگھور گھٹائیں چھاگئیں اور ایسی بارش ہوئی کہ چاروں طرف جل تھل کا عالم ہوگیا۔درختوں کو خوب کثرت سے پھل آیا۔کھیتوں میں غلہ افراط سے پیدا ہوا۔اس لیے عرب والوں نے اس سال کا نام **سنة الفتح والا بتهاج** رکھا۔یعنی فتح ونصرت اور عیش ومسرت کا سال!!

آخر وہ روز سعید اور مبارک گھڑی آپہنچی جس کے انتظار میں زمین وآسمان کا ذرّہ ذرّہ بے تاب تھا۔ بہار ابھی کم سن تھی۔ باغ راغ کے اندر قافلہ گل آپہنچا تھا۔حدنظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹا پڑا تھا۔نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی کہ حضرت عبداللہؓ کے کاشانہ میں وہ ماہتاب طلوع ہوگیا جس کی ضیا پاشیوں سے شبِ دیجور کی تاریکیاں اسی طرح کافور ہوگئیں جس طرح اس کی علمی نور افشانیوں سے آگے چل کر جہالت کی تاریکیاں دور ہوجانے والی تھیں۔کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس نومولود مسعود کی خوشی میں سرشار تھا۔ملائکہ اہلِ زمین کو مبارک باد دینے کے لیے آسمان سے رُوح پرور پھولوں کی بارش کر رہے تھے۔لیکن کاخ کسریٰ میں ایک زبردست زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔اسنخر کا مشہور آتش کدہ یکا یک بجھ گیا۔یہ اس انقلاب عظیم کی پیش گوئی تھی جو اس جلیل القدر مولود کی حیات مطہرہ کے ساتھ وابستہ تھا!!

سوامی لکشمن پرشاد

چاند نکلا حسن کے شبستان کا

آخر وہ یوم مبارک اور روز سعید آ پہنچا جس کا انتظار ہزاروں صدیوں سے دنیا کر رہی تھی۔ وہ دن جو منشائے الٰہی اور ذہن خالق میں روز ازل سے محفوظ تھا۔ وہ دن جس کے لیے لیل ونہار ابتدائے آفرینش عالم سے گردش میں تھے۔ وہ دن جس کے دیدار کے لیے سورج روز طلوع ہوتا تھا اور پھر افق انتظار میں غروب ہو جاتا تھا۔ وہ دن جو یوم الایام تھا۔ وہ دن جس کا عرب کے صحراؤں اور پہاڑوں کو انتظار تھا کہ ہم پر طلوع ہو کر رحمت و رافت کی درخشانیاں برسائے گا۔ وہ دن جو بطن شب میں لامحدود مدت سے پرورش پا رہا تھا اور وہ دن جو تقویم عالم میں سب سے بڑا دن، سب سے عظیم دن، سب سے روشن اور سب سے زیادہ خوبصورت دن تھا۔

بہار کا موسم تھا۔ ربیع الاول کا مبارک مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ 9 تاریخ تھی۔ صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے 4 بج کر 25 منٹ پر مکہ معظّمہ میں شمس الضحیٰ، بدر الدجی، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نور افزائے عالم ہوئے۔

سیماب اکبر آبادیؒ

ظہورِ قدسی

چمنستان دہر میں بارہا رُوح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروساماں سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہوکر رہ گئیں لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لیے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ، جان نوازی مسیحؑ سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شاہنشاہ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جان نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فرخ فال ہے۔ ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ ''آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہوگیا'' لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں، بلکہ شان عجم، شوکت رو، اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہوکر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اُٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آ گئی۔ آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اُٹھا۔

یعنی یتیم عبداللہؓ، جگر گوشہ آمنہؓ، شاہ حرم، حکمران عرب، فرمانروائے عالم شہنشاہِ کونین:

شمسہ نہ مسند ہفت اختراں
ختم رسل خاتم پیغمبراں
احمد ﷺ مرسل کہ خرد خاک اوست
ہر دو جہاں بستہ فتراک اوست
امی و گویا بہ زبان فصیح
از الف آدمؑ و میم مسیحؑ
رسم ترنج است کہ در روزگار
پیش و ہد میوہ پس آرد بہار

عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے، عزت و اجلال ہوا: **اللھم صلی علی محمد وعلیٰ اٰلہٖ و اصحابہ وسلم!!**

علامہ شبلی نعمانی
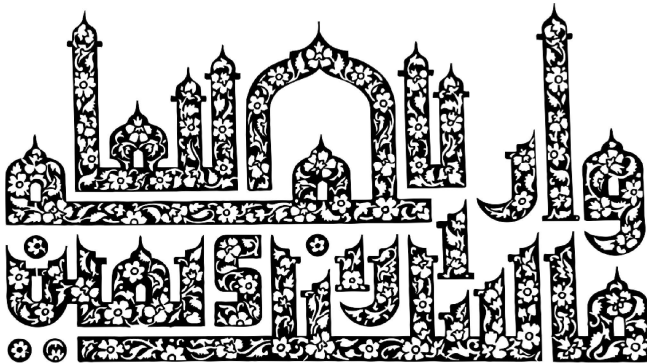
راہ حق میں راہبروں کا راہبر پیدا ہوا

حضرت آدم علیہ السلام کی انابت، حضرت نوح علیہ السلام کی استقامت، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت ہود علیہ السلام کی لطافت، حضرت صالح علیہ السلام کی صالحیت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ وتواضع، حضرت شعیب علیہ السلام کی خطابت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت (دوستی)، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تسلیم ورضا، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یعقوب علیہ السلام کا توکل اور اعتماد علیٰ اللہ، حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلال، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح وتہلیل، حضرت سلیمان علیہ السلام کی معاملہ فہمی اور شاہانہ اولوالعزمی، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد وقناعت، یہ وہ پھول ہیں کہ جنہیں گل دستے کی شکل دی جائے، یا یوں کہا جائے کہ یہ وہ موتی ہیں کہ جب انہیں ایک لڑی میں پرویا جائے تو جو نام نامی اسم گرامی بنتا ہے، وہ فخر موجودات، وجہ وجود کائنات، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا ہے:

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ربیع الاول کی وہ کیسی خوش گوار، پرانوار، رونق افروز صبح صادق تھی جو ایسے ”صادق وامین ﷺ“ کی دنیا میں تشریف آوری کے ساتھ طلوع ہوئی جس کے مبارک چہرے کو ”**والضحیٰ**“ کہا گیا، جن کی زلفوں کو ”**واللیل**“ کہا گیا، جنہیں ”**ورفعنا لک ذکرک**“ کی خلعت پہنائی گئی، جنہیں شفاعتِ کبریٰ کا تاج پہنایا گیا، ”**انّا**

اعطینک الکوثر'' کی نوید سنائی گئی، مقام محمود کی عطا کا جن سے وعدہ کیا گیا، جن کے ہدایت کے روشن چراغ ہونے کو''**سراجاً منیرا**'' سے تعبیر فرمایا گیا، کہیں''**داعیاً الیٰ اللہ**'' کے مبارک لقب سے آراستہ کیا گیا، تو کبھی''مزمل'' اور''مدثر'' جیسے پیارے ناموں سے پکارا گیا۔آپ ﷺ کی آمد باسعادت ہوئی، دنیا کے ظلمت کدے میں ایمان کی قندیلیں روشن ہونے کا وقت آیا، وہ صبح صادق نمودار ہوئی جس کے بعد سے کفرومعصیت کی خزاں ایمان واطاعت کی بہار سے بدلنے لگی۔

بزم عالم مہک اٹھی، مرادیں بر آئیں، کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا، ہادیِ عالم ﷺ کی آمد ہوئی، شفیع امم آئے، شہریارِ حرم آئے، نورِ ہدیٰ آئے، احمد مجتبیٰ آئے، محمد مصطفیٰ ﷺ آئے، شاہد آئے، مبشر آئے، بشیر آئے، نذیر آئے، خیر مجسم آئے، وارث زم زم آئے، ساقی کوثر آئے، شافع محشر آئے، طاہر آئے، مطہر آئے، شریف سیرت آئے، نسیم جنت آئے، رحیم امت آئے۔فقیروں کو پناہیں ملیں، دردمندوں کو دوائیں ملیں، غم زدوں کی غم خواری ہوئی، مسکینوں کو ہم درد ملا، یتیموں کو سہارا ملا، آپ ﷺ کا ظہور قدسی ہوا، آپ ﷺ کو نبوت ملی، امت کو سنت ملی، آپ ﷺ کو رسالت ملی، امت کو ہدایت ملی۔

مساوات کا حامی آیا، اخوت کا بانی آیا، شفاعت کا اپنے سر پر تاج رکھنے والا، اور اپنے نام لیواؤں کی لاج رکھنے والا آیا، زہریلے ہونٹوں کو میٹھے بول دینے والا آیا، صنم آشناؤں کو عبدیت خداوندی سے آشنا کرنے والا آیا۔ عالم انسانیت کا وہ عظیم انسان آیا جس نے پوری انسانیت کو جینے کا شعور وآگہی دی۔ عالم بشریت کا وہ عظیم بشر آیا جس نے بشر کو'شر' اور'خیر' میں امتیاز کرنا سکھایا۔

جفا سرشتوں کو'وفا پرستی' کا درس دیا، پیام موت بن کر حملہ آور ہونے والوں کو پیام حیات دیا،'مردم آزاروں' کو مردم آزاری سے ہٹا کر'مردم نوازی' پر لگایا۔اوروں کے واسطے سیم وزروگوہر لٹائے اور خود بادشاہی میں فقیری کی۔ در در بھٹکنے والوں کو خدائے بے نیاز کے حضور جبین نیاز جھکانے کی تعلیم دی۔ گرتے ہوؤں کو تھاما، بے کسوں کی دستگیری فرمائی، باب جہالت بند کیا اور علم کے دفتر وا کیے:

قدم قدم پہ رحمتیں نفس نفس پہ برکتیں
جہاں جہاں سے وہ شافع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہ پڑ سکی وہیں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

نبی اکرم شفیع اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں جمال اور سیرت میں کمال ہے۔ جتنے انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے، وہ سب اپنے اپنے زمانے کے نبی اور آپ ﷺ تا قیام قیامت سارے زمانے کے نبی ہیں۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کے لیے ہادی بن کر آئے تو نبی کریم ﷺ ہادیِ عالم بن کر تشریف لائے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام صفات جمیل و جمال کا مظہر ہیں تو نبی کریم ﷺ ان سب سے 'اجمل' ہیں۔

جماعت انبیائے کرام علیہم السلام کا ہر ہر فرد 'شریف' ہے، تو آپ ﷺ ''اشرف الانبیا'' ہیں۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام ''کامل'' ہیں تو ساقی کوثر، شافع محشر، صاحبِ خلق عظیم، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں ''کامل و اکمل'' ہیں!!

شعیب احمد فردوس

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

بارہ ربیع الاوّل کا دن فخرِ آدم، آئین سازِ مجلس عالم، حضور اکرم ﷺ کے یومِ ولادت کے حوالے سے اطراف و اکناف کائنات میں تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت، انسانی تاریخ میں علمی، فکری اور نظریاتی ارتقا کے حوالے سے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی آمد نے انسانی تاریخ، تہذیب اور تمدن کو نور، عرفان اور ایقان کے نئے دھاروں سے متعارف کرایا۔ یہ دُنیا آپ کی آمد سے قبل ظلمت کدہ کائنات تھی، آپ کے تشریف لاتے ہی یہ ظلمت کدہ بقعہ نور بن گیا۔ بنتا بھی کیوں نہ؟ کہ آپ کو خالق کائنات نے سراج منیر بنا کر بھیجا۔ اس سراج منیر کے طلوع ہوتے ہی کائنات کا ذرّہ ذرّہ آفتاب بداماں بن گیا۔ ہر نوعی تاریکی کافور ہوئی اور ہمہ جہتی اُجالوں نے انسانی مزاج، اقدار، اطوار، گفتار، رفتار، تخیل، تدبر اور تفکر کو اُجال دیا۔ کہتے ہیں کہ حسن وہ ہے جس کا اعتراف سوکن بھی کرے۔ ہندو شاعر کو بھی برملا تسلیم کرنا پڑا:

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

حضور اکرم ﷺ کی ہستی ہماری تعریف، توصیف اور تحسین کی قطعاً محتاج نہیں۔ وہ ہستی جس کی محرابِ عظمت میں خود خالق کائنات گلہائے تحسین پیش کر رہا ہو، اس کا مقام اور مرتبہ کیا ہوگا؟ اس کا احاطہ اور ادراک ہم ایسا بے مایہ شخص قطعاً نہیں کرسکتا۔ کسی ایک شخص پر کیا موقوف، صبح ازل سے لے کر شام ابد تک آنے والے تمام بہترین انسان مل کر بھی اگر اپنا تمام سرمایہ نطق و بیان اور گنج ہائے مطالب و معانی کو آپ کی شخصیت اور سیرت کے کسی ایک پہلو کو بیان کرنے کے لیے مختص اور وقف کر دیں تو بھی انھیں آخر کار یہ اعتراف عجز کرنا پڑے گا:

لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس دربار عالی مقام میں خاقانی، فردوسی، قدسی، سعدی، حافظ، شبلی، عطار رومی، غالب اور اقبال جیسے سخن طراز شناس وسخن فہم دانشور بھی قلم اُٹھانے اور زبان کھولنے سے پہلے ہزار بار سوچتے ہیں اور بالآخر پُکار اُٹھتے ہیں:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

یہ وہ نازک مقام ہے جس کے بارے میں عقیدت مند شاعر نے جذبات کی پلکوں پر لفظوں کے دیپ یوں روشن کیے تھے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو یہ کہنا پڑا:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

یہ آپ ہی کے وجود مسعود کا تصدق ہے کہ کاروان ہستی رواں دواں ہے۔ یہ آپ ﷺ ہی کے ابر کرم کی حیات خیزی ہے کہ مرغزار زندگی میں جابجا رنگ اور خوشبو کے خیمے آباد ہیں۔ روش روش نکہتوں کے فوارے پھوٹ رہے ہیں۔

اپنے پرائے، اغیار اور بیگانے، حلیف وحریف سب مانتے ہیں، سب جانتے ہیں کہ خدائے لم یزل کے دست قدرت نے آپ ہی کی وجہ سے آبشاروں کو ترنم، لالہ زاروں کو تبسم، پہاڑوں کو جلا، ستاروں کو جمال، شفق کو لالی، کھیتوں کو ہریالی، قوس قزح کو رنگینی، چٹانوں کو سنگینی، کندن کو ڈلک، موتی کو جھلک، بادلوں کو للکار، بوندوں کو جھنکار، بجلیوں کو بے باکی، شمشیروں کو براقی، بلبلوں کو زمزمے، زلزلوں کو ہلہلے، دھوپ کو وقار، چاندنی کو نکھار، کلی کو مسکراہٹ، کرن کو جگمگاہٹ، شبنم کو نرماہٹ، ریشم کو سرسراہٹ،

پھولوں کو رعنائی، بگولوں کو برنائی، حسن کو سادگی، عشق کو تازگی، چوٹیوں کو سنجیدگی اور وادیوں کو خندیدگی عطا کی، گویا:

داستان حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

یہ آپ کی انقلابی تعلیمات کا فیضان تھا کہ ذرّے سورج بن گئے، کنکر موتیوں کا رُوپ دھار گئے، شعلے شبنم بن گئے، خنجر مرہم بن گئے، آپ کی نگاہ جہاں جہاں پڑی، صحبتیں بیدار ہوگئیں، سورج طلوع ہوگئے، اُجالوں کی بستیاں آباد ہوگئیں، آپ ﷺ کے مبارک قدم جہاں پڑے، ذرّے ذرّے سے زمزم پھوٹ پڑے، صحراؤں میں گلستاں مسکرا اُٹھے، یہ آپ ﷺ کی سیرت اور اسوہ حسنہ کے معجزات اور کمالات تھے جس نے ابوبکر صدیقؓ کو صداقت، عمر فاروقؓ کو عدالت، عثمان غنیؓ کو مروّت اور حیدر کرارؓ کو شجاعت کے اوصاف سے مالا مال کر کے قعر مذلت میں پڑی ہوئی انسانیت کی مشت خاک کو ہمدوش ثریا کر دیا۔

آج بھی عالم انسانیت اگر راہ ہدایت اور شاہراہ کامرانی کی متلاشی ہے تو اسے فاران کی چوٹیوں پر طلوع ہونے والے آفتاب نبوت کے سامنے اپنی جھولیوں کو گدایانہ پسارنا ہوگا!!

حافظ شفیق الرحمٰن

چمن انسانیت میں بہار

ربیع الاوّل وہ ماہ مبارک ہے جس کی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازوال دولت عطا کرتا ہے۔ ہلال کے نمودار ہوتے ہی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصہ گیتی پر تسکین پرور روشنی بکھیر دی ہے۔ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار تجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔ عالم قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیے ہیں اور جنت الفردوس کے دریچوں سے بھینی بھینی ٹھنڈی ٹھنڈی مشک بیز ہوائیں آ کر مشام جاں کو معطر کر رہی ہیں۔ اضطراب کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں اور رحمت و مرحمت کے بادل چھا رہے ہیں۔ چمن دہر ہی نہیں، چمن انسانیت میں بھی بہار آ رہی ہے۔صحن گلستان کے غنچے ہی نہیں، دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسم آرا ہو رہی ہیں۔ لالہ و گل ہی نہیں، حیات کے مرجھائے ہوئے چہرے پر بھی نکھار آ رہا ہے۔

بارہ ربیع الاوّل! یہ فضائل و برکات سے بھرپور مطاہر دن ہے جس کی آمد ہمیں تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل ماضی میں لے جاتی ہے جب سیّد الانبیا، محبوب خدا، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب پوری کائنات پر جہالت کے بادل منڈلا رہے تھے، عقل و دانش ان کے نصیب میں نہ تھی، حسن اخلاق اُٹھ چکا تھا اور عیاری و مکاری ان کا مقدر بن چکی تھی، شرم و حیا کا جنازہ نکل چکا تھا، خانہ خدا بت خانے میں تبدیل ہو چکا تھا، لوگ خدا فراموش ہی نہیں، خود فراموش بھی ہو چکے تھے۔ انھیں یہ خیال تک نہ تھا کہ ہاتھوں سے بنی یہ مورتیاں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، سب ہمارے زیر نگیں ہیں، خانہ خدا کا برہنہ طواف کر کے اس کی توقیر کے بجائے تحقیر کی جاتی تھی، قتل و غارت گری کا بازار گرم رہتا، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا، انسانیت نام کی کوئی

شے اس قوم میں باقی نہ رہی تھی، ایسے میں پھر رحمت خداوندی جوش میں آ گئی اور ریگستان عرب میں ایسا گل نایاب کھلا جس کی خوشبو سے نہ صرف اہل عرب بلکہ پوری کائنات معطر ہوگئی۔ ایسا چشمہ نور پھوٹا جس کی نورانیت نے پورے عالم سے ظلم و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو مٹا دیا اور دُنیا کا گوشہ گوشہ منور کر دیا۔

محبوب خدا ﷺ کی ولادت باسعادت سے زمانے کی کایا پلٹ گئی۔ ظلمت کی تاریکی میں غرق لوگ دوسروں کے لیے ہادی بن گئے۔ عیاری و مکاری کو چھوڑ کر ایثار کے عامل بن گئے۔ شرم وحیا ان کا زیور بن گیا۔ اُنھوں نے زمانے میں اپنی فصاحت و بلاغت اور دانش وحکمت کا سکہ منوایا۔ الغرض اس فصل بہار میں اہل عرب کی بکھری ہوئی شاخوں نے ایک تنے کی شکل اختیار کر کے اتحاد و یگانگت کی مثال پیدا کر دی۔ ماں نے آپ کا نام احمد ﷺ اور دادا عبد المطلبؓ نے محمد ﷺ رکھا!!

شمسہ اعظم

باعث تخلیق کائنات

سلام پہنچے، آمنہؓ کے اس لعل ﷺ کو، جس نے ہمیں اپنی رحمتہ للعالمینی میں پناہ دی، ہمارے بازوؤں کو کشور کشائی کی طاقت بخشی، ہمارے دلوں کو اپنی خندہ جبینی سے آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگایا، ہمیں ایمان کی لافانی دولت سے مالا مال کیا۔ جس پر قرآن کریم ایسی لازوال کتاب نازل ہوئی۔ جو مسکرایا تو چمنستان کونین کے پھولوں نے ہنسنا سیکھا۔ جو اُٹھا تو پہاڑوں نے سر بلندی پائی۔ جس کے خرام ناز سے صبا نے ٹہلنا سیکھا، جس نے کائنات کو نورانی کیا، جو نور میں سب سے پہلے، اور ظہور میں سب سے آخر تھا، جس کی توانائیوں نے ہمیں کائنات کی تسخیر پر قادر کیا۔ جس نے عرب کے بدوؤں اور حجاز کے ساربانوں کو شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا سکھایا۔ جس نے عرب و عجم کی تمیز مٹا ڈالی۔ جس نے انسانوں پر انسانوں کی فوقیت کو ختم کیا اور تقویٰ، دیانت، فراست کو انسانی شرف و مجد کی دلیل ٹھہرایا!

سلام پہنچے اس محسن کائنات کو، جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہے، جس کا عشق ہمارا قبلہ، مراد کعبہ ذوق ہے۔ جو تمام نبیوں میں آخری نبی ﷺ ہے، جس کی ختم المرسلینی پر ساڑھے تیرہ سو سال میں کئی رہزنوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت کی غیرت نے انھیں نقش آب کی طرح محو کر دیا۔ جو بظاہر گنبد خضریٰ میں محو استراحت ہے لیکن جس کی چشم نگراں ارض و سما کی وسعتوں اور پہنائیوں سے باخبر ہے۔ ہم حقیروں میں اتنی ہمت کہاں کہ حضور ﷺ کی ثنا کر سکیں۔ یہاں قلم عاجز اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں!!

آغا شورش کاشمیریؒ

تاریخِ ہستی کا اہم ترین دن

جو اُجالا اُجالے کے لیے آیا، جو نور افگن چاند چاندنی کے لیے ظہور پذیر ہوا، جس تابدار کی تاب شمس وقمر نہ لا سکے، جس مرکز تجلیات کو سراج منیر کا لقب ملا، یہ سراج جو سورج سماوی سے ممتاز ہے۔ جب آسمانی سورج غروب ہوتا ہے تو اس سورج کا طلوع ہوتا ہے۔ جہاں مکانات کی دیواروں کے حجاب اور بیشتر پردوں میں آسمانی روشنی پہنچنے سے قاصر ہے، وہاں اس دن رات کے سورج کی ہدایت کی کرنیں پہنچ چکی ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کے عشق میں ڈوب کر کہنے والے نے کیا خوب کہا:

یہ شمس ﷺ نہار و لیل، وہ شمس نہار بس ہے
یہ قمر ﷺ منیر عالم، وہ قمر ستار بس ہے

جس کی دانائی، عقل وفہم اور منفرد عالی کردار پر قرآن شاہد عدل ہے، انجیل و تورات نے جس کے تقدس میں محمودیت کے نغمے گائے ہیں۔ جس کی صداقت وعظمت کی گواہی شجر وحجر دے چکے ہیں۔ جس کے دشمن، عداوتوں کے باوجود عظمت و رفعت کے معترف رہے۔ جس کی تکذیب کرنے والے آخر تصدیق پر مجبور ہو گئے۔ جس کو سب وشتم کرنے والے رطب اللسان رہے۔ جس نے مہد سے لحد تک انسانیت کی راہنمائی کی، جب اس سطوت کا پرتو پڑتا تو بتوں کے عزائم خاک میں مل گئے، اسی عظیم نبی ﷺ نے قیصر وکسریٰ کے طلسم توڑ دیے، خسرو اور ہرقل کی سلطنتیں لرزہ براندام کر دیں، دُنیائے عالم کو ایک جامع اور ہمہ گیر نظام بخشا، بنی آدم کو حیوانیت وشیطنت کی دہلیز سے اُٹھا کر اشرف المخلوقات بنایا، انسان کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر مصابیح توحید کے سامنے بٹھایا، اُمت محمدیہ ﷺ کو زندگی کے اُصول بتائے، رہن سہن کے طریقے سمجھائے، امن وراستی کا سبق

دیا، مضمار سیاست کے گر سکھائے۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قضا و قدر کا یہی فیصلہ تھا کہ مہینے اور ان کا بھی انتخاب ہو جائے، ماہِ رمضان اگرچہ بابرکت ہے، مگر کوئی یہ نہ کہے، شاید ہمارے نبی کو رمضان کے باعث عزت ملی بلکہ معلوم ہو جائے کہ ربیع الاوّل کو آقائے انسانیت کے طفیل برکت عطا ہوئی، یوم جمعہ بیشتر انبیا کی بعثت و ولادت کا یوم ہے مگر یہاں بھی ایہام عظمت کی خاطر سوموار کا روز مقرر کیا گیا۔

اب انتظامات مکمل ہوگئے، اطراف و اکناف سنوارے گئے ہیں۔ آثار و اسرار بے خود ہوئے جا رہے ہیں، بس وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے، اقوام و قبائل دیکھتے، سردار تاکتے ہیں، قیصر و کسریٰ پرکھتے ہیں، غسانی دم بخود ہیں، ساسانی متحیر، خراسانی تامل ہیں، یہودی ساہوکار عقل و خرد کھو بیٹھے ہیں، تغلبی پریشان ہیں، ادھر شاعروں کا تخیل جنبش میں ہے، مدح سراؤں کی نغمہ سنجیاں تحریک میں ہیں، ملائک کی مسرتیں عروج پر ہیں، رحمت ہی رحمت کے آثار ہیں، تقدس ہے، ان کی آمد کی گھڑی ایسی ہوئی کہ جس پر ایام و شہور کی تمام ناز برداریاں قربان کر دی جائیں:

آدم کے لیے فخر یہ عالی نسبی ہے

مکی و مدنی، ہاشمی، مطلبی ہے

ادھر فرشتگان قضا و قدر پُکار پکار کر کہہ رہے تھے، صحرانوردوں سے کہو، بیابانوں کے حدی خواں اپنے نغمے بدل لیں، ہندوستان کے برہمنوں سے کہو، باز آ جائیں۔ یورپ کے کمپاسٹو سے کہو، چیرہ دستیاں چھوڑ دیں، افریقہ کے سیاہ فاموں سے کہو، مذہب کی رعایت شروع کر دیں، کفر و الحاد کے پاسداروں سے کہو، سرگرمیاں بند کر دیں۔ آج زخموں پر واویلا مچانے والوں اور مرگھٹوں پر نالہ کرنے والوں کا مفرط مذہبی جنون خطرات میں جا پڑا ہے۔

اب قدسیان ارض و سما کا تاجدار آتا ہے جن کے صدقے جگر کو شوق اور تخیل کو ذوق بخشا گیا جن کی بدولت عزم کو پختگی، رُوح کو طمانیت اور جذب کو عذب عطا ہوا، جن کے طفیل صبا کو ربا اور ادا کو وفا ملی، وہ لیل و نہار کا بدر منیر بشریت کے بھیس میں سرزمین

عرب پر طلوع ہو چکا تھا:

بدلا ہوا تھا رنگ گلوں کا تیرے بغیر
اک خاک سی اُڑی ہوئی سارے چمن میں تھی

جس باعث تخلیق کے صدقے عالم انجمن سنواری گئی تھی۔ قضا و قدر کی نغمہ آرائیاں ہوئی تھیں۔ عناصر کی جدت طرازیاں معرض شہود میں آئی تھیں۔ ابتدائے آفرینش ہی سے جس کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئیں تھیں۔ مشاطہ قدرت نے جن کی پاکیزہ زندگی کے نقوش سنوارے تھے جس کے خطوط پر نوع انسانی کا سانچہ تیار ہوا تھا، اس آفتاب ہدایت کا نسب کیا مطہر ہوگا۔ کتنا شفاف ہوگا اس میں کیوں کر کوئی ابہام واقع ہوسکتا ہوگا، اور بات بھی صحیح ہے، وہ پیغمبر عصمت کا تاجدار کیسے ہوسکتا ہے جس کے نسب میں کسی شبہ کا شمہ بھی موجود ہو۔

جب چمنستان دہر کی قسمت کا ستارہ ہویدا ہوا اور ظلمات کو اُجالوں کی خبر ہوئی تو یتیمِ عبداللہؓ، جگر گوشہ آمنہؓ، شاہ حرم، حکمران عرب، قائد انسانیت، فرمانروائے عالم، شہنشاہ کونین عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف لائے، تو ہر قسم کی شر ختم ہوئی، آتش کدہ کفر سرد ہوا، کلیسائے روم و ایران منہدم ہوا، صنم خانوں سے توحید کے نغمات اُٹھنے لگے، مجوسیت کا شیرازہ بکھر گیا۔ یہودیت دم توڑ چکی، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے، قصرات نوشیرواں میں زلزلہ ہوا، فارس کی ہزار سالہ آتش نے تمازت کو خیر باد کہا، اباطیل کی سطوت کے کنگورے گرنے لگے۔ مقوقس اور اصحم کی سلطنتیں لرزہ براندام ہوگئیں، پاپائے روم اور شاہان حمیر سکتے میں پڑ گئے۔ ان کے اعجاز و امتیاز کے سامنے نگاہیں خیرہ ہوگئیں، عقول وفحول نے حیرت استعجاب میں ہمت ہار دی، انسانیت غبطہ و رشک کے کیف و سرور میں سرمست ہوئی، شان فارس اور شوکت روم نے اعتراف عظمت کرلیا۔ اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گرنے لگے۔

آفتاب ہدایت کی شعاعیں چار سو عالم میں پھیل گئیں، بالآخر وہ دن آ پہنچا کہ چشم فلک کو مدت سے جس کا انتظار تھا جس کی دید کے لیے ہر دن سورج طلوع ہوتا تھا،

وہ دن جو بطن تقدیر میں مدت سے پرورش پا رہا تھا، جس دن کی دید کے لیے خلائق کا ہر ذرّہ نگاہیں دوڑا رہا تھا، انسانیت جس کی جستجو میں تھی جس دن کی شعاعیں ادھر آدم تک اور ادھر قیامت تک لمعہ افگن رہنے والی تھیں، وہی دن جو یوم الایام تھا، وہی دن جو تاریخ ہستی کا سب سے اہم ترین دن تھا، وہ اقوام عالم میں سب سے عظیم یوم تھا، سب سے روشن روز تھا۔

اس روز مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے ظلمات کو لمعات دینے والے، اقوام عالم کی ناہمواریوں کو تعمیراتی نصب العین سے ہم آغوش کرنے والے، مظلوموں کی فریاد رسی اور ستانے والوں سے بھلائی کرنے والے، باطل کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والی قوم کو صراط مستقیم کا درس پڑھانے والے، سیّد الاوّلین والآخرین، اشرف الانبیا، اطیب الانبیا، خاتم الانبیا، امام الانبیا، شفیع المذنبین یتیم مکہ کی وادی مکہ میں ولادت ہوتی ہے!!

ضیاالرحمٰن فاروقیؒ

❁......۞......❁
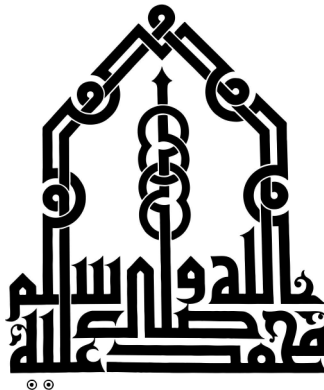
شرف انسانی کو معراج نصیب ہوئی

عربی زبان میں ربیع بہار کو کہتے ہیں اور بہار جب آتی ہے تو غنچے چٹکتے ہیں، پھول کھل اُٹھتے ہیں، کلیاں مسکراتی ہیں، سبزہ زار مہک اُٹھتے ہیں، پرندے چہچہاتے ہیں، بہار کی آمد سے دل و دماغ معطر ہو جاتے ہیں اور ہر طرف ایک کیف و مستی اور سرور کا عالم ہوتا ہے۔ آج سے چودہ سو برس پہلے عرب کی ویران وادی میں بہار آئی تھی۔ بی بی آمنہؓ کے گھر کے آنگن میں ایک سدا بہار پھول کھلا تھا، جس کی مہک سے ساری کائنات معطر ہوگئی۔ دلوں کے خلوت کدے روشن ہوگئے، تھکی ماندی انسانیت کو شادمانی نصیب ہوئی، نسل آدم کا وقار بلند ہوا، شرف انسانی کو معراج نصیب ہوئی، عظمت انسانی کو سربلندی ملی، خاک کے ذرّوں کو حیاتِ نو ملی، یہ آنے والی بہار اور اس میں کھلنے والا پھول حسن ازل کی تجلی خاص اور جان کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس تھی:

مبارک ہو کہ ختم المرسلین تشریف لے آئے
جناب رحمتہ للعالمین ﷺ تشریف لے آئے

صاحبزادہ طارق محمودؒ

نہ آئی تھی کبھی گلزارِ ہستی میں بہار ایسی

مکہ پر حملہ کرنے والے ابرہہ اور اس کی فوج کو برباد ہوئے پچاس دن گزر چکے تھے۔ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ جاڑا ختم ہو چکا تھا اور بہار کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ درختوں میں کونپلیں پھوٹ رہی تھیں کہ ایک دن جب رات کا اندھیرا دور ہو رہا تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور مکہ کے اُونچے نیچے پہاڑوں پر صبح کا نور بکھر رہا تھا۔ بی بی آمنہؓ کے گھر ہمارے رسولِ پاک ﷺ پیدا ہوئے۔ ننھے حضور ﷺ اس قدر خوبصورت تھے کہ جو دیکھتا تھا، دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ دادا حضرت عبدالمطلبؓ کو جب خبر ملی کہ ان کی بیوہ بہو کو اللہ نے بیٹا دیا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ دوڑے دوڑے گھر آئے، پوتے کو بیٹے کی نشانی سمجھ کر سینے سے لگا لیا اور دیر تک پیار کرتے رہے۔

بہت سی روایتوں میں ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کی پیدائش سے پہلے آپ ﷺ کی والدہ بی بی آمنہؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے بہت دور، ملک شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ بی بی آمنہؓ کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے مشرق اور مغرب روشن ہو گئے ہیں۔

رسول پاک ﷺ کے ایک پیارے ساتھی حضرت عثمانؓ بن ابی عاص کی والدہ جو آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت بی بی آمنہؓ کے پاس موجود تھیں، کہتی ہیں کہ آپ ﷺ جب دُنیا میں تشریف لائے تو جس طرف نظر جاتی تھی، نور ہی نور نظر آتا تھا۔

پیدائش کے وقت دایہ کی خدمت رسول پاک ﷺ کے ایک پیارے ساتھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی والدہ حضرت شفاؓ بنت عوف نے انجام دی۔ یہ خاتون قبیلہ

بنو زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

پیدائش کے ساتویں دن حضرت عبدالمطلبؓ نے پیارے پوتے کا عقیقہ کیا اور قریش کے لوگوں کو کھانے پر بلایا۔ ان کے پوچھنے پر اُنھوں نے بتایا کہ میں نے اپنے پوتے کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔ میری آرزو ہے کہ آسمان پر اللہ اور زمین پر اللہ کی مخلوق اس کی تعریف کرے۔ محمد ﷺ کے معنی ہیں جس کی بار بار (بہت زیادہ) تعریف کی جائے یا جس میں تمام خوبیاں اور بھلائیاں پائی جائیں۔ آپ ﷺ کا ایک نام احمد ﷺ بھی ہے جس کا مطلب ہے اللہ کی بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نام آپ ﷺ کی والدہ نے خواب میں اشارہ پا کر رکھا تھا!!

طالب ہاشمی

عالمِ ہستی کے خارستاں بہارستاں ہوئے

جس طرح شبِ تاریک کی ظلمت مہر عالم افروز کی آمد کا مژدہ اپنے اندر پنہاں رکھتی ہے، اسی طرح طغیان وعصیاں کی فراوانی اور فواحش و معاصی کی کثرت دریائے رحمتِ الٰہی کے جوش میں آنے اور کسی ایسے نفس قدسی کے دُنیا میں جلوہ گر ہونے کی بشارت دیتی ہے جو ایک اشارہ چشم ابرو سے عظیم الشان سلطنتوں کے تختے اُلٹ دیتا ہے۔ جس کی زبان حقیقت ترجمان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ کفر و طاغوت کی رگ گردن کے لیے تیر ونشتر کا حکم رکھتا ہے اور جو چشم زدن میں کارگاہ حیات کا نقشہ بدل دیتا ہے۔

ان ہادیان سر منزل معرفت کی بعثت کا سلسلہ ابتدائے آفرینش کے ساتھ جاری ہوا۔ خاکدان گیتی کا ہر گوشہ اور ہر چپہ ان شموس ہدایت کے نور سے مستنیر ہوا تا آنکہ **571**ء میں جب ابنائے آدم تذلل وتسفل کی انتہائی گہرائیوں میں گر چکے تھے، جب خدا کے بندوں کی گردنیں اصنام و اوثان کے سامنے سجدہ ریزی کرنے کے لیے وقف ہوگئی تھیں، جب حریت نفس اور آزادی ضمیر کا خاتمہ ہو چکا تھا، جب اللہ کے بندے فسق و فجور میں مبتلا ہو کر خدا کے احکام سے غافل ہو گئے تھے، جب انسانیت کبریٰ پر بہیمیت ونفسانیت پورے طور پر غالب آ گئی تھی اور جب اس خطہ عرب پر جہالت وضلالت کی تاریکی پورے طور سے مسلط ہو چکی تھی، دُنیا کا وہ سب سے بڑا ہادی ﷺ اور سب سے برگزیدہ انسان ﷺ مبعوث ہوا، جس کی جبین تابناک سے نور حقیقت کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ جس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر قیصر و کسریٰ کے تخت لرز گئے۔ جس کے فیضان کی اشعاعہ لامعہ نے ظلمت آباد ارضی کو بقعہ نور بنا دیا۔ جس کے سر منزل شہود پر قدم رکھتے ہی غلامی و استعمار کی زنجیریں کٹ گئیں۔ تمیز رنگ ونسل مٹ گئی، انسانیت کا کھویا ہوا وقار قائم ہوا۔

مخلوق خداوندوں کی خداوندی کا خاتمہ ہوگیا اور جس نے چار سوئے گیتی میں یہ اعلان کر دیا کہ شاہی وخسروی وجہ افتخار و امتیاز نہیں، بلکہ خدا کے نزدیک اسی کا رتبہ سب سے بلند ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑا ہو۔ عام اس سے کہ وہ افریقہ کے کسی تپتے ہوئے صحرا کا حبشی ہو یا یورپ کے کسی برفانی خطہ کا سفید فام انسان۔ یہود اسے دیکھ کر بے ساختہ پکار اُٹھے کہ ابراہیمؑ وموسیٰؑ کی دُعائیں ممثل ہو کر اس کی شکل میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔ نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت مجسم ہو کر سابکان مسالک شرک وضلالت کو سرمنزل ہدایت و سعادت کی طرف راہنمائی کرنے کے لیے جلوہ گر ہوگئی، ایں دُنیا جو صراط مستقیم کو چھوڑ کر پریشان ہو رہے تھے، اس کی طرف دوڑے۔ بندوں کو وہ عہد یاد آ گیا جو اُنھوں نے معبود حقیقی سے باندھا تھا اور دُنیا کے در و بام اس نور ممثل کی روشنی سے جگمگا اُٹھے۔

آج کا دن اسی فضل مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا میں آنے کا دن ہے، جس کی شان رحمتہ للعالمینی نے سپید و سیاہ اور اخضر و احمر کو اپنی آغوش میں پناہ دی۔ جس کی رافت وعطوفت کا ابر گہربار تمام دُنیا پر برسا اور جس کے نور ہدایت سے دُنیا کا ہر چھوٹا اور بڑا رہتی دُنیا تک فیض یاب ہوتا رہے گا:

الذی ردت الیه الشمس وانشق القمر
کان امیا ولکن عنده ام الکتاب
والذی فی کفه الکفار لما ابصروا
کلم الحصباء قالوا انها شینا عجاب

حضور پاک ﷺ نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر ایک پیغام دیا۔ جن رُوحوں نے اس پیغام پر لبیک کہا، انھیں خلافت الٰہیہ عطا ہوئی۔ قیاصر و اکاسرہ کے تاج ان کے قدموں پر نثار ہوئے اور جب تک آفتاب عالم تاب مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا رہے گا، دُنیا اس یتیم مکہ کے اس اعجاز کو نہ بھولے گی کہ اس نے شتربانوں کو جہانبانی کے گُر سکھائے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ربع مسکون پر چھا گئے اور مشرق و مغرب میں ان کے جھنڈے لہرانے لگے۔ خود امی ہونے کے باوجود اپنے متبعین کو علم و معرفت

کے وہ رموز بتائے کہ وہ محفل علوم کے صدر کہلائے اور تمام دُنیا نے ان کے سامنے زانوائے ادب تہہ کیا۔ تمیز آقا و بندہ اس طرح مٹائی اور مساوات کا ایسا بلند معیار قائم کیا جس کا مافوق متصور ہی نہیں۔ غلامی کی جڑیں اس طرح کاٹیں کہ جب تک حضور اکرم ﷺ کے حلقہ گوش حضور اکرم ﷺ کی تعلیم پر عمل پیرا رہے، شجر غلامی دُنیا میں سرسبز نہ ہو سکا!!

....

ڈینٹی نے جو اٹلی کا سب سے بڑا شاعر ہے، ایک دلکش ولطیف نظم لکھی ہے جس کے دو مصرعوں کا مضمون ہمیں نہیں بھولتا۔ وہ کہتا ہے کہ موسم زمستان میں جب زمہریر کی گرفت سے کوئی زندہ چیز آزاد نہ تھی، میں مدتوں ایک سوکھی سی شاخ پر ایک کانٹے کو دیکھتا رہا لیکن جب جاڑے گئے اور موسم بہار آیا تو اسی کانٹے کے سرے پر ایک خوش رنگ پھول نکل آیا جس کی خوشبو نے میرے دماغ کو معطر کر دیا۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ظہور ڈینٹی کی اس دلآویز تشبیہ کو مجاز سے حقیقت میں بدل دیتا ہے۔ 571ء سے پہلے دنیا خارزار تھی۔ اس کبھی نہ فراموش ہونے والی تاریخ کے بعد جب کہ حضور رحمت عالمیاں، صفوت آدمیاں، تتمہ دور زماں، سرور کون و مکان منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ یک بیک لالہ زار ہو گئی۔

سطوت کبریٰ کے نقش پا کی شوخی دیکھنا
عالم ہستی کے خارستاں بہارستاں ہوئے

....

انسان کی اس روحانی خواہش نے جو معرفت کی پہلی سیڑھی ہے، اوّل اوّل جبکہ انسان پر ابھی تمدن کا سایہ نہ پڑا تھا اور وہ وحشیانہ زندگی بسر کرتا تھا اور ارواح پرستی، جماد پرستی، بت پرستی اور فطرت پرستی کی شکل اختیار کی۔ جب انسان نے ہوش سنبھالا اور فہم وشعور نے اس کی بصیرت کا دریچہ آہستہ آہستہ کھولنا شروع کیا تو ہوا، آگ، پانی، درخت، پتھر، چاند، سورج کے بجائے جن میں اسے پہلے شانِ خدا نظر آتی تھی، اب ایک اَن دیکھی اور اَن بوجھی قوت کا تصور پیدا ہونے لگا جس کے جلال و جبروت کے مقابلہ

میں یہ تمام دنیا ایک جزو لاتیجزی ہے۔ یہ تصور جن انسانوں کے دل میں پیدا ہوا، ان کا شماران خاص خاص برگزیدہ لوگوں میں تھا جنہیں قدرت افرادِانسانی کے لیے اپنے اپنے عہد کی روحانیت کا نمونہ بناتی چلی آئی ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ کے اخلاق و روحانیت کا نچوڑ تھے اوران حقیقتوں کے ترجمان تھے جو انہیں گزشتہ نسلوں سے ترکہ کے طور پر ملی تھیں۔تاریخ کی روشنی میں ہمیں ایسے بے تعداد ہادیانِ مامور من اللہ کی صورتیں نظر آتی ہیں، زردشت، کنفیوشیس ، بدھ، ابراہیم،، موسیٰ، عیسیٰ اوراسی حیثیت کے دوسرے ملہم من اللہ بزرگ قوموں کی نجات اور منشاء فطرت کی تکمیل کا ذریعہ ہوتے رہے ہیں۔ ان بزرگوں نے اپنے اپنے زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے روحانیت کے سلسلہ ارتقا کو جاری رکھا اور اپنی اپنی امتوں کو یزداں شناسی کی طرف مائل کیا۔لیکن جس طرح تمام موجودات ذہنی و خارجی ایک حالت سافل سے ترقی کرتی ہوئی بتدریج مقامات عالیہ کی طرف صعود کرتی ہے اورنشوونما کے مختلف مدارج طے کرنے کے بعداس منتہائے بلوغ پر پہنچ جاتی ہے جس کے بعد مزید ترقی کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ انسان ہی کو دیکھو جو حجری، شجری اور حیوانی مقامات میں سے گزرکر انسانی درجہ میں جا پہنچا ہے اور اب اپنے جوارح و اعضا اور ظاہری صورت کے لحاظ سے مزید ارتقا کی ضرورت سے مستغنی ہوگیا ہے۔اسی طرح مذہب کی ترقی بھی خاص حدود سے حسب منشاء فطرت متجاوز نہ ہوسکتی تھی۔ آدم کا دین حنیف جوعلم الاسما کی ابجد خوانی کرتا ہوا بنی آدم میں شائع ہوا، قرنہا قرن تک کبھی بدھ کی نروان کی بھٹی میں پوتّر ہوتا اور کبھی طورسینا کی چوٹی کے ربّانی نور کی موجوں میں غوطہ کھاتا ہوا بالآخر مسیح ابن مریم کوترکہ میں ملا جس نے اخلاق، روحانیت اورمعرفت کا یہ صدیوں کا چھنّا ہوا عصارہ انجیل کے آسمانی گلاس میں ڈال کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔لیکن پانسوستر سال تک پیالہ قلتین بنے رہنے سے ان میں طرح طرح کی کدورتیں شامل ہوگئیں اورنفاست پسند طبیعتوں کواس لائے دردآمیز کا پینا گراں گزرنے لگا۔آخر مکّہ کے ایک ساقی نے اسے خالص وحدانیت کی صافی میں چھان کر **اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** کے قرابے میں بھرااوراب یہ جام تا قیام عالم گردش میں رہے گا۔

....

خدائے بزرگ و برتر نے انسان کو باوجودیکہ اس کا خمیر خاک جیسے مایۂ حقیر سے اٹھایا گیا تھا، احسن تقویم کے سانچہ میں ڈھال کر تمام موجودات ذوی العقول پر فضیلت عطا کی۔فرشتے سراپا نور تھے لیکن ان کی گردن مٹی کے اس پتلے کے آگے جھکا دی۔شیاطین واجنہ سرتاپا نار تھے لیکن ان کا سر اس کی چوکھٹ پر رکھ دیا۔اپنے جلال و جمال کا درخشاں تاج اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر رکھ کر آفرینندۂ کون ومکان نے کائنات کی تمام مادی طاقتوں کو انسان کے زیرنگیں کر دیا۔آفتاب کو اس کی آئینہ داری کی خدمت تفویض ہوئی۔ ماہتاب کو اس کی ساغرگیری کا منصب سپرد کیا گیا۔ستاروں کو اس حویلی کے آنگن کی جاروب کشی کا شرف بخشا گیا۔بحر و بر، برق و باد، شجر و حجر، وحوش وطیور سب اس کے غلامانِ غلام بنائے گئے۔

ظاہر ہے کہ آدم کا یہ شریف ونجیب بیٹا جسے بارگاہِ رب العالمین سے خلیفۃ اللہ فی الارض کا پرغرور لقب مرحمت ہوا ہے، فطرتاً حر ہے اور اپنے ابنائے جنس میں سے کسی کا عبد نہیں ہوسکتا۔اس کی پیشانی اگر کسی کے آستانہ کی گرد سے آلودہ ہوسکتی ہے تو صرف اپنے پروردگار کی دہلیز کبریائی کی خاک سے۔غلامی سے اس کی فطرتِ آزاد کو ازلی وابدی نفرت ہے اور ان قیود کے سوا جو رب السموات والارض کی مصلحتوں نے اس کے لیے تجویز کی ہیں، دنیا جہان کی کوئی ماسوا اللّٰہی اس پر جداً عائد نہیں ہوسکتی۔اس سبق کو ساعتِ الست سے جب اوّل اوّل اس نے اپنے آقائے اعظم کے ساتھ پیمانِ وفا استوار کیا تھا، وہ بارہا بھول چکا ہے مگر جب کبھی خود فراموشی کی یہ کیفیت اس پر طاری ہوئی ہے، خدا کی رحمتِ نہائی نے جوش میں آ کر کسی خاص بندے کی معرفت اس کا حافظہ تازہ کر دیا ہے اور اسے اپنا بھولا سبق یاد آ گیا ہے۔دنیا میں جس قدر انبیاء مرسلین مبعوث ہوئے، سب کی بعثت کا منتہا یہی تھا کہ انسان کی غلامی کی بیڑیاں بڑھائیں اور اسے حریت کامل کا درس دے کر حکمرانی کا اہل بنائیں۔

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے تیشہ کی ایک ہی

ضرب سے مٹی کے بتوں کی گردن اڑا کر خدائے واحد کی کبریائی کا علم نافِ عالم میں بلند کیا، وہاں اپنے زمانہ کے غلام............ خلاف اپنی جبروتی آواز بلند کر کے بنی آدم کو آزادی کی دعوت دی۔ ابتغائے مرضات اللہ کے صلہ میں ان کے لیے ''امام الناس'' کا منصب رفیع تجویز ہوا اور انہیں یہ آسمانی بشارت ملی کہ ان کی نسل دنیا میں پھلے پھولے گی، اسے نبوت کے خلعت سے سرفراز کیا جائے گا اور اس کے سر پر تاج سلطنت رکھا جائے گا۔ چنانچہ اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے حق میں وعدۂ ایزدی کا اعلان ان الفاظ میں ہوا کہ ہم اس پر اپنی برکتیں نازل فرماتے ہیں، ہم اس کی نسل میں بے حساب افزائش کریں گے، اس کے صلب سے بارہ تاجدار پیدا ہوں گے اور اس کی اولاد کو ایک عظیم الشان قوم کا درجہ عطا کیا جائے گا۔ (پیدائش باب 17، آیت 20، 21)

اسرائیلیوں نے نمارده کی غلامی سے آزاد ہو کر جب قرنہا قرن کے بعد اپنی فطرتِ منور کا روشن چہرہ خود مسخ کر لیا اور فراعنہ کا ملعون طوقِ عبودیت اپنی گردن میں ڈال لیا تو موسیٰ عمران کو بھیجا گیا کہ اس قیدِ گراں سے انہیں چھڑائیں۔ مصر سے ان کی یادگارِ زمانہ ہجرت، فرعون اور اس کے طاغوتی کوکبہ کی ان کے تعاقب میں مجنونانہ تگ ودو، خیل باطل کی موج دریا میں غرقابی، پرستارانِ حق کا چالیس سال تک وادیِ سینا کی آزاد ہواؤں کے آغوش میں پرورش پا کر از سر نو جہانبانی کا سلیقہ پیدا کرنا یہ سب واقعات بتا رہے ہیں کہ وہ جو حامل تورات تھا، صرف غلامی کے خلاف جہاد کرنے، زیردستوں کو زبردست بنانے اور کائنات انسانی کو آزادی کے گر سکھانے آیا تھا۔

کئی صدیاں اور گزر گئیں پرانے نمردوں اور فرعونوں کی جگہ نئے نئے قیصروں نے لے لی جنہوں نے کروڑوں آزاد انسانوں کے کانوں میں حلقہ غلامی ڈال دیا۔ اب عیسیٰؑ ابن مریم آئے اور جو فرض ان کے جلیل المرتبت پیشرو نے فراعنہ کی سرکوبی سے انجام دیا تھا، وہی فرض انہوں نے قیاصرہ کی رگِ گردن میں استرخا پیدا کر کے اپنے عہد کے مظلوم انسانوں کو دعوتِ حریت دینے سے پورا کرنا چاہا۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے اس زمانہ کی مفلوک الحال اور جفا زدہ انسانیت کے سر کے لیے آسمانی سلطنت کا تاج تجویز

فرمایا لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس وقت کے بڑے بڑے جغادری یہودی ٹوڈیوں نے روما کے بھرے دربار میں ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ عامۃ الناس کو رومۃ الکبریٰ کے خلاف بغاوت پر ابھار رہے ہیں اور آسمانی سلطنت کا نہیں بلکہ دنیوی سلطنت کا ڈول ڈال رہے ہیں۔ جس سلطنت کی خواہش ان کی طرف سے ظاہر ہوئی، دنیوی ہو یا دینی، آسمانی ہو یا زمینی، لیکن بہر حال وہ سلطنت ضرور تھی، اغیار کی محکومی و غلامی نہ تھی۔

زمانہ کے پل کے نیچے دریائے حوادث کی چھ سو گونا گوں موجیں آزادیٔ انسانی کو خس و خاشاک کی طرح بہاتی ہوئی دور نکل گئیں اور وقت آ گیا کہ حریتِ کاملہ کے ادبستان کا وہ آخری معلم جس کے ظہور نے خلیل اللہ کی دعاؤں کی گود میں پرورش پا کر روح اللہ کی نویدوں کے گہوارہ میں تربیت حاصل کی تھی، افق بطحا پر آفتاب عالم تاب بن کر چمکے جس کی ایک ہی نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی تجلی غلامی کی ظلمتوں کے بادل کو چیر کر ربع مسکوں کو مطلع الانوار بنا دے۔

رونق بزمِ دودۂ آدم صلی اللہ علیہ وسلم
خواجہ گیہان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
جادہ شناسِ منزلِ وحدت جلوہ نمائے نورِ حقیقت
ہادی اکبر مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
خیرِ ممثل فصلِ مجسم صورتِ احساں پیکرِ رحمت
آیۂ لطفِ ربک الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہو گئی اس پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت
موسیٰؑ، عمرانؑ، عیسیٰؑ، مریمؑ، صلی اللہ علیہ وسلم
خیل ملک تھا اس کے جلو میں یعنی قضا کا رخش تھا رو میں
تا کہ جہاں ہو درہم برہم، صلی اللہ علیہ وسلم
کہتے ہیں جس کو سطوتِ کبریٰ وہ اک اس کی مشق سراپا
گردنِ ہرقل جس سے ہوئی خم، صلی اللہ علیہ وسلم

جیت گئے اسلام کے غازی ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم، صلی اللہ علیہ وسلم
اس کی غلامی نے ہمیں بخشا تاجِ سکندر فرِّ دارا
کوکبۂ کے مرتبۂ جم، صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے اونچا پایہ ہے اس کا اور ترے سر پہ سایہ ہے اس کا
ملتِ بیضا پھر تجھے کیا غم، صلی اللہ علیہ وسلم

رحمتِ عالمیان صفوت آدمیان تتمۂ دورِ زمان محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ ﷺ **(بابی انت و اُمی یا رسول اللّٰہ)** مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مظلوم انسانوں کے پاؤں سے ابد الاباد تک کے لیے غلامی کی بوجھل زنجیریں کاٹ ڈالنے کے لیے تشریف لائے اور تیئیس سال کی قلیل مدت میں جو تاریخ عالم کے بالمقابل ایک لمحہ کا حکم رکھتی ہے، کائنات انسانی میں وہ محیر العقول انقلاب برپا کر گئے جو آج تک کسی ابن آدم کے حصہ میں نہیں آیا اور نہ تا قیامِ قیامت آئے گا۔ حضور ﷺ کے سحر جلال کے ایک کرشمہ نے پست کو بلند اور بلند کو پست کر کے بنی آدم کے لیے مساوات کا وہ بوریائے بے ریا بچھا دیا جس پر شتر بان جہاں بانوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آئے۔ کالی کملی والے فقیر زرین قبا کج کلاہوں کے ہم نشیں دکھائی دیتے۔ آقا و غلام کی تمیز یکسر اُٹھ گئی بلکہ غلامی اور بادشاہی دو مترادف الفاظ بن گئے۔ آج وہ آسمانی جادو جس کے ڈورے آپ ﷺ نے انسان کے دل پر آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ڈالے تھے، اب بھی بدستور کرشمہ سنج ہے اور قرآن حکیم ان کو جنہیں اس زمانہ کے اکاسرہ و قیاصرہ نے اپنے استعباد کی فولادی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے، مخلصی کی بشارت ان نورانی الفاظ میں دے رہا ہے:

- **وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا.** (النور:55)

خدائے پاک کا تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو صاحب ایمان ہیں اور

جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں دنیا میں اسی طرح صاحب تاج و نگین بنائے گا جس طرح اور پہلی قوموں کو یہ انعام دے چکا ہے۔ اسی کے ساتھ وہ اس مسلک قدیم کی بنیاد کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، مضبوطی سے استوار کرے گا اور ان کے دلوں کے خوف کو تسکین خاص سے بدل دے گا۔

حکومت اور سلطنت کا یہ آسمانی وعدہ غیر سماوی الاصل وعدوں کی طرح نسل یا رنگ یا زبان یا وطنیت یا مزدوری یا سرمایہ داری کی قیود سے مقید نہیں بلکہ ابرِ نور بہار کی طرح جس کے حیات افزا چھینٹے کوہ وصحرا، باغ و راغ، مرغزار و ریگزار پر یکساں برستے ہیں۔ اس کا احسان بھی اسود و احمر، ابیض واصفر، ایشیائی وارو پائی، مفلس وغنی، امولی و اعالی کے لیے عام ہے، شرط صرف ایمان اور عمل صالح کی ہے۔ اس کے بعد ہر شخص میثاق ایزدی کی رو سے کاملاً آزاد اور علی قدرِ مراتب حکومت کا حصہ دار ہے۔ بنی آدم کے لیے بارگاہ راہب العطایا سے یہ گنج شایگاں صرف حضرت محمدِ عربی ﷺ ہی لا سکتے تھے۔

آزادی اور سلطنت جیسی بیش بہا نعمتوں کا میسر ہونا جب ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کا نفس کی کس انفعالی کیفیت اور عمل صالح کا اعضا و جوارح کے کس فاعلی ملکہ پر انحصار ہے۔ اس دلکشا نکتہ کی شرح کے لیے تو کئی دفتر بھی کم ہیں لیکن اگر دجلہ کو کوزہ میں بند کرنا ہو تو صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہوگا کہ ایمان ماسوا سے کٹ کر معبودِ حقیقی سے جڑ جانے کا نام ہے اور عمل صالح خدا کے رستے میں کٹ مرنے کی استعداد کو کہتے ہیں جس کے لیے شریعت غرائے مصطفویٰ علی صاحبا الصلوٰۃ نے جہاد کی عالم آشوب اصطلاح وضع کی ہے۔ وہ جو اپنے پروردگار کی راہ میں موت سے جی چراتا ہو اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر خاک وخون میں تڑپنے کے لیے تیار نہ ہو، کوئی حق نہیں رکھتا کہ آزادی کا نام بھی زبان پر لائے اور سلطنت کی تمنا کو دل میں جگہ دینے کا تصور بھی کرے۔ خود خواجہ کونین علیہ الف الف تحیاۃ کی ساری زندگی اس حقیقتِ کبریٰ کی جیتی جاگتی شرح ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میری دلی آرزو ہے کہ میرا سر میدان جہاد میں تن سے جدا ہو جائے اور پھر جڑ جائے اور پھر جدا ہو جائے اور پھر جڑ جائے اور پھر جدا ہو

جائے۔ سارا قرآن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشادِ اقدس کے مطابق حضور سرورِ کون و مکانؐ کی حیاتِ طیبہ کی بولتی چالتی تصویر ہے، فرضیت جہاد سے بھرا پڑا ہے۔ مروارید کے اس درخشاں گنجینہ سے چند موتی رولتے جایئے۔

- **یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماوھم جھنم وبئس المصیر.** (التحریم:9)

اے پیغمبر (ﷺ) حق کے منکروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو اور ان پر اس قدر سختی کر کہ ان کا قافیہ تنگ ہو جائے۔

آگے چل کر اسی سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

- **فرح المخلفون بمقعدھم خلف رسول اللّٰہ و کرھوا ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ وقالوا لاتنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون.** (التوبہ:81)

جو لوگ غزا کے لیے رسول اللہ کے ہمراہ نہیں گئے بلکہ عورتوں کی طرح گھروں میں بیٹھ رہے ہیں اور اپنے مال و جان اللہ کے رستے میں قربان کرنے سے جی چراتے ہیں، وہ جی ہی جی میں خوش ہو رہے ہیں کہ اس مصیبت سے سستے چھوٹے اور دوسروں کو بھی یہ کہہ کر گمراہ کر رہے ہیں کہ اس بلا کی گرمی میں کیوں میدانِ جہاد کا رخ کرتے ہو۔ اے پیغمبر (ﷺ)! ان سے کہہ دو کہ تم دھوپ ہی کی تیزی سے گھبراتے ہو۔ کاش تمہیں یہ معلوم ہوتا کہ فریضۂ جہاد سے پہلو تہی کرنے کا نتیجہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے جس کے التہاب کے آگے سورج کی حرارت کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ باتیں اگر تم لوگوں کو معلوم ہوں تو یوں کھلکھلا کر نہ ہنسو بلکہ دھاڑیں مار کر اپنے نصیبوں کو روؤ۔

ایک اور مقام پر نہایت جامعیت کے ساتھ اس حقیقت کی شرح کی گئی ہے کہ عقبیٰ میں فوزِ عظیم اور دنیا میں حکومت کا انعام اسی جماعت کو مرحمت ہو سکتا ہے جو اپنا مال اور جان خدا کی راہ میں قربان کرنے کی توفیق رکھتی ہو۔ سنئے۔

- **یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم**

تؤمنون باللّٰه ورسوله وتجاهدون فی سبیل اللّٰه باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون O یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھر ومسکن طیبة فی جنت عدن ذلک الفوز العظیم.

(الصّف:11،12)

اے اربابِ ایمان! کیا تم کو بازارِ ہستی میں اس جنس کی خرید وفروخت کا راز بتایا جائے جو تمہارے سر سے غیر اللہ کی غلامی کا دردناک عذاب ٹال سکتی ہے۔ وہ راز یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو اگر تم کو فہم وفراست سے کچھ بھی حصہ ملا ہے۔ تو یہی شیوۂ ایثار تمہارے حق میں موجب فلاح ہے۔ اس مجاہدانہ تگ ودو کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تمہارے گناہوں پر یک قلم خطِ عفو کھینچ دیا جائے گا، تم کو جنت الفردوس میں جگہ ملے گی جہاں تمہاری تفریح کے لیے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور تمہارے رہنے کو دلکشا قصر وایوان ہوں گے کہ یہی فوزِ عظیم ہے۔ لیکن یہ تو دوسری دنیا کی باتیں ہیں تم چاہتے ہوگے کہ اس دنیا ہی میں تمہاری قربانی کا صلہ تم کو کسی ایسی شکل میں مل جائے جو تمہیں نہایت ہی پیاری ہے۔ سو ہمارے ہاں اس کی بھی کمی نہیں۔ گھروں سے ہماری راہ میں زربکف اور سربکف ہوکر نکلو پھر تم دیکھ لوگے کہ خدا کی نصرت تمہارے سروں پر سایہ افگن ہے اور فتح وکامرانی تمہارے قدم لینے کے لیے بڑھ رہی ہے۔ اس سے زیادہ خوشخبری تمہارے لیے اور کیا ہوسکتی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ پر جو مختصر سا تبصرہ میں نے کیا ہے، اس سے اربابِ بصیرت نے بیک نظر دیکھ لیا ہوگا کہ یہ نفوسِ قدسی انسان کے لیے صرف ایک پیغام لائے اور وہ پیغام یہ تھا کہ ابن آدم کو ماسوا کی محبت اور خوف سے تعلق توڑ کر نیا رشتہ الفت وخشیت صرف اپنے پروردگار سے جوڑنا چاہیے کہ آزادی اور نیابت الٰہی یعنی سلطنت جو انسان کی دلی آرزوؤں کا منتہا ہے، اسی تعلق کو برقرار رہنے سے حاصل ہوسکتی ہے اور یہ تعلق اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے جب انسان خدا کی راہ میں اپنا مال و دولت لٹا دینے اور اپنی جان پر کھیل جانے کے لیے ہر وقت تیار رہے، اسی کو جہاد کہتے

ہیں اور اگر جہاد کی تعلیم دنیا سے مٹ جائے تو آزادی اور حکومت کے امکانات بھی صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح محو ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی، حجت حق کے دروازے بند ہو گئے، عرش سے رب العالمین پکارا **الیوم اکملت لکم دینکم**، فرش سے نبی اکرم نے اس اکملت پر مہر تصدیق وتوثیق ثبت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ **لانبی بعدی**۔ چالیس کروڑ انسانوں کی گردنیں ان سماوی وارضی ارشادات کے آگے جھک گئیں اور رہتی دنیا تک جھکی رہیں گی۔

مولانا ظفر علی خانؒ
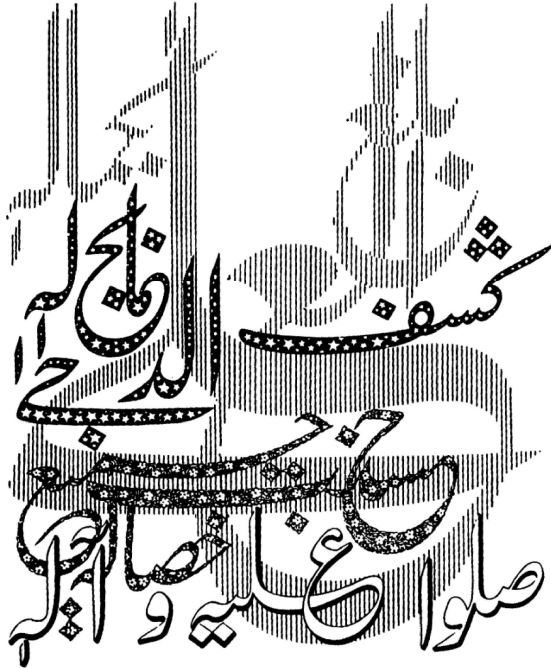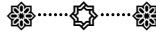
گلشن مہک اُٹھے

ربیع الاوّل شریف کا مہینہ جب بھی آتا ہے، اس میں رحمت و برکت، اور ایمان و ایقان کے وہ گلشن کھلتے ہیں کہ ان کی مہک پھر سارا سال اہلِ ایمان کے مشامِ قلب و جاں کو معطر رکھتی ہے۔ جوں ہی اس مہینہ مقدس کا چاند طلوع ہوتا ہے، ایمان کی کھیتیوں میں بہار آجاتی ہے۔ وہ کھیتیاں، جو انسانی فطرت کے ناتے نسیان وعصیان کے جھکڑوں کے باعث خزاں دیدہ ہوچکی ہوتی ہیں، ربیع الاوّل کی سدا بہار ہوائیں ان میں نیا گلشن آباد کر دیتی ہیں۔ محبت رسول کی کلیاں چٹکتی ہیں، عشقِ رسول کی کونپلیں پھوٹتی ہیں، ایمان کے پھول کھلتے ہیں اور پھر اس مہکتے ہوئے گلستان میں ایمان کے بلبل چہچہانے لگتے ہیں۔ وہ کائنات عالم کے حسین ترین پھول، اللہ کے محبوبِ رسول ﷺ کی مدحت وستائش کے نغمے الاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ فرش زمین کا ذرّہ ذرّہ اور عرش بریں کا چپہ چپہ اس ہستی والا صفات کے نغموں میں رطب اللسان نظر آتا ہے اور سماں کچھ یوں لگتا ہے:

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگا ہے، آقا تیری ہی داستان ہے

ایسا کیوں نہ ہو؟ یہ ہی تو وہ بہار ہے جس کے صدقے سب بہاروں کو بہار ملی، یہ ہی تو وہ مہک ہے جس سے سب گلشن مہک اُٹھے۔ یہ ہی تو وہ ہستی ہے جس کے تصدق میں نیستی کو ہستی نصیب ہوئی اور خزاں دیدہ کائنات عالم کا چمن لہلہا اُٹھا:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

صاحبزادہ عابد حسین

۞......۞......۞

گم گشتہ کائنات کو رہِ منزل کا سراغ مل گیا

بہار کی رنگینوں، رعنائیوں اور شادابیوں کی اگر کوئی شخص عکاسی کرنا چاہے تو اس کے لیے الفاظ کہاں سے لائے؟ اس سہانے موسم کی اِک اِک چیز پر، اس کی مہکتی فضاؤں پر، دُربار گھٹاؤں پر، عنبریں ہواؤں پر، مسکراتی کلیوں پر، کھلکھلاتے پھولوں پر، مرغزاروں شاخساروں پر اور ان میں چہچہاتی گنگناتی چڑیوں پر، ڈالی ڈالی پہ رقصاں خوشنما وخوش نوا پرندوں پر، گلوں کو چومتی اور فرطِ مسرت سے جھومتی بلبلوں پر، غرضیکہ بہار کی ایک ایک ادائے دل نواز پر شاعروں نے کئی کئی غزلیں کہہ ڈالیں، ادیبوں نے مہ پارے تخلیق کر دیئے مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ محدود اور معدود الفاظ کے ساتھ، جوبن پر آئے ہوئے فطرت کے حسن لامحدود کی عکاسی ہو بھی کیسے سکتی ہے! مگر افسوس کہ حسن و جمال کے خزانے لٹانے والی یہ بہار عارضی ہوتی ہے، فانی ہوتی ہے۔ خزاں کے بے رحم ہاتھ جب مصروف تاخت وتاراج ہوتے ہیں تو یہ سب رعنائیاں چند ہی دنوں میں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں اور چمن زار میں صرف چند ٹنڈ منڈ درخت اپنی حالتِ زار پر نوحہ کناں باقی رہ جاتے ہیں۔ چمن کا یہ حشر دیکھ کر باغباں کے دل سے اِک ہوک اٹھتی ہے اور اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے ہیں...... ایسے حسرت ناک انجام سے دوچار ہو جانے والی بہار کس کام کی؟ آیئے! اس بہار کی بات کریں جس کی ہر مسرت لافانی ہے، ہر خوشی لازوال ہے اور ہر فرحت جاوداں ہے۔ اس بہار کا آغاز 22 اپریل 571ء سے ہوا۔

اس بہار میں .... دستِ قدرت کا وہ شہکار غنچہ چٹکا، جس کی نکہت وشادابی اور رنگ وروپ دیکھ کر چشم نظارہ بیں ورطہ حیرت میں ڈوب گئی............ وہ گل رعنا کھلا جس کی بوئے دلآویز سے چمنستان دہر کا ہر طائر مست و بے خود ہو گیا۔ وہ نسیم سحر چلی جس

کے ہر جھونکے میں گلزار ازل کی مہک رچی تھی............ وہ صبا محوخرام ہوئی جس کی اٹھکیلیوں سے باغ ابد کی ہر کلی مُسکرا اُٹھی، ہر شگوفہ کھل اُٹھا............ وہ بادِ بہاری چلی، جس کی راحت بخش تھپکیوں سے بے قرارانِ عالم کو قرار آ گیا............ وہ کرم کی گھٹا اٹھی جس سے ہر کشتِ ویراں سیراب وشاداب ہوگئی............ وہ ابر نیساں برسا جس کا ہر قطرہ منت کش صدف ہوئے بغیر درشہوار بن گیا............ وہ شبنم پڑی جس کا نم گلستان حیات کے پتے پتے کے لیے آب حیات ثابت ہوا۔

یہ ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ تھی اور سوموار کی رات

یوں تو رات اپنے جلو میں ظلمت و تاریکی لیے ہوئے آتی ہے مگر یہ رات اپنے دامن میں اتنے ہمہ نوع انوار سمیٹے ہوئے آئی کہ ان کی چمک سے محفل وجود کا گوشہ گوشہ دمک اُٹھا............ اس رات کو وہ سراج منیر روشن ہوا جس کی ضیا پاشی کے سامنے بزم امکان کی ہر روشنی ماند پڑ گئی، ہر چراغ بے نور ہو گیا۔ وہ شمع ابد فروزاں ہوئی جس پر نثار ہونے والا ہر پروانہ امین حیات دوام ہو گیا، وہ نجم درخشاں طلوع ہوا جسے دیکھ کر دشت ضلالت میں گم گشتہ کائنات کو رہ منزل کا سراغ مل گیا، وہ ماہ تمام ضوفشاں ہوا جس کی چاندنی نے زیست کے تپتے صحرا کے اک اک مسافر کو ٹھنڈک، راحت اور سکون کی لذتوں سے سرشار کر دیا، وہ بجلی کا کوندا لپکا جس کی لہر لہر روشنی، طوفان نیم شب میں گھرے کاروانوں کی راہنما بن گئی، وہ سپیدہ سحر نمودار ہوا جس کی نمود دُکھی انسانیت کو، رنج وغم اور درد والم کی طویل رات کٹ جانے کی نوید سنا گئی، وہ صبح سیمیں ہویدا ہوئی جس کے اُجالے سے شبستان ہستی کی ہولناک تاریکیاں سیماب پا ہو گئیں، وہ مہر تاباں نور بار ہوا جس کی رُوپہلی کرنوں سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ روشنی میں نہا گیا: **واشرقت الارض بنور ربها** (الزمر:69) اور زمین اپنے ربّ کے نور سے جگمگا اُٹھی!!

قاضی عبدالدائم دائم

وہ لمحہ جب بہار اتری زمین پر

ہاں! یہ نعمتوں بھرے لمحے تو بہت سے ہیں، مگر قرآن بتاتا ہے اور صاف صاف لفظوں میں کھول کر بتاتا ہے کہ یہ سارے لمحے اپنی جگہ اہم سہی، پر ان میں سے کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں، جسے اللہ جل جلالہ اپنا 'خاص لمحہ' ٹھہرائے اور مخلوق پر اس کا احسان جتلائے...... دیکھو! ازل سے ابد تک سارا وقت خدا کا ہے، مگر یہ سارا وقت ایک سا ہے...... سب لمحے برابر ہیں...... سوائے 'ایک' کے اور وہی ایک تو لمحہ ہے، جسے رب تعالیٰ جل جلالہ نے کہا ہے 'اپنا'...... جو سب سے جدا ہے، سب سے بڑا...... وہ اکیلا لمحہ جسے قرآن نے ڈنکے کی چوٹ پر 'خدا کا لمحہ' احسان' بتایا ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ**...... (آل عمران:164)

وہ لمحہ، جب خدا نے مؤمنوں پر احسان کیا...... ہاں صرف ایک ہی لمحہ ایسا ہے، وقت کے بہتے دھارے کا سب سے حسین لمحہ...... رحمت کی برستی برکھا کا سب سے انوکھا قطرہ...... عرصۂ تخلیق کی لازوال ساعت...... تکمیل کائنات کی بے مثل آن...... ظہور قدرت کی انمول گھڑی...... ہاں! وہ سمے جب بہار اتری زمین پر...... ایسی بہار جس پہ نازاں ہے خود بہشت...... اس سے پہلے جہان، ویران تھا...... فضاؤں میں پھریرے اڑ رہے تھے ظلمتوں کے...... یہ لمحہ آیا زندگی لے کر...... وداع ظلمت شب اور طلوع صبح نو بن کر...... چراغِ علم و ہدایت کی تابشیں ہمراہ...... چمک اٹھا جہاں کا ذرہ ذرہ اس کی ضو سے...... اجالا ہے اسی کا روز و شب میں...... اسی سے بانک پن نکھرا زمیں کا...... گلوں میں رنگ، ستاروں میں روشنی اس سے...... ہر ایک حسن کے مظہر میں دل کشی اس سے...... یہ لمحہ جوہرِ آئینۂ تہذیب ہے...... سراسر نور ہے، تقدیس ہے...... اک علم کا مینار ہے، جس

سے رخِ حیات کا ہر زاویہ چمک اٹھا...... اک خیر کا معیار، جو دنیا میں حسنِ فکر ونظر لے کے آیا...... ایک امن کا پیغام، جس سے جاں بلب انسانیت نے آشتی کا فیض پایا...... اک نور کی برسات، جس نے دل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا...... اک لمحۂ انقلاب جو...... خلق وتقدیر وہدایت سب کا حاصل...... جس نے ریگ زاروں میں زندگی بکھیری ہے...... یہ لمحہ، جو شعور آگہی ہے...... زمانہ اس کے حوالے سے رخ بدلتا ہے...... یہ لمحہ، جو محیط کن فکاں ہے...... اس کی کرنیں دو جہاں پہ چھائی ہیں...... وہ لمحہ، مطلع صبح ازل روشن ہے جس سے...... وہ لمحہ، چہرۂ شامِ ابد تاباں ہے جس سے...... زمانہ سارا عطا ہے اس ایک لمحے کی......

یہ لمحہ گر نہ ہوتا...... محفل ہستی نہ ہوتی...... حقیقت ظلمتوں میں کھوئی رہتی، جبینوں پہ کبھی سجدے نہ کھلتے...... دلوں کی انجمن افسردہ رہتی...... نہ ہوتا رنگ گلشن میں، نہ سیاروں میں تابانی...... یہ لمحہ، جو عطا کے سب نرالے رنگ لایا ہے...... اسی کے فیض سے آراستہ بزم جہاں ہے...... افق سے تا افق ہے اس کی برکت کا ظہور...... یہ لمحہ، جو ازل سے تا ابد پھیلا ہوا ہے...... کاروانِ زندگی کی آخری منزل ہے یہ...... تصور میں یہ لمحہ جگمگائے تو بہاریں نکہتوں کے سب در کھول دیتی ہیں...... دلوں میں رنگ و بو کا سیل بے پایاں امنڈتا ہے...... وہ لمحہ، جس کی عظمت کا احاطہ ہو نہیں سکتا...... اللہ جل جلالہ نے اس میں ہی سب دل نوازیاں بھر دیں...... جو سچ کہوں تو ہیں اپنی نشانیاں بھر دیں۔

پوچھتے کیا ہو، یہ لمحہ کون سا ہے؟...... جادۂ ہستی ہے جس کی تابشوں سے نور نور، ہاں! یہی لمحہ ہے، جب حسن ازل کا نور چمکا، وہ لمحہ، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں جب آفتاب اترا...... جو بہر مؤمناں بن کر رؤف آیا، رحیم آیا...... خطا پوش وعطا پاش وخلیق آیا، کریم آیا...... خدا نے پیار سے اس کو پکارا جس طرح چاہا...... وہ مزمل، وہ مدثر، وہ یٰسین اور وہ طٰہٰ، ہاں وہ لمحہ، جو میرے آقا ﷺ کی پیدائش کا لمحہ ہے...... وہ لمحہ، جو اللہ جل جلالہ کی تکمیل خواہش کا لمحہ ہے...... وہ لمحہ، دین جب اترا نبی ﷺ کی زندگی بن کر، وہ لمحہ، جو کمال حسن کی ہے آخری منزل، وہی ہے انقلاب زندگی کا جاوداں لمحہ۔

سید عبدالرحمٰن بخاری

بعداز خدابزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، جن میں یہ زمین، یہ آسمان، یہ پھولوں کی رنگینی، پھلوں کی شیرینی، لہلہاتے سبزہ زاروں کی تازگی و شگفتگی، باغ و راغ میں کھلے ہوئے حسین و دلکش پھولوں کی مسکراہٹ، خوش الحان پرندوں کی چہچہاہٹ، یہ رات کے وقت آسمان پر خوبصورت ستاروں کی جھلملاہٹ، سورج کی سنہری و رُوپہلی کرنوں کی جگمگاہٹ، یہ مست اور خراماں ہواؤں کی سرسراہٹ، بہار کی شادابی و دل فریبی، بادصبا کی اٹھکیلیاں، پرکشش و دلکش کوہسار کے مسحورکن مناظر پہ چلتے ہوئے پانی، صاف و شفاف بہتی ہوئی ندیاں، پچھّم سے اُٹھی ہوئی گھنگھور گھٹائیں، زخار سمندر، آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پہاڑ، یہ مشام جان کو معطر کرتی ہوئی ہوائیں، بادنسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے، یہ باد بہاری خراماں خراماں، یہ گلہائے رنگا رنگ، موسموں کے تغیر و تبدل، بہار کی سحر آفرینی، چاندنی کا دل لبھانے والا منظر، یہ تمازت آفتاب اور فصلوں کی نشو ونما، پُر فریب وادیاں، ان کے سینوں پر اُگے ہوئے زرق برق سبزے، مناظر کوہ و دشت، انسان کی شکم پروری کے لیے یہ انواع و اقسام نعمت ہائے غیر مترقبہ شامل ہیں اور ان تمام نعمت ہائے گرانمایہ پر اپنا احسان نہیں جتایا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے افضل اور سب سے اکمل نعمت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے اور اس نعمت بیکراں کی عظمت اور قدر و قیمت کا اندازہ اسی امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے عطیہ پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتایا ہے۔

سورۂ آل عمران میں فرمایا: 'بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا جب کہ انھیں میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جو انھیں آیات الٰہی پڑھ کر سناتا

ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور کتابِ حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔' تو اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ پاک و کامل و اکمل ہستی کتنی قد آور ہوگی اور اس کے سیرت و اخلاق کتنے ارفع و اعلیٰ اور حسین وجمیل ہوں گے جس پر تحسین و آفرین کے ڈونگرے برسائے جارہے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرتے نہیں تھکتا۔ آیئے! ذرا تاریخ کے آئینے میں جھانکتے اور آج سے چودہ سو سال پیشتر کے حالات کا جائزہ لیجیے جب کہ شجر زندگی کی ہر شاخ خشک ہو چکی تھی۔ تہذیب وتمدن کے پھول وحشت و درندگی کی بادِ سموم سے مرجھا چکے تھے۔ حسن وعمل کے زندگی بخش چشمے خشک ہو چکے تھے۔ زمین پر جو ہر انسانیت کی سربلندی وشادابی کا کہیں نشان تک باقی نہ تھا۔ کشت مذاہب واخلاق کی حدود تو باقی تھیں لیکن فصلیں بالکل اُجڑ چکی تھیں۔ دُنیا کسمپری اور زبوں حالی کا شکار تھی۔ جہالت اپنے شباب پر تھی۔ تاخت وتاراج کا یہ عالم کہ انسانیت اب تک ماتم کناں ہے۔ قتل و ہلاکت اس قدر کہ کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ وحشت و بربریت اور ظلم کی یہ کیفیت، دریاؤں کے دل ہوں تو دہل جائیں، پہاڑوں کے سینے ہوں تو شق ہو جائیں، شرافت وشائستگی سر پیٹے تو سربازار رقص کرتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ انسانی وقار، آزادی ضمیر، عزت نفس، شرم وحیا اور تمام اخلاقی اقدار نیست ونابود ہو رہی تھیں۔ ہر سو کثافتیں اور کدورتیں سر اُٹھائے ہوئے تھیں۔ ظلم و نا انصافی، مخاصمت و معاندت، مسابقت ومخالف، پریشانی وسراسیمگی اور خوف و ہراس کی گھٹائیں فضائے انسانی کو ہر سو محیط کیے ہوئے تھیں۔ قرطاس گیتی پر تنازعات ومناقشات اور دنگا فساد کے خوفناک اور گمبھیر سائے بکھرے پڑے تھے۔ فتنہ وشر کی قوتیں ہر سو اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ دندناتی پھر رہی تھیں۔ بدکاری و بے حیائی، فحاشی وزناکاری کا بازار گرم تھا۔ ذاتی اغراض و مقاصد کے افکار فاسدہ اور اصنام باطلہ کی حکمرانی تھی۔ نفسیاتی خواہشات اور سفلی جذبات کی جلوہ نمائی تھی۔

کہتے ہیں کہ خدا کے حضور دیر ہے، اندھیر نہیں۔ بالآخر جبر واستبداد اور مصائب وشدائد کی چکی میں پستی، سسکتی اور بلکتی ہوئی انسانیت کی سنی گئی۔ ربّ ذوالمنن، اللہ ربّ العالمین، رحمٰن ورحیم کا سحاب کرم زندہ اُمیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی ہزاروں جنتیں اپنی

آغوش میں لیے ربیع الاوّل کے مقدس مہینے فاران کی چوٹیوں پر جھوم کر آیا اور بارامین کی مبارک وادیوں میں کھل کر برسا۔ انسانیت کی مرجھائی کھیتیاں لہلہا اُٹھیں۔ اخلاق وتمدن کے پژمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آ گئی۔ عمرانیت وحدانیت کے سبزۂ پامال میں نزہت ولطافت پیدا ہوگئی۔ اعمال صالحہ کے خشک چشمے حیات تازہ کی جوئے رواں میں تبدیل ہوئے۔ طغیانی وسرکشی کی بادسموم، عدل واحسان کی جاں بخش نسیم سحری میں بدل گئی۔ فضائے عالم مسرتوں کے نغموں سے گونج اُٹھی۔ انسان کو نئی زندگی اور نئے ولولے عطا ہوئے۔ آسمان نے جھک کر بصد عجز ونیاز زمین کو مبارک باد دی کہ تیرے بخت نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذرّوں کو اس ذات اقدس واعظم نور مجسم کی پابوسی کی سعادت نصیب ہوگئی۔ جو عالم موجودات کے سلسلہ ارتقا کی آخری کڑی ہے، جس سے شرف انسانیت کی تکمیل ہوگئی جو بفضلہٖ تعالیٰ علم وبصیرت کے اس اُفق اعلیٰ پر جلوہ فرما ہے، جہاں عقل وعشق، ناسوت ولاہوت، اور دوقوسین کی طرح آپس میں ملتے ہیں جو دانش رُوحانی اور حکمت برہانی کے اس مقام بلند پر فائز ہے جہاں غیب وشہود کی وادیاں دامن نگاہ سمٹ کر جاتی ہیں۔ وہ آنے والا آ گیا جس کی آمد، ملوکیت وقیصریت کے لیے پیغام فنا تھی۔ مجوسی ایران کے آتش کدوں کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی کہ اب انسانی تصورات کی دنیا نار کی جگہ نور سے معمور ہوگئی۔ دُنیا سے باطل کی تاریکیاں دور ہوگئیں کہ آج اس آفتاب عالم تاب کا طلوع ہوا، جس کے بھیجنے والے نے اسے جگمگاتا چراغ کہہ کر پُکارا، جس کے نور سے صحرائے حجاز کے ذرے جگمگا اُٹھے۔ بلدالامین کی گلیوں کا نصیبہ جاگا کہ آج اس آنے والے کی آمد آمد تھی جس کی طرف جبل متین پر حضرت نوحؑ نے ارشاد کیا تھا اور جسے کوہ زیتون پر حضرت مسیحؑ نے اپنے حواریوں کی وجہ تسکین خاطر بتایا تھا۔ جس کی بشارتیں وادی کوہ طور سینا میں بنی اسرائیل کو دی گئیں تھیں اور جس کے لیے دشتِ عرب میں حضرت خلیل اللہ اور ذبیح اللہ نے اپنے خدا کے حضور دامن پھیلایا تھا۔ وہ آنے والا آیا، اس شان زیبائی و رعنائی سے آیا کہ زمین وآسمان میں تہنیت کے غلغلے بلند ہوئے، مجبور ومقہور اور گم گشتہ راہ انسانیت پر خدائے بزرگ وبرتر کو رحم آیا۔ انسانیت کو چارہ گر مل گیا، اس کے دکھوں کا مداوا

کرنے والا مل گیا، اس کے زخموں اور گھاؤں پر پھاہا رکھنے والا میسر آ گیا۔ اس کے دُکھ درد بانٹنے والا مل گیا، اس کی تکلیف کا ازالہ کرنے والا مل گیا، اسے مسیحا نفس مل گیا، جس ﷺ نے اسے نئی زندگی بخشی، اس کی چیخوں اور سسکیوں کا معالج مل گیا۔ غریبوں کا مولیٰ اور بے کسوں کا ملجا و ماوی مل گیا۔ آپ ﷺ کی تعلیم و ترتیب نے انسانیت کی قدریں بدل دیں، معاشی و معاشرتی، اخلاقی و سیاسی، دینی اور ملی روایات کو پست معیار سے اُٹھا کر ایک بلند معیار بخشا۔ آپ ﷺ کی نظر کیمیا اثر نے درندوں کو غم خوار دوراں بنایا۔ گڈریوں کو سلطان عالم بنایا، وحوش و بہائم کو انسان بنایا۔

قربان جاؤں آفتاب نبوت ﷺ، مہتاب رسالت ﷺ، پیکر تسلیم و رضا، محرم اسرار حرا، شاہ دین، حضور سیّد المرسلین، خاتم النبیّین کے جو زہد و قناعت، رشد و ہدایت، رافت و رحمت، صدق و دیانت، سخاوت و شجاعت، صبر و استقامت، شفقت و محبت، مہمان نوازی و خدمت، ایثار و مروّت، تقویٰ و طہارت، خوش خلقی و اخوت اور شرافت و صداقت کے پیکر تھے۔ آپ میں حلم و سخاوتِ ابراہیمؑ، صدقِ اسماعیلؑ، شکرِ داوٗدؑ و سلیمانؑ، صبرِ ایوبؑ، حسنِ یوسفؑ، معجزاتِ موسیٰؑ، مناجاتِ زکریاؑ، دمِ عیسیٰؑ سبھی یکجا ہو گئے تھے اور اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ:

حسنِ یوسفؑ، دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لا یمکن الثنا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

....

ابتدائے آفرینش سے لیل و نہار کی ہر گردش نظام فطرت کے مطابق اپنے فطری افعال انجام دے رہی ہے۔ کائنات کا ہر ذرّہ اپنے محور پر گھوم رہا ہے، آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں، رات کی زُلفیں ظلمات بکھیر رہی ہیں، سورج حرارت پیدا کر رہا ہے، دریاؤں کا پانی نشیب کی جانب بہہ رہا ہے، نسیم خوشگوار کے جھونکے فضائے بسیط میں

زندگی کی نزہتیں بکھیر رہے ہیں۔ روش روش پر گلستان ہستی بہار آفریں ہے اور تمام ارضی و سماوی عناصر اپنے نشو و ارتقا کے اُصول طے کر رہے ہیں کہ وادی ام القریٰ کو تمام دلفریبیوں اور جاذبیتوں کا مرکز بنا دیا جاتا ہے۔ رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے۔ حضرت عبداللہؓ کی موت کے چار ماہ بعد عروس کائنات کے دلفریب چہرے پر بہار جاوداں کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ شگفتہ پھولوں کی پنکھڑیاں شاداب و فرحاں ہیں۔ ستاروں کی خمار آلود آنکھیں از سر نو روشن ہو رہی ہیں۔ آفتاب و مہتاب نور افشاں اور تاب ناک ہیں۔ اُفق کا دست حنائی زُلف حیات کی مشاطگی کے لیے آمادہ ہے۔ فضائیں جھوم جھوم کر تزئین میں محو ہیں۔ شبنم دامان صبح پر دل آویز موتی بکھیر رہی ہے۔ نسیم خوشگوار اپنے دامن میں خوشبو کے معطر قرابے لیے وادی ام القریٰ کا طواف کر رہی ہے۔ رہ گزاروں کی ریت نکھر کر چمک رہی ہے۔ قرمزی شفق اور نیلگوں آسمان پر گہرا سکوت طاری ہے۔ ساری کائنات کسی نیر عالم تاب کے استقبال کے لیے آنکھیں فرش راہ کیے منتظر ہے۔ ارض و سما کے سازہائے سرمدی نغمہ بلب ہیں اور فطرت ہمہ تن گوش ہے، کہ یکا یک عالم کون و مکاں میں اُمید کی ایک کرن پھوٹتی ہے۔ قسام ازل کی کرشمہ سازیاں کہ حجاز مقدس کی بے آب و گیاہ وادی کو قیامت تک کے لیے مرجع خلائق اور سجدہ گاہ قدسیاں بنا دیا جاتا ہے۔

حجاز کی خاک پاک شاید قرنوں سے خالق کل کے حضور جھولیاں پھیلائے دُعائیں کر رہی تھی۔ آج اس کا دامن ایک انمول رتن سے بھر دیا جاتا ہے۔ شب گیتی میں صبح کے آثار نمودار ہوئے تو دفعتاً آسمان سے ملائکہ کا ورود شروع ہو گیا 20 اپریل 571ء مطابق 9 ربیع الاوّل بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق قدسیان عرش کی زبان پر نغمہ تقدیس جاری ہوا کہ آج والی کون و مکان پیدا ہو رہے ہیں:

مسند آرا ہوئے تجدید و وقار آج کے دن

مشیت ایزدی ملاحظہ فرمایئے کہ قرن ہا قرن تک زمین و آسمان کروڑوں چکر لگا چکے تو گہوارہ طفولیت میں شباب کے آثار پیدا ہوئے۔ جب صحیفہ فطرت کی تکمیل کا وقت آیا تو سینہ کائنات میں کشادگی پیدا ہوئی جس میں دونوں عالم سما جائیں۔ پھر وادیٔ بطحا کی

تزئین و آرائش میں کوئی دقیقہ نہ فروگزاشت کیا گیا۔ اجرام فلکی مسکرائے۔ فرشتوں کی نگاہوں میں ایک پیکر نور، تصور کی صورت میں چمکا تو افلاک تعظیم کے لیے جھک گئے۔ زمین کو اپنی تاریک پیشانی پر صحرائے حجاز میں ستارے چمکتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ فضاؤں میں تہنیت کے غلغلے بلند ہوئے، فرشتوں نے نغمہ تبریک گایا۔ ملاء اعلیٰ کی مخلوق مسکرائی، تو فضائے کون و مکان میں درود وسلام کی دلنواز صدائیں گونج اُٹھیں۔ نومولود کے جلو میں ملائے اعلیٰ کی صدا گونج رہی تھی۔ گھر کی فضا میں ملکوتی حسن لہرا رہا تھا۔ مبارک باد کے نغموں سے پوری کائنات جھوم رہی تھی اور کمرہ بقعہ نور بن رہا تھا۔ آخر حضور رسول ﷺ کائنات نے اس دُنیا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا تو آمنہؓ نے آغوش میں وہ نور سمیٹ لیا جس کے لیے عالم انسانیت ازل سے منتظر تھا۔

اللّٰھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد واصحاب محمد و بارک وسلم

یہ آنے والا رحمتہ للعالمین بن کے آیا۔ مشام جاں نواز نے دو جہان میں عطر بیزی اور عنبر فشانی کی۔ نور محمدی ﷺ نے عالم کون و مکان کو جمال وجلال عطا کیا۔ یہی وہ پیکر حسن و رعنائی تھا جس کی نظیر دو عالم میں نہ مل سکے گی اور نظم کائنات کا یہی وہ عدیم النظیر مصرعہ تھا، جسے صانع قدرت نے سب سے آخر میں موزوں فرمایا!!

عبدالکریم ثمر

اے کہ تیرا جمال ہے رونق بزم کائنات

حیات انسانی کی رعنائیاں خزاں کی دستبرد سے پامال ہوچکی تھیں۔ بہار زندگی صرصر شیطانی کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اُتر چکی تھی۔ جبر و استبداد کی راجدھانی میں ناموس الٰہی کی دھجیاں فضا میں اُڑ چکی تھیں۔ اغوائے اخلاق انسانی ایک کھیل تھا جو کھیلا جا رہا تھا اور انسانیت ان کے مظالم کی چکیوں میں پس کر غبار راہ کی صورت میں تحلیل ہوچکی تھی۔ حضور ﷺ آئے اور آپ ﷺ نے توحید حق کے گرز سے تمام اصنام باطلہ کا سر کچل کر رکھ دیا۔ باطل، مردہ اور زندہ الٰہوں کے تخت اقتدار کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے پامال کر کے ابدی جہنم کے گڑھوں میں پھینک دیا۔ شیطان کی راجدھانی کے فلک بوس محل صاعقہ شوکت شاہانہ سے زمین بوس کر کے سامان عبرت بنا دیے گئے اور اُن کی جگہ ربّ الاعلیٰ کا تخت اقتدار بچھا کر فرامین الٰہی کی خوشگوار ہوائیں چلا کر زندگی کے اُجڑے ہوئے چمن زاروں کو خلد بریں کے گلزاروں میں تبدیل کر دیا۔

حضور ﷺ نے اصنام باطلہ کی سرکوبی اور توحید حق کی پرچم کشائی کے بعد تطہیر افکار اور تعمیر کردار کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جسے دیکھ کر تاریخ عالم، حیرت کدۂ عالم میں تصویر حیرت بن کر گم صم کھڑی ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے لامتناہی سلسلوں کو ایک وحدت کی زنجیر میں پرو کر ایک کل بنا دیا اور ہر کڑی کو اپنے اخلاق پاکیزہ کے کوثر میں دھو کر ایسا مصفا اور مجلّا کر دیا کہ سورج چاند کی آنکھیں بھی اس کے جمال جہاں آرا کے آگے خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ آپ ﷺ نے نسلی تفاخر، لسانی تبحر، خونی امتیاز اور دیگر افتخارات کا خاتمہ کر کے اور کل مومن اخوہ کا عالمگیر درس دے کر محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کر دیا۔ آیات قرآنی کے فرامین سنا کر، تقویٰ کو معراج انسانیت بنا کر، زندگی کی

شاہراہوں سے مصنوعی پتھر ہٹا کر، راہِ خدا سے ناہمواریاں مٹا کر اور غلاموں اور لونڈیوں کو ہمدوش اکابر بنا کر تیز ترک گامزن منزل مادور نیست کا حدی خوان بنا دیا۔

معاشرتی زندگی کو بے حیائی، عریانی، فحاشی اور اختلاط مرد و زن کی نجاستوں سے اس طرح پاک کیا کہ حوران بہشت بھی ان کا جمال دیکھ کر ششدر رہ گئیں!! حیا داری کی چادریں زیب تن کرانے کے ساتھ ساتھ محبت، ہمدردی، وفا شعاری اور غمگساری کے زیور سے معاشرے کو اس طرح آراستہ کیا کہ ملائکہ مقربین بھی تمنا کرنے لگے کہ کاش ہم بھی اس دُنیا کے مکین ہوتے اور افلاک کی بلندیوں کے بجائے زمین کی پہنائیوں کے مقیم ہوتے تو کیا ہی اچھا ہوتا!!

آپ ﷺ نے ظلم و جبر کی زنجیریں توڑ کر، وحشت و بربریت کا سر پھوڑ کر، نوع انسانی کا رشتہ رحمت حق سے جوڑ کر، دُنیائے ہست و بود کو بہشت لایزال کی صورت میں جلوہ طراز کر دیا۔ آزادی و حریت اور تنقید و احتساب کا دروازہ اس طرح کھولا کہ خلیفہ وقت کا محاسبہ بھی ایک بدو برسر عام کرنے لگا اور حجرۂ مستورات سے ایک عورت برسر عام عمر ابن الخطابؓ کے فرمان کو چیلنج کرنے لگی۔

الغرض سادگی کو شعار زندگی بنا کر، غربا و یتیمی کی دستگیری فرما کر، غلاموں کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھا کر، اسوۂ حسنہ کے آئینے میں رُخ پرنور دکھا کر، دُنیا کو اس طرح والا و شیدا بنایا کہ آج تک تاریخ عالم اس دور سعید کی یاد میں رطب اللسان ہے اور صدق دل سے بارگاہ مجیب الدعوات دست انابت بامید اجابت دراز کر کے عرض پرواز ہے:

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

در چپ و راست سے یہ صدا بلند ہو رہی ہے:

اے کہ ترا جمال ہے رونق بزم کائنات

عبداللہ شاکر

باسعادت ولادت

آگے کچھ سننے سنانے سے قبل ذہن کے سامنے نقشہ، تاریخ کی بڑی بڑی ضخیم و مستند کتابوں کی مدد سے چھٹی صدی عیسوی کے آخر اور ساتویں صدی عیسوی کے شروع کی دُنیا کا، خصوصاً مہذب و متمدن دُنیا کا لے آیئے، دُنیا کی زبردست اور نامور طاقتیں اس وقت دو تھیں، جن کے نام سے سب تھراتے تھے اور جن کے نام کا لوہا مشرق و مغرب مانے ہوئے تھے۔ مغرب میں رومن امپائر یا شہنشاہی روم اور مشرق میں پرشین امپائر یا شہنشاہی ایران۔ دونوں بڑی بڑی فوجوں اور لشکروں کے مالک، دونوں میں زر و دولت کی افراط اور دونوں کے تمدن عروج پر لیکن دونوں کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ۔ عیش و عشرت نے مردانگی کی جڑیں کھوکھلی کر ڈالی تھیں اور رُوح و قلب کے روگ ہر قسم کے پھیلے ہوئے...... انسان کا رشتہ اپنے خالق سے بالکل ٹوٹا ہوا، توحید کا چراغ گویا بالکل بجھا ہوا اور یہی حال کم و بیش ساری دُنیا کا۔ تفصیل کا وقت کہاں ورنہ ہندوستان، چین، مصر وغیرہ ایک ایک ملک کا نام لے کر اس وقت کے اخلاقی زوال کی تصویر آپ کے سامنے پیش کر دی جاتی۔

اس وبائے عام میں ملک عرب کا نمبر خاص، شاعری کے آرٹ میں یہ قوم یقیناً طاق اور تجارت کے کاروبار میں بھی بہت ممتاز...... چند اور اخلاقی جوہر بھی ان کے اندر خوب چمکے ہوئے، بہادر اور سپہ گری، فیاضی، مہمان نوازی میں ان کا سکہ، قرب و جوار ہی میں نہیں، دور دور تک بیٹھا ہوا، لیکن اس سے آگے چلیے تو یہ لوگ بالکل کورے۔ آج اسے لوٹ لیا، کل اسے ختم کر دیا۔ بے حیائی فیشن میں داخل اور بے ستری جزو عبادت۔ شراب کی محفل جمی تو شام کی صبح ہوگئی، جوئے کی بازی لگی تو جسم کے کپڑے تک اُتر گئے اور خون کے انتقام در انتقام کا سلسلہ جو چلا تو کہنا چاہیے کہ صدی کی چھٹی ہوگئی، عمریں ختم ہوگئیں،

پشتیں گزر گئیں اور جھگڑا چکائے نہیں چکتا۔ تو یہ تھا چھٹی صدی عیسوی کی آخری تہائی کا ملک عرب، جس کے مشہور ترین اور مقدس ترین شہر مکہ میں 571ء میں ایک روز صبح صادق کے وقت قوم کے شریف ترین گھرانے میں ایک جیتا جاگتا چاند عالم ظہور میں آیا، جس کی نورانیت سے کہنے والے کہتے ہیں کہ ان کے گھر کے در و دیوار جگ مگ کرنے لگے۔ زچہ خانہ کے مادی حدود کی بساط ہی کیا، یہ نورانیت تو اس غضب کی تھی کہ مشرق و مغرب کے سرے اس سے جگمگا اُٹھنے والے تھے۔

عرب کے جغرافیہ کا خاکہ تو آپ کے ذہن میں ہوگا ہی، طول البلد 12 اور 32، عرض البلد 35 اور 60، ایک طرف مصر اور حبشہ اور طرابلس اور سارا براعظم افریقہ، دوسری طرف ملک روم و شام، فلسطین اور سارا یورپ، تیسری جانب عراق اور ایران اور سارا ایشیاء اور چوتھی سمت میں سمندر ہی سمندر۔ گویا معمورۂ عالم، خصوصاً اس وقت کے دُنیائے مہذب کا عین چوراہا اور پھر جو تجارتی شاہراہ مشرق کو مغرب سے ملا رہی تھی اور بحر ہند و خلیج فارس کے تجارتی مال کو خشکی کے راستہ مصر، روم و شام تک پہنچا رہی تھی وہ بحر احمر کے برابر برابر گویا ایک خط مستقیم بناتی ہوئی ٹھیک اسی عرب ہی کے مغربی کنارے پر تو تھی۔

تاریخ اور جغرافیہ دیکھیے: دونوں کی شہادت کیا گزری ہے، یہی نا کہ اکیلے عرب ہی کی نہیں، دُنیا کی اصلاح کے لیے اس سے بڑھ کر ضروری وقت و زمانہ اور کیا ہوسکتا تھا اور مقام اس کے لیے عرب سے موزوں تر کون سا ہوسکتا تھا۔ زمان و مکان دونوں کے لحاظ سے ولادت ایسی ''باسعادت'' اور کون سی ہوگی؟ والد ماجد کا نام عبداللہ، توحید و عبودیت کی طرف کتنا صاف اشارہ، والدہ ماجدہ بی بی آمنہؓ، امن و امان کے حق میں ایک مستقل فال نیک آنکھ یتیمی میں کھلی، والد ماجد نورِعین کے دیدارِ جمال سے قبل ہی سفر آخرت پر روانہ ہو چکے تھے، جس کو سارے عالم کا سہارا بنایا جانے والا تھا، حق تھا کہ قدرت اسے وجود میں بغیر ظاہری سہارے کے لائے اور اس کا سہارا روز ازل سے بجز ذات حق کے اور کوئی ساجھی نہ رکھے۔

نام نامی دادا عبدالمطلبؓ نے 'محمدﷺ' رکھا۔ لفظی معنی 'بہت حمد کیے گئے!!'

کے۔ ذات ستودہ صفات کے لیے اسم بامسمی، دوسرا نام ''احمد ﷺ'' پڑا۔ جس کی زندگی حمد میں کٹی اور جسے اُٹھنا بھی مقام حمد میں ہے۔ اس کے لیے اس سے بہتر نام اور ہو ہی کیا سکتا تھا۔ پلے، بڑھے، کھیلے، چلے پھرے، ملے جلے، بچپن یوں گزرا کہ خود معصومیت اس بچپن پر فخر کرنے لگی۔ جوان ہوئے تو نیکی اور پارسائی، طاعت حق اور خدمت خلق بلائیں لینے لگیں۔ جوانی یوں بھی دیوانی ہوتی ہے اور پھر ایسے ملک وقوم میں جہاں عیش پرستی اور لذت کوشی کی ہر راہ کھلی ہوئی، قدم کی ہر لغزش مستانہ پر رواج اور فیشن کی مہر لگی ہوئی، اس ماحول میں اور سن و سال میں محلّہ اور بستی والوں نے کنبہ اور قبیلہ والوں نے لقب دیا تو کیا؟ 'امین' امن کا لفظ بڑا وسیع اور جامع ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ Virtous ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ یعنی محمد ﷺ دیانت دار بھی ہیں اور راست باز، بھی، نظریں نیچی رکھنے والے بھی اور سب کی خدمت کرنے والے بھی، کتنے ایسے ہیں جن کی قسمت میں ہر وقت دیکھنے والوں کی زبان سے یہ شہادت آتی ہے۔

لڑکپن بھر گلہ بانی کی۔ جس کے نصیب میں آگے چل کر قوموں اور امتوں کا گلہ بان ہونا تھا، اس کے لیے کتنی اچھی تعلیم، جوان ہوئے تو تجارت کی، جس کا کام آگے بڑھ کر جنت کے تمسکات Share Certificate ہلکے پھلکے داموں خریدوانا ہوتا تھا، اس کے لیے کتنا موزوں اور پرمعنی پیشہ۔ امانت و دیانت اور کاروبار میں مہارت دیکھ کر ایک دولت مند بیوہ نے شادی کی درخواست ازخود کی اور پچیس سال کے سن میں اس جوانِ رعنا کی خانگی زندگی بھی شروع ہوگئی۔ سن کے چالیسویں میں تھے کہ مرتبہ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ ساری تیاریاں اسی لیے تھیں اور تیئیس سال تک اپنے خالق و مالک کا پیام بندوں کو سناتے رہے، نکاح کئی فرمائے، اولادیں بھی متعدد ہوئیں، لڑائیاں بار بار سخت اور خونریز اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں سے لڑنا پڑیں، ہمسایہ ملکوں سے معاہدے بھی کیے، ملک کے انتظام ہر طرح کے فرمائے، دیوانی، فوجداری، قانونی فیصلے ہر قسم کے کرنے پڑے۔ غیر مسلم تاجروں سے نامہ و پیام رکھا۔ بے شمار نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ خطبہ یا برجستہ تقریریں، خدا معلوم کتنی کر ڈالیں۔ غرض یہ کہ دُنیا کو ہر ہر پہلو پر خوب برتا

لیکن دُنیا میں ایک بار بھی نہ پڑے جیسے غوطہ خور نے سمندر میں گر کر غوطہ لگایا اور جسم کا ایک رواں بھی بھیگنے نہ پایا اور جب 63 سال کی عمر شریف میں جون 632ء میں اس فانی دُنیا کو چھوڑا تو دل میں تمنا اپنے رفیق اعلیٰ کے دیدار کی بسی ہوئی تھی اور پاک اور معصوم ہونٹوں سے آواز **اللّٰھم بالرفیق الاعلی** کی چلی آ رہی تھی۔

تعلیم یہ لائے کہ اپنی عقلوں اور ذہنوں کو مادیات کے جنجال میں نہ پھنساؤ، اسباب ظاہری وفریبی کے دھوکے میں نہ آؤ، ان سے کام تو یقیناً لو اور پوری طرح لو لیکن اصلی سہارا اور حقیقی بھروسا ایک ان دیکھی ذات ہی کا رکھو۔ وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے، وہی سب کو پالنے، جلانے والا اور وہی سب کو آخر میں مارنے، اُٹھانے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک، نہ ذات میں نہ صفات میں، زندگی کے چھوٹے بڑے ایک ایک عمل میں اپنی ذمہ داری محسوس کرو اور مادی وجسمانی زندگی کو سلسلہ ہستی کا ایک جز و اور بہت ہی محدود جز و سمجھو۔ تنگ نظری سے کام لے کر اسی کو کل سمجھ لینے کے دھوکے میں نہ پڑو۔ اس ''آج'' کا عنقریب ''کل'' ہونے والا ہے۔ ہر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو کر رہے گا۔ ساری تیاری اس یوم کے لیے رکھو۔

قانون یہ بنایا کہ کوئی کسی حال میں کسی پر ظلم نہ کرے، بڑائی اور چھوٹائی اس عالم آب وگل کا بنیادی قانون ہے۔ کوئی امیر رہے گا کوئی غریب لیکن بڑے کو چھوٹے کے دبانے کا اور امیر کو غریب کے پیسنے کا، حاکم کو محکوم کے ستانے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ میاں اور بیوی، بادشاہ اور رعایا، زردار اور نادار، ادائے حقوق کے لحاظ سے اللہ کی عدالت میں سب بالکل برابر ہیں۔ دھیان اپنے فرائض کا رکھو۔ اپنی ذمہ داریوں کو ایک دوسرے کے حق میں ادا کرو، مطالبات حقوق کا نام لے کر غل غپاڑہ نہ کرو، دُنیا کو ہنگامہ وفساد کے تہلکہ میں نہ ڈالو، تلوار ہاتھ میں اُٹھاؤ بھی تو دُنیا میں امن قائم کرنے کو، اللہ کی حکومت کا سکہ از سر نو چلانے کو، سود کا، رشوت کا، خیانت کا ایک ایک پیسہ حرام سمجھو۔ بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، ننگے ناچ کی قدردانی نہ کرو، نشہ کی چیزوں کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ، ترکہ سب وارثوں کو ان کے حصہ رسدی کے مطابق تقسیم کرو، یہ نہ ہو کہ سب کچھ بڑا لڑکا پا گیا اور

دوسرے لڑکے لڑکیاں منہ دیکھتی ہی رہ گئیں۔ جوئے کی کمائی، چوری کے مال کی طرح گندی سمجھتے رہو، بیگانی عورت کی طرف نظر بھی نہ اُٹھاؤ۔ ہاں جائز شادیاں اگر ضرورت یا مصلحت سمجھو تو ادائے حقوق کے ساتھ ایک سے زائد بھی کر سکتے ہو۔

غرض ان ساری ہدایتوں کو اپنے پروردگار سے سیکھ کر جب وہ رہبر اعظم اس دُنیا سے رخصت ہوا تو وہ دُنیا کے ہاتھ میں ایک مکمل ہدایت نامہ اور جامع و مفصل دستور العمل دے کر گیا اور اس کی یہ ساری تعلیمات محض لفظی نہ تھیں۔ وہ ان سب کی مشق سالہا سال تک اپنے سامنے کرا کر گیا۔ اس کی قوم کے جاہلوں اور فاسقوں نے اس کا پیچھا لیا۔ اسے اپنے مشن کے تحفظ کے لیے مکہ معظّمہ سے جلاوطن ہو کر ڈھائی پونے تین سو کی منزلیں طے کر کے مدینہ جا بسنا پڑا تھا اور بے رحمانہ سختیوں کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جو اسے اور اس کے وفادار ساتھیوں کو جھیلنا نہ پڑی ہو۔ ساری مشکلات پر وہ اپنی معجزانہ ہمت و تدبیر سے غالب آیا۔ ملکوتی اور لاہوتی قوتیں پہاڑوں کو اس کے سامنے پانی کرتی گئیں۔ اس نے اپنے پیچھے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت ایک لاکھ سے اُوپر کوئی سوا لاکھ کی چھوڑی اور عرب کے کوئی 10 لاکھ مربع میل پر وہ اپنی عادلانہ حکومت کا نقش قائم کر گیا۔ اس کی ہمہ گیر، بے نظیر اور جمال و جلال اور کمال سب کی جامع شخصیت کے لیے ہم کو، آپ کو نہیں، یورپ کو آج تک اعتراف ہے:

''وہ دُنیا کے تمام انبیا اور مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین ثابت ہوئی!!''

The Most Succesfull of all prophets and religious personalities.

اس حوالہ کے لیے ملاحظہ کیجیے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے گیارہویں ایڈیشن کی جلد 15، صفحہ نمبر 898 اور اس کے لائے ہوئے لاجواب اور بے مثال خدائی کلام کے لیے بھی آج اسی یورپ کو اقرار ہے کہ اس سے زیادہ کثیر الاشاعت دُنیا کے پردہ پر کوئی کتاب نہیں۔

The Most Widely read book in existence.

اس حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمایئے، اسی انسائیکلو پیڈیا کے اسی ایڈیشن کی اسی

جلد کا وہی صفحہ۔ یہ خراج عقیدت منکرین کی زبان سے کس کے حصے میں آیا!!

اللھم صلی علی محمد وعلیٰ اٰلہٖ و اصحابہ وسلم!!

....

سرچشمۂ حق وصداقت کی پیش گوئی کے ایک حصے کو پورا ہوتے دوست و دشمن، سب ساڑھے تیرہ سو سال سے دیکھتے چلے آرہے ہیں، لیکن دوسرا جز بھی اپنی سچائی میں کچھ کم اثر انداز نہیں، ارشاد ہوتا ہے اور عین اس وقت کہ جوشِ مخالفت اور مخالفین کے اقتدارِ وقوت کا شباب ہے، بے دھڑک، **ان شانئک ھو الابتر** اور بلا جھجک ارشاد ہوتا ہے کہ بے نام ونشان رہ جانے والے تیرے دشمن ہی ہیں۔ آج ان کور باطنوں کو اپنی کثرت آل واولاد پر غرہ ہے، اپنی اقبال مندی اور کامرانی کا دعویٰ ہے، اپنے پھلنے پھولنے پر ناز ہے، تیری اولاد کی وفات پر طعنہ زن ہیں کہ تو بے نام ونشان رہ گیا۔ بے نام ونشان رہ جانے والا تو نہیں، بلکہ یہ خود ہیں، بے سلسلہ رہ جانے والا تیرا کام نہیں، خود ان کا کام ہے، مٹ جانے والا تیرا نام نہیں ان کا نام ہے، بجھ جانے والی روشنی تیری نہیں ان کی ہے اور جن کی اولاد صلبی ومعنوی نیست ونابود ہو کر رہے گی، وہ تُو نہیں یہ خود ہیں۔ یہ مٹ جائیں گے۔ ان کی اولاد برباد کر دی جائے گی۔ ان کے گلشن تاراج کر کے رکھ دیئے جائیں گے۔ ان کی نسلیں خاک میں ملا دی جائیں گی۔ یہ نام وری کے بھوکے ہیں، انہیں گم نام و بےنشان کر دیا جائے گا۔ تاریخ ان کے نام پر لعنت بھیجے گی، انسانیت اپنا شجرۂ نسب ان سے جوڑتے شرمائے گی۔ کوئی نہ ان کا نام لینے والا رہے گا نہ ان پر فاتحہ پڑھنے والا۔

دنیا نے چند ہی روز کے بعد کیا نظارہ کیا؟ اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں کیا دیکھتی چلی آرہی ہے؟ ابوجہل کی قبر کا بھی کہیں نشان ہے؟ ابولہب کا مزار آج تک کوئی تلاش کر سکا ہے؟ عاص بن وائل کی اولاد آج دنیا کے کسی خطے میں آباد ہے؟ امیہ بن حلف کے کارناموں کی داد آج تاریخ کے کون سے طلبہ دے رہے ہیں؟ ولید بن مغیرہ کے فضائل ومناقب کا چرچا آج کسی کی زبان پر ہے؟ عقبہ کی اولاد آج دنیا کے کسی گوشے میں

آباد ہے؟ رؤسائے قریش کی ریاست اور سرداران مکہ کی سرداری کی کہیں گردتک بھی باقی ہے؟ روئے زمین کے کسی خاندان کو آپ نے پایا ہے جو اپنا شجرۂ نسب ان باغیوں اور طاغیوں سے جوڑ رہا ہو؟

عبدالماجد دریابادی

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفی ﷺ پنہاں بگیر

شریعت پر تکمیل کی مہر

سلام ہو مکہ کے شہر یار پر
سلام ہو ہادی برحق پر

فرشتوں کی پیش گوئی قریب تھا کہ پوری ہو جائے اور کائنات انسانیت کی جبین نورانی پر فساد فی الارض کا داغ لگ جائے۔ باغ رشد و ہدایت کو سرکشی اور ہلاکت کی خزاں نے اس بری طرح لوٹ لیا تھا کہ اس کی کامل تباہی کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ شیطان اپنا تخت دُنیا کے چاروں کونوں پر بچھا کے اس طمطراق کے ساتھ بیٹھا تھا کہ خیال ہوتا تھا کہ قیامت تک اس کو جنبش نہ ہو گی۔ الغرض ایسے حال میں **ظھر الفساد فی البرو البحر** کی حقیقت تمام روئے زمین پر طاری تھی، رحمت الٰہی جوش میں آئی، **انی اعلم مالاتعلمون** کے ارشاد ربّانی نے غیرت کی کروٹ بدلی اور عہدِ رسالت کا طاہرہ ومطہرَ چشمہ پوری قوت کے ساتھ مکہ معظّمہ سے پھوٹا، جبین انسانی سے داغ معصیت دھل گیا۔ رشد و ہدایت کا اُجڑا ہوا باغ سیراب ہو کر لہلہا اُٹھا۔ شیطان کا تخت خس وخاشاک کی طرح بہہ کر ہلاک ہو گیا اور امن وامان کی لم یزل حکومت دُنیا میں قائم ہو گئی۔ یعنی ماہ ربیع الاوّل میں عین موسم بہار میں دوشنبہ کے روز جگر گوشہ آمنہؓ، فرماں روائے شہنشاہ کونین عالم اقدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت واجلال ہوئے۔

اللّٰھم صلی علی سیّدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وسلم

سن قمری کے حساب سے آج اس رُوح پرور اور دلکش واقعہ کو تقریباً چودہ سو سال سے زائد گزر چکے ہیں۔ اس کے بعد کائنات کی چشم پیرانہ سال نے اس قدر دل فریب اور محبوب منظر نہیں دیکھا اور نہ اب دیکھے گی۔ اس لیے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی

تشریف آوری سے خدا کی نعمتیں کمال کو پہنچ گئیں۔ دین مکمل ہوگیا، شریعت پر تکمیل کی مہر لگ گئی۔ نبوت کے خزانوں کے دروازے پوری طرح کھول کر اور اس کی تمام دولتیں نچھاور کر کے اس کے دروازے بند کر دیے گئے اور اب قیامت تک کوئی شخص یہ ادعا لے کر نہیں آئے گا کہ میں خدا کی طرف سے فرستادہ ہوں، آؤ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ اب رشد و ہدایت کا ایک ہی دروازہ ہے، اب رضائے الٰہی کے حصول کی ایک ہی راہ ہے اور اب نجات و فلاح کا ایک ہی راستہ ہے۔ اس لیے ہدایت پانا آسان ہوگیا ہے اور نجات پانا سہل بنا دیا گیا ہے۔ مینائے نبوت کے منہ پر مہر لگا دی گئی ہے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد جدید انبیا کا سلسلہ قائم رہتا تو دین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اُمت محمدیہ ﷺ کا شیرازہ بالکل بکھر جاتا۔ ملتِ اسلامیہ مختلف انبیا کے پیروؤں میں تقسیم ہو کر رسول اکرم ﷺ سے دور جا پڑتی۔ اس لیے کہ انبیا کی آمد ایک بڑا امتحان ہے اور قومیں ہمیشہ مومنین اور کافرین میں تقسیم ہو جایا کرتی ہیں لیکن اللہ کو منظور یہ تھا کہ اب محمد ﷺ ہی کا تخت اجلال دُنیا پر چھایا جائے۔ ہدایت کی بھیک اسی کے در سے مانگی جائے۔ بہشت کے دروازوں کی کنجی اسی سے طلب کی جائے۔ رضائے خداوندی اسی کے ذریعہ تلاش کی جائے۔ اس لیے حضور ﷺ پر نبوت کاملہ کا نزول فرما کر انبیا کا مزید سلسلہ بند کر دیا!!

سیّد عطاء الرحمٰن جعفری

چاند طلوع ہوا

میں حیران ہوتا ہوں کہ خدا نے جس قوم کو آمنہؓ کا لعل دیا ہو، جسے امام الانبیا، فخر رسل، باعث کل، پیغمبر آخر الزماں ﷺ ملا ہو، اسے اور کیا چاہیے!!

پورا قرآن، اسلام، احادیث، ائمہ کی محنت، یہ سجادے، یہ تصوف، یہ بس حضور ہی حضور ﷺ ہیں، بیچ میں اگر ختمِ نبوت پر بال آئے گا تو پوری عمارت نیچے آگرے گی۔ خدا، خدا نہیں رہے گا، لوگ اور ہی بنائیں گے:

توحید را کہ نقطہ پرکار دین ماست
دانی؟ کہ نکتہ ز زبان محمد ﷺ است

بلا واسطہ کچھ نہیں ملے گا۔ کعبہ میں جو صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ کی درس گاہ تھا، تین سو ساٹھ پتھر لا رکھے۔ پھر آمنہؓ بی بی کے ہاں لعل آیا اور عبداللہ کا چاند طلوع ہوا تو ان کا گھر صاف ہوا۔ محور ہی اُن ﷺ کی ذات ہے، مجھے کچھ اور سوجھ نہیں سکتا:

در پہ بیٹھے ہیں تیرے بے زنجیر
ہائے کس طرح کی پابندی ہے

وہ ماں ہی مر گئی ہے جو نبی جنے، مشاطہ ازل نے تیری ﷺ زُلفوں میں کنگھی ہی توڑ دی۔ اب کنڈل تو باقی رہیں گے لیکن کسی کنگھی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ دیوانے بن جاؤ۔ عقل کو جواب دے دو۔ ختمِ نبوت کی حفاظت عقل کا نہیں، عشق کا مسئلہ ہے۔ صحابہ کرامؓ صحیح معنوں میں دیوانگان محمد ﷺ!! بس:

خراباتیاں مے پرستی کنند
محمد ﷺ بگوئیند و مستی کنند

سیّد عطاء اللہ بخاریؒ

کھلا ہے آج پہلا پھول فطرت کے گلستاں میں

یہ عام الفیل ہے۔ ابرہہ کی تباہی کو صرف پچاس دن گزرے ہیں۔ لوگ ابھی تک اس عظیم تباہی کی داستانیں سنایا کرتے ہیں۔ موسم بہار اپنے جوبن پر ہے۔ جنگل میں جڑی بوٹیاں سرسبز ہیں۔ طرح طرح کے پھول دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ کہیں کہیں روئیدگی بھی نظر آنے لگی ہے۔ ہواؤں میں مستی کی سی کیفیت ہے۔ وادی مکہ پر بہار ہے۔

آج دوشنبہ ہے۔ ربیع الاوّل کی نو تاریخ! چاشت کا وقت ہے۔ مکہ کا بوڑھا سردار کعبۃ اللہ کے طواف میں محو ہے۔ اس پر وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہے۔ اس عالم میں اس کی نگاہیں اچانک حرم کعبہ کے دروازہ کی طرف اُٹھتی ہیں۔ ان کے مرحوم بیٹے سردار عبداللہ کی کنیز برکہ دیوانہ وار بھاگتی چلی آرہی ہے۔ وہ زیرِلب گنگناتے ہیں: 'خدایا خیر ہو'

برکہ بالکل قریب آجاتی ہے۔ اس کا سانس پھولا ہوا ہے۔ چہرہ گلنار ہو رہا ہے۔ وہ سردار مکہ کو کچھ پوچھنے کا موقع دیے بغیر بے اختیار پُکار اُٹھتی ہے:

'سردار مبارک ہو! مالکن حضور کے ہاں چاند سا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ بہت ہی خوبصورت!!'

وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جاتی ہے۔ خوشی کے مارے اس کے پاؤں زمین پر ٹکتے ہی نہیں۔ وہ کچھ سنے بغیر کہے جارہی ہے۔ 'سردار! مالکن حضور نے آپ کو بلایا ہے۔ جلدی چلیے میں جارہی ہوں!!'

آہا بچہ کتنا پیارا ہے!!

چاند سا چہرہ، سرگیں آنکھیں، نہایت صاف ستھرا بدن۔

سردار اس سے عجیب بھینی بھینی خوشبو کی لپٹیں آرہی ہیں۔

مالکن حضور کا سارا کمرہ مہک اُٹھا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ بھاگتی ہوئی واپس چلی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں بجلیاں سی کوندرہی ہیں۔

بوڑھے سردار کے لیے وفورِ مسرت سے سانس لینا دوبھر ہوگیا ہے۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے ہیں۔ وہ بے اختیار آگے بڑھ کر کعبہ کا غلاف تھام لیتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں:

'یا اللہ! تیرا شکر کس زبان سے ادا کروں۔ تو نے مرحوم عبداللہ کے گھر میں چراغ روشن کیا ہے۔

آمنہؓ کو بیٹے سے نوازا ہے، مجھے بڑھاپے میں سہارا دیا ہے۔

یا اللہ تو اس کی حفاظت فرما!!'

وہ تھوڑی دیر تک زیرِ لب دُعا کرتے رہتے ہیں۔ پھر تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے سیّدہ آمنہؓ کے گھر کی طرف چل دیتے ہیں۔

آج مکہ معمول سے زیادہ حسین اور بیت اللہ بے حد پر جلال دکھائی دیتا ہے۔ ہواؤں میں کیف و مستی کی لہریں ہیں، فضا خمار آلود ہے، آسمان جاذب نظر اور ماحول پر کشش ہے اور حضرت عبدالمطلبؓ کا وجدان بیدار ہے۔ وہ حرم کعبہ کی سرگوشیاں سنتے ہیں جو کہہ رہا ہے:

'آج وہ پیدا ہوا ہے جس کے انتظار میں کائنات صدیوں بے تاب رہی ہے، جس کی جھلک دیکھنے کو ستارے مضطرب، ماہتاب بے قرار اور آفتاب سدا گردش میں رہا ہے، جس کے پاؤں چومنے کے لیے زمین کا ذرّہ ذرّہ چشم براہ ہے۔

اولادِ آدم لاکھوں سال سے جس کی منتظر رہی ہے، نفوس قدسی جس کی شہادت دیتے چلے آئے ہیں، وہ غریبوں کا ملجا، یتیموں کا ماوا ہے، انسانی شرف کو اس سے جلا ملے گی، انسانیت کا احیا ہوگیا، مظلوم اس کے سائے میں پناہ لیں گے، سرکشوں کی گردنیں جھک جائیں گی، جہالت کی تاریکی دور ہوگی، جس کے نور سے ارض و سما کا گوشہ گوشہ منور

ہو گا، جس کی روشنی میں بھٹکے ہوئے راہ پائیں گے۔

سردار مکہ آپ کو مبارک ہو، رحمتہ للعالمین کا نور آپ کے گھر میں ضوفشاں ہوا ہے۔'

سردار عبدالمطلبؓ سیّدہ آمنہؓ کے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسی بھینی بھینی خوشبو ان کا استقبال کرتی ہے جس سے وہ آج تک نا آشنا تھے۔ وہ اس کمرے سے باہر ہی رُک جاتے ہیں، جس میں سیّدہ آمنہؓ پلنگ پر دراز ہیں۔ انھیں بوڑھے سردار کے آنے کی اطلاع ملتی ہے تو برکہ کے ذریعہ مبارک باد کا پیغام بھیجتی ہیں اور ساتھ ہی اندر آنے کے لیے کہتی ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ کمرے کے اندر قدم رکھتے ہیں۔ ان کی بہو ایسے موقع پر بھی صحت مند نظر آتی ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر نومولود کو گود میں اُٹھا لیتے ہیں۔ نہایت خوبصورت چہرہ، سرمگیں آنکھیں، چمکتی ہوئی پیشانی اور معطر بدن دیکھ کر خوشی سے جھوم اُٹھتے ہیں۔ فرطِ محبت سے بچے کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہیں۔ پھر سینے سے لگائے ہوئے بیت اللہ میں آجاتے ہیں اور وہاں تھوڑی دیر تک دُعا مانگنے کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔

ہاشم کے گھرانے میں عبداللہ کے یتیم بیٹے کی ولادت پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ابولہب کی لونڈی ثویبہ یہ خبر سنتے ہی اپنے آقا کے پاس بھاگتی ہوئی جاتی ہیں اور اسے بھتیجے کی خوشخبری دیتی ہے، میں تمہیں آزادی کا پروانہ دیتا ہوں۔ جاؤ تم آج سے آزاد ہو۔

ثویبہ پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اسے شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے، اس لیے صم بکم کھڑی آقا کا منہ تک رہی ہے۔ ابولہب اس کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کی یہ حالت بدل جاتی ہے تو آقا سے پوچھتی ہے:

'آقا! کیا آپ نے واقعی مجھے آزاد کر دیا ہے۔'

ابولہب: 'ہاں اپنے بھتیجے کے صدقے، میں نے تجھے آزاد کر دیا ہے۔'

ثویبہ: 'میں آپ کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟'

ابولہب: 'جب تک آمنہ اپنے بیٹے کے لیے دائی کا بندوبست نہ کر سکے تو اس کو دودھ پلاؤ۔'

ثویبہ: 'میں نے دو سال قبل آپ کے حکم سے آپ کے ننھے بھائی حمزہ کو دودھ پلایا

تھا۔اب آپ کے بھتیجے کو بھی خوشی سے پلاؤں گی۔'

ابولہب: 'میں تمھیں اس کی مزدوری بھی دوں گا۔'

ثویبہ: 'خدا آپ کا بھلا کرے،آپ نے مجھے نئ زندگی بخش دی ہے۔'

سیّدہ آمنہ تین روز تک اپنے لعل کو دودھ پلانے کے بعد اسے ثویبہ کے سپرد کر دیتی ہیں۔سردار عبدالمطلبؓ کو ہر طرف سے مبارک باد کے بے شمار پیغام ملتے ہیں۔وہ سات دن کے بعد قربانی کرتے ہیں اور قریش کو دعوت دیتے ہیں۔مہمانوں کی خاطر تواضع پرتکلف کھانوں سے کی جاتی ہے۔خوشی کی مروّجہ رسوم کے ساتھ جشنِ ولادت نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔جب لوگ دعوت سے فارغ ہوتے ہیں تو ایک آدمی پوچھتا ہے:

'سردار! آپ نے اپنے پوتے کا نام کیا رکھا ہے؟

عبدالمطلبؓ: 'محمد ﷺ۔'

لوگ یہ سن کر متعجب ہوتے ہیں!!

'بہت عجیب وغریب نام ہے'ایک آدمی کہتا ہے۔

'ہاں! بہت ہی عجیب وغریب' دوسرا بول اُٹھتا ہے۔

اتنے میں کوئی پوچھتا ہے:'سردار! آپ نے مروّجہ خاندانی ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں پسند کیا'؟

عبدالمطلبؓ:'میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دُنیا کی تعریف کا مرکز ہو۔آسمان پر بھی اس کی تعریف ہو اور زمین پر بھی۔'

'خالق کو بھی پیارا ہو اور مخلوق کو بھی!!

علی اصغر چودھری

فضائیں مہک اُٹھیں

کون سی صبح سعادت؟ وہ صبح، جس کی سہانی ساعتوں میں عرب کا چاند وادی مکہ میں چمکا اور پورے جہاں کو تا ابد روشن کر گیا۔ وہ صبح، جب فضائے عالم مسرتوں کے دلآویز نغموں سے گونج اُٹھی۔ وہ صبح جس نے تہذیب کو وقار، ثقافت کو تقدس، علم کو وسعت، فکر کو ندرت، عمل کو طہارت اور نفرتوں اور عداوتوں میں سسکتی بلکتی انسانیت کو اخوت ومحبت کے تحفے عطا کیے۔ جب زندگی کو بندگی اور بندگی کو سرور ملا، جب عشق کو حضور اور انسان کو خالق تک رسائی کی معرفت نصیب ہوئی، وہ صبح درخشاں جس میں اُترنے والے نور سے ستاروں کو روشنی، شمس وقمر کو ضوفشانی، گلستانوں کو بہار اور بہاروں کو بانکپن دیا۔ بقول حافظ لدھیانوی:

مل گیا نقش کفِ پا سے بہاروں کو فروغ
صحن گلشن آپ ﷺ کے جلوؤں کی ہے رنگیں ادا
ان کے نور پاک سے روشن ہوئی صبح ازل
شان رحمت نے جہانِ رنگ و بو چمکا دیا

وہ مطلع صبح ازل جس کے پرتو سے طویل ترین شب ظلمت انتہا کو پہنچی۔ اُفق عالم پر طلوع ہونے والی ایسی نورانی صبح جس کی تمازت نے ہزاروں سالوں سے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔ وادی مکہ میں مرحوم عبداللہؓ کا گھر یوں چمک اُٹھا کہ فردوس بریں کو رشک آ گیا، آمنہؓ کی گود میں گویا کائنات کی ساری سعادتیں سمٹ آئیں اور محلّہ بنو ہاشم کی فضائیں یوں مہک اُٹھیں کہ کائنات ہست و بود کی بہاریں خیرات لینے حاضر ہو گئیں۔

نہ افلاک نے آج تک ایسی صبح دیکھی تھی، نہ کائنات نے آج تک ایسی سعادت سمیٹی تھی اور نہ زمین پر آج تک ایسا کرم برسا تھا۔ بلاشبہ یہی تو وہ لمحات تھے جن کے انتظار میں گردش شام وسحر نے ماہ وسال کی لاکھوں کروٹیں بدل بدل کر انسان کو تمام ارتقائی منازل طے کروائیں اور اس کے شعور کو بلاغت کے اس مقام تک پہنچا دیا جب وہ اپنی ہدایت اور راہنمائی کے لیے کسی جامع صفات ہستی کے لیے بے تاب ہوگیا۔

ظہورِ قدسی کے یہ لمحات بلاشبہ تاریخ انسانیت کے قابل رشک لمحات تھے۔ آج ظلم وبربریت کے پنجوں میں جکڑی ہوئی مظلوم انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذریعے آزادی، مساوات، باہمی مروّت ومحبت کا پیغام دیا تھا۔ چنانچہ بعد میں آنے والے حالات وواقعات نے ثابت کر دیا کہ واقعی حضور ﷺ کی آمد، حق کی فتح اور باطل کی شکست تھی۔ منافقت کی موت اور صداقت کی علامت تھی۔ وہ دن دُنیا میں نئی روشنی کے ظہور کا دن تھا۔ جس روشنی نے بلال حبشیؓ جیسے غلام کو ابوجہل اور ابولہب جیسے سرداروں پر دائمی سبقت دلا دی۔ جس روشنی نے تمام نسلی، جغرافیائی، لسانی، اور طبقاتی بتوں کو پاش پاش کر کے محمود وایاز کو ایک صف میں کھڑا کر دیا!!

علی اکبر قادری الازھری

گلشن میں بہار جاں فزا

جب سے حضرت آدمؑ نے دُنیا میں قدم رکھا تھا، ان گنت معصوم رُوحوں نے لاتعداد ماؤں کی زندگیوں میں پاکیزہ مسرتوں کے سدا بہار پھول کھلائے تھے۔ لاکھوں محسنانِ انسانیت جن میں انبیا بھی تھے اور کشور کشا بھی، مقنن بھی تھے اور فلسفی بھی۔ اپنے معہود وقت پر ظہور فرما کر اس فانی دُنیا کو الوداع کہہ چکے تھے لیکن حضرت آمنہؓ بی بی کے گھر جنم لینے والے بچے کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ یتیم دُنیا بھر کے بے کسوں کا غم گسار، بے یار و مددگار و مظلوموں کا مربی، ستم رسیدہ غلاموں کا آقا، لاچار اور بے وسیلہ بیواؤں کا مونس اور بے سہارا یتیموں کا مشفق و سرپرست ثابت ہوگا، جس کی آمد کے صدقے میں خزاں رسیدہ دُنیا ابدی اور سرمدی بہاروں سے ہمکنار ہوگی، جس کے معطر قدسی انفاس کی برکت سے دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل کر پھول بن جائیں گی، کفر و شرک، لادینیت و الحاد کی ظلمت کافور ہوجائے گی۔ جہالت کے بت سرنگوں اور شقاوت و طغیان کے صنم کدے زمین بوس ہوجائیں گے۔ وحدت کے دل نواز زمزمے اور توحید کے سامعہ فریب نغمے ہر طرف گونج اُٹھیں گے۔ ظلم و تشدد، حق ناشناسی، اور خدا ناترسی کا خاتمہ ہوجائے گا۔ وحشت و بربریت، سفا کی و مردم آزادی کو دیس نکالا مل جائے گا، ذاتی تعلّی اور نسلی تفاخر کے صنم توڑ پھوڑ دیے جائیں گے، فرعونیت کے فلک بوس محل اور رعونت و غرور کے رفیع مینار پیوند خاک ہوجائیں گے، جاہلی تمدن کے طور طریقے اور لادینی سماج کے مروّج اقدار کی بساط لپیٹ دی جائے گی، حسن اخلاق کو جا ملے گی اور شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری قرار پائے گی۔

اللہ اللہ! آج کی صبح کتنی مسرت انگیز اور یہ مبارک ساعت کتنی سہانی ہے کہ

حضرت آمنہؓ بی بی کے گھر دُنیا کے مصلح اعظم اور بنو ہاشم کے خاندان میں نبی آخر الزمان ﷺ نے ظہور فرمایا ہے۔ کسریٰ، ایران کے محلات میں زلزلہ آ گیا ہے اور قیصر روم کا تخت کانپ رہا ہے۔ سیاہ کاری اور بدکرداری کھڑی سر پیٹ رہی ہے، عرب کا فخر اور عجم کا غرور پابدامن ہے۔ کفر والحاد کے بھڑکتے الاؤ، گمراہیت اور بے دینی کے اُبلتے لاوے بھسم ہونے کو ہیں۔ حق وصداقت کے گلشن میں بہار جاں فزا کی آمد آمد ہے۔ آفتاب وحدت کی ضیا بیزی سے ظلمت و شرک کے بادل چھٹنے کو ہیں اور ماہتاب رسالت کی نور پاشیوں سے یہ تیرہ و تار جہاں بقعہ نور بننے والا ہے۔ اب کوئی دن جاتا ہے کہ خوش سیرتی اور نیک کرداری کا دور دورہ ہوگا، مواخات اور بھائی چارے کا بھولا ہوا سبق دہرایا جائے گا اور چار دانگ عالم میں آشتی و خیر سگالی، ہمدردی اور انسان دوستی کے دل فریب مناظر دعوت نظارہ دیتے سنے جائیں گے۔ گویا ہزار ہا حیات بخش تبدیلیاں حضور ﷺ کے صدقے میں بارگاہ ایزدی سے عالم انسانیت کو ارزانی فرمائی جائیں گی:

اللّٰھم صلی علی محمد و علی ال محمد!!

....

ریگستان عرب جو صدیوں سے سنسان اور ویران پڑا تھا۔ جہاں شرک، بت پرستی اور دیگر تمام برائیوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ ظلمت اور گمراہی کا راج تھا۔ جہالت عقل کا تمسخر اُڑا رہی تھی۔ کفر حق کا منہ چڑا رہا تھا۔ بات بات پر قتل و غارت اور نہ ختم ہونے والی طویل جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ انسان انسان کا دشمن تھا۔ خانہ خدا بتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ عورتوں اور غلاموں کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا مگر جیسے ہی وہ مہر درخشاں طلوع ہوا تو اس کی منور کرنوں اور حیات بخش شعاعوں نے پوری دنیا کی حالت بدل ڈالی۔ خود غرضی، بے حیائی، صنم پرستی، بدمزاجی، جور وستم اور فحاشی و عریانی کا خاتمہ ہوا۔ طائران خوش نوا نے نغمے چھیڑے، گلوں نے چمن کی زینت کو نکھارا، ریت کے ذرے وفور شوق سے انگڑائیاں لینے لگے۔ فضاؤں میں آزادی کے نغمے گونجنے

لگے۔ بھینی بھینی اور مشک بیز ہوائیں مشام جاں کو معطر کرنے لگیں۔ اضطراب، یاس، بے چینی اور ناامیدی کے بادلوں کی جگہ رحمت، محبت، الفت اور شفقت کی گھٹاؤں نے لے لی۔ شب دیجور کے ستائے ہوئے انسانوں کو صبح امید، مسرت راحت اور شادمانی کا مژدہ سنانے لگی۔ انوار وتجلیات اور فیوض و برکات کی بارشیں خشک اور بنجر زمینوں کو سیراب کرنے لگیں۔ حیات کے پژمردہ چہرے پر نکھار آنا شروع ہوا۔ خود زندگی وجد اور کیف کی لذتوں سے سرشار ہونے لگی۔ عالم گیتی میں ایک ایسا آفتاب روشن ہوا جس کی ضیاپاشیوں، ضوفشانیوں، نورسامانیوں اور تابناکیوں نے مردہ دلوں میں روح پھونک دی۔ چشم کور کو روشنی نصیب ہوئی۔ انسانوں کا سویا ہوا ضمیر جاگ اُٹھا۔ بھولے بھٹکے قافلوں کو منزل دکھائی دی۔ انسان حقوق وفرائض سے آگاہ ہوا۔ انسانیت کا درس عام ہوا۔ لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔

تاریخ عالم کا یہ انوکھا اور نرالا دن بندوں کو خدا سے ملانے، بے کسوں کی چارہ جوئی، مظلوموں کی دادرسی، فقیروں کی دستگیری، ظالموں کی سرکوبی، جہالت وظلمت کے خاتمے اور علم وحکمت کی فضیلت کا دن ہے۔ یہ دن بڑے اور چھوٹے، غلام اور آقا، امیر اور غریب، کالے اور گورے، عربی اور عجمی کے امتیاز کو ختم کرنے اور مٹانے کا دن ہے۔ اس روز عالم رنگ و بو میں ایک ایسا لاثانی پھول کھلا جس کی مہک، رعنائی اور تازگی نے پورے عالم ہستی کو معطر اور مشکبار کیا۔ اس روز کفر اور شرک کے تاریک غاروں میں قندیل حرم، چراغ نور اور شمع ہدایت روشن ہوئی جس نے تاریکی، تیرگی، ظلمت اور جہالت کا خاتمہ کیا۔ نور، روشنی، ضیا اور علم کا بول بالا ہوا۔ یہ دن فضائے بسیط کے لیے خوشی، شادمانی اور مسرت کا دن ہے۔ اس روز اس عظیم ہستی کا ظہور ہوا جس نے کفر وشرک کے طلسم کو توڑ کر وحدہ لاشریک کو پہچاننے کا درس دیا۔ وہ عظیم قائد آیا جس نے جہان ہستی کو قصر مذلت اور خارزار غم واذیت سے نکال کر آرام وسکون کے فردوس میں پہنچا دیا۔ اس دن وہ ہادی پیدا ہوا جس نے آگے چل کر بگڑے ہوؤں کو سدھار دیا۔ بھٹکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ اس دن وہ عظیم سپہ سالار آیا جس نے اپنی شان وشوکت اور جاہ وجلال سے قیصر وکسریٰ کے

ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ظالموں اور ستمگروں کا خاتمہ ہوا۔ اس روز وہ صاحب خلق عظیم ﷺ پیدا ہوا جس نے اپنی سیرت، کردار و گفتار اور عمل سے مشرکوں کو حق پرست اور گداؤں کو زمانے کا امام بنا دیا۔ اسی صبح جاں نواز کو مظلوموں کا طرفدار، بے کسوں کا مددگار، عورتوں، غلاموں اور یتیموں کا محافظ، محتاجوں اور غریبوں کا داتا، شاہوں کا شاہنشاہ، حق وصداقت کا علمبردار، حلم و بردباری کا بادشاہ، زہد وتقویٰ کا امام، علم وحکمت کا سرچشمہ، شوکت و جبروت کا مظہر، عاجزی وانکساری کا پتلا، جلال و جمال کا مرقع، رحمت وشفقت کا نمونہ، سادگی اور فروتنی کا نقیب، دین و دنیا کا رہبر، فہم وفراست کا پیکر، حق وصداقت کا داعی، روزمحشر کا شافع، بوڑھوں اور کمزوروں کا سہارا، غم کے ماروں کا چارہ، اپنے خالق کا پیارا، آمنہ کی آنکھوں کا تارا، فرمانروائے عالم، حسن مجسم، انسان کامل اور خیرالبشر ﷺ پیدا ہوا جس نے جہان عمل میں ایک ایسا انقلاب عظیم برپا کیا جس سے جہالت علم میں، غرور فروتنی میں، بدی نیکی میں، کفر حق میں، غلامی آزادی میں اور صنم پرستی خداپرستی میں بدل گئی۔

طلوع صبح سعادت سے بدکاریوں، گمراہیوں اور ستم کاریوں کے اندھیرے دور ہوئے۔ اس صبح درخشاں کی بدولت مظلوم اور ستم رسیدہ انسانوں کی شب تیرہ وتار سحر آشنا ہوئی۔ یہی وہ صبح نور ہے جس کے صدقے انسانی بخت خفتہ نے انگڑائی لی۔ یہی وہ صبح رحمت ہے جس کے صدقے اولاد آدم کے ڈوبتے ہوئے سفینے کو ناخدا ملا۔ یہی وہ ساعت ہمایوں ہے جس میں عرفان ذات اور معرفت کردگار کا درس دینے والا اور اسرار عالم کے دروازے کھولنے والا نبی آخرالزماں ﷺ آیا۔ یہی مبارک اور مقدس دن ہمارے عزائم کو پختگی، روح کو قرار، دلوں کو جولانی، حوصلوں کو بلندی، سمعی و بصری قوتوں کو فروغ، ضمیر کو جلا، آنکھوں کو نور، ذہنوں کو سرور اور یقین کو نئی زندگی عطا کرتا ہے۔

اس طلوع صبح سعادت کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ اس دن کا تذکرہ کرنا مشکل اور اس کی عظمت کو الفاظ کا جامہ پہنانا سعی لاحاصل ہے۔ قرطاس وقلم اس دن کی رفعت کو بیان کرنے اور انسانی ذہن اس کی عظمت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

جب تک مہر و ماہ کی گردش جاری رہے گی، جب تک سیارگان جہاں اپنے مرکز کے گرد گھومتے رہیں گے، جب تک انسانی بدن میں خون گردش کرتا رہے گا، جب تک باد نسیم غنچوں کو چھیڑتی رہے گی، جب تک کلیاں مسکراتی، پھول کھلتے اور غنچے چٹکتے رہیں گے، جب تک طائران خوشنوا اپنے ترانوں سے تڑپ پیدا کرتے رہیں گے، حضور ﷺ کا یوم ولادت صبح سعادت، وہ پاکیزہ دن، وہ میلاد مصطفیٰ ﷺ لوگوں کو شادکام کرتا رہے گا اور قیامت تک فدائیان مصطفیٰ اس صبح نور کی عظمت اور اس صبح انوار کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔

پروفیسر غلام ربانی عزیز

درود شریف ابراہیمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

تھی خدائی بھر میں جس کی روشنی

عرب کی سرزمین شہر مکہ میں حضرت عبداللہؓ کے گھر 12 ربیع الاول بروز دو شنبہ عالم انسانیت کا وہ نجات دہندہ پیدا ہوا جس کی بشارت تمام انبیا علیہم السلام دیتے چلے آئے تھے۔ جو فطرت کا بہترین شاہکار ہے۔ جو فخر آدم وحوا اور فخر نوع انسانی ہے۔ جس کا مرتبہ یہ ہے کہ ساری کائنات اس کے نام نامی کی وجہ سے پیدا کی گئی۔ جس ذات کا دنیا کو ایک عرصہ سے انتظار تھا اور جس کی پیدائش کا جن وملک، انسان وحیوان سب انتظار کر رہے تھے۔ جو نہ صرف انسانوں بلکہ تمام کائنات کے لیے رحمت بن کر آیا اور اپنے ساتھ نور ہدایت اور ایک صحیفہ آسمانی لے کر آیا جو ابدلآباد تک دنیا کو صراط مستقیم دکھلاتا رہے گا۔ جو غریبوں اور بیکسوں کا سہارا ہے۔ جو حق وصداقت کا پیکر اور ضلالت وگمراہی کا دور کرنے والا ہے۔ جو اس تاریک دنیا میں ہدایت کی روشن مشعل ہے۔ جو انسانیت کا محسن اعظم ہے۔ جس کی شریعت تا قیامت زندہ رہے گی اور انسانیت کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ حضور پُرنور فخر عالم سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات گرامی اور منصب جلیلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اس طرح فرمایا ہے:

”اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔

نام لوح ازل پر لکھا آپ ﷺ کا
وہ شفیع الامم ﷺ آج پیدا ہوئے

سیدہ فاطمہ الزہرا بلگرامی

زمین و فلک کی آنکھ میں جلوہ طور کا سماں

اللہ کریم کا نور عرش اعظم اور لامکان وسعتوں میں نہ سما سکتا تھا۔ اس نور مطلع کو اپنے عیانی ظہور کے لیے ایک پاکیزہ اور مقدس مکان کا خیال عزم محبت کے لباس میں دامن گیر ہوا۔ محبت الٰہی کی لطیف اور پر تاثیر ہوائیں ایسے چمنستان کی تلاش میں نکلیں جس کی ہر کلی اور ہر پتی، اس لطیف اور سرور پرور ہوا کی ہر لہر کو، اپنے سینے میں بہشت بریں صدر نشین کر دے۔

ارادۂ الٰہی کو بادِ محبت کی سرسراہٹ نے جنبش دی اور اس محبت کی چمکتی ہوئی لہریں، عرش و ساکنانِ عرش سے پہلے نور محمد ﷺ بن کر نمودار ہوئیں۔ اس کے بعد اسی دلربا کے فیض لامتناہی سے حسب مراتب ہر مکین و مکان کو وجود کا نور و مظہر نور عطا ہوا **لولاک لما خلقت الا فلاک** (اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا):

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

عرفان کی آنکھیں زمین عالم میں بوئے ہوئے ہر تخم میں اس کا شیریں و خوش نما ثمر دیکھتی ہیں اور یہی لذت و لطافت سے بھرا ہوا ثمر تمام محنتوں اور تمام کوششوں کا مقصود ہوتا ہے۔ بخدا تخلیق عالم مقصود اور تزئین عرش و فرش کا مطلوب باغ ہدایت کا ثمر شیریں، ہمارا کملی والا نور مبین ہے (ﷺ):

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسرو! عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

عرش والے کروڑوں سال سے منتظر، فرش والے ابتدائے آدمؑ سے چشم براہ،

کائنات کا ذرّہ ذرّہ اسی انتظار میں کہ وہ صبح نور کب نمودار ہوگی، جب حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے ظہور قدسی سے زمین و فلک کی آنکھ میں جلوۂ طور کا سماں پیدا کریں گے۔ رحمت ازلی جوش میں آئی۔ مخلوق کی بے نوائی کو نوا ہائے بے بہا سے بدلنے کے ارادۂ ازلی کو حرکت ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ نے جس کے لیے خلت کا خلعت پایا، حضرت یوسفؑ نے جس کے لیے جمال جہاں آرا دکھایا، حضرت موسیٰؑ کا شوق دید جس کے صحیفہ محبت کی تمہید بنی اور حضرت عیسیٰؑ جس کی مسیحائی کی نوید بنا، وہی نور مجسم، محبوب دو عالم، عرش کا تارا، اللہ کا پیارا 21 اپریل 571ء بمطابق 12 ربیع الاوّل پیر کے دن صبح صادق کے وقت، بزم آرائے عالم امکان ہوا (ﷺ) الحمدللہ محفل کونین میں صدر کی خالی کرسی کو زینت ملی۔

ہدایت کا آفتاب چمکا، رحمت کا بادل برسا، آدمیت نے اپنے بھولے ہوئے سبق یاد کیے، ہدایت کی راہیں کھل گئیں، معرفت الٰہی کا دربار لگ گیا۔ محبت الٰہی کی دولت لٹنے لگی۔ سارے عالم کے زیاں کار بھی جب اس بازار میں آئے تو صاحب اعتبار ہو کر گئے۔ یہ اسی نور مبین کی برکت ہے کہ آج بھی اس دور ظلمت میں ہدایت کے آفتاب کی شعاعیں گھر گھر پہنچ رہی ہیں اور اس مادہ پرستی کے زمانے میں، خدا پرستی اور حق شناسی کی راہیں کھلی ہیں۔

یہ اسی ظہور قدسی کے طفیل ہے کہ نگاہیں آج بھی آسمان کے اس پار پہنچ جاتی ہیں جب کہ عصیاں کوشی اور خدا فراموشی کے اندھیرے، دل کی آنکھوں کو اندھا کر چکے ہیں۔ حیات ابدی کا متلاشی اور صراط مستقیم کا طالب اگر اس طوفانی دریائے ضلالت میں نجات کا کنارا چاہے، تو دین محمد رسول اللہ ﷺ کے بغیر اسے کوئی کشتی سلامت مل نہیں سکتی!!

حاجی فضل احمد

خالق کا اپنے حسن تخلیق پر ناز

چمن زار فصل میں بہار آتی ہے تو دلفریب رعنائیوں اور کیف زار لطافتوں، رُوح پرور نزہتوں اور دلکش رنگینیوں کو اپنے جلو میں لے کر جب اس شان و وقار سے بہار کا ورود ہوتا ہے تو گلشن میں گلہائے رنگا رنگ کھلتے ہیں، غنچے مہکتے ہیں، کلیاں مسکراتی ہیں، عندلیب زار بہاروں کی اس بوقلمونی پر نثار ہوتی ہے اور اپنے کیف آفرین اور دلنشیں نغمات، حسن چمن پر نچھاور کرتی ہے۔ تمام کائنات، قدرت کے ان رُوح پرور مظاہر اور حسن ازل کی دل فریبیوں کی داد دیتی ہے۔ اس کے ساتھ دلآویز بہاروں کی خالق بھی اپنی مخلوق کو مسکراتا دیکھ کر اپنے اس حسن تخلیق پر ناز کرتا ہے اور کائنات کے لیے رحمت وعطا کے دروازے کھول دیتا ہے۔

چنانچہ خالق کائنات کے اس نظام فطرت کے تحت گلستان ہستی پر بہار جاوداں کا ورود ہونے والا ہے۔ نسیم رحمت کی شمیم جان فزا کے دلنواز جھونکے مشام ہستی کو معطر کرنے والے ہیں اور اہل چمن کسی گل رعنا کے کھلنے کے انتظار میں ہیں۔ گویا گلستان حیات میں فصلِ بہاراں کا اہتمام ہو چکا ہے اور ذرّہ ذرّہ اس کے خیر مقدم کے لیے بے قرار ہے۔ مشاطہ قدرت زُلف گیتی کی تزئین میں مصروف ہے اور عروس کائنات کے چہرہ گل گوں پر فرحت و انبساط کے آثار نمایاں ہیں۔ رحمت الٰہی کی خوشگوار باد بہاری رحمتوں اور لطافتوں کو اپنے جلو میں لیے ریگزار عرب کے خطہ مقدس کا طواف کر رہی ہے۔ عالم لاہوت میں حوران وملائک نغمات سرمدی سے کائنات کو مسحور کر رہے ہیں۔

قمر یزدانی

سب سے بڑی عید کا دن

ربیع الاوّل کا مہینہ پوری تاریخ انسانی میں ایک غیر فانی اہمیت کا حامل مہینہ ہے۔اس مہینے میں وہ ذات بابرکات پہلوئے آمنہؓ میں ہویدا ہوئی جس نے تاریخ انسانی کے دھارے کا رُخ پلٹ دیا۔جس نے انسانیت کو پستی سے نکال کر عظمت و رفعت کے آسمان پر پہنچایا۔جس نے دُکھی دُنیا کو پیغام امن و راحت دیا۔اسے دکھوں اور آلام کا مداوا بخشا۔اس کی ان بیڑیوں کو کاٹا جس میں وہ صدیوں سے جکڑی چلی آ رہی تھی۔اس کی پشت پر سے وہ بوجھ اُتارے جس کے نیچے وہ قرن ہا قرن سے دبی جا رہی تھی اور اسے ایک ایسا اجتماعی نظام حیات دیا جس کو اپنا کر وہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے، اور جس میں رنگ و نسل، وطن، قوم اور امارت و افلاس کی بنیاد پر کوئی تفریق اور امتیاز نہیں ہے۔حضور نبی کریم ﷺ (فداہ ابی و امی) جس وقت پیدا ہوئے ساری دُنیا ضلالت و گمراہی میں سرگرداں تھی، خدائے واحد سے منہ موڑ کر انسان ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہا تھا۔ ہر انسانی معاشرہ مختلف طبقات میں بٹا ہوا تھا۔اُوپر کا طبقہ زیردست طبقے کا خدا بنا ہوا تھا۔اخلاقی اور اجتماعی امراض پوری طرح گھر کر چکے تھے۔ ہر طرف جنگل کا قانون رائج تھا اور دھرتی انسان کے خون سے انسان کے ہاتھوں لالہ زار ہو رہی تھی۔ایسے عالم میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔سیّد المرسلین کا عالم انسانیت پر بلاشبہ یہ احسان عظیم تھا اور یقیناً وہ دن بڑا ہی اہم تھا جب یہ محسن انسانیت ﷺ اس عالم آب و گل میں تشریف لائے۔

بہ نظر غائر دیکھا جائے تو عید میلاد النبی ﷺ ہی تمام عیدوں کا مبدا ہے۔ آنحضور ﷺ کا ظہور پُر نور ہوا تو خلق خدائے تبارک و تعالیٰ کی ہستی کا شعور حاصل ہوا۔ توحید کا ادراک، وحدانیت کا اقرار، احکام خداوندی کی تعلیم، عبادات کی تفہیم، سب حضور

نبی کریم ﷺ کی ذات مقدس کی مرہون منت ہیں۔ رمضان شریف اور اس کی فضیلتیں حضور نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ہم پر ظاہر ہوئیں اور انھی فضیلتوں سے متمتع ہونے کے بعد ہم عید الفطر کی مسرتوں کے مستحق ہوئے۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے ہی ہمیں حج اور قربانی کے طریقے سکھائے جن کی بنا پر ہمیں عید الاضحیٰ کی خوشیاں نصیب ہوئیں۔ پس جو یوم مبارک عیدین سعیدین کی تقریبات کا مبدا ہے، وہ تو کہیں زیادہ مسرت و ابتہاج کا دن ہے جسے ہم سب سے بڑی عید کا دن کہہ سکتے ہیں!!

کوثر نیازی

بہت بڑا آدمی !!

قرمزی آفتاب، ریت کے میدانوں سے ورے سمندر میں غوطہ لگاتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اس کی ہلکی شعاعوں نے آسمان کو ایک سنہری چادر سے ڈھانپ رکھا ہے اور پہاڑیاں گنگا جمنی رنگوں سے مزین نظر آرہی ہیں۔

ایک پرشکوہ قافلہ اس پہاڑی سڑک کے بالائی حصہ سے آتا ہوا نظر آرہا ہے، جو یثرب سے وادی مکہ کی طرف آتی ہے۔ ایک ہی نظر میں اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی تجارتی قافلہ نہیں ہے۔ گھوڑوں کے ساز وسامان، اعلیٰ عربی راہداروں کی چال ڈھال، لدے پھندے اونٹوں کی قطاروں کو دیکھ کر جن پر زرق برق پالکیاں سجی ہوئی ہیں، یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی عرب سردار قبیلہ کسی تقریب میں شرکت کے لیے مکہ جارہا ہے۔ شہر کے چوک میں آگ کے شعلے میناروں کی شکل میں بلند ہو کر آسمانی شفق کو اُنگلیاں دکھا رہے ہیں۔ سازوں اور قہقہوں کی آوازوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی پُرتکلف دعوت کا انتظام کیا جارہا ہے۔ مہمان فرداً فرداً گروہوں یا کاروانوں کی شکل میں آ آکر جمع ہورہے ہیں۔ کیونکہ ان آتش مزاج ابنائے بادیہ کی زندگانیوں میں اس قسم کے مواقع کم ہی آتے ہیں۔

مہمان آگ کے گرد جمع ہوتے اور میزبان کے وسیع دستر خوان سے حتی الوسیع سیر ہو کر ہی اُٹھتے ہیں۔ کھانے میں ثرید اور دنبے کا گوشت تھالوں میں اور مختلف قسم کے سالن، جن کی خوشبو سے بھوک چمک اُٹھے، بے شمار رکابیوں میں، مصالحہ دار قہوہ پیالوں اور تیز وتند ہری چائے گلاسوں میں پیش کی جاتی ہے۔ اس وقت ہر طبقہ اور عمر کے دوسو سے زائد مہمان جمع ہیں، جن میں قبیلہ کے شیخوں سے لے کر ادنیٰ حیثیت کے خانہ بدوش

بدو اور اعلیٰ حکام، شہر کے معمولی تاجر تک اکابرین قریش میں فوجوں کے سپہ سالاروں سے صنم خانہ ھبل کے شیریں نقال پروہت تک سب ہی تو شامل ہیں۔ ان کی نیلی نیلی، سرخ وسفید قباؤں نے میدان میں عجب رنگ آمیزی پیدا کر رکھی ہے۔ رنگ برنگے ازاروں کو اُنھوں نے اپنے زانوؤں سے لپیٹ کر آگے کی طرف یا پہلوؤں میں نرالے ڈھنگ کی گرہیں لگا رکھی ہیں۔ سر پر بھاری بھرکم صافے ہیں، جن سے جنگجو افراد اور شہریوں کے مابین تمیز ہوتی ہے۔

مکہ میں اس سے بہتر اجتماع ناممکن ہے کیونکہ میزبانی کے فرائض عبدالمطلبؓ ادا کر رہے ہیں، جو خانہ کعبہ کے متولی ہیں اور اس عہدہ کو عرب میں سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ آج وہ بے انتہا خوش وخرم نظر آرہے ہیں۔ ہر ایک سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی ادھر جاتے ہیں، کبھی ادھر، مہمانوں کی تواضع بھی کرتے جاتے ہیں اور ان سے تفریح و مذاق بھی ہوتا جاتا ہے، جس سے خوشی اور محبت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کے قد و قامت اور انتہائی متناسب خدوخال کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ صحرائے عرب کے فرمانرواؤں کے درمیان خود ان کی حیثیت بھی ایک فرمانروا کی سی ہے۔ ایک ہی نظر میں ان کی شرافت وعظمت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ان کی دوربین آنکھیں، چوڑی چکلی پیشانی، لمبی ستواں ناک، مضبوط لب دہانہ، ان کے اعلیٰ نسب عرب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

ایک تنومند حبشی غلام گود میں چھوٹے سے نوزائیدہ بچہ کو لیے ہوئے باری باری مجمع میں سے ہر ایک کو دکھاتا پھرتا ہے اور عبدالمطلبؓ ایک مہمان کے دریافت کرنے پر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔

سب لوگ پوچھتے ہیں محمد ﷺ کیوں رکھا؟ آپ کے خاندان میں تو بڑے عمدہ نام ہوا کرتے ہیں، ان میں سے کوئی رکھ لیتے۔ آپ کا سلسلہ نسب تو ہاشم، عبد مناف، قصی، کلاب، لوی، غالب، نضر اور عدنان کے توسط سے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ تک پہنچتا ہے۔

حضرت عبدالمطلبؓ ہاتھ سے بچے کے دبیز رخساروں کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے جواب دیتے ہیں: ''مجھے اُمید ہے کہ اس نام کی بدولت جو میں نے اس کے واسطے تجویز کیا ہے، یہ بچہ ایک بہت بڑا آدمی بنے گا!!''

عبدالمطلبؓ کے احباب نے انھیں آج سے زیادہ کبھی ہشاش بشاش نہ دیکھا تھا۔ ان کے بہت سے لڑکے لڑکیاں تھیں۔ جن کی تعداد بعض مورخین اٹھارہ تک بتاتے ہیں لیکن ان سب میں انھیں حضرت عبداللہؓ سے خاص اُنسیت تھی۔ دراصل انھیں اپنے اس بیٹے سے اسی قسم کی محبت تھی، جیسے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ سے تھی۔ اس چھوٹے معصوم بچے محمد ﷺ میں انھیں اس کے باپ کے خدوخال اور دلآویز شرگیں آنکھوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ اُنھوں نے اس کا نام محمد ﷺ اس عقیدہ اور اُمید پر رکھا ہے کہ عبداللہؓ کا یہ شیرخوار بچہ قبائل کے درمیان بڑی ناموری حاصل کرے گا اور ممکن ہے کہ ان کی جگہ کعبہ کی تولیت کا بلند مرتبہ بھی حاصل کر لے!!

کے ایل گابا

ادب گاہیست زیرِ آسماں، از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید، جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

ہر سو نیا رنگ تھا، نیا روپ!

حضور اکرم ﷺ کی ولادت، کائنات کا اہم ترین واقعہ ہے۔ بحر احمر کی مضطرب لہروں سے عرب کا آفتاب زرفشاں طلوع ہوا۔ عطر بند ہواؤں کی نرم و نازک رفتار سے مس ہو کر پھوٹنا شروع ہو گئے۔ فرش سے عرش تک مینارۂ نور نے آنکھیں خیرہ کر دیں۔ بحر احمر کی سرخ موجیں، جھلمل جھلمل کرنے لگیں۔ عرب میں آفتاب نو طلوع ہوا۔ صحرائے اعظم کی جوش مستی میں نوا سنج ہوئی۔ گرم ہوائیں کھجور کے جھنڈوں میں پتوں سے مس ہو کر سارنگ بجانے لگیں۔ ریگ زاروں کا ذرّہ ذرّہ بقعہ نور بن گیا۔ ساری کدورتیں دھل گئیں اور محبت کے دیپ جلنے لگے۔ ہر سو نیا رنگ تھا، نیا روپ!

آج کی صبح وہی صبح جاں نواز ہے کہ جس صبح، شان عجم اور شوکت و تمکنت عرب ماند پڑ گئی تھی۔ آتش کدہ کفر بجھ گیا، آذر کدہ گمراہی، سرد ہو کر رہ گیا۔ صنم کدوں میں خاک اُڑنے لگی۔ توحید کا غلغلہ اُٹھا، شاہ حرم، شہنشاہ کونین اور امام الانبیا عالم ارواح سے، عالم امکان میں تشریف لائے۔ سلام ان پر، درود ان پر۔ آج اس ذات گرامی کی آمد کا دن ہے، جن کی بشارت توریت اور انجیل نے دی۔ آج اس ظہور قدسی کا دن ہے، جن کے قدموں کی چاپ عیسیٰؑ، موسیٰؑ اور داؤدؑ نے سنی تھی!!

ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی

جنت زمین پر اُتر آئی

زندگی خواب ہے اور بہت سے خواب سچ مچ زندگی بن جاتے ہیں۔ ہر کسی کو ایسے سچے خواب دکھائی نہیں دیتے۔ بہت سے لوگ خوابوں کو تصورات کی افسانہ طرازی اور اوہام کی بت گری بتاتے ہیں۔ لیکن اپنی اپنی وسعت فکر و خیال اور دل و نگاہ کی پاکیزگی کی بات ہے۔ بعض خواب اوہام کی شیشہ گری سے بلند ہوتے ہیں، حال و مستقبل کے برزخ کی اس طرح مثالی سیر کرائی جاتی ہے کہ آنے والے واقعات کا عکس آئینہ ادراک پر پڑنے لگتا ہے۔ یہ خواب دوسروں کی بیداری سے زیادہ سچے، کارآمد بلکہ مقدس ہوتے ہیں۔

اس دُنیا میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو جاگتے ہیں مگر ان کے دل سوتے رہتے ہیں۔ نفس و آفاق کی ایک ایک نشانی میں بھی انھیں ہدایت کا کوئی اشارہ نہیں ملتا، ماضی اور حال کے واقعات کی رصدگاہ سے مستقبل کی ایک پرچھائیں بھی ان کو نظر نہیں آتی، ساری زندگی بے خبری میں گزر جاتی ہے۔ مگر کچھ سعید رُوحیں عالم خواب میں بھی بیداری کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتی ہیں اور مستقبل ان کے سامنے آپ ہی آپ آ کھڑا ہوتا ہے۔

سیدہ آمنہؓ کو خواب نظر آنے لگے۔ نہایت ہی عجیب اور حیران کن خواب! کبھی یہ کہ بی بی آمنہؓ کا جسم خاکی یکبارگی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا اور روئیں روئیں سے سرد شعاعیں نکلنے لگیں، کبھی کانوں سے سنا کہ بہشت کی حوریں، آسمان کے فرشتے اور مقدس رُوحیں مبارک باد دے رہی ہیں۔ کبھی سوتے میں ایسا محسوس کیا کہ وہ اپنے نورانی اور شفاف جسم کے ساتھ بلندی پر ہے۔ اُونچے سے اُونچے پہاڑ پست نظر آتے ہیں۔ آمنہؓ کے تلوے ستاروں کو چھو رہے ہیں اور چاروں طرف تہنیت اور تبریک کے زمزمے چھڑے ہیں۔

دستور کے مطابق قبیلہ کی عورتیں آمنہؓ کی مزاج پرسی کے لیے آتیں تو انھیں کچھ

ایسا نظر آتا جیسے بام کعبہ سے لے کر عبداللہؓ کے گھر تک نور کا شامیانہ تنا ہوا ہے، جسے کافوری شمعوں سے زیادہ اُجلے اور روشن ہاتھ تھامے ہوئے ہیں۔ گھروں میں چرچے ہونے لگے کہ آمنہؓ پر آسمان کی نورانی دیویاں بہت مہربان ہیں۔ وہب کی بیٹی، عبدالمطلبؓ کی بہو، عبداللہؓ کی شریک حیات اور ہونے والے بچہ کی ماں آمنہؓ خود زہرہ و مشتری بنی جا رہی ہے۔

''اے لو! ستارے زمین پر جھک آئے۔ یہ آج کیا ہو رہا ہے عبداللہ کی پھوپھی نے کہا۔''

''میں بھی تو یہی دیکھ رہی ہوں کہ جتنی روشن یہ پچھلی رات ہے، اتنے اُجلے تو دن بھی نہیں ہوتے!! ایک بوڑھی عورت نے جواب دیا۔

امِ معبد! اور یہ خنک ہوائیں، بادِ صبح گاہی کے جھونکے، نسیم سحر کی اٹھکیلیاں، در و دیوار جھومے جا رہے ہیں، طائف کے سبزہ زاروں اور باغیچوں کی بھی میں نے صبحیں دیکھی ہیں، پر آج کی صبح تو سب سے عجیب ہے اور خوشبو کی لپیٹیں جیسے یمن کا تمام عطر جمع کر کے کسی نے چھڑک دیا ہے۔ کاش! اس رات کی صبح نہ ہوتی اور ہم سدا یہی منظر دیکھتے رہتے، تیسری عورت نے دوپٹے کا آنچل موڑتے ہوئے کہا۔

قریش کے جن گھرانوں میں لوگ آج جلد اُٹھ بیٹھے تھے، وہ اپنے بتوں کو تھامتے تھامتے اور اُٹھاتے اُٹھاتے تھک جاتے تھے مگر بت کس طرح کھڑے رہنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کی پیشانیاں آپ ہی آپ سجدے میں جھکی جا رہی تھیں۔

آج کیا ہو گیا ہے میرے معبود کو، لیٹے جاتے ہیں، گرے جاتے ہیں، شاید نیند آ رہی ہے مگر بت تو سویا نہیں کرتے۔ کہیں مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئے، لاؤ پھر ایک بار خلوص عقیدت کے ساتھ سجدہ کروں۔ بوڑھے قریشی نے بت کو دیوار کے سہارے کھڑا کر کے سجدہ کیا اور پھر جو سر اُٹھایا تو بت کا ماتھا بھی زمین پر دیکھا۔ اتنے میں ایک عورت دوڑی ہوئی آئی اور بوڑھے کا ہاتھ تھام کر بولی:

''میرے ساتھ چل کر دیکھو، فریسہ کا معبود زہیر کا حاجت روا، قیس کا بت اور خود میرا خدا سب کے سب خاک پر پیشانی کے بل گرے پڑے ہیں۔''

اس پر بوڑھے عرب نے عورت کا ہاتھ جھٹک کر کہا:

''میں خود اس پریشانی میں مبتلا ہوں، میرے معبود کو نہیں دیکھ رہی ہو، خاک پر سر رکھا ہے! تم اپنے معبودوں کو سنبھالو، میں اپنے خدا کو تھامتا ہوں۔''

جہاں عبدالمطلبؓ کے گھر میں آمنہؓ پر سرور آمیز غنودگی سی طاری تھی، اسی عالم میں اس کے کانوں نے سنا:

''یہ اسماعیلؑ ذبیح اللہ کی ماں ہاجرہ ہیں۔''

آواز تھوڑی دیر کے لیے رُک گئی اور وقفہ کے بعد زیادہ شیریں لہجہ میں کسی نے کہا:

''ام احمد! دُعائے ابراہیمؑ مبارک!''

پھر فضا میں قدرے سکوت کے بعد ایک صدا گونجی:

''آمنہؓ! یہ عیسیٰؑ رُوح اللہ کی ماں مریمؑ ہیں، کنواری مریم! شہر جلیل کے مبلغ کی والدہ محترمہ!

پھر دوسری آواز:

''ام احمد! نوید مسیحا مبارک!''

ابھی دن رات ملے جلے تھے، اس لیے دونوں کی تقدیروں کو ایک ساتھ چمکنا تھا۔ سپیدہ سحر نمودار ہو ہی رہا تھا، غنچوں کی نازک گرہیں کھل رہی تھیں، لالہ وگل کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر رہی تھی، بنفشہ وشفیق کی نازک پتیوں پر شبنم کے موتی ڈھلک رہے تھے، سرو وشمشاد نے پھولوں کی مہک پا کر انگڑائی لی۔ طائران خوش نوا کی چہکاروں سے تمام فضا نغمہ زار بن گئی، جنت آج سچ مچ زمین پر اُتر آئی تھی۔ صفا کی وادی، مروہ کے سنگریزے، قبیس کی چوٹیاں اور عرفات کا میدان نور کی جھلکیوں میں جھم جھم کر رہا تھا۔

ستارے جھلملا رہے تھے، کلیاں چٹک رہی تھیں اور پھول مہک ہی رہے تھے کہ اتنے میں گھر کی عورتیں خوشی سے بے تاب ہو کر پُکاریں:

''کوئی عبدالمطلبؓ کو جا کر مبارک باد دو!!''

عبدالمطلبؓ اس مژدے کو سنتے ہی تیزی کے ساتھ آئے، خوشی کے مارے پاؤں بہکے بہکے سے پڑ رہے تھے۔ عبدالمطلب کے رخساروں کی جھریوں میں مسرت جھل

مل، جھل مل کر رہی تھی۔ آمنہؓ نے فرط غیرت سے چادر منہ پر ڈال لی۔ عبدالمطلبؓ نے پوتے کو دیکھا، پیشانی کو چوما۔ ان کی آنکھوں میں بجلیاں سی چمک رہی تھیں۔

سیّد القریش! اتنا نورانی چہرہ آپ نے آج تک دیکھا نہ ہوگا، عورتوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

لاریب نہ صرف میں نے 'شاید دُنیا میں کسی آنکھ نے ایسے جلوے نہ دیکھے ہوں، چاند، سورج، کہکشاں، قوس قزح، پھول، غنچے، حیران ہوں کہ کس چیز سے اس نونہال کے چہرے کو تشبیہ دوں! اس کے حسن و جمال کے سامنے تو یہ سب پھیکے اور بے رنگ ہیں! اور یہ باتیں مجھ سے محبت نہیں کہلوا رہی ہے بلکہ یہ حقیقت ہے جو عبدالمطلبؓ کی زبان سے آپ ہی آپ بول رہی ہے۔

عبدالمطلبؓ کے جواب پر عورتوں میں باہم سرگوشیاں ہونے لگیں۔ جیسے کوئی اپنے دل کی بات کہنا بھی چاہے اور کسی سبب سے کھل نہ کہہ سکے۔

یہ کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں! اچھا! گیت گانا چاہتی ہو، میں چلا جاؤں، مجھ بوڑھے کے سامنے دف بجاتے ہوئے شرم آتی ہوگی، عبدالمطلبؓ کے کہنے پر عورتیں بولیں:

''یا ابا عبداللہؓ! رات ہم نے اپنی ان آنکھوں سے جو کیفیت دیکھی ہے، اگر کسی کے سامنے بیان کریں تو لوگ کہیں گے کہ یہ عورتیں دیوانی ہوگئی ہیں، کسی نے ان پر جادو کر دیا ہے، ان کے دماغ میں خلل آ گیا ہے، رات کا سماں لفظوں میں ادا نہیں ہوسکتا، وہ دیکھنے ہی کی چیز تھی، کہنے کی نہیں! اور کوئی کہنا بھی چاہے تو وہ کیفیتیں لفظوں میں کہاں سما سکیں گی''!! عبدالمطلبؓ نے مسکرا کر جانا چاہا۔

''ابنِ عبداللہؓ کہا کریں اس ہاشمی نونہال کو؟'' ایک خاتون نے دریافت کیا۔

اچھا! نام کی طرف اشارہ ہے! بہت خوب! عبداللہؓ کے لختِ جگر اور آمنہؓ کے نورِ نظر کا نام ہم نے رکھا۔ احمد ﷺ ہاں محمد ﷺ بھی، تمام دُنیا میں تعریف کی جائے گی، میرے چاند کی! (فضا میں معاً ایک دھیما سا غیبی نغمہ گونجا، زمینوں میں ہی نہیں، آسمانوں میں بھی اس کی حمد و ستائش کے نغمے بلند ہوں گے) عبدالمطلبؓ کا جواب سن کر آمنہؓ کے

ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی جیسے اس کے دل کی بات عبدالمطلبؓ کی زبان پر آ گئی۔

بہ انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
امین بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ماہرالقادری

❁⋯⋯✧⋯⋯❁

انسانوں کو جینے کا شعور آیا

آپ ﷺ کا تشریف لانا تھا کہ فیض نبوی تمام عالم پر برس پڑا۔ عشق ومحبت کا گلزار سر سبز ہوگیا۔ ایمان و یقین کا چمن لہلہا اٹھا۔ توحید کے پھولوں کی بیہوش کرنے والی خوشبو سے دلوں کو سکون ہوگیا۔ عرفان کے گلدستوں سے دماغ معطر ہوگیا۔ وہ جوہر اول جو تخلیق عالم سے پہلے خدا کے کنز مخفی دُر بے بہا کی طرح چھپا ہوا تھا، زیب تاج نبوت ہوا۔ وہ ودیعت خداوندی جس کے اگلے پیغمبروں نے شہادت دی تھی، انسان کو عنایت ہوئی۔ حقیقت جامعہ جامہ ہستی نما پہن کر ایمان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئی۔ عالم روشن ہوگیا۔ عقل و دانش کا بازار گرم ہوا۔ تہذیب و شائستگی کی دکانیں آراستہ ہوئیں۔ دنیا نے کروٹ بدلی، انسانی فطرت کی تو کایا ہی پلٹ گئی۔

مولوی سید محبّ الحق

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

حضور نبی کریم ﷺ 12 ربیع الاوّل کو اس دُنیا میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ تشریف لائے کیونکہ پیدا تو وہ اس وقت ہوئے جب پیدا ہونے کا رواج نہ تھا۔ جب رعد میں گونج نہ تھی، بادل میں گرج نہ تھی، طوفان میں کڑک نہ تھی، ہوا میں خراٹا نہ تھا، فضا میں سناٹا نہ تھا، شب میں تاریکی نہ تھی، صبح میں اُجالا نہ تھا، چاندنی میں جھالا نہ تھا، پھول میں مہک نہ تھی، بلبل میں چہک نہ تھی، سبزے میں لہک نہ تھی، آگ میں گرمی نہ تھی، ریشم میں نرمی نہ تھی، سورج میں تپش نہ تھی، زمین میں کشش نہ تھی، عالم لاہوت نہ تھا، عالم ملکوت نہ تھا، عالم ناسوت نہ تھا، وقت کا وجود نہ تھا، اس وقت خالق تھا، اور ایک مخلوق تھی جو کہ حبیب خدا ﷺ تھے:

خدا کو حسن کی محفل سجانے کا خیال آیا

خالق مکان و لامکاں نے دست تدبیر میں تخلیق کا ترکش تھاما اور لامکاں کی مقید وسعتوں میں قید وقفس اور حیات وممات کی تیلیاں گرانا شروع کر دیں۔ کائنات کے عظیم سفر پر وقت کے مسافر کو روانہ کیا گیا، نیلگوں فضاؤں کے تہ بہ تہ شامیانے بچھائے گئے۔ پھر ان میں مہ وخورشید وانجمن کی قندیلیں روشن کی گئیں۔ وقت کو رات اور دن کی ساعتوں کے تابع کیا گیا۔ زندگی کی سہانی سحر کو طلوع ہونے کا اذن صادر فرمایا گیا، فرشتوں نے شبنم کو رونا سکھا دیا۔ پھر نیلگوں فضاؤں کی وسعتوں میں تیرتے ہوئے تاروں میں سے زمین کو منتخب کیا گیا۔ سمندر کو پانی سے بھر دیا گیا۔ زمیں کی عریانیاں سبزے کے لباس سے ڈھانپ دی گئیں۔ پھر خالق کائنات نے اپنے حسن تدبیر سے انسان کی چند ٹیڑھی میڑھی ہڈیوں کو باندھ دیا۔ ان پر نرم نرم گوشت کا لبادہ اوڑھایا گیا۔ نیلی نیلی رگوں کو سرخ سرخ خون سے بھر دیا گیا پھر اس بت خاکی میں زندگی کی رُوح پھونکی گئی اور جب فطرت کے اس حسین ترین شاہکار کو پُکارنے کی باری آئی تو **انی جاعل فی الارض**

خلیفہ کہہ کر پُکارا گیا۔فرشتوں نے سجدہ کیا تو حیران تھے کہ آج ہمارے ربّ نے جو کہ ربّ العالمین ہے، اپنی تخلیق کو سجدے کا حکم دیا، تو کیوں؟ سر اُٹھایا تو دور لوح فطرت کے سینے پر اسم محمد ﷺ کندہ نظر آیا۔

صاحب اسرار و غوامض کے لطیف اشارے نے مقتدر اور معتبر فرشتوں کو حاصل کائنات سے روشناس کرایا۔ زندگی کا دھارا رواں ہوا۔ یم زندگی کبھی دجلہ وفرات کی بل کھاتی ہوئی ندیوں کی صورت میں فطرت کے نظاروں کی تصاویر لیتا اور کبھی نوح کے طوفان میں بپھرتا اور پھنکارتا ہوا وقت کے دوش پر سوار سفر حیات پر روانہ ہوا۔ وقت کی صراحی سے ٹپکنے والا ہر قطرہ حوادث زمانہ کا رُوپ دھارنے لگا۔حق و باطل کی کشمکش شروع ہوئی اور زمانے کی اس کاوش پیہم سے جام زندگی پختہ تر ہونے لگا۔

اولاد آدم بڑھتی اور پھولتی رہی۔ انسان اپنے خدا سے ہی اُلجھ بیٹھا۔فطرت کے انعامات سے نوازا گیا، تو قناعت کا دامن کھو بیٹھا۔فرعون اور نمرود بندوں میں خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے، رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ کہتے ہیں پیاسے کو شبنم کے موتیوں سے زیادہ نہ دو، کہیں آب حیات زہر قاتل نہ بن جائے۔ اللہ جو علیم و حکیم ہے، اس نے شاید اپنے خزینہ اوصاف میں سے رفتہ رفتہ اپنے اوصاف حمیدہ سے اپنے بندوں کو نوازنا شروع کیا۔ آدمؑ کو علم دیا۔ حضرت داؤدؑ کو فہم و ادراک سے نوازا۔ حضرت ابراہیمؑ کو خلعت فاخرہ عطا ہوئی۔ حضرت سلیمانؑ کو شان وشوکت اور جاہ وجلال بخشا گیا۔ حضرت ایوبؑ صبر و رضا کے امتحان میں کامیاب ٹھہرے۔ جمال یوسفؑ کا چرچا ہوا۔ عصائے موسویؑ کی ہیبت کائنات پر چھا گئی۔ کسی کو پُکارتے پُکارتے کسی کی راہ تکتے تکتے، دار کی خشک ٹہنی پر حضرت عیسیٰؑ کی نیلی نیلی آنکھیں پتھر ہو گئیں۔ میں پوچھتا ہوں کس کے حضور جھک گئیں فرشتوں کی گردنیں؟ کس کا جد امجد بننے کا فخر حاصل کرنے کے لیے خلیل آتش نمرود میں کود پڑے۔ کس کی آل کٹانے کے شوق میں اسماعیلؑ نے سر رضا کی چھری تلے رکھ دیا۔ وہ میرے اور آپ کے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ برکات تھی۔

بارہ ربیع الاوّل کی رات کو آمنہؓ کے بیت شرف پہ تشریف لانے والے مولود

کے انتظام میں کائنات کا ذرّہ ذرّہ منتظر ہے۔ چاند چمک رہا ہے لیکن اپنی ضوفشانی سے کم۔ کیونکہ قمرِ نبوت کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑگئی ہے۔ پانی چل رہا ہے لیکن تسبیح بیان کر رہا ہے۔ عرب کے تھکے ماندے بادیہ نشیں اپنے اپنے بستروں پر اُٹھنے کے ارادہ سے کروٹیں لے رہے ہیں کہ نسیم سحر نے انھیں دست تموج سے پاؤں دبا کر اُٹھا دیا۔ شبِ تاریخ کی قبائیں چاک چاک ہوئیں۔ آفتاب اپنی طویل مسافت طے کر کے نقطہ مشرق پر پہنچ چکا تھا۔ لیکن نمودار نہیں ہوتا تھا، کہتا تھا کہ پہلے آفتاب نبوت ظاہر ہو، بعد میں، میں نمودار ہوں گا، سبقت لینے میں کہیں قعر ذلت میں نہ گرا دیا جاؤں۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کی صف مکہ میں آمنہؓ کے بیت شرف کے باہر کھڑی تھی زمین سے عرش تک انوار کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ قدسی عبادت چھوڑ چکے تھے۔ ملک تسبیح کرتے کرتے رُک گئے۔ حوروں نے درخت طوبیٰ کے موتی اکٹھے کر لیے۔ وقت کا بہتا ہوا دھارا رُک گیا۔ رفتار زمانہ ٹھہر گئی۔ قلب آدمیت کی دھڑکنیں ایک لمحہ کے لیے رُک گئیں کہ نور آمنہؓ کے بیت اقدس سے نمودار ہوا جس کی ضوفشانیوں سے عرب کی تاریک دُنیا منور ہوگئی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے طہارت کا سر پہ تاج پہنا، انبیا کی سرداری کا سہرا باندھا، مزمل کی ردا اوڑھی، مدثر کی قبا پہنی۔ واللیل کی زُلفیں سجائیں۔ والضحیٰ کا چہرہ روز روشن کی طرح پر انوار تھا۔ کوثر و سلسبیل کے پانی سے وضو کیا۔ فرشتے مشاقانِ محمد ﷺ ان قطروں کو اُٹھا کر آسمان پر پھینکتے تھے جو آج بھی نجوم سحر بن کر چمکتے ہیں۔

خالق کائنات نے بشریت کی تکمیل کے واسطے صدیوں کے طویل تانے بانے میں جو اوصاف انسان کو رفتہ رفتہ نوازنے شروع کر دیے تھے، وہ سب حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر مکمل ہوگئے، ادیان کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، رسالت ختم کر دی گئی، نبوت اپنے منطقی اختتام کو پہنچی، محبّ کی بات جب اپنے حبیب ﷺ سے ٹھہری تو تمام جمالی و جلالی قوتوں کے دروازے اس طرح وا کیے کہ سیرت مبارکہ میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اللہ تعالیٰ صاحب الجمال تھا، حضور ﷺ کو جمیل بنایا۔ خود عاقل تھا، آپ ﷺ کو عقیل بنایا۔ خود شافع تھا، آپ ﷺ کو شفیع بنایا۔ خود حکیم تھا، آپ ﷺ پر حکمتوں کے در وا کر دیے۔ خود علیم تھا

آپ کوعلم کا شہر بنا دیا۔ خود رحیم تھا، آپ ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔ خود حق تھا، آپ ﷺ کو حق کا علمبردار بنایا، خود نور تھا، آپ ﷺ کو نورالاعلیٰ نور بنایا۔ خود مقلب القلوب تھا، آپ ﷺ کو داعی انقلاب بنایا۔

محدث خطیب بغدادی کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت ندا آئی کہ محمد ﷺ کوملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندر کی تہوں میں لے جاؤ کہ تمام دُنیا ان کے نام ونشاں کو پہچان لے۔ جن وانس چرند و پرند بلکہ ہر جاندار کے سامنے ان کو لے جاؤ، ان کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسماعیلؑ کی زباں، اسحٰقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، موسیٰؑ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی اطاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی پاکدمانی اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو:

حسن یوسفؑ، دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غرض اس محسن انسانیت، رحمتہ للعالمین، آسمان نبوت کے آفتاب، داعیٔ انقلاب، پیغمبر اعظم و آخر، محبوب خدا کی سیرت، میری ناقص زباں کیا بیان کرسکتی ہے جس کی مدح سرائی خود خدا نے کی۔ جس کے ادنیٰ غلام حضرت بلالؓ کی ناراضگی پر سورج طلوع نہ ہوا، جس کے ایک غلام کی طاقت قلعہ خیبر کو اکھاڑ دے، جس کا کلمہ ابوجہل کی مٹھی میں بند کنکریوں نے پڑھا۔

میں نے مصر کی روایتی بڑھیا کی طرح یوسفؑ کی خریداری کی جسارت کی ہے۔ یعنی ماہِ عرب کی سیرت بیان کرنے کی جرأت کی ہے۔ مجھے پیر مہر علی شاہ صاحب یاد آرہے ہیں:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا ...... گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

محمد آصف بھلی

اپنی تقدیر پہ نازاں ہے زمیں آج کی رات

مؤذن کے ہونٹوں پر اللہ جل جلالہ کے نام سے ساتھ ساتھ حضرت محمد ﷺ کا نام دعوتِ صلاۃ و فلاح میں آتا ہے تو وقت کی رفتار ناپی جاتی ہے اور گھڑیاں اس آواز پر اس طرح متحد ہو جاتی ہیں جس طرح ان دونوں عناصر (توحید و رسالت) نے دنیائے اسلام کو متحد کر رکھا ہے۔ یہ آواز چودہ صدیوں سے گونج رہی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کائنات میں

محمد ﷺ کا اب تک دھڑکتا ہے دل!
اور یہ دل ہمیشہ دھڑکتا رہے گا

یہ نام چودہ سو سال کی مدت اور عہدِ حاضر کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نام، یہ اسم گرامی جو ایک زندہ وجود ہے اور سارے کرۂ ارض پر بسنے والے ایمان والوں کے لیے زندگی کی علامت اور تحریک ہے۔ یہ علامت اور تحریک، بیت اللہ سے دنیا کے ہر گوشے تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ نام ابرِ کرم کی طرح ''گنگا سے ٹیکس تک'' ہر جگہ برسا ہے۔ قرآن کریم نے ''**سیروا فی الارض**'' کی تعلیم دی ہے۔ اس سے ایک طرف تو ''**عاقبة المکذبین**'' سامنے آجاتی ہے اور دوسری طرف حضرت محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی، انفاسِ پاک اور زندگی بخشش آثار کے حقائق مشہود طور پر ابھر آتے ہیں۔

وقت کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و درود کے ہدیئے نہ پیش کیے جاتے ہوں۔ مدینہ منورہ میں صبح تاروں کی چھاؤں میں صلوٰۃ و درود کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے روضۂ مبارک کے روبرو کھڑے ہو کر آسٹریلیا، یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے ہر ملک اور خطے کے لوگ

اپنی روح کے ساز پر یہ نغمہ جاں، حرفِ سپاس اور شہادت فرشتوں کی ہم نوائی میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔سلام و درود، سید الکریم ﷺ پر

سرزمین حجاز کے ہر حصے میں سفر کرتے ہوئے قدم قدم پر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم تاریخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔تاریخ کسی مردہ ماضی کا نام نہیں بلکہ روشنیوں کے جلوس کا نام ہے۔تاریخ کے عظیم افراد اپنے ہاتھوں میں قندیلیں لیے آگے بڑھ رہے ہیں اور پھر جیسے وقت کی آندھیاں ان قندیلوں کو بجھا دیتی ہیں۔ان کے بجھتے ہی یونان کا فلسفہ، روم کی تہذیب، مصر کی تمدنی فتوحات، براعظم پاک و ہند کی مدنیت اور چین کے کارنامے، سب ہی ایک غبار میں کھو جاتے ہیں۔جب یہ غبار چھٹتا ہے تو انسان پھر وحشت و بربریت کے جامے میں نظر آتا ہے۔زمین ''اللہ کے نائب'' سے شرمانے لگتی ہے اور بارگاہ ربُ العزت کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔زمین کی نگاہوں کی بے چارگی کا جواب بن کر وہ کامل ترین انسان ﷺ اس دنیا میں آتا ہے کہ زمین اپنے پیدا کرنے والے کے نور سے جگمگا اٹھتی ہے۔حضرت خلیلؑ کی دعاؤں، حضرت موسیٰؑ کے ارمانوں اور حضرت عیسیٰؑ کی نوید کو انسانی پیکر مل جاتا ہے۔

ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

آمد سے ان ﷺ کی، زیست کی قدریں بدل گئیں

خزاؤں کی چیرہ دستیوں سے کون واقف نہیں؟ بادِشمال کے چلتے ہی درختوں کی پتیاں سوکھ جاتی ہیں، کلیاں پژمردہ ہوجاتی ہیں، گرانڈیل اور جوان درخت نہ صرف ظاہری لباس سے محروم ہوجاتے ہیں بلکہ ان کی نشوونما بھی رُک جاتی ہے۔ گلستان کا رنگ جو آنکھوں کو طراوت بخشتا تھا، پھیکا پڑ جاتا ہے، پھولوں کی نکہتیں جو مشام جاں بنتی تھیں، رُک جاتی ہیں اور عنادل کے نغمے جو سکوں بخشتے تھے، خاموش ہوجاتے ہیں۔

زمین اپنے محور کے گرد مہینوں چکر لگاتی ہے، تب کہیں جا کر رُت بدلتی ہے۔ بہار کے آتے ہی ہماری صبحیں جو ٹھٹھری ہوتی تھیں اور ہماری شامیں جو سکڑتی رہتی تھیں، خوشگوار اور آرام دہ بن جاتی ہیں۔ نسیم بہار پودوں کو گہری نیند سے بیدار ہونے کا پیغام دیتی ہے اور ابر بہاراں وہ نم مہیا کرتا ہے جس سے زمین کی گود ہری ہوجاتی ہے۔ پرندے 'کار آشیاں بندی' میں پھر سے مصروف ہوجاتے ہیں اور فطرت اپنی رعنائیوں کے سبب جنت نگاہ بن جاتی ہے۔

دُنیا زندہ پیدا کی گئی ہے لیکن کبھی کبھی اس پر موت طاری ہوجاتی ہے۔ جس طرح عالم آفاق میں خزاں کے تھپیڑے اشیاء کے حسن کو پامال کر دیتے ہیں، پودوں کی قوت نمو سلب کر لیتے ہیں اور کائنات کے سینے میں سانس منجمد کر دیتے ہیں، بالکل اسی طرح عالم انفس میں زمستانی ہواؤں سے حسن عمل کے حیات بخش چشمے خشک ہوجاتے ہیں، کشت اخلاق کی فصلیں اُجڑ جاتی ہیں اور زمین پر تہذیب و شائستگی کے پھول مرجھا جاتے ہیں۔ دُنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جو مکافات عمل کے قانون سے مستثنیٰ رہی ہو۔ تاریخ کے اوراق میں ایسی قوموں کا ذکر ملتا ہے جو اپنے ضعف وانتشار کے سبب اپنی

عظمت وصولت کھو بیٹھیں، ایسی قوموں کا بھی پتہ چلتا ہے جن کی توبہ خداوند غفور و رحیم نے عذاب کے نزول سے پہلے ہی قبول فرمالی۔ (یونس:98) اور انھیں اصلاح حال کے لیے مہلت دے دی۔ ہمیں ایسی قوموں سے بھی سابقہ پڑتا ہے جو ضعف خودی، اتحاد کی کمی اور بے راہ روی کے سبب زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا ہیں اور اپنی کھوئی ہوئی توانائیوں کو اکٹھا کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔

وہ شخص جو تقویٰ کی راہ کو (جو سیدھی راہ ہے) چھوڑ کر اثم وعدوان کی پگڈنڈیوں پر چلنا شروع کرتا ہے، کبھی سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کا دامن کانٹوں سے اُلجھتا ہے، اس کے پاؤں ڈگمگاتے ہیں اور اس کا ذہن وسوسوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ جب کوئی قوم اپنی تہذیب و معاشرت کی بنیاد شرک پر رکھتی ہے تو اس کی شخصیت مثنویت (Dualism) کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے نظام زندگی میں وحدت نظر آتی ہے نہ اجزائے تمدن میں ہم آہنگی، اس کا نظام اخلاق پوچ اور نا کارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ قوم کے اشراف کے لیے قوانین اور ہوتے ہیں اور ادنیٰ لوگوں کے لیے اور۔ پنڈت پرجا کا وہ حصہ ہوتے ہیں جن پر کسی قانون کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن شودر معاشرے کا وہ طبقہ ہوتے ہیں جن کے لیے قوانین کے بندھن کبھی ڈھیلے ہی نہیں ہو پاتے۔

ضمیر جب تک بیدار ہوتا ہے، انسان کو اس کی بے رہ روی پر ملامت کرتا ہے، معصیت پر ٹوکتا ہے اور بے حسی اور جمود پر جھنجھوڑتا ہے۔ لیکن انسان جب کفر پر اصرار کرتا ہے، شرک پر جما رہتا ہے اور زندگی کے حقائق سے اغماض برتنے لگتا ہے تو ضمیر کی آواز دب جاتی ہے اور دل سیاہ ہونے لگتا ہے۔ دل کی یہ سیاہی رات کی سیاہی سے کچھ مختلف نہیں، رات کے اندھیرے میں لوگوں کی چادر محفوظ ہوتی ہے نہ چار دیواری، مال محفوظ ہوتا ہے نہ اولاد، جان محفوظ ہوتی ہے نہ ایمان، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو رات کی سیاہی ہی صبح خنداں کا پیغام دیتی ہے۔ جب آفتاب جہاں تاب مشرق سے نکلتا ہے تو نہ صرف تاریکی ہی اپنا منہ چھپا لیتی ہے بلکہ تاریکی کے پردے میں کھل کھیلنے والے انسان، گرہوں پر پھونکنے والی عورتیں اور دلوں میں

وسوسے پیدا کرنے والے شیطان بھی غائب ہو جاتے ہیں:

مژدہ صبح دریں تیرہ شبانم دادند

لالہ کی حنا بندی ہو یا مشک نافہ کی تیاری اور محافظت، فطرت کو ہزار جتن کرنے پڑتے ہیں، سحر کی نمود ہو یا صبح کے جانفزا جھونکوں کی نوید، زمین کو اپنے محور کے گرد چکر کاٹنے پڑتے ہیں، اسی کوشش میں، شب کی دیوی اپنے لاتعداد غالی موتیوں کو قربان کر دیتی ہے اور وقت اپنی ان گنت ساعات کو نثار کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس نبی ﷺ کو، جو باعث تکوین حیات تھا اور صدر نشین بزم کائنات، ظہور میں لانے کے لیے چرخ کہن سال نے لیل و نہار کی کتنی کروٹیں بدلیں، آسمان کے ستاروں نے اس کے انتظار میں کتنی قندیلیں روشن کیں اور یوم الست سے لے کر اس کی ولادت کی ساعت ہمایوں تک کتنے ہی پاکیزہ انسانوں نے اس کی دید کے لیے عمریں گنوا دیں۔

دُعائے خلیلؑ، تمنائے کلیمؑ، نویدِ عیسیٰؑ، یتیمِ عبداللہؓ، جگر گوشہ آمنہؓ، حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ بارہ ربیع الاوّل، بروز دوشنبہ اء عام الفیل کو مکہ مکرمہ میں از طلوع نیز عالمتاب عالم قدس سے عالم امکان میں سے تشریف لائے!!

محمد احسان الحق سلیمانی

رُک گئی گردشِ افلاک وزمیں آج کی رات

جب آفاق اپنے عزو ناموس کو کھو کر اسیر ہوس ہوگیا، جب انسان کی اشرفیت، بربریت سے بدل چکی اور دنیا اپنی روحانیت کو مٹا کر ظلمات کے گیسوئے شب گوں میں پھنس کر حرم محترم کو صنم خانہ بنا چکی۔ کفر کی تاریکی اور الحاد کی آزادی نے مل جل کر نظام عالم کے ہر شعبے سوشل، اور پولیٹیکل کو تربھر کر کے اپنے دل کا حوصلہ نکال چکی، تب رب العالمین کی رحمت رحمۃ للعالمین ﷺ کے پردے میں اڈی اور وہی نور علی نور جو صبح ازل میں جلوہ فگن ہوا تھا اور جس مہر عرفان کی شہادت پر کتب ماضیہ حلف اٹھا چکی ہیں، سلسلہ بسلسلہ حضرت آدمؑ و نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کے صلب منور میں نزول اجلال فرماتا ہوا، عرب کے قبیلہ قریش میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلبؓ کی وساطت سے بمقام مکہ مکرمہ 12 ربیع الاول 570ء صبح صادق کو حضرت بی بی آمنہؓ کی آغوش مطہر میں طلوع ہوا۔ ظہور قدسی کے بعد رسماً سات روز تک حضور انور ﷺ اپنی والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں جلوہ فرما رہے پھر عقیقہ ہوا اور نام پاک محمد ﷺ رکھا گیا۔ اس کے بعد اقرباء کی دعوتیں ہوئیں جس سے بڑی چھل پہل رہی۔ اگرچہ یہ درمکنون ولادت پاتے ہی یتیم ہوا مگر حق تو یہ ہے کہ اس گوہر یکتا کی قدر و قیمت دونوں عالم سے بلند و بالا تھی۔ مزید برآں چھٹے سال آپ ﷺ کی والدہ بھی رحلت کر گئیں جس سے دہری یتیمی کا سامنا ہوا۔ تاہم کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا یتیم مادر و پدر رب العالمین کا محبوب نبی رحمۃ للعالمین ہوگا۔

منشی محمد احسن سخن بہاری

ہر سمت نورِ ایزدی جلوہ نما ہے آج

آج بزم کائنات اپنے مکمل حسن و جمال سے آراستہ ہے۔ فضائیں زبان پر سکوت کے ساتھ مسکرا رہی ہیں۔ بادِ صبا خوشی سے جھوم جھوم جا رہی ہے اور عالم سرور و مستی میں گل و گلزار کو اپنی پیار بھری دبی دبی حیات بخش آواز سے ظہور قدسی کی جانفزا خوش خبری جگا رہی ہے۔ ماہ ربیع الاوّل گیارہ اور بارہ تاریخ کی درمیانی رات ہے۔ زمین پر سکوت طاری ہے۔ ہر چیز اپنے اپنے مقام و مرتبہ پر باادب محو انتظار ہے۔ ساری زمین کے وسط میں مکہ شریف کا شہر عالم سکوت میں ہے۔ ادھر عالم بالا میں بہشت سجا رہے ہیں۔ حوریں بن سنور رہی ہیں۔ فرشتے عالم قدس کو سجا رہے ہیں۔ آسمانوں کے دروازے کھولے جا رہے ہیں۔ بہشت کے دروازے کھل رہے ہیں۔ ہر ایک کی زبان پر حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا روح پرور ذکر ہے کہ یکا یک غلغلہ توحید اٹھا۔ آسمان جھک جھک کر سیدہ آمنہؓ کے گھر کو سلامی دینے لگا۔ پھول بن سنور کر شبنم سے تر باوضو تسبیح و تقدس اور درود شریف میں مصروف ہوئے۔ پرندگان خوش الحان اپنی دلکش آوازوں میں نعت و درود میں سرمستیاں کرنے لگے۔ صبح صادق کا وقت ہے۔ ستارے جھکے جا رہے ہیں۔ ہر گھر، ہر مکاں اور ہر نشیب و فراز روشن ہو گئے ہیں۔ ہر طرف نور ہی نور پھیل گیا ہے۔ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہو گئے ہیں۔ درختوں کی شاخوں نے پھلوں سمیت جھک کر سلام پیش کیا۔ بلبلوں نے ہدیہ نعت و درود پیش کیا۔ کائنات نے اپنے دولھا کو اپنی پوری رنگینیوں کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ حبیب خدا، سید الاولین و آخرین، شاہ حرم، شہنشاہ کائنات حضرت آمنہؓ کے بے نظیر گھر میں تشریف فرما ہیں۔ **اللھم صلی علیٰ محمد**

و علی آل محمد بعدد کل ذرة مائته الف الف مرة و بارک وسلم

ہوئے پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دعا خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ!

عبدالمصطفیٰ محمد اشرف نقشبندی

اللّٰھم
صلّ علی محمد و علی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید

اللّٰھم
بارک علی محمد و علی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید
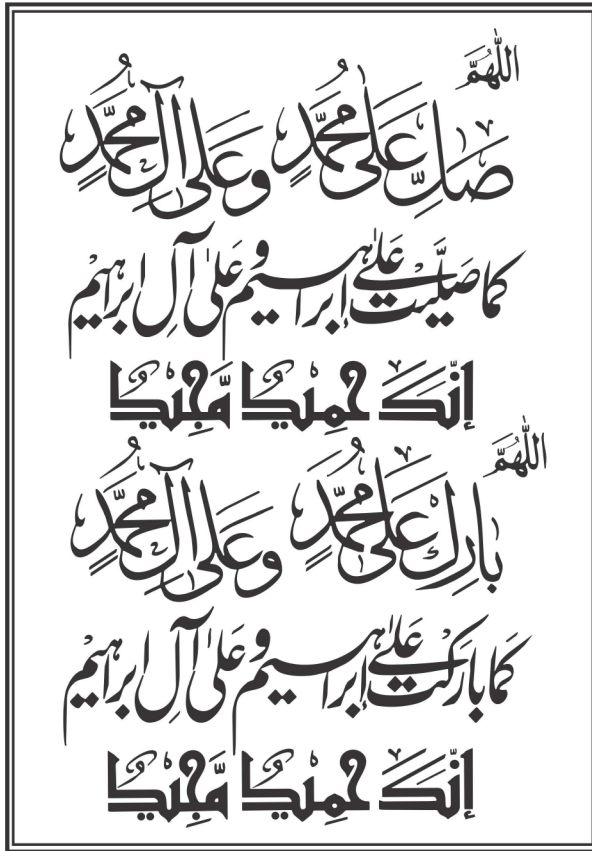
شرف انسانیت کی تکمیل

خلقت آدم سے لے کر آج تک بنی آدم نے مختلف تدریجی منازل طے کیے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ جب وہ وحشی کی منزل میں تھا۔ رفتہ رفتہ آدمیت کی طرف بڑھا۔ عقل وشعور سے پردے اُٹھنے لگے اور اس نے انسانیت کی طرف سفر شروع کیا اور انسان بنا، ابھی اسے انسان کامل بننا تھا۔ اس دور کے مختلف ادوار کو مفکرین نے اپنے اپنے کلام میں، اپنے اپنے ماحول، شعور اور دماغی پرواز کے مطابق بیان کیا مثلاً ڈارون نے کہا 'بوزنا ہوں میں۔' یہ انسان کی وحشی حالت تھی، شعور نے مزید ترقی کی تو آواز آئی'' آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا'' کچھ وقت اور گزرا تو آدمی کی تشریح یوں کی گئی:

وہ ہے آدمی جس سے ہو کار خیر
بشر وہ جو دُنیا میں بے شر رہے

جب عقل وشعور سے مکمل پردہ اُٹھا تو آدمی کو انسان کی منزل یوں دکھائی دی:

درد دل پاس وفا جذبہ ایماں ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

یہ وہ آخری ارتقائی منزل ہے جو اس حیوان ناطق کی قرار پائی۔ کیا یہ منازل اس حیوان ناطق نے بذات خود صرف اپنی کاوش سے طے کیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ تاریخ کے ادوار گواہ ہیں کہ اس کی وحشت کو کم کرنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینا پڑیں۔ سینکڑوں برس پتھر کھائے مگر درس جاری رہا۔ کہیں زمین کو پانی پانی بننا پڑا۔ وحشت کچھ کم ہوئی تو پھر آگ بھڑکی تو:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

آگ گل وگلزار بنی مگر سرکشی پھر اُبھری۔ آدمی فرعون بن بیٹھا۔ فرعونیت کو نیل میں غرق کیا گیا۔ آدمیت زندہ ہوئی، پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد آدمی کو دار پر کھینچنے کے ارادے ہوئے، لیکن حق کا بول بالا ہوا، باطل کا منہ کالا ہوا۔ حق بلند ہو کر چرخ چہارم پر جا پہنچا، باطل سرنگوں ہوا۔ اب یہ فیصلہ ہوا کہ انسان کامل کو رہبر بنا کر بھیجا جائے تا کہ یہ وحشی حیوان ناطق آدمیت اور انسانیت کی منزل میں آسکے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب پوری انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہیں دور وحشت چل رہا تھا اور کہیں شرک اور بت پرستی کی لعنتوں نے مدنیت کا ستیاناس کر رکھا تھا۔ بادشاہ خدا کے اوتار نہیں، خدا بنے ہوئے تھے۔ جاگیردار طبقوں اور مذہبی عناصر کی ملی بھگت کی عیاشیوں اور نفس پرستیوں نے اخلاقی رُوح کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس دور کا انسان ایک ایسے آہنی قفس میں بند تھا، جس میں کوئی روزن کسی طرف نہیں کھلتا تھا۔ اس کے سامنے کسی اُمید افزا اعتقاد اور کسی فلسفے یا نظریہ کا جگنو نہیں چمکتا تھا۔ اس کی رُوح چیختی تھی مگر پُکار کا کوئی جواب کسی طرف سے نہیں ملتا تھا۔

ایسے حالات میں مالک ارض وسما، خالق کائنات اور پروردگار عالم کا سحاب کرم زندہ اُمیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی لاکھوں جنتیں اپنے آغوش رحمت میں لیے ربیع الاوّل کے مقدس مہینے کی بارہ تاریخ کی صبح دلنواز اور سحر نشاط انگیز کو کوہ فاران کی چوٹیوں پر جھوم کر آیا اور بلند امین کی مبارک وادیوں میں کھل کر برسا، جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اُٹھیں، اخلاق وتمدن کے پژمردہ پھولوں پر بہار آ گئی، عمرانیت و مدنیت کے سبزہ پامال میں نزہت ولطافت پیدا ہوگئی۔

طغیانی وسرکشی کی بادسموم عدل واحسان کی جان بخش نسیم سحری میں بدل گئی۔ انسانیت کے خزاں رسیدہ چمن میں فصلِ بہار کا دور دورہ شروع ہوگیا۔ فضائے عالم مسرتوں کے نغمات سے گونج اُٹھا۔ انسان کو زندگی اور زندگی کو نئے ولولے عطا ہوئے۔ آسمان نے جھک کر زمین کو تہنیت پیش کی کہ تیرے بخت بلند نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذرّوں کو اس ذات اطہر واعظم کی پابوسی کی سعادت نصیب ہوگئی، جو عالم

موجودات کے سلسلہ ارتقا کی آخری کڑی ہے، جس سے شرف انسانیت کی تکمیل ہوگئی۔

فلک ان کی تعظیم کے لیے جھکا۔ زمین نے اپنی خاک آلود پیشانی سجدہ سے اُٹھائی کہ آج اس کی قرن ہا قرن کی دُعائیں شرف یاب ہوگئیں۔ صحرائے حجاز کے ذرّے جگمگا اُٹھے۔ دُنیا سے طاغوتی قوتوں کے تخت اُلٹ گئے، وہ ہستی جلوہ فرما ہوگئی جس کی آمد ملوکیت اور قیصریت کے لیے پیغام فنا تھی۔ ایران کے آتش کدوں کی آگ سرد پڑ گئی کہ اب اسے انسانی تصورات کی دُنیا نار کی جگہ نور سے معمور کرنا ہوگی۔ دُنیا کے صنم کدوں کے بت لرزہ براندام ہوگئے کہ آج ملک ابراہیمی کی تکمیل کا دن آگیا۔ شیاطین نے کوہسار میں جا کر منہ چھپالیا کہ جبر واستبداد کی ہر طاغوتی قوت کے رُوپوش ہونے کا وقت آگیا۔ دُنیا سے باطل کی تاریکیاں ناپید ہوگئیں کہ آج اس آفتاب عالم تاب کا طلوع ہوا، جس کے بھیجنے والے نے اسے 'سراج منیر' یعنی جگمگاتا چراغ کہہ کر پُکارا ہے۔ وہ آنے والا جس کی آمد کا مقصد یہ بتایا گیا کہ جب وہ تشریف فرما ہوا تو اس نے تمام سلاسل کو ایک ایک کر کے توڑ دیا، جس میں انسانیت صدیوں سے جکڑی چلی آرہی تھی۔

تقسیم انسانیت کے انسانیت کش نسلی، جغرافیائی، وطنی، غیر فطری، معیار، سب ایک ایک کر کے ٹوٹتے چلے گئے اور پابند قفس طائر لاہوتی کو حریت و آزادی کی فضائے بسیط میں اذن بال کشائی عطا ہوا اور انسانیت کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی سیدھی راہ مل گئی۔ عقل کو عشق جنوں اور عشق کو عقل کی فرازنگی عطا ہوئی۔ فقر کو شکوہ خسروی اور پادشاہی کو استغنائے فاروقی عنایت ہوا!!

محمد اصغر قادری

تیرا مثل، مماثل نہیں، مثال نہیں

کہتے ہیں باران رحمت کی سب سے زیادہ ضرورت وہاں محسوس کی جاتی ہے، جہاں زمین خشک سالی کی بنا پر اناج کی کونپلوں کی جگہ ببول اگلنے لگے۔ حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ بھی اس ریگزار عرب میں سحاب رحمت بن کر تشریف لائے تھے کہ جہاں انسانی تہذیب وتمدن اور اخلاق وکردار کے سوتے خشک ہو چکے تھے اور جہاں صلح وخیر کے گلہائے رنگا رنگ کی جگہ ظلم وتعدی اور کفر وشرک کے جھاڑ جھنکار اُگ رہے تھے۔ وہاں کے تپتے ہوئے صحراؤں اور ظلم وستم کی بادسموم سے جھلستے ریگستانوں میں خدا کی عظمت وتقدیس اور انسانی عظمت وکردار کے منکر انسانوں کی آنکھوں سے شرم وحیا کے پانی کی ایک ایک بوند خشک ہو چکی تھی۔ ایسے وقت میں جب حضور پرنور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مجسم رحمت وبرکت بن کر آئے تو یکا یک ہی کشت ایمان ویقین لہلہا اُٹھی۔

حضور سرور عالم ﷺ کیا آئے، عالم انسانیت کے قلب مردہ کو حیات نو کی نوید ملی۔ آپ ﷺ کیا آئے، مایوس دل، زندگی کی حرارت سے بھرپور ہو گئے، مردہ نفس جی اٹھے۔ آپ ﷺ فاران کی چوٹیوں سے ایک ایسا مہر عالم تاب بن کر طلوع ہوئے کہ جس کی کرنیں حیرت انگیز تیزی کے ساتھ بلاد عالم کو منور کرنے والی تھیں۔ آپ ﷺ دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ بن کر پہلوئے آمنہؓ سے یوں ہویدا ہوئے کہ کارروان انسانیت جو صدیوں سے اپنی منزل ایمان ویقین سے بھٹکا ہوا تھا، پھر سے اپنی منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہونے کے لیے دلوں کو ولولہ تازہ سے سرشار کرنے لگا۔

پروفیسر محمد اکرم رضا

عرش کی رفعت حجرے کی عظمت پر قربان ہوگئی

ربیع الاوّل وہ ماہ مبارک ہے جس کی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازوال دولت عطا کرتا ہے۔ ہلال کے نمودار ہوتے ہی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصہ گیتی پر تسکین پرور تابشیں بکھیر دی ہیں۔ ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار و تجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔ عالم قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیے ہیں اور جنت النعیم کے دریچوں سے بھینی بھینی، ٹھنڈی ٹھنڈی، مشک بیز ہوائیں آ کر مشام جاں کو معطر کر رہی ہیں۔ اضطراب یاس کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں اور رحمت و مرحمت کے بادل چھا رہے ہیں۔ چمن دہری نہیں، چمن انسانیت میں بھی بہار آ رہی ہے۔ صحن گلستان کے غنچے ہی نہیں، دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسم آشنا ہو رہی ہیں۔ لالہ و گل ہی نہیں، حیات کے مرجھائے ہوئے چہرے پر بھی نکھار آ رہا ہے۔

ہاں ہاں! خود زندگی ایک وجد آور کیف میں کھوئی جا رہی ہے۔ ضمیر کو نور اور دل کو سرور بہم پہنچایا جا رہا ہے۔ رُوح کو بالیدگی عطا ہو رہی ہے، احساسات کی جان بیدار ہو رہی ہے اور فطرت عجیب سرمستی کے عالم میں محو ترنم ہے۔ بلاشبہ اس انقلاب آفرین بہار کی جاں نواز کیفیتوں کو الفاظ کا جامہ پہنانا تکلف محض اور فطرت کے ان دل نشیں نغموں کی تحسین کے لیے قلم و قرطاس کا سہارا ایک رسم کے سوا کچھ نہیں۔ دیدۂ دل میں بینائی کی کوئی رمق موجود ہو تو خود بخود اس بارش انوار کو دیکھا جا سکتا ہے اور گوش حق نیوش میں پنبہ وسواس نہ ہو تو فطرت کے ان نغموں کی آواز صاف صاف سنی جا سکتی ہے۔ کیا یہ بہار موسموں کے کسی جغرافیائی تغیر و تبدل کا نتیجہ ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ تو اس سیّد مولا صفات کی ملکوتی

شخصیت کی تشریف آوری کا قدرتی نتیجہ ہے، جسے بجا طور پر خلاصہ موجودات کہا جاتا ہے اور جس کے دم قدم سے گل وگلزار اور بہاریں قائم ہیں۔ کیا ان مہکتے ہوئے انوار کا شمس و قمر کی شعاع بیزیوں سے کوئی تعلق ہے؟ نہیں! بلکہ ان کا ربط تو اس صبح سعید سے ہے، جب خالق کائنات کا چمکتا ہوا آفتاب بطحا کی وادی میں طلوع ہوا تھا۔ کیا فضا کے اس کیف وسرور کا ماخذ نسیم وشمیم کے جھونکے ہیں؟ نہیں بلکہ اس کا منبع تو وہ سعادت افروز گھڑی ہے، جب حضور ﷺ رحمتہ للعالمین نے پیکر امن وامان بن کر سیّدہ آمنہؓ کی آغوش عاطفت میں تجلی فرمائی تھی۔

اے ماہ ربیع الاوّل! تو نے ایسا شاندار ماہتاب طلوع کیا جو اپنے حسن و جمال میں تمام ماہتابوں پر فائق ہے۔ نسیم صبح نے خوشبو پھیلا کر دُنیا کو حضور احمد مختار ﷺ جو کہ عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں، کی تشریف آوری کی بشارت دی۔ یہ وجد و کیف، یہ نور وحضور، قدرت کی یہ ضیا پاشی، ارواح وقلوب کی یہ سرمستی، گلشن ہستی کی یہ چہل پہل عام الفیل کے اسی ربیع الاوّل تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد اب بھی یہ مقدس مہینہ قلب ورُوح کی تشنہ لبی دور کر کے سیرابی اور شادابی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ منبر ومحراب کی رونقیں، کوچے کوچے سے صلوٰۃ وسلام کی میٹھی صدائیں، حمد ونعت کے شیریں ترانے، سب اسی فرحت ومبھجت کے مظاہر ہیں جوان ایام کے ورد ومسعود سے حاصل ہوتی ہے۔ مسلمان زوال وعروج کے ادوار سے گزرے۔ انھیں جان شکن حادثات سے دو چار ہونا پڑا۔ حوصلہ فرسا صدمات آئے۔ سلطنتیں چھن گئیں۔ قومی وقار کو ٹھیس پہنچی مگر بایں ہمہ شہ عرب وعجم کے ذکر خیر میں روز افزوں ترقی ہی ہوتی گئی۔ یوں بھی ہوا کہ اعدائے بدنہاد نے مختلف حربوں سے طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اس ذکر رفیع کو مٹانا چاہا مگر انھیں ہمیشہ خائب وخاسر ہونا پڑا!!!

پروفیسر محمد حسین آسی

آفتاب ہدایت نمودار ہوا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور پر تقریباً چھ صدیاں گزر چکی ہیں۔ معمورۂ عالم خدا کے پیغمبروں کی معرفت حاصل کی ہوئی صداقتِ حق کو فراموش کر چکا ہے۔ تمام نوع انسانی خدا کے بجائے مظاہر پرستی میں مبتلا ہے۔ ہر قوم اور ملک میں نوع انسان سے لے کر نوع جمادات تک پرستش سرمایۂ نازش بنی ہوئی ہے۔ کوئی انسان کو اوتار (خدا) کہہ رہا ہے تو کوئی بیٹا۔ اگر ایک گروہ مادہ پرست ہے تو دوسرا خود اپنی آتما (روح) کو ہی خدا سمجھ رہا ہے۔ سورج کی پوجا ہے۔ چاند اور ستاروں کی پرستش ہے۔ حیوانوں، درختوں اور پتھروں کی عبادت ہے۔ آگ، پانی، ہوا اور مٹی کے سامنے ناصیہ فرسائی ہے۔ غرض کائنات کی ہر شے پرستش اور پوجا کے لائق ہے اور نہیں ہے تو ذاتِ واحد قابل پرستش نہیں ہے نہ اس کی احدیت کا تصور خالص ہے اور نہ صمدیت کا۔ اگر اس کو مانا بھی جاتا ہے تو دوسروں کی پرستش اور عبادت کے ذریعے۔ وہ اگر خالق موجودات ہے بھی تو انسان، درخت پتھر کے بل بوتے پر۔ غرض ساری دنیا میں اصل کارفرمائی مظاہر کی ہے اور ذاتِ حق میں صرف نام کے لیے۔ حقیقت سے چشم پوشی تھی، مگر مجاز کی عبادت گزاری شعارِ عام تھا اور ہر طرف **ما نعبد هم الا ليقر بونا الى الله زلفى** (الزمر:3) ہم ان کو نہیں پوجتے مگر اس کے لیے تا کہ وہ خدا کی جانب ہماری قربت کا ذریعہ بن جائیں کا مظاہرہ نظر آتا تھا۔

یہی وہ تاریک دور تھا جس میں **سنة الله** یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون ہدایت نے پھر ماضی کی تاریخ کو دہرایا اور غیرت حق نے فطرت کے قانون ردعمل کو حرکت دی۔ یعنی آفتاب ہدایت، برج سعادت سے نمودار ہوا اور چہار جانب چھائی ہوئی شرک و جہالت اور

رسم ورواج کی تاریکیوں کوفنا کر کے عالم ہست وبود کوعلم ویقین کی روشنی سے منور کر دیا۔

9 ربیع الاول مطابق 20 اپریل 571ء کی صبح وہ صبح سعادت تھی جب مدنیت و حضارت سے محروم، بن کھیتی کی سرزمین مکے کے ایک معزز قبیلہ (بنی ہاشم) میں عبداللہ بن عبدالمطلب ؓ کے یہاں آمنہ ؓ بنت وہب کے مشکوئے معلیٰ سے آفتاب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ظہور کیا۔

خدایا! وہ صبح کیسی سعادت افروز تھی جس نے کائنات ارضی کو رُشد و ہدایت کے طلوع کا مژدۂ جاں فزا سنایا، وہ ساعت کیسی مبارک ومحمود تھی جو معمورۂ عالم کے لیے پیغام بشارت بنی۔ عالم کا ذرہ ذرہ زبان حال سے نغمے گا رہا تھا کہ وقت آ پہنچا کہ اب دنیائے ہست و بود کی شقاوت دور اور سعادت مجسم سے عالم معمور ہو، ظلمتِ شرک و کفر کا پردہ چاک اور آفتاب ہدایت روشن اور تاب ناک ہو، مظاہر پرستی باطل ٹھہرے اور خدائے واحد کی توحید حیات قرار پائے!!

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

جاء الحق و زھق الباطل کے زمزمے بلند ہوئے

آمد آمد ہے کس کی؟

شہ لولاک کی، صاحب قاب قوسین کی، دارین کے تاجدار کی!!

چمنستان عالم میں بہت سی بہاریں آئیں لیکن جو بہار آج آنے والی ہے، جو غنچے آج چٹکنے والے ہیں، جو پھول آج کھلنے والے ہیں، نہ ایسی بہار اس چمن میں آئی، نہ ایسے غنچے اس چمنستان میں چٹکے اور نہ ایسے پھول کبھی کھلے اور کیوں نہ کھلیں کہ چمن کا والی، بوستاں کا مالی تو اب آ رہا ہے۔

ازل سے غنچوں کی چٹک اور پھولوں کی مہک اسی کی تو منتظر تھی۔ پھول اسی کے انتظار میں تو اپنی نگہت بیزیوں اور شگفتگیوں کو دامن میں لیے بیٹھے تھے۔ آج ان کا انتظار ختم ہونے والا ہے۔ آج انھیں موقع ملا ہے کہ وہ اپنی تمام شگفتگیوں اور پوری دلربایوں سمیت آمنہؓ کے لعل ﷺ کا خیر مقدم کریں۔ فخر دو عالم ﷺ آئیں اور صد لاکھ بہاریں اور صد لاکھ شگفتگیاں ان کے قدموں پر نثار ہوں:

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد و بارک وسلم

بستان دہر کی ہر روش اور ہر خیاباں سنوری ہوئی ہے۔ ہر شگوفہ عطر میں بسا ہوا ہے، سمن و یاسمین، لالہ و نرگس، سنبل و ریحان، بنفشہ و گل، سب آراستگی و محویت کے عالم میں ہیں، سرو صف بندی میں مصروف ہیں، صنوبر پر قمریاں حق ہو کے نعرے لگا رہی ہیں، گلزار میں بلبلیں، باغوں میں کوئل، جنگلوں میں مور، درختوں پر طیور، دریاؤں میں مچھلیاں، فضا میں جگنو، آسمان میں تارے، سماوات میں ملائک سب جوش میں ہیں۔ سب کے سینے خوشیوں میں لبریز ہیں۔ سب پر ایک کیف طاری ہے، سب کے قلوب میں ایک اُمنگ ہے

اور سب کے سینوں میں شوق اور امان کی بستیاں آباد ہیں کہ محمد پیارا، اللہ کا دُلارا، یتیموں کا سہارا، بے چاروں کا چارا، ہر آنکھ کا تارا، کلیجے کی ٹھنڈک اور دلوں کا چین بن کر آ رہا ہے۔

بہاریں اپنی آرائشوں، نسیم اپنی مہکوں، چمن اپنی نزہتوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ شب ماہ کی نورانی چادریں ہر طرف بچھی ہوئی ہیں۔ چاند اپنی چاندنی بکھیرے ہوئے ہیں۔ فضا نور و سکون سے لبریز ہے۔ خشک ہوا کے جھونکے مرحبا کہتے ہوئے اِدھر اُدھر گلگشت میں مصروف ہیں۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ بزم عالم کی تزئین میں لگا ہوا ہے کہ آج خدا کا محبوب آ رہا ہے۔ خدا کا شہکار، مدثر کا دوشالا اوڑھے آ رہا ہے۔ دُعائے خلیل و نوید مسیحا بن کر آ رہا ہے۔ عبدالمطلبؓ کا پوتا، عبداللہؓ کا دریتیم اور زمانے کا آقا آ رہا ہے۔

وہ مصلح اعظم آ رہا ہے۔ اس ختمی مآب کی آمد آمد ہے، جو نیکی کی اُجڑی ہوئی بستیاں آباد کرے گا۔ صاحب تسنیم و کوثر آ رہا ہے، جو اس دُنیا میں جرعہ کشان آرزو کو جرعہ عیش اور آخرت میں جام طہور پلائے گا، جو انسانوں میں ایمان و عمل کے مکارم سے آراستہ ہونے والوں کو **لهم فی الدنیا حسنته و فی الاخرة حسنته** کا مصداق بنا کر دُنیا میں جنت اور جنت میں خلد نعیم کی عیش کرائے گا۔

جس روز سعید کا انتظار ازل کو تھا، جس روز عید کی، ارواح انبیا منتظر تھیں، جس طلوع سحر کا انتظار صد ہزار سال سے ہو رہا تھا، جس ساعت کے نظارہ کے لیے آفتاب ہزار ہا سال سے طلوع و غروب کی منزلیں طے کر رہا تھا، جس بہار کا انتظار بوستان عالم ایک مدت سے کر رہا تھا، وہ روز سعید، وہ بہار، بارہ ربیع الاوّل کو آئی، بڑی آن بان شان سے آئی!!

ابو نعیم محمد رحمت اللہ نوری

''سراج منیر''

جب سورج کی روشنی ذرّہ پر پڑتی ہے تو وہ چمکنے لگتا ہے لیکن اس کی چمک کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سورج بھی اتنا ہی روشن ہے، جتنا یہ ذرّہ۔ یہ تحریر حضور ﷺ کی خوبیاں اتنی ہی دکھلائے گی، جتنی ذرّہ سورج کی روشنی کو دکھلایا کرتا ہے۔ بہار کا موسم تھا...... صبح صادق کی روشنی پھیل چکی تھی، سورج ابھی نہیں نکلا تھا کہ ماہ ربیع الاوّل کی 9 تاریخ کو حضور سرور کائنات ﷺ پیدا ہوئے۔ دن دوشنبہ کا تھا، حضور ﷺ کے والد کا نام عبداللہؓ ہے، عبودیت حضور ﷺ کے خون میں شامل تھی۔ حضور ﷺ کی والدہ مکرمہ کا نام آمنہؓ خاتون ہے۔ امن کے شکم میں حضور ﷺ نے پرورش پائی۔ حضور کی دایہ کا نام حلیمہؓ ہے۔ حلم اور بردباری کا دودھ حضور ﷺ نے پیا۔ آفتاب کی سفید و صاف روشنی کائنات میں نور و حرارت پیدا کرنے والی ہے۔ علما نے اس روشنی میں سات مستقل رنگ معلوم کیے ہیں اور جب ان ساتوں نے بحکم وحدت بیضا ونقیہ بن کر عالم افروزی کی، تب اس کا نام ضیائے آفتاب ہوا۔ قرآن مجید نے نبی ﷺ کو ''سراج منیر'' کہا ہے اور یہ بتلا دیا کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی میں ہفتِ اقلیم عالم کی رہبری کے رنگ جمع ہیں اور جامعیت کا یہ نور ہر ایک نزدیک و دور کا باصرہ افروز و بصیرت افزا ہے!!

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

ہوا اجالا اندھیروں کے چھٹ گئے سائے

جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا۔ اس کے ماہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدمؑ اور اولاد آدمؑ کا فخر، کشتی نوحؑ کی حفاظت کا راز، ابراہیمؑ کی دعا اور موسیٰؑ وعیسیٰ کی پیش گوئیوں کے مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ رونق افروز عالم ہوتے ہیں۔ ادھر دنیا کے بت کدہ میں آفتاب نبوت کا ظہور ہوتا ہے، ادھر ملک فارس کے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آتا ہے جس سے اس کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں۔ بحیرہ ساوہ (ملک فارس کا ایک دریا) دفعتاً خشک ہو جاتا ہے۔ فارس کے آتش کدہ کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی، خود بخود سرد ہو جاتی ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ

جب کعبہ سربسجود ہوگیا

قرآن کریم کی بیشتر آیات اور تفسیری روایات سے یہ صراحتہً ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن پاک ہے۔ اللہ نے اسی نور کو سب سے پہلے اپنے نور سے بلاواسطہ پیدا فرما کر مخلوقات کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔ عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے نور محمدی ﷺ کا عدم سے وجود میں آنا خلقت محمدی ہے اور اس دار دُنیا میں رُونق افروز ہونا، ولادت محمدی ﷺ اور چالیس برس کی عمر میں وحی الٰہی سے مشرف ہو کر داعی الی الحق ہونا، بعثت محمدی ﷺ ہے۔

جس نور محمدی ﷺ کو ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا گیا تھا، وہی نور تمام انبیائے کرام میں انتقال کے بعد حضور اکرم ﷺ میں آیا۔ اس نور نے آدمؑ سے لے کر تمام انبیاؑ میں انتقال کیا۔ پھر یہ نور حضرت عبدالمناف میں آیا۔ پھر یہ نور آپ کے بیٹے ہاشم میں منتقل ہوا اور یہ نور پھر حضرت عبدالمطلبؓ جو حضور اکرم ﷺ کے دادا تھے، ان کو تفویض ہوا اور پھر یہ نور حضرت عبداللہؓ جو حضرت عبدالمطلبؓ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے، ان کو تفویض ہوا۔

حضرت عبداللہ کی کنیت ابو محمد ﷺ اور لقب ذبیح ہے۔ باپ کے لاڈلے اور پیارے فرزند تھے۔ ذبیح لقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد حضرت عبدالمطلبؓ نے چاہ زمزم کھودنے کے وقت منت مانی تھی، اگر خدا تعالیٰ مجھے بیٹے عطا فرمائے اور وہ میرے سامنے جوان ہوں تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب ان کے دس بیٹے جوان ہو گئے تو ایک رات جب کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس ہی سو رہے تھے کسی نے خواب میں ان سے کہا کہ اے عبدالمطلبؓ! اپنے ربّ کے لیے جو تم نے منت مانی

تھی، اس کو پورا کرو۔ عبدالمطلبؓ گھبرائے ہوئے اُٹھے اور صبح ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء میں تقسیم کر دیا۔ دوسری رات پھر حکم ہوا کہ مینڈھے سے جو بڑی چیز ہے، وہ قربان کرو۔ دوسرے دن ایک بیل ذبح کیا۔ تیسری رات حکم ہوا، اس سے اکبر ذبح کرو۔ کہنے والے سے پوچھا، اونٹ سے بڑی کیا چیز ہے؟ اس نے کہا اپنی اولاد میں سے ایک بیٹا ذبح کرو جس کی تم نے منت مانی تھی۔ خواب سے بیدار ہو کر شدید غمگین ہوئے اور اپنی اولاد کو جمع کر کے منت والا واقعہ سنایا اور ایفائے نذر کا عزم ظاہر کر کے ان سے پوچھا، ہر ایک نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ آپ کو اختیار ہے جس کو چاہے قربان کر دیں۔ اُنھوں نے دسوں کے نام لکھ کر اللہ سے دُعا کی کہ اے اللہ! ان میں سے جس کی قربانی تجھے منظور ہے، اس کا نام نکال دے اور قرعہ ڈال دیا تو قرعے میں حضرت عبداللہؓ کا نام نکل آیا۔

اگرچہ سب لڑکوں سے زیادہ ان کے نزدیک یہی پیارے تھے مگر وہ اس قدرتی فیصلے کے آگے مجبور تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ جب نذر پوری کرنے کے خیال سے عبداللہؓ کو لے کر چلے تو ننھیال والے مانع ہوئے اور قریش کے سرداروں نے بھی منع کیا اور کہا کہ اگر آپ نے قربانی دے دی تو آئندہ کے لیے یہ ایک رسم بن جائے گی جس کے لیے آپ کی یہ قربانی حجت ہوگی۔ اس لیے اپنے ربّ سے عذرخواہی کریں اور فلاں راہبہ جو خیبر کے پاس رہتی ہے، اس سے اس کا حل معلوم کریں۔ اس کے پاس گئے اور سارا واقعہ گوش گزار کیا۔ اس نے پوچھا تم لوگوں میں نفس کا دیت (خون بہا) کیا ہے۔ کہا گیا، 10 اونٹ۔ اس نے کہا تم اپنے شہر جا کر دس اونٹوں اور عبداللہؓ پر قرعہ ڈالو۔ اگر عبداللہؓ کا نام نکلے تو 10 اونٹ زیادہ کر دو۔ چنانچہ اسی طرح ہی کیا گیا اور دس دس اونٹ بڑھا کر قرعہ ڈالتے رہے۔ جب اونٹوں کی تعداد سو ہوگئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔

لوگوں نے کہا: 'اے عبدالمطلبؓ! اب خدا راضی ہوگیا ہے!!' فرمایا 'خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ جب تک تین مرتبہ اونٹوں کا نام نہ نکلے!!' چنانچہ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا۔ نام اونٹوں ہی کا نکلا تو عبدالمطلبؓ نے بیٹے کے فدیے میں سو اونٹ قربانی کر کے اپنی منت پوری کر دی اور ان کو خاص و عام وحوش وطیور کے لیے چھوڑ دیا۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

- **انا بن الذبیحین**

میں دو ذبیحوں (حضرت عبداللہؓ، حضرت اسماعیلؑ) کا بیٹا ہوں۔

حضرت عبداللہؓ، نور محمدی ﷺ کے سبب بہت حسین و جمیل تھے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کی قدر و عظمت اور زیادہ ہوگئی۔ حضرت عبدالمطلبؓ کو جوان بیٹے کی شادی کی فکر ہوئی تو آپ عبداللہؓ کو ہمراہ لے کر بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبدالمناف کے پاس پہنچے اور ان سے آپ کی شادی کے متعلق گفتگو کی۔ ان کی لڑکی سیّدہ آمنہؓ جو حسب ونسب، صورت و سیرت میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں، ان کا رشتہ عبداللہؓ کے لیے طلب فرمایا۔ اُنھوں نے بخوشی منظور فرمالیا اور نکاح ہوگیا۔ نکاح کے پہلے ہفتے ہی سیّدہ آمنہ نورِ محمدی ﷺ کی امانت دار بن گئیں۔

ابھی حضور اکرم ﷺ شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد عبداللہؓ قریش کے تاجروں کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام گئے۔ واپسی کے وقت کھجوریں خریدنے کے لیے مدینہ میں آئے۔ وہیں بیمار ہوگئے اور پچیس برس کی عمر میں انتقال فرماگئے۔ آپ کو بغتہ الحجری یا مقام ابوا میں دفن کر دیا گیا۔

جب دُعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ کے مجسم بن کر ظاہر ہونے کا وقت ہوا تو سیّدہ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت حضرت عبدالمطلبؓ کعبہ میں تھے اور میں گھر میں اکیلی تھی اور مجھ کو دردزہ ہو رہا تھا۔ میں نے ایک ہولناک آواز سنی جس سے میں ڈر گئی اور مجھ پر خوف طاری ہوا۔ اسی وقت ایک سفید پرندہ ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا بازو میرے سینے پر پھیرا جس کے پھیرتے ہی میرا سب درد اور خوف جاتا رہا۔ پھر میں نے اپنے پاس ایک سفید چیز کا پیالہ بھرا ہوا دیکھا۔ جس کو میں نے دودھ گمان کیا۔ اس وقت مجھے پیاس بھی تھی، میں نے اس کو پی لیا۔

پھر ایک نور سا ظاہر ہوا تو میں نے اپنے پاس چند عورتوں کو پایا جو قد و قامت اور حسن و جمال میں عبدالمناف کی بیٹیوں کی نسل جیسی یعنی بہت حسین و جمیل تھیں۔ اُنھوں

نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور میں حیران تھی کہ یہ کون ہیں اور ان کو کس شخص نے میرے حال کی خبر دی ہے کہ میرے پاس آئی ہیں۔ پھر اُنھوں نے کہا ہم آسیہ (فرعون کی بی بی) اور مریمؑ (عیسیٰؑ کی والدہ) ہیں اور ہمارے ساتھ جنت کی حوریں ہیں جو آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔

پیر کا دن تھا، صبح کا وقت، جب آپ پیدا ہوئے، تو آپ کے ساتھ ایک ایسا نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے اپنے حجرے میں بیٹھے بیٹھے ملک شام کے محلات کو دیکھ لیا اور حضور ﷺ کے ساتھ کسی قسم کی آلودگی نہیں آئی۔ آپ نہایت پاک و صاف، طیب و طاہر تھے اور آپ سے ایسی خوشبو آئی جو پاکیزہ اور معطر تھی اور جس سے پورا گھر معطر ہوگیا اور پیدا ہوتے ہی آپ تضرع کے ساتھ سجدے میں چلے گئے۔ آپ کی شہادت کی دونوں مبارک اُنگلیاں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں اور باقی سب اُنگلیاں بند تھیں۔

حضرت آمنہؓ نے اس وقت بہت سے ملائکہ کو دیکھا اور بہت سے عجائبات دیکھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں کہ شب ولادت، میں کعبہ میں تھا۔ قریب وقت سحر، میں نے دیکھا کہ کعبہ نے مقام ابراہیمؑ کی طرف سجدہ کیا اور تکبیر کہی (یعنی سجدہ شکر ادا کیا کہ مجھ کو بتوں سے اور مشرکوں سے پاک کرنے والا آ گیا ہے) تمام بت جو کہ کعبہ اور اس کے اردگرد نصب کیے ہوئے تھے، اوندھے گر گئے۔ ایوان کسریٰ (جو دُنیا کی مضبوط ترین عمارتوں میں سے تھا) میں زلزلہ پڑ گیا اور اس کے چودہ مینار گر گئے۔ بحیرۂ ساوہ دفعتاً خشک ہوگیا۔ فارس کا آتش کدہ جو متواتر ایک ہزار سال سے روشن تھا، جس میں مجوسی آگ کی پوجا کرتے تھے، ایک دم بجھ گیا!!

مولانا محمد شفیع اوکاڑویؒ

ذرّے آفتاب اور قطرے قلزم بنے

رسول معظم، نبی مکرم ﷺ نے جہان سے شرک و کفر اور الحاد کی صف لپیٹ دی۔ صدیوں کی جہالت مٹا دی۔ رسول رحمت ﷺ کے ایک نقش پا سے سو سو طور پیدا ہوئے جن کی تجلی سے خاک طیبہ جگمگا اُٹھی۔ امام الانبیا والمرسلین کی بعثت پر ظلمت خانے ضو دینے لگے۔ دشت و چمن نکھر گئے، کون و مکان سنور گئے، غنچہ و گل پر بہار آ گئی، کائنات کو فروغ ملا، برگ و ثمر مشک ناب ہوئے، ذرّے آفتاب اور قطرے قلزم بنے، عندلیبوں نے گلستاں میں نوائے نو سیکھی، کوہساروں نے سربلندی پائی۔ نسیم صبح کوش رُو ہوئی، چراغ زندگی کو زیب ملا، باغوں میں غنچے مسکرائے، کون و مکاں میں روشنی ہوئی، غار حرا کے دیے جگمگائے، گلوں کو خندہ وشی ملی، عورتوں نے عصمت کا تاج پایا، بے کسی، سہارے سے ہم آغوش ہوئی، ظلم کے اندھیرے عدل کے نور میں گھل گئے، رسول خاتم پیغمبراں ﷺ، شکوہ تاجداراں، فروغ گل عذاراں، انیس دل فگاراں، تب و تاب کوہ فاراں، بہار شبنم ستاں، شباب نو بہاراں، ہادی کون و مکاں، شہریار مرسلاں، فانوس ایوان جہاں، خدوم شکر کروبیاں، مصحف مصحف یزداں، رئیس جنود عرشیاں، باعث رحمت فرشیاں، ممدوح دو جہاں، کلاہ بے کلاہاں، حضرت خیر الوریٰ، حبیب خدا، اشرف الانبیا، شافع روز جزا، راہ نورد جادہ اسریٰ، رسول خدا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں بے شمار صوری اور معنوی صفات ہیں!!

محمد صادق سیالکوٹی

زمیں سے آسماں تک غیر معمولی ہلچل

ولادت کی رات سرِشام ہی زمین سے آسمان تک غیر معمولی ہلچل مچ گئی تھی۔ قلب کائنات میں قدرتی طور پر یہ بات آگئی تھی کہ آج کی رات معمولی اور عام سی رات نہیں ہے۔ گویا انھیں الہام ہوگیا تھا کہ ان کے نبی جلوہ افروز ہونے والے ہیں۔ اس لیے وہ معمول کی نیند میں نہ ڈوب جائیں بلکہ خوشی اور مسرت کے ترانے گائیں اور آنے والی ذات کا مسرتوں کے ہجوم میں استقبال کریں اور ان کے حضور عقیدت و محبت اور شادمانی کے پھول پیش کریں۔

ساکنانِ عرش کی آمد و رفت میں بھی اضافہ ہوگیا۔ وہ نورانی پروں کے ساتھ ہواؤں اور فضاؤں میں پرے باندھ کر، ادب و احترام سے کھڑے ہوگئے۔ حورانِ بہشتی نے کاشانہ عالیہ نبوت کو گھیرے میں لے لیا اور خدمت کے لیے مستعد ہوگئیں۔ فرشتوں نے مشرق و مغرب میں آمدِ شاہ اور عظمتِ نبوی ﷺ کے پرچم لہروائے اور اہلِ زمین کے دلوں میں الہام کر دیا کہ ایک دوسرے کو فرحت و انبساط کی سوغات تقسیم کریں۔ مبارک بادی کا تبادلہ کریں اور رحمتوں اور برکتوں والے آقا کی تشریف آوری کی دھوم مچا دیں۔ ستاروں کے طلوع اور سہانے خوابوں کے ذریعہ اس اعلان کو عام کیا گیا۔ اس سلسلے کی چند ایمان افروز مثالیں یہ ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ راوی ہیں:

''میں نے ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز خواب دیکھا۔ اس وقت میں 'حطیم کعبہ' میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ میری پشت پر ایک بلند ترین درخت اُگا، جس نے آسمان کی چوٹی کو چھولیا۔ اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور اس سے نور چھن چھن کر فضاؤں کو منور کرنے لگا، انوار کے ایسے سوتے پھوٹے کہ سورج کی تابانی

بھی اس کے آگے ماند پڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ قریش کے لوگ وہاں جمع ہو گئے، کچھ شوق و وارفتگی کے عالم میں آگے بڑھے اور ان شاخوں کے ساتھ لٹک گئے، لیکن کچھ غصے سے بپھر گئے اور برافروختہ ہو کر آگے بڑھے۔ ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے کلہاڑے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ اس نورانی درخت کو کاٹ ڈالیں۔ اتنے میں ایک بہت ہی خوبصورت، وجیہہ اور باوقار نوجوان نمودار ہوا اور درخت کے سامنے سینہ سپر ہو گیا۔ اس سے خوشبو کی لپیٹیں آ رہی تھیں۔ جی چاہتا تھا کہ انسان دیکھتا ہی رہے۔ اس نے درخت کاٹنے کی کوشش کرنے والوں میں سے کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں اور کسی کی کمر توڑ دی۔ میں گھبرا کر بیدار ہو گیا۔ ایک کاہن نے تعبیر بتائی کہ تمھاری نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا، جس کے جاہ و جلال اور عظمت و کمال کی دھوم مچ جائے گی۔''

(سیرتِ نبوی ﷺ: زینی وحلان، ص32)

وہی عبدالمطلبؓ اسی صبح نور کے تڑکے، اسی کعبہ میں رونق افروز تھے کہ یک دم انقلاب آ گیا۔ بتوں کی خدائی درہم برہم ہو گئی، وہ اوندھے منہ گر پڑے، جیسے نظر نہ آنے والے ہاتھوں نے انھیں زمین پر پٹخ دیا ہو۔ دیوار کعبہ سے ایک دلکش آواز گونجی:

''مختار و برگزیدہ نبی پیدا ہو گئے ہیں، کفار ان کے ہاتھوں شکست کھا جائیں گے:''

ابھی وہ صورت حال پر غور ہی کر رہے تھے اور اس انقلاب اور غیر معمولی واقعہ پر حیرت زدہ تھے کہ اتنے میں حضرت آمنہؓ کا فرستادہ ان کے پاس پہنچ گیا کہ جلد گھر پہنچیں، قدرت نے آپ کو پوتا عطا فرمایا ہے۔

پیغام کیا تھا، جاں بخش، مسرت افزا اور رُوح پرور خوش خبری تھی، شوق کے پاؤں پر اُڑ کر گھر پہنچے!!

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

وہ آئے، تکملہ جن سے ہوا احکام قدرت کا

جس طرح مادی کائنات کے لیے سورج بنایا گیا، اسی طرح انسان کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے خالق کائنات نے آفتاب نبوت محمدی ﷺ کا ظہور فرمایا ہے۔ قرآن حکیم نے مادی سورج کو **سراج وھاج** فرمایا جو روشنی و گرمی کا مجموعہ ہے اور روحانی سورج کو **سراج منیر** فرمایا جو روشنی و ٹھنڈک کا مجموعہ ہے۔ وہ اگر وہاجیت سے اشیاء کو سوخت کرتا ہے تو یہ **منیریت** سے انہیں حد کمال کو پہنچاتا ہے۔ اس کے سوز و تپش سے اگر مختلف اوقات میں اس سے بیزاری پیدا ہوتی ہے تو اس کی نورانی ٹھنڈک سے ہمہ وقت عشق و محبت بڑھتا ہے۔ اس میں اگر واقعیت کی شان ہے تو اس میں جاذبیت کی خصوصیت ہے۔ وہاں جلاؤ ہوتا ہے تو یہاں بجھاؤ، وہاں دل و جان جلتے ہیں تو یہاں دل و جان کو زندگی ملتی ہے، اس کے نیچے اگر بدن سیاہ پڑتا ہے تو اس کے زیر سایہ بدن منور ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن نے اگر مادی سورج سے اپنے روحانی سورج کو مخصوص صفات میں تشبیہ دی تو ساتھ ہی **وھاج** اور **منیر** کے اوصاف ذکر فرما کر ان میں فرق بھی واضح کر دیا۔ آسمان کا سورج تو **نار اللّٰہ الموقدۃ** سے تربیت یافتہ ہو کر ناری ہے اور یہ زمین کا سورج **نور السموات والارض** سے تربیت یافتہ ہو کر نوری ہے۔ ایک جہنم سے وابستہ ہے اور ایک جنت و عرش سے تا کہ اس تشبیہ سے کسی کو ان دونوں آفتابوں میں یکسانی کا شبہ بھی نہ گزرے، چہ جائیکہ مادی سورج کی افضیلت کا۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ یہ فلکی سورج، سورج تو ہے مگر اس ملکی سورج کے مقابلہ میں چراغ مردہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا:

چراغ مردہ کجا؟ نور آفتاب کجا؟

تاہم پھر بھی اگر حضرت ختمی مآب ﷺ کے مقام خاتمیت اور شیون نبوۃ کو کسی

مثال سے کھولا جا سکتا ہے تو وہ مثال صرف سورج ہی کی تھی۔ اس لیے باوجود اس فرق کے اسے ہی اس تمثیل کے لیے اختیار کیا گیا............

تاہم یہاں یہ سوال پھر بھی باقی رہ جاتا ہے کہ اگر حضور ﷺ کو سورج ہی سے تشبیہ دینی مقصود تھی تو شمس کا لفظ چھوڑ کر سراج ہی کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا؟ بظاہر تشبیہ کی سیدھی عبارت یہ تھی کہ وشمساً منیراً (اور آپ چمکتے ہوئے سورج ہیں) نہ یہ کہ آپ کو **''سراجاً منیراً''** یعنی روشن چراغ کہہ کر پھر روشن چراغ سے سورج مراد لیا جائے۔ پس اس میں کیا مصلحت ہے کہ تشبیہ دینے میں عنوان تو چراغ کا اختیار کیا جائے اور مراد اس سے سورج لیا جائے گا۔

جواباً عرض ہے کہ مقصود تو حضور ﷺ کو آفتاب ہی سے تشبیہ دینا ہے تا کہ تمام مقامات نبوت پر سورج کے حسی مقامات سے پوری روشنی پڑ جائے لیکن عنوان چراغ کا اس لیے اختیار کیا گیا کہ چراغ میں ایک خاص وصف ہے جو سورج اور چاند میں نہیں اور وہ یہ ہے کہ سورج سے دوسرا سورج نہیں بن سکتا مگر ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ پس سورج سے تو اس لیے تشبیہ دی کہ چمک دمک اور دوسری خصوصیات میں آپ کی یکتائی واضح ہو جائے۔ جیسے سورج کو تمام روشن اجسام میں اپنی ذات وصفات کے لحاظ سے یکتائی اور بے نظیری حاصل ہے مگر اس سورج کو چراغ کے لفظ سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ آپ کے کمالات تربیت وتاثیر سے آپ کی نمونہ سازی کا کمال بھی کھل جائے کہ آپ نے اپنے رنگ اور اپنے ڈھنگ کے لاکھوں نمونے تیار کر دیے۔

اس تشبیہ سے ابتدائی طور پر جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر مادی کائنات کے لیے ایک جسمانی سورج کی ضرورت ہے اور بلاشبہ ہے تو معنوی اور روحانی کائنات کے لیے بھی ایک روحانی سورج ناگزیر ہے۔ جیسے حق تعالیٰ نے اس جسمانی کائنات کے لیے ایک مادی آفتاب بنایا جس سے زمین و زمان روشن ہیں، ایسے ہی اس نے ایک روحانی آفتاب ذات بابرکات نبوی ﷺ بھی بنایا جس سے کون و مکان روشن ہیں۔ وہ اجسام کو منور کرتا ہے، یہ ارواح کو۔ وہ صورتوں کو نمایاں کرتا ہے، یہ حقائق کو۔ وہ طبیعتوں کو

ابھارتا ہے، یہ عقلوں اور فطرتوں کو۔ اس کی کارگزاری حیات میں ہے اور اس کی معنویات میں جس سے حیات بھی بے بہرہ نہیں رہیں۔ غرض مادی عالم کی طرح روحانی عالم کے لیے بھی ایک آفتاب کا وجود ضروری ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ حیات اور جسمانیات جہاں بغیر حرارت کے زندہ نہیں رہ سکتے، ان کے حق میں حرارت عزیزی بمنزلہ روح کے ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو یہ عالم ناسوت یا مادی عالم بھی نہ رہے۔ جمادات، نباتات اور جانداروں میں انسان سے لے کر ایک حقیر ترین کیڑے مکوڑے تک کی زندگی کا جزو اعظم حرارت ہے مثلاً اگر بدن میں حرارت اور گرمی نہ ہو تو جسمانی اشیا باقی نہیں رہ سکتیں۔ یہی نہیں بلکہ اگر اس پوری دنیا اور اس کے اجزا میں سے حرارت کھینچ کر نکال لی جائے تو ساری کائنات برفانی ہو کر جم جائے، جماد محض رہ جائے اور اس میں نقل وحرکت کی سکت نہ رہے جو زندگی کی ابتدائی علامت ہے۔ پس کائنات کے لیے حرارت بمنزلہ روح کے ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس گرمی اور گرمیٔ روح کا سرچشمہ آفتاب کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں۔

ٹھیک اسی طرح باشعور کائنات کی روحانی زندگی اور روح کے احوال و مقامات کی بود و نمود بھی حرارت ایمانی اور گرمی عشق خداوندی سے قائم ہے جس کا نام ایمان ہے۔ علم، اخلاق و معرفت، احوال مقامات، قلبی واردات اور وصول و قبول کی گرم بازاری اسی ایمانی گرمی سے قائم ہے جس حد تک ایمان اور گرمی عشق ہے۔ اسی حد تک دینی حمیت، مذہبی غیرت، مجاہدہ و جہاد فی سبیل اللہ کا جوش و خروش ابھرتا ہے۔ اگر ایمان کی حرارت باقی نہ رہے تو یہ تمام روحانی کمالات و مقامات ختم ہو کر انسان صرف جماد و نبات یا حیوان یا محض ایک انسانی ہیکل ہو کر رہ جائے............

سب جانتے ہیں کہ اس ایمانی حرارت اور گرمی عشق خداوندی کے سرچشمے انبیا علیہم السلام ہیں اور خود ان کی ایمانی گرمی کا واحد سرچشمہ ذات بابرکات نبوی ﷺ ہے کیونکہ آپ خاتم النبوت ہیں جس کے فیض سے انبیاء و امم کو یہ روحانی حرارت عزیزی ملی ہے۔ پس اور انبیا اگر نجوم نبوت ہیں تو آپ ﷺ آفتاب نبوت ہیں۔ اس لیے اگلوں اور پچھلوں کی ایمانی آب و تاب اور روشنی و گرمی کا سرچشمہ آفتاب نبوت ہے جس سے

پورے عالم روحانیت کی گرمی اور گرم بازاری اور روحانی زندگی آفتاب نبوت ہی سے ممکن و وابستہ تھی تو فطرت اللہ کا تقاضا یہ ہوا کہ مادی کائنات کی طرح وہ روحانی کائنات کو بھی ایک آفتاب روحانی بخشے جو روحانی عالم کی زندگی کا کفیل ہو۔ پس اگر مادی کائنات کو اپنی بقا کے لیے ایک مادی آفتاب کی ضرورت تھی تو روحانی کائنات کو بھی اپنی بقا و حیات کے لیے ایک روحانی آفتاب کی ضرورت تھی اور وہ ذات بابرکات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔............

مگر جس طرح مادی آفتاب کے لیے ایک مدار اور ایک محور ضروری ہے جس پر وہ حرکت کرے اور وہ فلک ہے ایسے ہی روحانی آفتاب کے لیے بھی ایک محور (جائے گردش) ناگزیر ہے جس پر اس کی نقل و حرکت ہو۔ فرق ہوگا تو صرف یہ کہ مادی سورج کا فلک بھی مادی ہوگا جو حسی نگاہوں کے سامنے آسکے گا اور روحانی آفتاب کا فلک روحانی ہوگا جو دل کی نگاہ کے سامنے آئے گا اور سب جانتے ہیں کہ روحانیت کا سرچشمہ نبوت ہے۔ اس لیے اس روحانیت کے آفتاب کے فلک کو آسمان نبوت کہا جائے گا اور انبیا علیہم السلام کو اس آسمان پر چمکنے والے ستارے جن میں رسول اللہ ﷺ آفتاب نبوت ہیں۔ اس لیے اس آفتاب روحانی کی نقل و حرکت اسی آسمان نبوت پر ہوگی۔ نبوت کے مقامات گویا اس آسمان کے بروج ہوں گے جن میں آفتاب نبوت کی نقل و حرکت ہوگی اور ان بروج کے خاص خاص آثار ہوں گے جو کائنات پر پڑتے ہوں گے۔ بہرحال آفتاب نبوت آسمان نبوت پر ہے اور اس کا طلوع و غروب اور عروج نزول اسی آسمان پر ہوتا ہے۔............

سب جانتے ہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے کی حالت یہی ہوتی ہے کہ ابتدائے شب میں آسمان کے نیچے اندھیرا چھپا ہوا رہتا ہے۔ زمین تاریک ہوتی ہے، رات کا مہیب دیو اپنی بھیانک شکل کے ساتھ پوری دنیا پر مسلط ہوتا ہے۔ کام کاج تقریباً معطل پڑے رہتے ہیں اور ہر جاندار اپنے گھر اور اپنے ٹھکانے کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ لوگ کچھ روشنیوں کا بندوبست بھی کرتے ہیں اور کسی حد تک ابتدا شب میں کام بھی چلاتے ہیں لیکن یہ محدود اور مصنوعی روشنیاں ہمہ گیر نہیں ہوتیں۔ اس طرح یہ شب دیجور کی

اندھیریاں فوج درفوج پہنچ کر کائنات کے ظاہر و باطن پر چھا جاتی ہیں اور غفلت و نیند کی تاریکی چھائی رہتی ہے اور دنیا زندوں کا قبرستان بن جاتی ہے۔...........

چنانچہ جب ظلماتی پردے انتہائی غلیظ ہو جاتے ہیں اور مصنوعی روشنیاں ان کے زائل کرنے میں بے اثر ثابت ہوتی ہیں تو حق تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ اور قدرت بالغہ سے رات کے مناسب حال خود روشنی کا بندوبست فرماتے ہیں اور تدریجی طور پر آسمان کی فضا میں ستارے نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک نکلا پھر دوسرا پھر تیسرا اور یہاں تک مسلسل ستاروں پر ستارے ہجوم کر کر کے پورے آسمان کو گھیر لیتے ہیں اور رات کے اس تسلسل سے پورا آسمان ستاروں سے جگمگا اٹھتا ہے جس سے شب تارکی اندھیری کی وہ شدت باقی نہیں رہتی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے بلکہ ایک حد تک دنیا کی پوری فضا، شہروں کی ہو یا دیہات کی، جنگلوں کی ہو یا دریاؤں کی، یکسانی کے ساتھ ہلکی ہلکی روشنی میں آ جاتی ہے۔...........

ٹھیک اسی طرح آسمان نبوت کے نیچے روحانیت کی زمین اور دلوں کے گوشے جبکہ جہل وظلم کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے تھے اور اس ظلم وجہول نے انسان کو اس کی جبلت کی شہوانی تاریکیوں اور شبہات کی ظلمتوں نے گھیر رکھا تھا۔ نفس امارہ اور شیاطین کا اس کی خلقت پر پورا پورا تسلط تھا تو خود اسے بھی اپنی روشنی کی فکر تھی۔ اس نے ان ظلمتوں میں راہ طے کرنے کے لیے عقل کی قندیلوں سے کام کیا۔ فہم کی بجلی کے قمقمے اپنی انفسی جہان میں روشن کیے، فلسفیت کی مصنوعی لالٹینوں سے کچھ کام چلایا مگر عقل وفہم اور فلسفہ کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی روشنی اول تو مکمل نہ تھی کہ دنیا کے ساتھ آخرت اور حسیاتی زندگی کے ساتھ آخرت کی معنوی زندگی کی منزلیں بھی طے کرا دیتی اور کسی حد تک یہ ممکن بھی ہوتا اور مخصوص نفوس سلیمہ اس راستے سے کچھ قطع منازل بھی کرتے لیکن اس روشنی میں روحوں کی حیات اور عشق الٰہی کی گرمی نہ تھی کہ وہ دلوں میں امنگ اور روحوں میں تڑپ بھی پیدا کر دیتی۔ غرض عقلوں کی روشنی کا بندوبست فرمایا اور آسمان نبوت پر نت نئے رنگ کے ستارے طلوع ہونے شروع ہوئے۔ سب سے پہلا ستارہ آدم علیہ السلام کا طلوع ہوا

پھر شیثؑ آئے پھر ادریس آئے پھر نوح آئے پھر ہود و صالح آئے پھر ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ آئے، علیہم الصلوٰۃ والسلام! یہاں تک کہ آسمانی ستاروں کی طرح آسمان نبوت پر لگا تار نجوم نبوت کا ظہور شروع ہوا۔ **ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تترا** (المومنون: 44) 'پھر ہم نے لگا تار رسول بھیجے'! ان نجوم نبوت کے انوار و برکات سے دلوں کی ظلمتیں چھٹنی شروع ہوئیں اور دنیا نے انہیں دیکھ دیکھ کر ان کے مثالی نمونوں کو معیار بنا کر راہ حق کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں...... جو نبی بھی رخصت ہوا، وہ اپنے نورانی آثار چھوڑ کر گیا جس پر آنے والے کی عمارت کھڑی ہوئی اور اس طرح بعثت نبوی ﷺ سے پانچ چھ سو برس پہلے ایک وقت آیا کہ یہ سارے ہی روحانی ستارے اپنے انوار کے پردے میں آسمان نبوت پر بیک وقت جمع ہو گئے اور **ظلمات بعضها فوق بعض** کے مقابلہ میں **نور علی نور** کا ظہور ہو گیا۔

چنانچہ آسمان و زمین کی صورت یہ ہو گئی کہ آخر شب میں آسمان پر لاکھوں چھوٹے اور بڑے ستارے روشن ہیں اور زمین پر کروڑوں چراغ اور مصنوعی روشنیوں کے لاکھوں لیمپ اور ہنڈے اور پھر برق جہانتاب کے ہزار ہا قمقمے جگمگائے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی شب تار اور اس کی تاریکی زائل نہیں ہوتی نہ رات ہی کافور ہوتی اور نہ دن ہی نکلتا ہے۔ گویا اس ساری روشنیوں میں مل کر بھی یہ طاقت نہیں کہ رات کو دن بنا دیں اور طاقت کا بالکلیہ استیصال کر دیں۔ اس لیے ظلمت شب کے انتہاء کو پہنچ جانے پر زمین تو زبان حال سے یہ فریاد کرتی ہے کہ نور کامل سے اس کی مدد کی جائے جو ان تاریکیوں کے بادلوں کو چھانٹ دے اور ستاروں کا یہ ناتمام نور زبان حال سے یہ آواز بلند کرتا ہے کہ اس کی تکمیل کر دی جائے تاکہ وہ ظلمت شب پر غالب آ سکے اور روز روشن نمودار ہو جائے۔ چنانچہ دنیا کی یہ پھیلی ہوئی ظلمت اور ان ستاروں کی یہ مجموعی روشنی کی خاموش فریاد بلند ہوئی کہ ہمیں ایک ایسا کامل نور عطا کیا جائے جو رات کو دن بنا دے اور ناتمام انوار کی تکمیل کر دے تو عطائے خداوندی متوجہ ہوئی اور آدم علیہ السلام کے تقریباً سات ہزار برس کے بعد جبکہ آسمان نبوت اپنے سارے ستاروں سے جگمگا رہا تھا، آفتاب ہدایت کے ظہور کے آثار ظاہر ہوئے جسے نور حق کی تکمیل کرنی تھی۔............

آسمان نبوت پر روحانیت کے آفتاب جہاں تاب کی آمد آمد کے آثار نمایاں ہوئے۔ اچانک پو پھٹی اور روحانیت کی صبح صادق نمودار ہوئی جس نے بشارت دی کہ عنقریب وہ منبع نور اور سر چشمہ ضیا یعنی آفتاب نبوت سامنے آیا چاہتا ہے جس کے سب منتظر تھے اور جس کو نور اور ظلمت ایک زبان ہو کر مانگ رہے تھے۔ وہ آ رہا ہے جس کے آ جانے کے بعد پھر کسی نور کی ضرورت نہ پڑے گی کیونکہ آفتاب کے بعد کوئی دوسرا آفتاب طلوع نہیں ہوا کرتا۔ یہ آفتاب نبوت کی خوشخبری کیا تھی جس نے طلوع آفتاب کی خوشخبری دی؟

یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات بابرکات تھی جنہوں نے اپنے آنے کی حقیقی مقصد ہی آفتاب نبوت کے طلوع کی بشارت بتلایا اور اعلان کیا کہ: **واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراته و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه أحمد** (الصّف:6) ''اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل سے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تمہاری طرف تصدیق کنندہ ہوں سامنے کی تورات کا اور بشارت دہندہ ہوں، اس رسول کا جو میرے بعد آئیں گے، نام ان کا 'احمد' ہے۔

پس جیسے آفتاب کے طلوع کی بشارت صبح صادق دیتی ہے ایسے ہی مسیح علیہ السلام کا سب سے بڑا مشن حضرت خاتم النبیین ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کی بشارت دینا تھا۔ اس لیے وہ دائرہ نبوت میں صبح صادق کے مانند ہیں۔ ہاں مگر جیسا کہ بارہ گھنٹہ کے دن کے لیے ڈیڑھ گھنٹہ کی صبح صادق ہوتی ہے کہ جتنا بڑا دن ہو، اتنی ہی بڑی صبح صادق ہوتی ہے۔ سو دائرہ ختم نبوت کے اس عظیم الشان دن کے لیے جس کا طول بعثت نبوی سے قیامت کی صبح تک ہے، صبح صادق بھی اتنی ہی لمبی ہونی چاہیے تھی جتنا بڑا یہ دن تھا۔ تو یہ صبح صادق حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ہے جن کا دور نبوت اور بالفاظ دیگر بشارت کا زمانہ جن کے اختتام پر آفتاب نبوت طلوع ہوا، تقریباً پونے چھ سو برس کی مدت کا تھا۔

یہاں سے یہ نکتہ بھی بآسانی سمجھ میں آ جائے گا کہ صبح صادق کا نور کوئی مستقل نور نہیں ہوتا بلکہ اس نور کی ایک ابتدائی جھلک ہوتی ہے جس میں آثار وہی ہوتے ہیں جو

نور آفتاب میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کے نمودار ہوتے ہی ستارے سب ماند پڑ جاتے ہیں اور طلوع صبح صادق کے کچھ دیر بعد کوئی ستارہ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی حضرت مسیح صادق علیہ السلام بھی نور محمدی ہی کی ایک جھلک تھے اور آپ سے بہت سی صفات کمال میں کامل مشابہت بھی رکھتے تھے......

بہر حال پو پھٹی اور صبح صادق نمودار ہوئی۔ حضرت مسیح نے صبح صادق بن کر آفتاب نبوت کے طلوع کی خبر دی اور طلوع آفتاب سے قبل دھیمی دھیمی روشنی نمایاں ہوگئی جو درحقیقت آفتاب ہی کی روشنی تھی۔ اسی لیے شب تار ختم ہوگئی لیکن سب جانتے ہیں کہ طلوع صبح صادق کے وقت جہاں چاند کے چمکتے رہنے کا سماں سامنے آتا ہے، وہیں یہ منظر بھی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے کہ عامۃً دنیا کے انسان اس وقت نیند میں مست ہوتے ہیں۔ نیند کے نچوڑ کا انتہائی وقت ہوتا ہے اور ہر کس و ناکس نوم میں غرق اور گہری نیند کا متوالا بنا رہتا ہے۔ گویا اس وقت خصوصیت سے نیند کا دماغوں پر پورا غلبہ وتسلط ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے تو طلوع آفتاب کے بعد بھی نہیں جاگتے بلکہ سورج جب کافی بلند ہو جاتا ہے اور اس کی دھوپ کی تیزی ان پر پڑھنے لگتی ہے تب ان کی آنکھ کھلتی ہے پس ادھر تو صبح صادق ہوتے ہی ستارے جھلملانے لگتے اور ان کی روشنیاں غائب سی محسوس ہونے لگتی ہیں کیونکہ صبح کا چاندنا تیز ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ادھر سونے والے عموماً اپنی نیند میں مست اور محو ہوتے ہیں۔ اس لیے باہر تو چاندنا ہوتا رہتا ہے اور اندر اندھیرا غلیظ ہوتا رہتا ہے جب تک کہ آفتاب طلوع نہ ہو جائے یعنی اس صبح سے فائدہ وہی حاصل کرتا رہتا ہے جو بیدار ہوتا ہے اور وہ سوائے مخصوص افراد کے جو صبح صادق کے وقت فوراً ہی جاگ اٹھنے کا جذبہ لے کر سوئے ہوں، عام انسان نہیں ہوتے۔ اس لیے یہ درمیانی حصہ جو نہ رات ہے نہ دن حساً نورانیت کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور عام انسانوں کے اندرونی احوال کی ظلمت وتاریکی کی طرف چلتا رہتا ہے۔ پس اس زمانہ صبح صادق میں جسے زمانہ فترت کہنا چاہیے ادھر تو صبح صادق کے آثار نمایاں ہوئے اور روشنی بڑھنی شروع ہوئی۔ چنانچہ مخصوص لوگوں کے دلوں کا رُخ توحید اور انوار دیانت کی طرف ہو چلا لیکن عامہ خلائق کا یہی زمانہ

زیادہ غفلت اور مستی خواب کا ثابت ہوا اور اس وقت کی دنیا پر ضلالت و گمراہی کے جو بادل ہر طرف چھائے ہوئے تھے، وہ اور غلیظ ہو گئے۔ چنانچہ مکہ جو ناف عالم تھا، اس کے اندر اور باہر چہار طرف پوری دنیا کے دلوں پر انواع و اقسام کی تاریکیوں کی نیند مسلط تھی اور سب خواب قساوت و غفلت میں مست تھے۔

جزیرۂ عرب کے ایک سمت خلیج فارس تھا جس کے کنارے ایران و فارس کی مملکتیں تھیں جہاں ایرانیوں کی جہانبانی قائم تھی۔ اکاسرہ فارس سریر آرا تھے، وہاں شرک و کفر کی تاویل و توجیہہ سے نہیں بلکہ کھلے بندوں دو خداؤں کی خدائی کا ڈنکا بجایا جا رہا تھا۔ ان کے نزدیک جہانوں کے نظام کے لیے ایک خدا کافی نہ تھا بلکہ برابر کے دو خدا اہرمن اور یزداں خدائی کر رہے تھے۔

عرب کی دوسری سمت بحیرہ روم تھا جس کے کنارے مغربی دولتوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ قیصر کی بادشاہی کا سکہ رواں تھا۔ یہاں عیسائیت نے مذہب کے نام سے تین خداؤں کی پوجا کا اعلان کیا ہوا تھا۔ یہ فارس کی نسبت بندگی کے معاملہ میں ترقی یافتہ تھے جنہوں نے دو خداؤں پر قناعت کافی نہ سمجھتے ہوئے ان میں ایک کا اضافہ اور ضروری سمجھا۔ ایک خدا ایک اکلوتا بیٹا اور ایک اس کی بیوی یا بعض کے نزدیک روح القدس، یہاں خدائی کے تصرفات ان تین کے سپرد تھے۔

تیسری سمت بہر ہند تھا جس کے کنارے ہندوستان کا برعظیم اور دوسرے مشرق ممالک واقع ہیں۔ یہ سرزمین پوجا کے سلسلہ میں ان دونوں سمتوں سے بھی زیادہ ترقی یافتہ تھی جسے تین خداؤں پر بھی قناعت نہ تھی بلکہ ان کی تعداد کروڑوں تک پہنچا دی گئی تھی۔ یہ ملک بت پرستی کا مخزن بنا ہوا تھا اور بت کے مفہوم میں صرف مورتی ہی شامل نہ تھی بلکہ پہاڑوں کے پتھر، دریاؤں کا پانی، درختوں کی شاخیں، جانوروں کے سر، انسانی اعضا اور صنعت و حرفت کے آلات حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزیں سب کے سب معبود اور لائق پرستش تھے اور معبودوں کی تعداد عابدوں سے بدرجہا زائد تھی اور اس دور کی اس عام گمراہی کو خود ہندو زعما بھی تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ پنڈت دیانند سرسوتی نے تحریر کیا ہے کہ

ویدوں کا علم پانچ ہزار برس سے گم ہو چکا تھا جسے انہوں نے زندہ کیا اور ظاہر ہے کہ حضور کی بعثت سے قبل چند صدی کا دور جو زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے، اس پانچ ہزار سال کے اندر ہی اندر ہے۔ اس لیے آپ کی بعثت سے قبل خود ہندوستانی زعما کے خیال میں بھی ہندوستان کی یہ عام گمراہی کا دور تھا۔

عرب کی چوتھی جانب سمندر کی موجوں سے ہٹتی ہوئی اور خشکی سے ملی ہوئی تھی جس میں مصر وسوڈان اور افریقہ کی آبادیاں تھیں۔ انہوں نے اس بارہ میں پچھلی تین سمتوں سے بھی زیادہ پیش قدمی کی تھی۔ وہاں نہ ثنویت تھی نہ وثنیت، نہ تثلیث تھی نہ تکثیر، وہاں نہ چند خداؤں کا جھگڑا تھا نہ نفس خدائی کا بلکہ سرے سے ہی اس راہ سے الگ ہو کر ان کے یہاں فسق و فجور، بدعملی و سیہ کاری اور شہوات نفس کی مسموم آندھیاں چل رہی تھیں۔ گویا ہر شخص خدا بنا ہوا تھا۔ ہر شخص اپنی شہوات وخواہشات میں آزاد تھا۔ جس کو قرآن حکیم نے فرمایا۔ **ساوریکم دارالفٰسقین** (الاعراف:145)

بہرحال عرب کے چہار طرف بحر و بر میں ظلمتوں کی یہ بہتات شب تاریک، بیم موج اور دریائے ناپیدا کنار کا منظر پیش کر رہی تھی۔ یہ تو ذات خداوندی کی حد تک تھا۔ رہیں صفات خداوندی، سو یہی کیفیت اس وقت کی دنیا نے ان کے ساتھ بھی کر رکھی تھی۔ بعض نے خالق کی صفات خاصا مخلوق میں مان کر مخلوق کو خالق کے درجہ میں پہنچا دیا تھا۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا پکار کر کہا تھا اور انہیں الٰہ متجسد کہہ رکھا تھا اور بعض نے مخلوق کی صفات نقص وعیب خالق میں مان رکھی تھیں۔ جیسے اس کا بیمار ہونا، اس کشتی میں حضرت یعقوب کے ہاتھوں بچھڑ جانا وغیرہ یہ یہود تھے، بعض نے خالق کو صفات سے بالکل ہی معطل قرار دے رکھا تھا۔ جیسے فلاسفہ اور بعض نے خالق ومخلوق کی صفات سے بالکل ایک دوسرے کے مشابہ بنا رکھی تھیں، جیسے مجسمہ اور مشبہ۔ بعض نے اوتار کا عقیدہ مان کر خدا کو مخلوق میں حلول شدہ مان رکھا تھا۔ گویا مخلوق ایک ظرف تھی جس میں معاذ اللہ خالق اترا ہوا تھا اور بعض نے اس کے برعکس خالق کو ظرف قرار دے کر مخلوق کو اس میں اس طرح سمایا ہوا مان رکھا تھا، جیسے گولر کے پیٹ میں بھنگے سمائے ہوتے ہیں۔

یہی معاملہ نبوت کے ساتھ کیا جارہا تھا۔ کسی نے نبوت کو اس حد تک **مافوق البشریت** سمجھ رکھا تھا کہ بشر کا رسول ہونا ہی ممکن نہ تھا جو کھاتا پیتا ہو۔ **مال ھذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق** (الفرقان:7) اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اور کسی طبقہ نے نبوت کو اس قدر ہلکی اور عامیانہ چیز جان رکھا تھا کہ وہ ہر فرد بشر کو مل سکتی ہے۔ **بل یرید کل امرئٍ منھم ان یوتیٰ صحفا منشرہ** (المدثر:52) کسی نے انبیا کو مجسم خدا کہہ کر ان کی تنزیہہ میں مبالغہ آرائی کر رکھی تھی کہ کسی نے انبیا کی طرف ایسے ایسے عیوب منسوب کر رکھے تھے کہ ان کا ایک صحیح انسان سمجھا جانا بھی مشکل بنادیا تھا۔

غرض کوئی نقص وعیب ایسا نہ تھا جس سے خدا کی تنزیہہ کو مخلوق نے برباد نہ کر رکھا ہو اور نبوت کی لائن پر کوئی افراط وتفریط باقی نہ چھوڑی تھی جو انبیاء میں نہ مان رکھی ہو۔ یہی تمام وہ معنوی ظلمات اور تاریکیاں تھیں جو **بعضھا فوق بعض** ہو کر پوری دنیا کو تاریک بنائے ہوئے تھیں۔ جس سے اس وقت کی ساری دنیا خدا کی نگاہ میں مبغوض بن چکی تھی۔ **ان اللّٰہ نظر الی قلوب بنی آدم فمقت عربھم وعجمھم،**............ اللہ نے بنی آدم کے قلوب کی طرف نظر کی تو عرب اور عجم سب کو غصہ سے دیکھا!

مگر بہرحال یہ جس قدر ممالک بھی تھے، وہ کسی ایک نوع کی گمراہی پر قائم نہ تھے، اگر ہندوستان میں شرک تھا تو وہاں تثلیث نہ تھی۔ روم میں تثلیث تھی تو وہاں تکثیر نہ تھی کہ کروڑوں معبود ہوں۔ اگر ایران میں ثنویت کا زور تھا تو وہاں اوتاریت نہ تھی اور اگر ہند میں وثنیت تھی تو وہاں دوسری نوع کی کوئی اور گمراہی نہ تھی۔ اگر مصر میں دہریت اور عیش پرستی تھی تو بس وہی تھی وہاں مذہبی رنگ کی رسوم نہ تھیں لیکن خدا کی یہ مقدس سرزمین مکہ مکرمہ اس وقت ہمہ نوع گمراہیوں کا مرکز بنا ہوا تھا، وہاں دہریت، شرک، فسق وفجور، انکار نبوت اور انکار صفات نبوت وغیرہ ساری ہی انواع کی گمراہیاں جگہ بنائے ہوئے تھیں۔ اس لیے جہاں صبح صادق نور برسا رہی تھی، وہیں دلوں کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ضلالت کی تاریک رات کا جو عمل دنیا میں جاری تھا، وہ بھی انتہا کو

پہنچ چکا تھا۔ اس لیے طلوع آفتاب کا وقت آ گیا اور اس آفتاب نبوت کی صبح صادق بہ صورت مسیح علیہ السلام نمایاں ہوگئی............

لیکن جب صبح صادق نے اپنی زمانی مسافت پوری کر لی اور یہ ہزاروں برس کے لمبے دن کی لمبی صبح صادق زائد از پانچ سو سال کے عرصہ میں پوری ہوگئی تو صبح صادق کے آخر میں طلوع آفتاب سے قبل شفق نمودار ہوتی ہے اور آسمان اک دم سرخی مائل نور سے اس قدر سرخ ہو جاتا ہے کہ گویا اس کے کنارے آگ سے دہک رہے ہیں۔ یہ طلوع شفق طلوع آفتاب کی بالکل قریبی علامتیں ہوتی ہیں۔ جس سے وہ اندھیرا بھی ختم ہو جاتا ہے جو صبح صادق کے وقت زمین پر چھایا رہتا ہے، یہ روشنی بھی آفتاب ہی کی ہوتی ہے، کہیں باہر سے نہیں لائی جاتی جیسا کہ صبح صادق بھی اسی کی روشنی تھی۔ فرق صرف قرب و بعد کا ہوتا ہے کہ شفق کا نور بلا واسطہ خود آفتاب ہی کے ساتھ جلتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح آفتاب نبوت کی صبح صادق کے بعد بعثت سے قبل اس آفتاب کی شفق نمودار ہوئی یعنی آفتاب نبوت کے قریبی آثار نمایاں ہونے شروع ہوئے۔ یہی وہ ارہاصات تھے جو ولادت باسعادت سے قبل دنیا کے سامنے آئے۔ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔ کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ آتش کدہ ایران جو صدیوں سے مسلسل روشن چلا آ رہا تھا، اک دم ٹھنڈا پڑ گیا وغیرہ۔ یہ گویا آفتاب نبوت کی شفق کا ظہور تھا جس سے آفاق روشن ہو گئے اور دنیا کو اندازہ ہو گیا کہ طلوع ہونے والا ستارہ کوئی چھوٹا موٹا یا معمولی ستارہ نہیں بلکہ کوئی عظیم ترین سیارہ مطلع کو زینت بخشنے والا ہے جو اب تک نمودار نہیں ہوا تھا۔ پس طلوع صبح صادق سے تو رات ختم ہوئی تھی اور شفق کے طلوع سے وہ مخلوط تاریکی ختم ہو کر دن کی خالص روشنی کا آغاز ہو گیا۔ جس سے آسمان کے کنارے اور زمین کے سارے اطراف سورج کی ابتدائی چمک و دمک سے چمک اٹھے۔ دلوں میں توحید اور دیانت کے استعداد بھرنی شروع ہوئی اور اطراف و اکناف میں ایسے لوگ ابھرنے لگے جو بت پرستی سے نفور ہو کر توحید کے نام لیوا ثابت ہو گئے اور اب وقت آ گیا کہ آفتاب نبوت طلوع ہو کر ان سب چمکیلی استعدادوں کو ابھار کر قلوب کی زمینوں کو بقعہ نور بنائے۔

گویا یہ نورانیتیں طلوع کے آخری آثار اور طلوع کے طلب گار ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ظلمتوں کی انتہا اور نور کی ابتدا اور ناتمامی کی ان پکاروں پر بخشش خداوندی جوش میں آئی اور ان پیاپے طلبوں کے انتہا کو پہنچ جانے پر تکمیل نور کے حل کا سامان عطا فرمایا۔ اولاً پو پھٹی صبح صادق کے آثار نمایاں ہوئے جو طلوع آفتاب کی بشارت تھے۔ صبح صادق نے یعنی حضرت مسیح نے اعلان کیا کہ جس نور کو زمین کی تاریکی اور ستاروں کی روشنی مانگ رہی تھی، وہ شہنشاہ نور عنقریب آنے والا ہے۔ اس کے بعد طلوع شفق ہوا اور ارہاصات نمایاں ہوئے اور طلوع قریب ہو گیا۔ ابھی یہ سرچشمہ نور (آفتاب) سامنے بھی نہیں آیا تھا، صرف پو ہی پھٹی تھی، شفق ہی ابھری تھی کہ ظلمت شب نے فرار ہونا شروع کر دیا۔ ستارے اک دم ماند ہو کر منہ چھپانے لگے۔ گو وہ محسوس نہیں ہوئے مگر ان کی چھوٹی چھوٹی نورانی ہستیاں نور عظیم کے دریا میں غرق ہو کر منظر عام پر نہیں رہیں۔ یہاں تک کہ ان بشارتوں کے کچھ ہی عرصہ کے بعد آسمان کے چہرہ پر دہکتا ہوا ایک ایسا نور کامل نمودار ہوا کہ اس کے بعد شب ربانی کے لیے کسی نور کی حاجت باقی نہ رہی۔ اس لیے سارے انوار اپنا منہ ڈھانپ گئے۔ یعنی آفتاب عالمتاب طلوع ہوا اور اپنی لمبی لمبی شعاعوں اور کرنوں سے دنیا کے کھلے اور چھپے ہوئے حصوں تک کو اس نے منور کر دیا۔

ہر طرف اسی سرچشمہ نور آفتاب کی نورانی چادریں آفاق پر اس طرح چھا گئیں کہ ظلمت کا کہیں ڈھونڈنے سے بھی اثر باقی نہیں رہا۔ پس جو کام کروڑوں اور اربوں کھربوں ستارے مل کر بھی نہ کر سکتے تھے، وہ تنہا آفتاب اور نہ آفتاب کی ذات بلکہ اس سے پھیلنے والی روشنی نے کر دیا اور تدریجی رفتار سے دنیا کی روشنی آفتاب نکلتے ہی مکمل ہو گئی جس کا سامان رفتہ رفتہ ابتدا شب سے ہی کیا جا رہا تھا۔

لیکن جس طرح طلوع ہوتے ہی سورج سب سے پہلے اپنی کرنیں نقطہ طلوع پر ڈالتا ہے پھر عین مقام طلوع کو روشن کرتا ہے پھر ذرا اور بلند ہو کر پورے مطلع کو روشن کر دیتا ہے اور پھر جوں جوں اونچا ہوتا ہے، توں توں روشنی کی تیزی مطلع کے چہار جانب آفاق عالم میں پھیلتی دکھائی دینے لگتی ہے جو مطلع کسی مرکزی حصے میں ہو جس سے روشنی

چہار جانب پھیل سکے اور آخر کار پورے عالم کے کونے کونے میں روشنی پہنچ جاتی ہے۔ اندھیرے کمرے بھی روشن ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی آفتاب نبوت نے طلوع ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے نقطہ طلوع کو روشن کیا جو آپ کا گھرانہ تھا اور گھرانہ حرم خانہ بنتا ہے تو اولاً محرم نبوی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نور ایمان سے منور ہوئیں۔ جس کے معنی پورے گھر کے روشن ہو جانے کے ہیں اور **قوا انفسکم و اهلیکم نارا** (التحریم:6) (بچاؤ اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آنچ سے) کا ظہور ہوا۔

پھر نبوت کا آفتاب اور اونچا ہوا تو مقام طلوع پر کرنیں پڑیں اور وہ روشن ہو گیا۔ یہ آپ کا قبیلہ تھا جس میں آپ کا ظہور ہوا اور یہ **وانذر عشیرتک الا قربین** (الشعرا:214) (اور ڈراؤ اپنے قریبی رشتہ داروں کو) کا ظہور تھا اور پھر آفتاب نبوت اور اونچا ہوا یہاں تک کہ پورا طلوع ہو گیا تو مطلع کے ماحول پر روشنی پڑی اور یہ مکہ کا مقدس شہر اور اس کا ماحول تھا۔ جس سے **ولتنذر ام القریٰ ومن حولها** (الانعام:92) (تا کہ تم ڈراؤ مکہ اور اس کے اردگرد کو) کا ظہور ہوا اور جب کہ اس آفتاب جہانتاب کی روشنی گھر اور شہر وقبیلہ تک محدود رکھنی نہ تھی بلکہ جہانوں کے کونے کونے میں پھیلانی تھی۔

تو جس طرح مادی سورج کا مطلع مشرق افق کا بلند ترین حصہ رکھا گیا ہے تا کہ وہاں سے اس کی روشنی پورے عالم میں پھیل سکے۔ اس طرح آفتابِ نبوت کے لیے مرکز طلوع کعبہ مقدسہ کو تجویز کیا گیا جو ناف عالم اور وسط زمین تھا اور اسے دنیا کی ہر اور چہار سمت سے نسبت مساوی تھی جیسا کہ مرکز کو اپنے دائرہ سے ہوتی ہے تا کہ اس کی کرنیں اگر ایک طرف بحیرہ روم کے کناروں سے ٹکرائیں۔ جس سے اس کی روشنی مغرب کی وادیوں میں پھیلے تو دوسری طرف بحر ہند کی لہروں سے جا لڑیں۔ جس سے مشرقی ممالک ہندو سندھ، ایران وخراسان اور چین و جاپان روشن ہو جائیں اور اگر ایک سمت خلیج فارس کے ساحلوں پر اپنا نورانی سایہ ڈالیں جس سے شمال کے علاقے منور ہوں تو دوسری طرف خشکی میں براعظم مصر وسوڈان کے علاقے چمک اٹھیں۔ اس لیے اس آفتاب کو افق مکہ سے بلند کیا گیا اور آپ نے اس ناف عالم سے آواز دی تو آپ کی صدائے ایمان جگہ جگہ

پھیلی۔ سلاطین عالم اور اقوام وملل کو آواز حق سے روشناس کیا اور اس طرح **لیکون للعالمین نذیرا** (تا کہ وہ (ہمارا پیغمبر) جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو) کا ظہور ہوا۔ پس جیسے مادی آفتاب کے عروج اور چڑھاؤ میں روشنی کے درجات متفاوت ہوتے ہیں جو آفتاب کے تدریجی طلوع وعروج سے نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسے ہی آفتاب نبوت میں بھی علمی نور پھیلانے کے درجات متفاوت ہوئے جس اس روحانی آفتاب کے تدریجی ظہور کی صورتوں سے منظر عام پر آ گئے اور آفتاب کا طلوع بالکل نزدیک آ گیا۔

جس طرح ستاروں کی روشنی جزوی ہونے کی وجہ سے ایسی عمومی اور کلی رنگ کی نہیں ہوتی جو پھیلتی ہوئی چلے اور نہ ایسی تیز ہی ہوتی ہے کہ اس کا نورانی سایہ دھوپ اور چاندنی کی طرح پھیل کر تمام اوجھل اور مخفی گوشوں کو بھی نمایاں کر دے۔ اسی طرح سابقہ نبوتوں یعنی شرائع سابقہ کی روشنی جز ئیاتی اور مقامی رنگ کی تھی جس سے ان میں کوئی ایسا پھیلاؤ نہیں تھا کہ دنیا کی تمام قوموں کو ان کی متفرق نفسیات کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتیں۔

اس لیے ان امتوں میں تفقہ واجتہاد کی شان بھی نہ تھی اور مجتہدین کا وجود بھی نہ تھا کہ وہ شریعت ان کی روشنی میں شاخ در شاخ ہو کر آگے چلتی اور عمر دوام حاصل کرتی۔ بالفاظ دیگر امم سابقہ میں شرائع اصلیہ تو تھیں مگر شرائع وضعیہ نہ تھیں۔ ان میں احکام ضرور تھے مگر ہمہ گیر عقل واسرار کا وجود نہ تھا۔ پس ان میں ذوق واحد تھا۔ دنیا کی مختلف قوموں کے مزاج اور امتوں کے رنگ برنگ ذوقوں کا اجتماع نہ تھا۔ اس لیے ایک ہی طبقہ اپنے مناسب مزاج اس شریعت کو قبول کرتا تھا اور اس کے ذریعہ نجات حاصل کر لیتا تھا اور وہ درحقیقت اسی کے لیے مخصوص طور پر آسمان سے اترتی بھی تھی۔ دوسرے طبقات کے لیے دوسری شریعت اور دوسری پیغمبری درکار ہوتی تھی۔ پس دین قومی اور وطنی ہوتا تھا۔ عالمگیر اور ابدی نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ نجوم ہدایت کا دین تھا جو مخصوص اور محدود روشنی لے کر آئے تھے۔ آفتاب ہدایت کا دین نہ تھا جس کی روشنی عالمگیر ہوتی ہے۔

پس ان نجوم ہدایت (انبیا علیہم السلام) کی مثال **وبالنجم هم یهتدون** کی سی تھی کہ ستاروں کی طرح خود علامات ہدایت تھے لیکن ان سے پھیلنے والی کوئی عمومی اور کلی

روشنی نہ تھی جو وقت کی پوری دنیا کو اپنے ہمہ گیر دائرہ میں لے سکتی۔ چہ جائیکہ وہ قیامت تک آنے والوں کے لیے حجت ہوتی۔ اس لیے ہدایت کا تعلق صرف ان کے ذاتی اسوے سے ہوتا تھا نہ کہ اصولی اور کلی روشنی سے اور یہی اسوے یا مخصوص رسوم عمل بذیل کتاب منضبط کر کے انہیں دے دی جاتی تھیں جو بمنزلہ ایک یادداشت کے ہوتی تھیں۔ نہ بمنزلہ ایک قانون کلی یا دوامی دستور العمل کے۔ اس طرح اصلاح باطن کے سلسلہ میں نفس امارہ اور شیطانی وساوس کا مقابلہ ان کے تصرفات اور کرامات سے ہوتا تھا جو ذات کے ساتھ وابستہ ہوتی تھیں۔ گویا ستاروں اور شہاب ثاقب کی طرح ان کی ذوات ہی خود شیاطین پر پھینک دی جاتی تھیں۔ جس سے شیطانی وسواس کا تار پود بکھر جاتا تھا۔ گو علمی یا استدلالی قوت دفع وساوس اور رفع مکائد کی نہیں ہوتی تھی جو اصولی طور پر ہمیشہ دنیا کے لیے اس باب میں کارآمد ثابت ہوتی۔ اس لیے ان نجوم ہدایت کے یہ مذاہب جزئیاتی اور محدود ہوتے تھے۔ جیسے ستاروں کی روشنی جزوی اور محدود ہے۔

لیکن آفتاب نبوت یعنی حضرت خاتم المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو جو نور دیا گیا ہے، وہ رسمی یا علاماتی انداز کا نہیں جو عملی رسوم تک محدود ہو بلکہ علمی اور برہانی اور بیانی اور تبیانی ہے جس میں ہر عمل ایک خاص علم اور اصولی حجت کے تابع ہے۔ ہر حکم میں حکمت اور امر میں کوئی نہ کوئی اصولی علت ہے۔ احکام دین رسمی اور رواجی صورتوں کے نہیں جو شکل محض اور ہیئت خالص ہوں جن کا مقصد نفس کو محض کسی ڈگر پر لگائے رکھنا یا زیادہ سے زیادہ نفس کشی اور ترک لذات کے ساتھ کوئی اندرونی دھیان و گیان اور استغراق ہو جس کا نظام اجتماعی سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ اس دنیا میں مسلم چند رسوم کو یا مخصوص قسم کی چند ظاہر علامتوں سے مسلم نہیں کہلاتا بلکہ تحقیق و استدلال اور عقیدہ و معرفت سے پیدا شدہ ہیئت و عمل سے مسلم کہلاتا ہے جس کے لیے وہ حجت و دلیل اور بصیرت لیے ہوئے ہوتا ہے۔

اس لیے اس کے اسلام کو پہچاننے کے لیے کچھ خاص بندھی جڑی رسمیں نہیں رکھی گئیں جنہیں اس سے لگا ہوا دیکھ کر اس کے اسلام کو باور کر لیا جائے اور جب وہ اس کے

ہاتھ پیر پیشانی یا گلے میں نہ رہیں تو وہ مسلم نہ سمجھا جائے بلکہ اس کا عقیدہ وعمل اور اس کی بصیرت ومعرفت اس کی پیشانی کا نور اور اس کا طریق عمل طرز سلام وکلام، انداز عمل، طرز اخلاق وغیرہ اس کے دین پر گواہ ہوتے ہیں۔جس سے اس کا مسلم ہونا معلوم ہوتا ہے اور نہ صرف مجموعہ دین بلکہ دین کی جزئی جزئی حجت ودلیل اور علمی قوت اس کی پشت پر ہوتی ہے جس سے اس کا دین قائم اور متعارف رہتا ہے نہ کہ رسم ورواج اور نمائشی علامات۔

اس سے صاف واضح ہے کہ نور پاشی کا کام محض آفتاب کی ذات ہی نہیں کرتی بلکہ اس کے آثار بھی کرتے ہیں جس کا نام چمک اور روشنی ہے۔اس لیے قرآن کریم نے ستاروں کی تو ذوات کو ہادی کہا ہے۔ **وبالنجم هم يهتدون** چاند ان سے ذرا زیادہ روشن تھا کہ اس کی نورانی چاندنی بھی پھیلتی تھی گو رات کو دن نہ بنا سکتی تھی تو اسے نور کہا **والقمر نورا** مگر سورج کی چمک اور دمک جبکہ خود سورج کی طرح فعال اور ضیا بخش تھی تو سورج کے ساتھ اس کی روشنی کو بھی اس کی ذات کے ہم پلہ دکھلاتے ہوئے مساوات کے ساتھ ذکر فرمایا تا کہ واضح ہو جائے کہ سورج خود ہی شب ربائی کا کام نہیں کرتا بلکہ اس کے آثار بھی وہی کام کرتے ہیں۔ چنانچہ سورج کے ساتھ اس کی چمک کی بھی قسم کھاتے ہوئے مساوی اندازی میں ذکر فرمایا۔ارشاد ہوا کہ **والشمس وضحها.** 'قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی'۔اسی طرح فرمایا **هو الذی جعل الشمس ضیاء** (یونس:5) 'اللہ وہ ذات ہے جس نے سورج بنایا اور اس کی چمک بنائی'۔

ظاہر ہے کہ ستاروں میں یہ ضحیٰ اور پھیلنے والی چمک نہیں ہوتی بلکہ صرف ان کے روشن اجسام ہی بہ قدر طاقت اجالا کرتے ہیں اور اسی لیے سورج کا لقب سراج (چراغ) رکھا گیا کہ اس کی ایک لو ہی کام نہیں کرتی بلکہ لو سے پھیلنے والی روشنی اور روشنی سے نکلنے والی چمک بھی وہی کام کرتی ہے یعنی چراغ اپنی جگہ قائم رہتا ہے مگر اس سے پھوٹنے والی روشنی اور چمک پورے مکان پر قبضہ کیے رہتی ہے جس سے وہ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جو عین چراغ کے سامنے نہیں ہوتے۔ پس ستاروں کی محض ذوات ہادی ہوئیں۔ چاند کا نور ہادی ہوا مگر ضعف کے ساتھ اور سورج کے ساتھ اس کے ضحیٰ (روشنی) بھی ہادی ہوئی اور ضیا

(چمک) بھی ہادی ہوئی اور سراجیت ہونے والی روشنی بھی ہادی ہوئی جس سے تمام ستاروں میں اس کی ممتاز شان نوربخشی کھل جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ انبیائے سابقین نجوم ہدایت تھے۔ جن کی ذوات سے دنیا روشن ہوئی تھی لیکن ذوات کے سامنے نہ رہنے سے روشنی ختم ہو جاتی تھی کہ ذوات کے ساتھ پھیلنے والے روشن آثار نہ تھے، جو ذات کے اوجھل ہو جانے پر بھی ضیا پاشی کرتے رہیں لیکن آفتابِ نبوت محمدی ﷺ کے آثار بھی روشنی بخش ہیں۔ جیسے خود ذات روشنی بخش ہے اور ذات کے سامنے نہ رہنے پر بھی اس کی نورانی آثار ذات ہی کا سا کام کرتے ہیں، چنانچہ اس کی صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی رات غائب ہو جاتی ہے حالانکہ سورج سامنے نہیں آتا مگر اس کی روشنی کے کمالات جو اس سے منفصل ہوکر عالم میں پھیلتے ہیں۔ روشنی اور راہنمائی کا کام ذات ہی کی طرح کرتے ہیں۔ بخلاف ستاروں کے کہ ان کی کوئی صبح صادق ہوتی ہے نہ شفق ابھرتی ہے، وہ خود ہی طلوع ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ **سراج منیر** کی بلیغ تشبیہ ہم نے اولاً دلوں کی زمین میں پھیلی ہوئی تاریکی کو سمجھا، پھر آفتاب کے آثار طلوع یعنی اس کی چمکتی ہوئی صبح صادق سے تعارف حاصل کیا، پھر شفق احمر اور اس کی آب و تاب کو سمجھا، پھر مطلع آفتاب نبوت کو پہچانا، پھر آفتاب کے تدریجی ظہور و عروج کو سمجھا اور پھر اس کی ضیا پاشی کی رفتار اور تدریجی آثار کو دیکھا اور پھر تمام ستارگان ہدایت کے مقابلہ میں اس کی امتیازی روشنی کو دیکھا۔ پھر ان انوار کا تا حال موجود رہ کر نور آفتاب میں مدغم ہو جانے کو سمجھا۔ پھر ان کی روشنی کے جزوی اور آفتاب نبوت کے کلی اور جامع ہونے کو سمجھا اور اس طرح ہم اس تشبیہ قرآنی کی دلالت کی روشنی میں سیرت نبوت کے ابتدائی مگر جامع مقامات سے روشناس ہو گئے۔ یعنی مادی آفتاب کے نقشہ سے روحانی آفتاب کے طلوع، آثار طلوع، اسباب طلوع، نوعیت طلوع اور خود آفتاب کی نوعیت کا مکمل نقشہ ہمارے سامنے آ گیا۔ اب وقت آ گیا کہ ہم اس بلیغ تشبیہہ کی روشنی میں ان ممتاز مقاصد طلوع کو بھی سمجھیں اور آفتاب نبوت سے صادر شدہ ان مخصوص اوصاف و کمالات کے دقیق گوشوں تک پہنچیں جو عام نجوم ہدایت

میں نظر نہیں آتے۔ بلکہ صرف آفتاب نبوت ہی کی خصوصیات سمجھے گئے ہیں، بلکہ انہی کے پرتو سے تمام نجوم ہدایت میں روشنی پہنچی ہے۔شرعی اصطلاح میں نبوت کے ان ہی امتیازی انتہائی اور مصدریت کے کمالات کے مجموعہ کا نام ختم نبوت ہے۔

سواس سے یوں سمجھیے کہ جس طرح آفتاب کی سب سے بڑی امتیازی شان اور سب سے اونچی خصوصیت فقط یہی نہیں کہ وہ بڑی روشنی والا ہے، جو اور ستاروں سے نہیں پائی جاتی، بلکہ یہ ہے کہ وہ روشنیوں کا منتہا اور دوسرے ستاروں کے حق میں روشنی بخش ہے، جس سے اور ستاروں میں روشنی آتی اور اسی کے دم سے قائم رہتی ہے۔یعنی آفتاب کا کمال محض روشن ہونا یا سب ستاروں سے زیادہ نورانی ہونا نہیں بلکہ ان سب نور کی اصل ہونا ہے کہ اور سب اپنے نور میں آفتاب کے محتاج ہیں اور خود آفتاب اپنے نور میں کسی کا محتاج نہیں کہ اس کا نور خود اپنا ہے اور باقی ستاروں کا نور خود ان کا اپنا نہیں، بلکہ آفتاب سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ ماہرین ہیئت اور فلاسفہ کے نزدیک آفتاب کے سوا تمام ستاروں کا بڑا کمال صرف جسم کی صفائی اور شفافی ہے کہ نور قبول کرسکیں۔خود اپنی ذات سے نورانی ہونا نہیں۔ پس اصل میں نورانی آفتاب ہے۔اس کے فیض سے یہ سارے ستارے بھی اس کی محاذات میں آکر نورانی ہوجاتے ہیں، خواہ حجم وضخامت میں کوئی ستارہ آفتاب سے بڑا بھی ہو، جیسا کہ موجودہ سائنسدانوں کا دعویٰ بھی ہے کہ بے شمار ستارے ہیں جو حجم وضخامت میں آفتاب سے کہیں بڑے ہیں۔مگر نور میں بڑا کوئی نہیں، جبکہ کسی ستارے کا نور ہی خود اپنا نہیں، بلکہ آفتاب سے لیا ہوا ہے۔ پس آفتاب تمام ستاروں کے حق میں مربی اور مصدر فیض نکلتا ہے۔اس لیے آفتاب کا امتیاز محض نورانی ہونا نہیں بلکہ نورانیت کی اصل ہونا نکلتا ہے۔

بنا بریں یہ سمجھنا غیر معقل نہ ہوگا کہ سب انوار کی انتہا آفتاب پر ہوجاتی ہے۔ وہیں سے نور سب ستاروں کے لیے چلتا ہے جبکہ وہ اس کے سامنے ہوں۔خواہ اوپر ہوں یا نیچے اور حجم وضخامت میں بڑے ہوں یا چھوٹے اور سب میں ہوتا ہوا اسی طرف لوٹ آتا ہے۔ یہی شان کسی وصف کے خاتم کی ہوتی ہے کہ وہ وصف اسی سے چلے اور اسی پر

لوٹ آئے، وہی فاتح ہو اور وہی خاتم ہو، وہی اس وصف کا مبدا ہو اور وہی منتہا ہو، وہی اول ہو اور وہی آخر ہو، اس لیے اب ہم سورج کو محض نورانی نہیں کہیں گے بلکہ نور بخش اور نور آفریں کہیں گے اور محض صاحب انوار نہیں کہیں گے بلکہ خاتم الانوار کہیں گے جبکہ سب ستاروں کو نور اس سے ملتا ہے اور اس نوری حرکت میں پھر اسی کی طرف عود کر آتا ہے، پس سورج کی یہ خاتمیت انوار ہی درحقیقت اس کے سارے کمالات کا ممتاز عنوان ہوگا جو اس کی امتیازی شان کو نمایاں کر سکے گا۔ نہ کہ مطلقاً نورانی ہونا کہ وہ قدر مشترک کے طور پر سب ستاروں میں درجہ بدرجہ پایا جاتا ہے۔ نیز محض نسبتاً دوسرے ستاروں سے نور میں زیادہ ہونا بھی اس کی کوئی آخری امتیازی شان نہ ہوگی کہ نسبتی کمی بیشی بھی ستاروں میں موجود ہے جبکہ ہر ستارہ روشنی میں کسی ستارے سے بڑا اور کسی ستارے سے چھوٹا ہے بلکہ اصل امتیازی خصوصیت وہی نور بخشی اور سب ستاروں کے نور کی اصل ہونا ہے۔

ٹھیک اسی طرح آفتاب نبوت (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کی شان صرف نبی ہونا نہیں کہ یہ شان قدر مشترک کے طور پر ہر نبی میں موجود ہے۔ نیز ان تمام نجوم ہدایت (انبیاء علیہم السلام) سے کمالات نبوت میں محض اضافی طور پر کچھ زائد یا فائق ہونا بھی نہیں کہ یہ تفاضل اور فرق مراتب اور انبیاء میں بھی قائم ہے۔**تلک الرسل فضلنا بعضھم عل بعض.** یہ رسول ہیں جن کو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

بلکہ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نور نبوت میں سب انبیا کے مربی، ان کے حق میں مصدر فیض اور ان کے انوار کمال کی اصل ہیں۔ اس لیے اصل میں نبی آپ ﷺ ہیں اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام اصل میں نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں۔ ان مقدسین سابقین کا کمال درحقیقت ان کے جوہروں کی صفائی اور شفائی اور استعداد اور ان کی باطنی استعدادوں کا فطری کمال ہے کہ جوں ہی ان کے قلوب صافی اور ارواح ظاہرہ کے سامنے آفتاب نبوت کا نورانی چہرہ آیا، انہوں نے اس کی ساری شعاعیں قبول کر لیں اور خود منور ہو کر دوسروں کو وہ روشنی پہنچانی شروع کر دی۔ پس آپ ان سب حضرات انبیا کے حق میں مربی اور اصل نور ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ یہ کہ

آپ ﷺ نے اپنے کو نبی الامت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیا بھی فرمایا ہے۔ جیسا کہ روایات حدیث میں مصرح ہے پس جیسے آپ ﷺ امت کے حق میں نبی امت ہونے کی وجہ سے مربی ہیں ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ نبی انبیا ہونے کے مربی ہیں...... جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آ گیا، نبی ہوگیا اور اس طرح نور نبوت آپ ہی سے چلا اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہوگیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے اس کے وصف خاص کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہا بھی ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہم آپ کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبیین کہیں گے کہ آپ ہی پر تمام انوار نبوت کی انتہا ہے جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخر کار آپ ہی پر عود کر آتی ہے۔ پس آفتاب کی تمثیل سے آفتاب نبوت، نبوت کا مبدا بھی ثابت ہوتا ہے اور منتہا بھی، نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی، فاتح بھی ثابت ہوتا ہے اور خاتم بھی، چنانچہ آپ نے اپنی نبوت کی اولیت کا تو ان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ: **کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد.** میں نبی بن چکا تھا، جب کہ آدم ابھی روح وجسم کے درمیان ہی میں تھے۔ (یعنی ان کا خمیر ہی کیا جا رہا تھا اور ان کی تخلیق مکمل بھی نہیں ہوئی تھی) اور ادھر اپنی نبوت کی آخریت اور خاتمیت کا اس عنوان سے اعلان فرمایا کہ نبوت کو ایک قصر دکھلا کر اس کی آخری اینٹ اپنے کو ظاہر فرمایا۔ ارشاد ہے: **فانا اللبنة وانا خاتم النبیین** پس میں ہی وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ اور پھر نبوت کی اس اولیت و آخریت و خاتمیت کے ان دو متضاد پہلوؤں کو ایک ذات میں جمع کرنے کی صورت یہ فرمائی: **انا اولھم خلقا واخرھم بعثا** میں خلقت کے لحاظ سے سب سے پہلا ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے پچھلا۔

قرآن حکیم نے اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہوئے آپ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا۔ جس سے آپ کا منتہائے کمالات نبوت ہونا واضح ہے جو آپ کے مصدر نبوت ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **ماکان محمداً ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** (الاحزاب:40) محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی

کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جس سے واضح ہے کہ آپ ﷺ انبیا کے حق میں بمنزلہ اصل کے ہیں اور انبیا آپ کی نسبت سے بمنزلہ فرع کے ہیں کہ ان کا علم اور خلق آپ کے فیض سے ظہور پذیر ہوا۔ آپ کی یہ فیض رسانی اور سرچشمۂ کمالات نبوت ہونے کی امتیازی شان آغاز بشریت سے شروع ہوئی تو انتہائے کائنات تک جا پہنچی...... اور جیسے آفتاب کے لیے محض نور ہی ہونا اصل کمال نہیں بلکہ مصدر نور اور اصل انوار ہونا کمال ہے۔ ایسے ہی آفتاب نبوت، ذات بابرکات نبوی ﷺ کے لیے محض نبی ہونا امتیازی کمال نہیں کہ یہ کمال سارے انبیا میں مشترک ہے بلکہ مصدر نبوت اور سرچشمہ نبوت ہونا کمال ہے کہ یہ کمال اور انبیا میں نہیں۔ اس لیے اس کے مخصوص آثار بھی اور انبیاء میں نہیں کہ وہ خاتم بھی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب انبیا کی نبوتیں آپ کی نبوت سے ماخوذ اور اس کی تربیت یافتہ ہیں تو ولادیت و امامت بہ طریق اولیٰ ختم نبوت کا فیض ہوگی۔ اس لیے آپ نبوتوں کا سرچشمہ بھی ہیں اور ولایتوں کا بھی۔ انبیائے سابقین ہوں یا اولیائے لاحقین سب کو نور اس ایک آفتاب سے ملا ہوا ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ اگلوں کو آپ سے یہ نور بہ صورت نبوت پہنچا اور پچھلوں کو بہ صورت ولایت۔ پس انبیائے امم بھی آپ ہی سے مستفید ہیں اور اولیائے امت بھی آپ ہی کے دریوزہ گر ہیں۔ نور سب میں ایک اسی آفتاب نبوت کا کارفرما ہے۔ البتہ یہ تفاوت ضرور ہے کہ اگر آئینہ سورج کے سامنے رکھا جائے تو وہ چمک اُٹھے گا۔ مگر اس کی یہ چمک دمک جب تک قائم رہے گی جب تک آئینہ سورج کے سامنے حاضر ہے لیکن اگر آئینہ من پھیر لے یا اس پر حجاب ڈال دیا جائے تو آئینہ کی چمک دمک اسی وقت ختم ہو جائے گی لیکن اگر آفتاب کی منور شعاعوں سے بیٹری بھر لی جائے جو سورج کی کرنوں کی روشنی اور گرمی دونوں جذب کر لے تو سورج اگر اوٹ میں بھی آجائے، تب بھی بیٹری اپنا کام کرتی رہے گی۔ خواہ اس سے روشنی کا کام لیا جائے یا حرارت ڈالنے کی۔ پہلی مثال اولیائے امت کی ہے اور دوسری انبیا علیہم السلام کی۔ پس انبیا علیہم السلام کی نبوت اپنے حدوث میں تو خاتم النبیین کے تابع ہے لیکن بقا میں مستقل ہے مگر اولیائے امت کی ولایت حدوث و بقا دونوں

میں آفتاب نبوت کی محتاج اور دریوزہ گر ہے۔ اس لیے انبیائے سابقین کی نبوتیں جہاں آفتاب کا ظل محض ہیں، وہیں ایک گونہ استقلال بھی رکھتی ہیں لیکن ولایت اولیا حدوث و بقا دونوں میں تابع محض ہے اور آفتاب نبوت سے ہٹ کر کسی درجہ میں باقی نہیں رہ سکتی۔

اب خاتم النبیین کے اس جامع فرائض و راہنمائی کے حاوی نقشہ پر اس تمثیل کی روشنی میں غور کیجیے کہ اس نے عالم میں طلوع ہو کر اس دنیائے کی خدمت کیا کی اور کس طرح اس ظلماتی دنیا کو نورانی سطح کے سب سے اوپر کے حصے پر لے جا کر کھڑا کر دیا جس سے ہر قوم اس کے نور کا اقتباس کرنے پر مجبور ہے اور اس نورانیت کے تدریجی مراتب چونکہ خاتم النبیین کی ولادت باسعادت ہی سے شروع ہو جاتے ہیں، اس لیے سراج منیر کی اس بلیغ تشبیہہ میں ولادت و بعثت اور کارہائے بعثت کا نقشہ دیکھیے۔

............طبعی طور پر آفتاب کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس کا وجود اور خلقت ہے جس سے اسے اپنے سے متعلقہ مقاصد کی تکمیل کا موقعہ ملتا ہے۔ اگر وہ پیدا نہ کیا جاتا تو عالم میں چاندنی اور روشنی کا وجود ہی نہ ہوتا اور کوئی بھی دنیا کو نہ پہچانتا، گویا اس کے نہ آنے کی صورت میں نہ صرف یہی کہ وہ خود ہی نہ پہچانا جاتا، بلکہ دنیا کی کوئی چیز بھی نہ پہچانی جاتی۔ ٹھیک اسی طرح اس روحانی آفتاب (آفتاب نبوت) کے سلسلہ میں بھی اولاً حضور کی پیدائش ہے اور آپ ﷺ کا اس ناسوتی عالم میں تشریف لانا ہے۔ اس کو ہم اصطلاحاً ولادت باسعادت یا میلاد شریف کہتے ہیں۔ اگر آپ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو نہ صرف یہی کہ آپ نہ پہچانے جاتے، بلکہ عالم کی کوئی چیز بھی اپنی غرض و غایت کے لحاظ سے نہ پہچانی جاتی۔ محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

............خلاصہ یہ کہ آفتاب نبوت بشری ازل سے چمکا اور کائنات ابد تک چمکتا رہے گا۔ اس دوران میں نہ اس کے نور کا کسی وقت انقطاع ہوا اور نہ ہوگا۔ کہیں بلاواسطہ اور کہیں بالواسطہ روشنی اسی کی کام کرتی رہی اور کرتی رہے گی۔ غرض بشری ازل سے بشری ابد تک اولیت کے ساتھ اور خاتمیت کے ساتھ یہی نور چمکتا رہا اور چمکتا رہے گا نہ اس کے لیے انتہا ہے نہ اختتام اور اسی کے فیضان سے کائنات چمکتی رہی اور مختلف رُوپوں میں

چمکتی رہے گی:

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو سما کرے ابھار کر
اکبؔر اسی کا ورد تو صدق سے بار بار کر
صلی علی محمد صلی علی محمد

مولانا قاری محمد طیبؒ
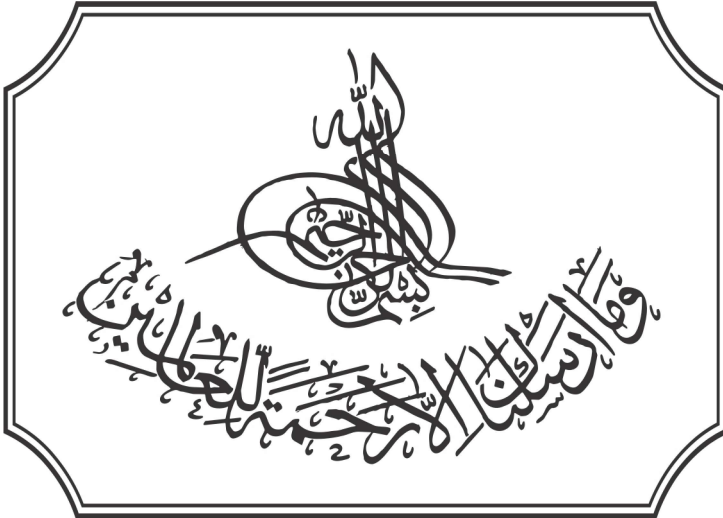
طلوع آفتاب رسالت ﷺ

قانون قدرت ہے کہ جب موسم خزاں میں درختوں کے پتے خشک ہو کر جھڑ جاتے ہیں، تو بہار کی دلفریب ہوائیں بھی بہت دور پیچھے نہیں ہوتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ مردہ درختوں کے جسم سے لہلہاتی ہوئی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور قدرت پھر ایک دفعہ دلفریب دُلہن کی طرح حسن کی آرائشوں سے مالا مال ہو جاتی ہے۔اسی طرح جب عرب گمراہی کی ضلالتوں میں ٹھوکریں کھا رہا تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل نے ایک ایسے سورج کا طلوع کیا، جس کی درخشانی اور تابانی نے تاریک ترین راہگزروں کو بھی بقعہ نور بنا دیا یعنی 22 اپریل 571ء کو مکہ میں آفتاب رسالت کا طلوع ہوا!!

قائداعظم محمد علی جناحؒ

زمانہ سارا عطا ہے اس ایک لمحے کی

زمانے میں تیرگی نے عروج پایا تھا، دنیا ظلمت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ بھی انسان ہی تھے جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بت پرستی کا یہ عالم تھا کہ بے جان پتھروں کی مورتیوں پر زندہ انسانوں کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا۔ خونریزی اور توہم پرستی عام تھی۔ قبائل باہم برسرِ پیکار تھے۔ معمولی رنجش صدیوں کی دشمنی میں بدل جاتی تھی۔ شراب نوشی روز وشب کا معمول، رشتوں کا تقدس محال، اولاد کو رزق کی تنگی کے خوف سے قتل کر دیا جاتا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا عربوں میں عام تھا۔ اندھیروں کا راج تھا، کعبے کا برہنہ طواف، بے حیائی اور فحاشی کا چلن عام سی بات تھی۔ نہ حکومت نہ قانون نہ کوئی ضابطہ اخلاق۔

ایسے میں اللہ ربّ العزت نے بنی نوع انسان کی حالت زار پر رحم فرمایا اور اسے نور کی کرنوں سے نواز دیا۔ نبی آخر الزماں، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے ریگستانوں میں مبعوث فرمایا۔ آج بارہ ربیع الاوّل کا ماہ مبارک رحمتیں بانٹ رہا ہے۔

گلیاں اور بازار سج گئے ہیں، چہار سو چہل پہل ہے، عاشقوں کا ہجوم ہے، درود وسلام کی عطر بیز صدائیں ساعتوں میں رس گھولتی ہیں، فضائیں معطر و منور ہیں، مساجد بقعہ نور بنی ہوئی ہیں، ایسی رونقیں ایسی راحتیں اور آسودگیاں ہیں کہ دل رب کے حضور سجدہ ریز ہے۔ یہ رونقیں، یہ سجاوٹیں، یہ چہل پہل صرف زمین پر ہی نہیں، آسمانوں پر بھی ہے۔ آقائے دو جہاں محسنِ کائنات رحمتِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جشنِ ولادت نے عید سعید کا سا سماں پیدا کر دیا ہے، نوری مخلوق شاداں وفرحاں ہے۔

ربِ کائنات اپنے محبوب پر درود وسلام بھیج رہا ہے۔آج ارض وسما خوشی سے جھوم رہے ہیں، رنگ ونور کی برسات ہے۔آفتاب کی چمک میں نامعلوم سا حُسن ونکھار رچ بس گیا ہے،کلیاں چٹک چٹک کر کھل اُٹھی ہیں، شبنم نے گلابوں کو غسل دیا ہے۔شاخِ سبزہ وگل کی لہلہاتی شاخوں میں عجب مستی وسرور ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ساری کائنات مسکرا اٹھی ہو۔طوطیانِ خوش نوا گنگنا رہی ہیں۔آبشاریں جلترنگ بجا رہی ہیں۔قمریوں کا شوقِ حمد وثناء دیدنی ہے۔ پرندوں کے قہقہے چڑیوں کے چہچہے، دریاؤں کی روانی، ستاروں کی تابانی، پتوں کی کھڑکھڑاہٹ، ہواؤں کی سرسراہٹ سب ادب کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں ۔اللہ کی جانب سے تحیۃ وسلام کی گھٹائیں آپ ﷺ پر اُمڈتی آتی ہیں ۔ مالکِ حقیقی ہر لحہ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام کی مہکاریں نچھاور کرتا ہے اور اپنے بندوں سے بھی فرماتا ہے:

❑ 'بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں، لہٰذا اے ایمان والو تم بھی اُن ﷺ پر درود اور خوب سلام بھیجو!' (احزاب:56)

میرے آقا ﷺ نے ہمیں زندگی کا سلیقہ سکھایا دورِ جاہلیت اور ظلمت کدہ دہر میں جب مشرق ومغرب گرفتار بلا تھے۔ایک آواز لحن داودی بن کر صحرائے عرب میں گونجی، کفر وشرک کے لامتناہی اندھیروں میں نورِ رسالت ایسا چمکا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور بتائی ہوئی ہدایت نے انسانوں کو سکھایا کہ خدا اور بندے کا رشتہ کیسا ہونا چاہیے اور زندگی کن اصولوں پر گزارنی چاہیے۔ آپ رحمتہ للعالمین بن کر تشریف لائے اور سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بن کر ظلمت کدہ دہر میں چھا گئے:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

آپ ﷺ کی سیرتِ پاک ایک ایسے مدرسے میں ڈھل گئی جس سے ہر فرد ہر معاشرہ ہر دور یکساں فیض حاصل کرسکتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کا بلند کردار اور اخلاق تھا جس

نے معجزانہ طور پر عرب کے ریگستانوں میں بہار کا ساسماں پیدا کر دیا۔ اسلام نہ صرف عرب کے صحراؤں میں پھیلا بلکہ اکنافِ عالم میں شاخِ گل رنگ کی طرح لہلہاتا چلا گیا۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر ہر پہلو پر مکمل ضابطہ حیات اور ضابطہ اخلاق بیان فرمایا، سونا جاگنا، کھانا پینا، ہنسنا بولنا، اندازِ گفتگو، اہلِ خانہ سے، عزیز رشتہ داروں سے برتاؤ، آدابِ نشست وبرخاست، بچوں سے شفقت بڑوں کا ادب، کاروبار حیات، لین دین کے اصول، آدابِ مجلس، اصولِ تجارت، والدین کے حقوق، کمزوروں اور ضعیفوں پر مہربانی، قیدیوں سے برتاؤ، معاشرتی آداب، ازدواجی زندگی کے طور طریقے، الغرض حیاتِ انسانی کا کون سا ایسا پہلو تھا جس سے متعلق رہبرِ کائنات معلمِ انسانیت، صاحبِ نسخہ کیمیا میرے آقا و مولا ﷺ نے مکمل ضابطہ حیات اور ضابطہ اخلاق بیان نہ فرمایا ہو!!

محمد فاروق عزمی

دَہر میں اِسمِ محمد سے اجالا کر دے

پروردگار عالم نے جہالت و گمراہی میں پڑے ہوئے عرب کے صحرانشینوں کو ذہنی، فکری اور عملی طور پر بیدار کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت شریفہ کے وقت بہت سارے امور عجیبہ ظاہر فرمائے۔ امّ عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو ستارے جھک کر زمین سے ایسے قریب ہو گئے کہ گمان ہوتا تھا کہ وہ گر پڑیں گے۔ اس سے اشارہ مقصود تھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کل انوار کے مرکز ہیں اور ہر شئے اپنے مرکز کی جانب مائل ہوتی ہے۔ ملک فارس (ایران) کے آتشکدوں کی آگ جو برسوں سے دہک رہی تھی، بجھ گئی۔ اس میں یہ راز تھا کہ دینِ حق کے جلوؤں سے آتش پرستی کی گریہ وزاری کا خاتمہ ہوگا۔ دریائے ساوا سوکھ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی رسالت عامہ اور سیادت مطلقہ کے ذریعے سے اب آب پرستی اور دریاؤں کو خدا ماننے کے تصورات باطل پر پانی پھر جائے گا۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے گر پڑے۔ اس میں یہ واضح تاکید موجود تھی کہ اب معبودِ حقیقی کی عبادت ہو گی اور تراشیدہ بت پرستی رسوا ہوگی۔ نوشیروان بادشاہ ایران کی محفل میں زلزلہ برپا ہو گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ چنانچہ آج تک وہ محل جس کا نام ''طاق کسریٰ'' ہے، بغداد کے قریب شہر مداین کے ویرانے میں شکستہ کھڑا ہے۔ سیاح جا کر وہاں آج بھی اس ناقابل تسخیر معجزے کو دیکھتے ہیں۔ اس میں راز تھا کہ آپ ﷺ کے قدم نازکی برکتوں سے مردان عرب تخت جمشید کے مالک ہوں گے اور شاہان عجم کی حکومت ان کے زیرنگیں ہوگی۔ قصرابیض کا خزانہ نانِ شبینہ پر گذارہ کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کے ہاتھوں میں ہوگا۔ دو عظیم سپر پاور قیصر و کسریٰ کی صدیوں کی بادشاہت

اوران کا تاج زرّیں غازیانِ اسلام کی ٹھوکر میں ہوگا۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

12 ربیع الاوّل کو پیر کے دن عین صبح صادق کے وقت کون و مکاں کے تاجدار نے اس عالم خاک کو اپنے وجود مسعود سے رشک افلاک بنا دیا، وہ جو وادئ ذی ذرع کی مرکزی بستی ''مکۃ المکرّمۃ'' میں سیدہ آمنہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ پروردگار عالم نے حد درجہ خصوصی اہتمام کے ساتھ ان کی پیغمبرانہ دعوت کے ایجابی تاثر کے اسباب وقت سے پہلے فراہم کر دیے تھے۔ عرب کے خشک جغرافیے میں ایک ایسی قوم جمع کر دی گئی جس میں صحرائی زندگی کے نتیجے میں کردار کی عظمت و صلابت غیر معمولی حد تک پائی جاتی تھی۔ وہ اقرار و انکار کے بین کسی تیسری چیز کو نہیں جانتے تھے۔ ان کے اندر وہ تمام فطری خصائص پوری طرح محفوظ تھے جو کسی تحریک کا مجاہد بننے کے لیے ضروری ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد آقائے دو جہاں ﷺ نے دنیا کی سب سے پہلی باضابطہ جمہوری حکومت و سلطنت کی بنیاد رکھی۔ امر و نواہی کے سارے اختیارات نبوی ہاتھوں میں تھے۔ کائنات گیر اقتدار کے مالک نے عربی و عجمی، سیاہ و سفید اور آقا و غلام کے سارے امتیازی فاصلے ختم کر دیے تھے۔ تکریم انسانی کی اساس دلوں کے اخلاص پر رکھی گئی تھی۔ خدا خوفی اور تقویٰ شعاری کے بغیر بارگاہ رسالت ﷺ تک رسائی ممکن نہ تھی۔ انقیاد سلطنت کی اہمیت سیاست قضیہ اور کشور کشائی نہیں تھی بلکہ معاشرے میں انفرادی و اجتماعی سطح پر عدل و انصاف کے ضوابط کو قرآنی نصوص کے ذریعے مستحکم کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعے دراصل ایک ایسا عالمگیر معاشرتی انقلاب لانا مقصود تھا جو دین حق کے غلبے کو ایک تاریخی حقیقت بنا دے۔ انسانی ذہن و دماغ کے بند دروازے کھولے جائیں جس کے نتیجے میں پریس اور پرنٹ میڈیا کا دور آئے تاکہ قرآن عظیم اور علوم اسلامیہ کے ذخائر کی دائمی حفاظت کا انتظام ہو جائے۔ آزادئ اظہار حق اور جمہوریت کا زمانہ آئے جو داعیان اسلام کے لیے اشاعت دین کے راستے میں حائل تمام مصنوعی رکاوٹوں کو ہٹا دے۔ اس

کی وساطت سے طبعیاتی علوم وفنون کی وہ دریافتیں ظاہر ہوں جو معلم کائنات ﷺ کی دعوتی زندگی اور مذہب اسلام کی لازوال صداقت کو عقلیات کی سطح پر مدلل ومبرہن کریں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا، تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود!
فقر جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب

حضور نبی مکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے وقت شرق وغرب کی کائنات ایک نازک صورت حال ذہنی وفکری پیکار سے دوچار تھی۔ اور یہ اصولی طور پر اس بات کا تقاضا کر رہی تھی کہ دنیائے عرب وعجم میں براہ راست کوئی نمایاں تبدیلی آنی چاہیے۔ آپ کی مقدس ذات گرامی کے فیضان اور مؤثر ترین تربیتی وتعلیمی نظم وضبط نے انسانیت کی زلف برہم کو سنوارا۔ مختلف النوع قدروں کو حیات کی تابناک کی عطا فرمائی۔ فکر ونظر کے پیمانے بدلے اور زندگی کی ہر سطح پر مصطفوی انقلاب کے اثرات محسوس کیے جانے لگے۔ صحراء نشینوں کو انسانی قدروں سے آشنا کیا گیا۔ پیشانیوں کو رب ذوالجلال کے آستانۂ قدس پر جھکایا گیا۔ دنیا کو جہالت وگمراہی کے اندھیروں سے نکال کر علم وعقل کی روشنی بخشی گئی۔ علم ودانش کے میکدے کھولے گئے۔ بادیے نشینوں نے لوح وقلم کی اہمیت کو محسوس کیا اور ہمہ جہت پیمانے پر اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش میں لگ گئے۔

اٹھ کہ بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اللہ جل شانہٗ نے اپنے محبوب کریم کو کونین کی بادشاہت عطا فرمائی ہے۔ ان کے اشارۂ ابرو سے کائنات کے مقدرات سنورتے ہیں۔ نور کے سمندر میں ڈوبا ہوا ان کا عارضِ تاباں عرش وفرش کو انوار وتجلیات کی خیرات عطا کرتا ہے۔ چہرہ ایسا جیسا کہ انوار

دو عالم کا صحیفہ ہو۔ آنکھیں ایسی جیسے بحرین تقدس کے نگینے ہوں۔ پیشانی ایسی جیسے کہ وحدت کی تجلی کا ورق ہو۔ عارض ایسے جیسے کہ ''والفجر'' کی آیت کی امین ہو۔ گیسو ایسے جیسے کہ ''واللیل'' کے بکھرے ہوئے سائے۔ ابرو ایسے جیسے کہ قوسین شب قدر کھلے ہیں۔ گردن ایسی کہ برفرق زمین اوج ثریا۔ لب ہائے مقدس جیسے نور و نکہت میں نہاتے ہوئے یاقوت و مرجان۔ قد رعنائے نبوت کے خدوخال کا معیار۔ بازوئے مقدس عظمت توحید و رسالت کے علم۔ سینہ الم نشرح علوم الٰہی کا خزینہ، پلکیں ایسی جیسے کہ لوح وقلم کے الفاظ پر ابدیت کا سایہ رحمت۔ باتیں ایسی جیسی کہ طوبیٰ کی چٹکتی ہوئی کلیاں۔ لہجہ ایسا جیسے مشیت غیب کے پردوں سے خود بول رہی ہو۔ خطبات میں افکار کے امنڈتے ہوئے دریا۔ اندازِ تکلم جیسے کہ اسرار جہاں کھیل رہے ہوں۔ دندان مقدس جیسے کہ تجلیات کی کائنات میں شیرازۂ شبنم کے تراشے ہوں۔ تبسم پنہاں گویا یاقوت کی وادی میں دمکتے ہوئے ہیرے۔ گفتار میں قرآن کی صداقت کا تیقن۔ رفتار ایسی کہ اس سے افلاک کی گردش کا گمان گزرے۔ ایسا حسن کہ کائنات کا جمال اس سے اپنی آئینہ بندی کرے۔ ایسا فقر کہ کونین کی آقائی ان کے قدموں میں جھکی ہو۔ دنیا کے سلاطین تیرے جاروب کش، اور اپنے دور کے سکندر تیری چوکھٹ کے بھکاری ہوں۔ ان کا لطف وکرم سامان بخشش۔ ان کی ذات گرامی یوسف و یعقوب کی امیدوں کا محور۔ ان کا دست ناز کشتیٔ نوح کے لیے ساحل تسکین۔ ان کا وجود پاک داؤد کی اجابت اور سلیمان کی بادشاہت کے لیے قبلۂ حاجات۔

سالار کارواں ہے پر حجاز اپنا!
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

علامہ محمد فروغ القادری

حقیقت کی دلفریبیوں سے نقاب اُٹھ گیا

خیابانِ ہستی اُجڑا پڑا تھا، خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیوں اور عنادل کی نغمہ ریزیوں کی یاد تک بھی گلدستہ طاق نسیاں بن چکی تھیں۔ روشیں ویران تھیں اور آبجوئیں خشک۔ جہاں کبھی سبزۂ نو دمیدہ جنت نگاہ ہوا کرتا تھا، وہاں خاک اُڑ رہی تھی۔ یاس وقنوط کی ایک ہمہ گیر کیفیت طاری تھی کہ اچانک فاران کی چوٹیوں سے ایک گھنگھور گھٹا اُٹھی، جس کا ہر قطرہ بہار آفریں اور جس کا ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔ یہ گھٹا برسی اور خوب دل کھول کر برسی، یہاں تک کہ گلزار عالم میں پھر آثار حیات نمودار ہونے لگے۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر پھر شباب وقوت کی سرمستیاں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ خودداری وعزت ونفس، شجاعت وایثار کے افسردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعت برگ وبار عطا ہوئی۔ قمریوں نے پھر عفت قلب ونظر کا نغمہ چھیڑا۔ توہمات وعقائد باطلہ کے قفس کی تیلیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں اور ہمائے بشریت کو توحید کی مقدس ومعطر رفعتوں سے پھر دعوت پرواز آنے لگی۔ دُنیا والوں نے اس شوخ وشنگ اور خیرات و برکات سے بھر پور گھٹا کو محمد ﷺ کے دلنواز نام سے پُکارا۔ عالم بالا کے مکینوں نے اسے احمد ﷺ کہا لیکن حقیقت کی دلفریبیوں سے نقاب اس وقت اُٹھا جب اس کے خالق و پروردگار نے اسے اپنی کائنات سے یوں روشناس کیا **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین**

....

ربیع الاوّل کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور صبح صادق کی ضیا بار سہانی گھڑی تھی۔ رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اُجالا پھیلنے لگا تھا۔ جب مکہ کے سردار عبدالمطلبؓ کی جواں سال بیوہ بہو کے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی

مسرتوں کا نور چمکا۔ ایسا موعود مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہؓ کا کلبہ احزاں جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے، وہاں اُمید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔ صرف جزیرہ عرب کا بخت خفتہ ہی بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت، جو صدیوں سے ہوا و ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم وستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی، کراہ رہی تھی، اس کو ہر قسم کی ذہنی، معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدہ جاں فزا ملا۔ فقط مکہ وحجاز کے خدا فراموش باشندے خدا شناس اور خود شناس نہیں بنے بلکہ عرب وعجم کے ہر مکین کے لیے میخانہ معرفت کے دروازے کھول دیے گئے اور سارے نوع انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس مئے طہور سے جتنے جام نوش جاں کرنے کی ہمت رکھتا ہے، اُٹھائے اور اپنے لبوں سے لگالے۔ طیور خوش نوا زمزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشن انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔ سربگریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انھیں جگانے والا آیا اور جگا کر انھیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا۔ افسردہ کلیاں مسکرانے لگی تھیں کہ ان کے دامن کو رنگ ونکہت سے فردوس بہ داماں کرنے والا آیا۔ علم وآگاہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوش صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے تھے، ان میں شوق نمود انگڑائیاں لینے لگا۔

....

ماہ ربیع الاوّل کس بہار سرمدی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ یہ ہلال نو کس بدر منیر کے طلوع ہونے کا مژدہ سنا رہا ہے۔ رات بھر ستارے کیا سرگوشیاں کرتے رہے ہیں، شاخ گل پر بیٹھے عنادل کس کے میلاد کی خوشی میں نغمہ سرا ہیں۔ یہ سحر کوئی عام سحر تو نہیں۔ اس سحر کی جبین پر تو یمن وبرکت کا نور برس رہا ہے، آسمانوں کی بلندیوں میں، قدسیوں کی محفل میں 'اللہ ہو!' کی گونج کا انداز بالکل نرالا ہے۔ عرش الٰہی کا بانکپن اس کے انوار کی

شوخیاں اور تجلیات کی تابانیاں، کس راز کو افشاں کرنے پر مجبور ہیں۔ انفس و آفاق کی دنیا میں کیف و سرور اور ذوق و شوق کا یہ روح پرور سماں کیوں ہے؟ کائنات کا ذرہ ذرہ زبان حال سے اعلان کر رہا ہے کہ کوئی آنے والا ہے اور وہ اپنے ساتھ کچھ لانے والا ہے۔

ماہ ربیع الاول کی ایک صبح سعید تھی۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ، محبوبیت کی خلعت زیبا پہنے، ختم نبوت کا تاج سر پر سجائے، رحمۃ للعالمینی کا منشور ہاتھ میں لیے زینت بخش بزم ہستی ہوا۔ وہ اپنے دامن میں ہدایت و سعادت، رحمت و برکت کے بے پایاں خزانے سمیٹ کر لے آیا تاکہ خلق خدا میں انہیں بڑی فیاضی سے تقسیم کرے بلکہ بڑی دریا دلی سے انہیں لٹائے تاکہ جو قطرے اس کی نظر کرم سے مشرف ہوں وہ مہر و ماہ بنیں اور جو ذرے اس کی کفش پا کو چوم لیں وہ لعل و گہر بن جائیں۔

- آج وہ آیا جس کے نور سے آدم کی جبیں مطلع انوار بنی۔
- آج وہ آیا جس کی بعثت کے لیے حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے بڑی دل سوزی سے التجائیں کیں۔
- آج وہ آیا جس کا امتی بننے کے لیے کلیم اللہ علیہ السلام نے دعا کی۔
- آج وہ آیا جس کی آمد کا مژدہ حضرت مسیح علیہ السلام نے سنایا!!

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

رُوحانیت کا موسم بہار

ماہ ربیع الاوّل جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، دُنیا رُوحانیت کے لیے موسم بہار ہے۔ یہ بہار صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ پورے عالم کون و مکاں اور کارگہ حیات کے لیے ہے۔ اس لیے کہ اسی ماہ مبارک کی **12** تاریخ کو جب کہ انسانیت بربریت و بہیمیت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی، جب کہ انسان، انسان کے خون کا پیاسا تھا، جب کہ شرف بشریت پتھروں کے خودتراشیدہ اصنام کی چوکھٹوں پر سجدہ ریز تھا، جب کہ **ظھر و الفساد فی البر و البحر** کی کیفیت طاری تھی، جب کہ غریبوں، کمزوروں، یتیموں، بیواؤں، غلاموں اور مجبوروں کو کوئی سہارا دینے والا نہ تھا، استحصال اور جبریت کے خلاف کوئی آواز اُٹھانے والا نہ تھا، کوئی ایسا نہ تھا جو انسانیت کو اس کی عظمت سے آشنا کرتا اور کوئی شخصیت ایسی نہ تھی، جو نوع آدمیت کو صراط مستقیم کی طرف لے جاتی۔ ذات پات کی خلیجیں انسانوں کے درمیان تفریق کا پہاڑ بن کر کھڑی تھیں۔ یونان کے فلسفے کے سوتے خشک ہوگئے تھے، مصر کے تمدن کی عمارت منہدم ہوچکی تھی، ایران کے عوام فلاکت و افلاس کی چکی میں پس رہے تھے، ہندوستان بتوں اور بت پرستوں کا مرکز بن چکا تھا، چینی حکمت دم توڑ چکی تھی، عراق میں خاک اُڑ رہی تھی، سرزمین حجاز بانجھ بنی ہوئی تھی کہ رحمت خداوندی کو جوش آیا، وہ رحمۃ للعالمین کے ابر کرم کی شکل اختیار کر کے ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو ایسا جھوم جھوم کر برسی کہ ساری کائنات سیراب و مالا مال ہوگئی!!

مولانا سیّد محمد متین ہاشمی

ایسی بہار جس پر نازاں ہے خود بہشت

ربیع الاوّل کا مبارک و مسعود مہینہ اہل اسلام کی مسرتوں کا مہینہ ہے، اہل محبت کی عید کا مہینہ ہے۔ جوں ہی ہلال عید ربیع الاوّل طلوع ہوتا ہے، روحانی دنیا میں بہار آجاتی ہے۔ ہر طرف جشن کا ایک سماں ہوتا ہے اور میلاد کی محفلیں سجائی جاتی ہیں......

کیوں نہ ہو کہ اس ماہ میں وہ آقا ﷺ جلوہ گر ہوئے، جو وجہ تخلیق آدم و بنی آدم ہیں۔ وہ محسن اعظم ﷺ تشریف لائے کہ اگر ان کا نور نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی چیز معرض وجود میں نہ آتی...... جیسا کہ جلیل القدر محدث، امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ مشہور صحابی رسول حضرت سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث پاک نقل کی ہے:

''امام عبدالرزاق، معمر سے وہ ابن منکدر سے، وہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی شے پیدا کی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرما کر اس میں ہر خیر پیدا کی اور اس کے بعد ہر شے پیدا کی، جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اسے بارہ ہزار سال تک مقام قرب پہ اپنے سامنے فائز رکھا، پھر اس کے چار حصص کیے، ایک حصہ سے عرش و کرسی، دوسرے حصہ سے حاملین عرش اور خازنین کرسی پیدا کیے، پھر چوتھے حصہ کو مقام محبت پر بارہ ہزار سال رکھا، پھر اسے چار میں تقسیم کیا، ایک سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے جنت بنائی، پھر چوتھے کو مقام خوف پر بارہ ہزار سال رکھا، پھر اس کے چار اجزا کیے، ایک جز سے ملائکہ، دوسرے سے شمس، تیسرے سے قمر اور ستارے بنائے، پھر چوتھے جز کو مقام رجا پر بارہ ہزار سال تک رکھا، پھر اس کے چار اجزا بنائے، ایک سے عقل، دوسرے سے علم و حکمت، تیسرے سے

عصمت وتوفیق بنائی، پھر چوتھے کو مقام حیا پر بارہ ہزار سال تک رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر کرم فرمائی تو اس نور کو پسینہ آیا، جس سے ایک لاکھ چار یا چوبیس ہزار نور کے قطرے جھڑے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قطرہ سے کسی نبی کی روح یا رسول کی روح کو پیدا کیا، پھر ارواح انبیا نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان انفاس سے تا قیامت آنے والے اولیا، شہدا، سعدا اور فرماں برداروں کو پیدا فرمایا، تو عرش و کرسی میرے نور سے، کروبیون میرے نور سے، روحانیون میرے نور سے، ملائکہ میرے نور سے، جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے، ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے، شمس وقمر اور ستارے میرے نور سے، عقل وتوفیق میرے نور سے، ارواحِ رسل وانبیا میرے نور سے، شہدا، سعدا اور صالحین میرے نور کے فیض سے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے نور کے جز رابع کو ہر پردہ میں ہزار سال رکھا اور یہ مقامات عبودیت، سکینہ، صبر اور صدق ویقین تھے، اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہزار سال تک ہر پردہ میں غوطہ زن رکھا، جب اسے ان پردوں سے نکالا اور اسے زمین پر متمکن کیا تو اس سے مشرق ومغرب یوں روشن ہوئے جیسے تاریک رات میں چراغ، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا تو ان کی پیشانی میں نور رکھا، پھر اسے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل کیا، پھر وہ طاہر سے طیب اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا ہوا عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں اور آمنہ بنت وہب (رضی اللہ عنہما) کے شکم میں آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں پیدا فرما کر رسل کا سردار آخری نبی، رحمۃ للعالمین اور روشن اعضا والوں کا قائد بنایا۔ تو اے جابر! یوں تیرے نبی کی تخلیق کی ابتدا ہوئی''۔

رازدان حقیقت، سراج امت سیدنا امام اعظمؒ نے حضور ﷺ کی اوّلیت کو اس شعر میں کس جامعیت سے بیان کیا ہے:

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُؤٌ
کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز نہ کوئی آدمی پیدا

ہوتا اور نہ ہی کوئی مخلوق پیدا کی جاتی!!

علامہ اقبال نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا:

ہو نہ یہ پھول، تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
بزم ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو ہزار ہا سال تک اپنی جلوہ گاہِ خاص میں رکھا، پھر سلسلۂ تخلیق کائنات کا آغاز فرمایا تو نور محمدی کو سیدنا آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا۔ پھر اس نور کو پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا، یہاں تک کہ یہ نور پاک سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس قرار پذیر ہو گیا!!

صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری

نور کی چادر پھیل گئی

چاند چمک رہا ہے، ستارے کھل رہے ہیں، نور کی پھوار پڑ رہی ہے۔ اچانک غلغلہ بپا ہوا، ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا لوگو! صدیوں سے جس ستارے کا انتظار تھا، دیکھو دیکھو آج وہ طلوع ہو گیا۔ آج وہ آنے والا آ گیا۔ وادی مکہ کے سناٹے میں یہ آواز گونج گئی۔ سب حیران، یہ ماجرا کیا ہے؟ کس کا انتظار تھا، کون آ رہا ہے؟ ہاں سونے والو! جاگ اُٹھو! آنے والا آ گیا، نور کی چادر پھیل گئی، میلوں کی مسافتیں سمٹ گئیں، بصرائے شام کے محلات نظر آنے لگے۔ سارے عالم میں چاندنا ہو گیا، ہاں یہ کون آیا سویرے سویرے؟ وہ کیا آئے رحمت کی برکھا آ گئی، نور کے بادل چھا گئے، دور دور تک بارش ہو رہی ہے۔ چاندی بہہ رہی ہے۔ حد نظر تک نور کی چادر تنی ہے۔ عجب سماں ہے، عجب منظر ہے! ایسا منظر تو کبھی نہ دیکھا تھا! تاریکیاں چھٹ گئیں، روشنیاں بکھر گئیں، جدھر دیکھو نور ہی نور، جدھر دیکھو بہار ہی بہار، تازگی انگڑائیاں لے رہی ہے، مسرتیں پھوٹ رہی ہیں، رنگینیاں اپنا رنگ دکھا رہی ہیں۔ سارا عالم نہایا ہوا ہے، ذرّے ذرّے پہ مستی چھائی ہوئی ہے، ہاں یہ اُجلا اُجلا سا سماں، یہ مہکی مہکی سی فضائیں، یہ مست مست ہوائیں، جھوم جھوم کر جشن بہاراں کے گیت گا رہی ہیں۔

ہاں بہار آئی، زندگی میں بہار آئی، دماغوں میں بہار آئی، دلوں میں بہار آئی، رُوحوں میں بہار آئی، علم و حکمت میں بہار آئی، تہذیب و تمدن میں بہار آئی، فکر و شعور میں بہار آئی، عقل و خرد میں بہار آئی برسوں کی ہتھکڑیاں کٹ گئیں، صدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں، گھٹی گھٹی سی فضائیں بدل گئیں، مندی مندی سی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ بجھی بجھی سی طبیعتیں سنبھل گئیں۔ رندھی رندھی سی آوازیں کھنکھنانے لگیں، ڈوبتے ہوئے اُبھرنے

لگے، سہمے ہوئے چہکنے لگے، روتے ہوئے ہنسنے لگے، صدیوں کے دبے ہوئے، پسے ہوئے، سرفراز ہونے لگے، خون کے پیاسے محبت کرنے لگے، ہارنے والے جیتنے لگے، بکھرے ہوئے خیال یک جا ہوگئے۔ منتشر قوتیں سمٹ گئیں، ضعیف و ناتواں ایک قوت بن کر اُبھرے اور دُنیا نے پہلی مرتبہ جانا کہ انسان احسن تقویم میں بنایا گیا۔ 'اشرف المخلوقات' کے منصب عالی پر فائز کر کے خلافت الٰہیہ سے سرفراز کیا گیا۔ زندگی نے ایسا سنگھار کیا کہ سب جھانکنے لگے، سب دیکھنے لگے، سب تکنے لگے، سب بلائیں لینے لگے، سب فدا ہونے لگے، سب آرزوئیں کرنے لگے، سب تمنائیں کرنے لگے، وہ کیا آئے، کائنات کا ذرّہ ذرّہ دل کش و دل رُبا معلوم ہونے لگا۔

ہاں آج ان ﷺ کی آمد آمد کا دن ہے، آج عید کا دن ہے، آج خوشی کا دن ہے۔ ایسا حسین انقلاب آیا کہ دُنیا نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ایسی بہار آئی کہ دُنیا نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ایسا حسین آیا کہ دُنیا نے ایسا حسین تو کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہاں

حسن وہ مثال ہے کی مثال بے
کہاں؟ جواب کا یار خوبی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بشارت کاظہور

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہؑ جب خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو ان کے پاکیزہ دلوں سے یہ دُعا نکل رہی تھی:

- اے ہمارے پروردگار! ہماری **نسل** میں جو قوم پیدا ہو، **خداوندا! ان میں ایک** رسول مبعوث فرما جو خود اسی **نسل** کا ہو جو ان کے سامنے تیری آیتیں پڑھے۔ ان کو اللہ کی کتاب اور حکمت و دانش کی باتیں بتائے اور ان کو سنوارے۔ **(البقرہ:129)**
- ''میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمھاری لیے فائدہ مند ہے۔ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمھارے پاس نہیں آئے گا۔ **(یوحنا کی انجیل باب 16، فقرہ 8)**
- جب وہ سچائی کی رُوح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا، اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔

(یوحنا کی انجیل باب 16 فقرہ 14 تا 15)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی تھی **یا تی من بعدی اسمه احمد** **(الصّف:6)** میرے بعد ایک رسول آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

21 اپریل **571**ء کو اس جان آفریں بشارت کا ظہور ہوا۔ صبح کا وقت تھا۔ ابھی سورج نہیں نکلا تھا کہ ہدایت و رحمت کا یہ آفتاب مکہ پر طلوع ہوا۔ ربیع الاوّل کی بارہ تھی۔

شرافت اور انسانیت کے چمن میں آپ کی تشریف آوری فصل گل کی آمد تھی تو آپ کی پیدائش بھی موسم بہار میں ہوئی۔ اس چہیتے بچہ کا نام دادا نے محمد ﷺ اور والدہ نے احمد ﷺ رکھا!!

مولانا سیّد محمد میاں

تاریخ کا سب سے مبارک دن

جب کائنات کی تر دامنی خشک ہونے لگتی ہے، زمین کا چپہ چپہ پانی کے ایک ایک قطرہ کے لیے ترس جاتا ہے، معصوم اور بے زبان پرندے اپنے گھونسلوں میں پیاس کی شدت سے پھڑ پھڑانے لگتے ہیں، درختوں اور پودوں کی بے زبانی، زبان حال سے گرمی وخشک سالی کا ماتم کرنے لگتی ہے، کائنات ارضی کی تمام تر رعنائیاں مضمحل ہونے لگتی ہیں، اس وقت اس عالم کا ایک ایک ذرّہ اُمید وبیم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ آسمان کی گرم وخشک فضا کی طرف نظریں اُٹھاتا ہے۔ پروردگار عالم رافت ورحمت کے نقاب میں آتا ہے اور اپنی کائنات کو مایوسی ونا اُمیدی کے بعد اُمید کا اور موت کے بعد زندگی کا پیغام دیتا ہے۔

جو پروردگار زمین کی پُکار سن کر اسے پانی دیتا ہے، جسم کی بھوک دیکھ کر اسے غذا بخشا ہے، وہ یقیناً رُوحوں کی تشنگی اور دلوں کی بھوک کے لیے بھی سب کچھ کرسکتا ہے، جب اس کی شان ربوبیت درختوں، پتوں اور پھولوں کی پژمردگی نہیں دیکھ سکتی تو بھلا اپنی پیدا کردہ اشرف الخلوق کی رُوحانی ہلاکت و بربادی کو کیسے دیکھ سکتی ہے؟ حضورﷺ کی ولادت باسعادت کا دن دُنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا، سب سے مبارک اور سب سے اہم دن ہے۔ اس دن کو اس وقت تک فراموش نہیں کیا جاسکتا جب تک دُنیا کو نیکی اور سچائی کی ضرورت ہے اور جب تک دُنیا کو سیدھے راستے کی طلب ہے، اس وقت تک اس دن کی یاد ضرور منائی جائے گی!!

محمد میاں صدیقی

اہل درد کو درماں ملا

ہادی اکرم ﷺ کے والد مکرم اس مولود مسعود کی آمد سے کئی ماہ ادھر راہی ملک عدم ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی والدہ مکرمہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حاملہ ہو کر دورِ حمل کے ہر دُکھ اور ہر الم سے دور رہیں اور دل کو اک طرح کا سرور سا رہا۔ سال مولود کے ماہ سوم کی دس اور دو ہے۔ سوموار کی سحر ہوئی اور مآل کار وہ لمحہ مسعود آ کے رہا کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی گود اس والد مسعود سے ہری ہوئی اور وہ اہلِ عالم کی اصلاح کے لیے مامور ہو کر مولود ہوا۔ اسی لمحہ مسعود و محمود کے لیے سارا عالم مادی کھڑا رہا اور اسی ولد مسعود کو 'لولاک' کا عہدہ مکرم عطا ہوا۔

اللہ اللہ! وہ رسول امم مولود ہوا کہ اس کے لیے صدہا سال لوگ دُعا گو رہے۔ اہلِ عالم کی مرادوں کی سحر ہوئی، دلوں کی کلی کھلی، گمراہوں کو ہادی ملا، گلے کو راعی ملا، ٹوٹے دلوں کو سہارا ملا، اہل درد کو درماں ملا، گمراہ حاکموں کے محل گرے، سالہا سال کی دہکی ہوئی وہ آگ مٹ کے رہی کہ لاکھوں لوگ اس کو الٰہ کر کے اس کے آگے سر ٹکائے رہے اور رود ساوہ ماءِ رواں سے محروم ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے مکرم دادا کو اطلاع ہوئی، وہ اولاد کے ہمراہ گھر دوڑے اور ولد مسعود کو گود لے کر اللہ کے گھر گئے اور وہاں آ کر اس طرح دُعا کی:

ہر طرح کی حمد ہے اللہ کے لیے کہ اک ولد طاہر و مسعود ہم کو عطا ہوا۔ وہ لڑکا کہ گہوارے ہی سے سارے لڑکوں کا سردار ہوا۔ اس لڑکے کو اللہ کے حوالے کر کے اس کے لیے دُعا گو ہوں کہ اللہ اس کا سہارا ہو اور وہ اس کو ہر مکروہ امر سے دور رکھے اور اس کو عمر عطا کرے اور حاسدوں سے دور رکھے!!

مولانا محمد ولی رازی

کفر و شرک سجدہ ریز ہو گئے

یہ کیا شور قیامت ہے، حوران خلد کو کیا ہوا، گلاب و یاسمین کے جان وتن میں کس کے حسد و رشک سے آگ لگ گئی ہے۔ دریاؤں اور چشموں کی بل کھاتی روانی میں ترنم صد ہزار کیوں ہے۔ ہوائیں ترنم ریز اور عطر بیز کیوں ہیں۔ فضائیں عنبر بار کیوں ہیں۔ ہر ذرہ خاک، زندگی کی حرارت کا پتا دینے لگا ہے۔ وقت کا ہر لمحہ سرخوشی و سرمستی میں ناچ رہا ہے۔ کائنات کا گوشہ گوشہ وفور شوق سے غرق آب و تاب ہے، کلیاں مسکرا رہی ہیں۔ گل لالہ کا بانکپن جوش شباب میں ہے۔ گلزار و بہار اُٹھتی جوانی کے آنگن میں محو رقص وخرام ہیں۔

وہ دیکھو! قصر نوشیرواں کے کنگرے گرتے چلے جا رہے ہیں۔ تخت و تاج اُچھالے جا رہے ہیں اور وہ محلات زمین بوس ہوا چاہتے ہیں۔ جہاں شراب و کباب اور رُباب وشراب کی محفلیں جمتی ہیں، عیش ونشاط کی زمزمہ آرائی ہوتی ہے اور ارغوانی شراب کے سرور سے بجھے دل بہلنے لگتے ہیں۔ لیکن اب یہ سر بلند محل سرنگوں ہوا چاہتے ہیں۔ محلات کی بلندیاں سر بسجود ہوا چاہتی ہیں اور جھونپڑوں کی پستیاں سرو سہی کے مانند بلند قامت ہونے کو ہیں۔

آج حاکمانہ غرور پیوند خاک ہے۔ شاہان روزگار اور یزیدان اقتدار لرزہ براندام ہیں۔ فرماں روائے یمن ابرہہ نخوت و تکبر کی علامت ہے۔ غرور پادشاہی پر نازاں وفرحاں ہے۔ اپنے سامنے ہر کسی کو ہیچ سمجھتا ہے۔ خانہ کعبہ کی جلالت اس کے دل ناپاک میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ وہ خانہ کعبہ کو غرقاب فنا کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔ اپنے مذموم ارادہ کی تکمیل کے لیے مکہ کی جانب چل نکلا ہے۔ ہاتھیوں کی

فوج ظفر موج لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے کی غرض سے باد تند و تیز کی طرح چلا آیا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ابر رواں کے مانند پورے عرب پر چھا گیا ہے۔ اہلِ مکہ اس صورت حال سے سخت افسردہ و پژمردہ ہیں۔ تاب مقاومت سے محروم ہیں۔ مقابلے کی ہمت سے عاری ہیں، سوائے آہ وفغاں اور گریہ وزاری کے ان کے دامان محبت میں کچھ بھی تو نہیں ہے۔ عجز وانکسار اور درماندگی و درماندگی کا پھٹا دامن تھام کر پہاڑوں کے دامن میں جا پناہ گزیں ہوتے ہیں۔ دفعتاً چرخ نیلی فام کی وسعتوں میں غلغلہ سا بلند ہوتا ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ٹڈی دل کے ایک لشکر جرار نے وسعت افلاک کو گھیرے میں لے لیا۔ فضا سے لشکریوں پر کنکریوں اور سنگریزوں کی مسلسل برسات ہونے لگتی ہے۔ پھر کیا تھا، دشمن خدا آناً فاناً عذاب الٰہی کا شکار ہوتا ہے اور یوں لشکر غنیم تتر بتر ہو کر رہ جاتا ہے۔ ادھر آتش کدوں کے جہنم خیز شعلوں نے جامہ کافوری زیب تن کر لیا ہے۔ آتش پرستوں کی آتش پرستی نار جہنم میں جھلس کر رہ گئی ہے۔ سالہا سال سے روشن آگ کے تیز وطرار شعلے برف کے گالے بنتے چلے جاتے ہیں۔

دوستو! ظلمت کدے تھر تھر کانپ رہے ہیں، رحمت کدے آباد ہوا چاہتے ہیں۔ میکدے دم توڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ جام و مینا کی کھنک مدھم پڑتی جاتی ہے۔ کفر والحاد اور فسق و فجور لرزہ براندام ہیں۔ امارت کدے سربسجود ہوتے جاتے ہیں۔ جھونپڑوں کی پست قامتی شمشاد قداں سے ہم آغوش ہونے کو ہے۔ تاریکی غائب ہوتی جاتی ہے۔ اُجالا ہر سو پھیل رہا ہے۔ اُفق مشرق پر سپیدہ نور سحر بیدار ہوتا ہے۔ آفتاب رشد و ہدایت طلوع ہوتا ہے۔ مہتاب رحمت ہر سو کرم و نوازش کا نور پھیلائے جا رہا ہے۔ حوران خلد اپنے حسن جہاں تاب پر اُترا رہی ہیں، رنگ و بو کے فتنے مٹنے والے ہیں۔ امتیاز من و تو قصہ پارینہ بننے والا ہے۔ محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہونے والے ہیں۔ عورت کا وقار بحال ہونے والا ہے۔ سیم و زر سے آراستہ و پیراستہ عورت بے خوف وخطر جادہ پیما ہونے والی ہے۔ متحارب قبیلوں کے سینوں میں صدیوں سے بھڑکنے والی آتش انتقام بجھنے والی ہے۔ مشرکانہ روایات وخرافات، راکھ کا ڈھیر

بننے والے ہیں۔ گنہگاروں کو اذن رحمت ملنے والا ہے۔

یتیموں کے سروں پر دستِ شفقت کی رحمت چھانے والی ہے۔ بے کسوں کے دلوں میں قوس قزح کی نرماہٹ اور اس کا گداز آنے والا ہے۔ زیردست، زبردستوں سے ٹھن جانے کا حوصلہ پانے والے ہیں۔ یتیموں اور مسکینوں کے مضمحل چہروں پر شادابی کا نور پھیلنے والا ہے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کا سامان ہونے والا ہے۔ دکھی دلوں کے دُکھ درد کا مداوا ہونے والا ہے۔ ماں باپ کے حقوق کی ضمانت دی جانے والی ہے۔ غلاموں کی شان آقائی سے سرفراز ہونے کا موقع دستیاب ہونے کو ہے۔ صلہ رحمی کی عظمت سے ابن آدم روشناس ہونے والا ہے۔ انسانوں اور جانوروں پر رحم کھانے کا درس محبت دیا جانے والا ہیں۔ الغرض چار دانگ عالم پر امن وسکون کا پھریرا لہرایا جانے والا ہے اور سطح مدار ارضی پر قانون وانصاف کی حکومت قائم ہونے والی ہے۔

سوچو تو سہی! آخر یہ سب کچھ کس کے حسن جہاں تاب کی کرشمہ سازی ہے۔ کس کے حسن احساس کی جلوہ گری ہے۔ کس کے کمال آدمیت کی شان دل ربائی ہے۔ کس کے حسن تخیل کی برجستگی و برنائی ہے۔ کس کے رعنائی تصور کی مینا کاری ہے۔ کس پاکباز نے، نے نوازی کی ہے۔

یارو! آگے بڑھو۔ ادب واحترام سے آگے بڑھو۔ گردنیں جھکا کر بڑھو۔ پیکر عجز وانکسار بن کر بڑھو۔ راستوں کی آلودگی صاف کردو۔ عطر وگلاب چھڑک دو۔ دیدہ و دل فراش راہ کردو۔ تمہیں معلوم نہیں آج فجر کائنات محمد عربی ﷺ کی آمد آمد ہے!!

پروفیسر چوہدری محمد یوسف

حضور ﷺ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نمودار ہوتی موسم بہار کی معطر و معظم صبح صادق کی نو خیز رُو پہلی کرنیں، بادِ صبا کے مسحور کن مُشک بو جھونکوں کے ساتھ خراماں خراماں حجازِ مقدّس کے کالے سنگلاخ پہاڑوں کی جانب رواں دواں ہیں۔ یہ ماہِ ربیع الاوّل کی وہ منوّر صبح ہے کہ جو اپنی رحمتوں، برکتوں اور محبّتوں کے سحر میں ڈوبی فضاؤں میں، درود و سلام کے تحفے بکھیرتی، خالقِ ارض وسما کی جانب سے اہلِ زمین کے لیے ایک عظیم نوید لے کر حاضر ہوا چاہتی ہے۔

یہ اس سرمدی پیغامِ نو بہار کی زندہ و تابندہ صبح ہے کہ جو کائنات کے ویرانوں کو توحیدِ حق کی روشنیوں سے منور، حق وانصاف کی رعنائیوں اور امن وامان کی زیبائش سے آراستہ کر دے گی۔ یہ صبحِ خوش جمال، ازل وابد کی وسعتوں پر محیط اُن تاریخ ساز لمحات کی امین ہے، جو مظلوم نسلِ انسانی کو شرفِ آدمیت سے سرفراز کرنے والے ہیں۔ اُفق تا اُفق پھیلی روشنیوں کی تابندہ علامت یہ سپیدۂ سحر، جزائرِ عرب کے ہر گوشے کو روشن کرنے کو ہے کہ یہی وہ مقدّس مقام ہے، جہاں سے آفتابِ رسالت ﷺ کا ظہور ہوگا۔

عرب کے نخلستانوں کے برگ وشجر اور باغ وثمر مسکرا کھلکھلا اٹھے ہیں، شبنم کے قطروں سے نہائے، نرم و نازک لالہ وگل کی بھینی بھینی مدہوش کن خوشبوؤں نے صبحِ بہاراں کی فضاؤں کو مہکا دیا ہے۔ بحیرۂ عرب سے آنے والی وجد و کیف کے نغمے بکھیرتی، بھیگی ہواؤں کے مسحور کن جھونکوں نے مکہ معظّمہ کی فضاؤں میں قوسِ قزح کے رنگ بکھیر کر صبحِ پرنور کے حسنِ باکمال کو دوبالا کر دیا ہے۔

بادلوں کی اوٹ سے جھانکتے یہ تارے، یہ دھنک، یہ کہکشاں، یہ اجالے،

آسمانوں کی سجاوٹ، ملائکہ کی خوشیاں، حوروں کا تبسم، جنت سے آنے والی مشک وعنبر کی خوشبو، فضاؤں کی نغمگی، ہواؤں کی گنگناہٹ، دریاؤں کی لہروں کا ترنم، سمندر کی موجوں کا تلاطم، پرندوں کی چہچہاہٹ، درختوں کی سرگوشیاں، فلک سے رنگ و نور کی بارش، جبرائیل امین علیہ السلام کی زمین پر بار بار آمد...... یہ سب اُن بابرکت، عظیم تاریخی لمحات کی نوید ہیں کہ جن کا انتظار اہل ارض وسما کو ازل سے تھا۔

وہ، جن کے ظہور کی نوید رب العالمین نے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ہی دے دی تھی اور جن کا وجود، وجہ تخلیق کائنات بنا۔ یہ نوید ہے، اس صاحبِ جاہ و جمال کے ظہورِ قدسی کی کہ جو اللہ کے محبوب، نبیوں کے امام، انسانیت کے محسن، رحمتِ دوعالم، غریبوں کے والی، یتیموں کے ملجا ہیں جن کا اسمِ مبارک ''محمد ﷺ'' عرش معلیٰ پر لکھا گیا جن کی مدحت سرائی تا قیامت ہوتی رہے گی۔

فجر کا وقت ہے۔ بیت المعمور پر فرشتے ربِ کعبہ کے حضور سر بسجود ہونے کے لیے صف بستہ ہیں کہ اچانک دور آسمانوں، نور کی روشن کرنوں، بکھرے بادلوں کے ٹکڑوں، عرب کے صحراؤں، یثرب کے نخلستانوں، مکہ کے پہاڑوں، سمندر اور دریا کی لہروں، جنگلوں، بیابانوں، کھیتوں، کھلیانوں، مرغ زاروں، سبزہ زاروں سے، زمین و زماں، ساگر کی بل کھاتی موجوں، پربت کی آبشاروں، مشرق سے ابھرتے اجالوں، کعبے کے درودیوار اور عرشِ بریں سے صدائیں بلند ہوئیں ''مرحبا سیّدی مکی و مدنی، مرحبا شمس الضحیٰ، بدر الدجی، نور الہدیٰ مرحبا!!

محمود میاں نجمی

گلزارِ ہستی میں رونق آ گئی

حضرت آمنہؓ بڑی صاحب حوصلہ اور ذہین خاتون تھیں۔ شوہر کا داغ جدائی بڑی ہمت سے برداشت کیا۔ حضرت عبداللہؓ کے انتقال کے وقت ایک روایت کے بموجب دو ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا کہ حضرت آمنہؓ نور محمدی کی امین بن چکی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں۔ کبھی مجھے نہ کوئی بوجھ اور نہ کوئی ثقل محسوس ہوا۔ ان ہی دنوں ایک رات نینداور بیداری کی درمیانی کیفیت میں ایک ندا آئی کہ اے خاتون! تو اس امت کے سردار اور نبی کے ساتھ حاملہ ہوئی ہے۔ زمانہ حمل میں آپ نے ایک خواب بھی دیکھا تھا کہ ایک سیلاب نور ان کے اندر سے نکلا، جس سے ہر چیز منور ہو گئی۔ یہاں تک کہ شام کے محلات بھی روشن ہو گئے۔ وقت ولادت یہی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ اس پر آپ نے فرمایا میں اپنے نور نظر اور لخت جگر کو اللہ وحدہ لاشریک کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر اس شخص کے شر سے جو حسد کی آگ میں جل رہا ہے۔

وقت ولادت آیا تو حضرت آمنہؓ کہتی ہیں کہ چند دراز قد خواتین نظر آئیں۔ پوچھنے پر ایک نے اپنا نام آسیہؑ (زوجہ فرعون، جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی) اور دوسری نے مریمؑ (والدہ حضرت عیسیٰؑ) بتایا۔ ان کے ساتھ باقی جنت کی حوریں تھیں۔ خواتین قریش میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی والدہ حضرت شفا اور والدہ حضرت عثمان ابن ابی العاص موجود تھیں۔

مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا جو تورات و انجیل کا عالم تھا۔ جب وہ صبح سعادت طلوع ہو گئی اور نور محمدی مجسم ہو کر دُنیا میں جلوہ گر ہو گیا تو اس نے پوچھا اے اہل قریش! کیا رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ جواب ملا کہ ہمیں علم نہیں۔ اس نے کہا جاؤ اور تحقیق

کرو۔ ہماری آسمانی کتابیں کہتی ہیں کہ کل وہ ہستی ظہور میں آ گئی، جسے نبی آخرالزماں ہونا ہے۔قریش کے گھر گھر سے خبر لی گئی۔ معلوم ہوا کہ سردار مکہ کی بہو آمنہؓ زوجہ عبداللہؓ کی گود ہری ہوئی ہے۔ یہودی عالم نے یہ اطلاع پا کر کہا، افسوس! نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی اوران کے ہاتھوں سے کتاب الٰہی بھی نکل گئی۔

شاعر بزم نبوی حضرت حسان بن ثابتؓ بیان فرماتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے میری عمر سات سال کی تھی کہ ایک دن میں نے ایک یہودی عالم کو یثرب کے ایک بلند مقام پر آواز لگاتے سنا ''اے گروہ یہود! جب سب جمع ہو گئے تو اس نے کہا آج رات احمدﷺ کا ستارہ طلوع ہوگا جس میں وہ پیدا ہوگا۔ حضور اکرمﷺ جب ہجرت کر کے یثرب تشریف لائے تو حضورﷺ کی عمر ترپین سال تھی اور حضرت حسان ساٹھ سال کے تھے، جنھوں نے یہودی عالم کو اعلان کرتے سنا تھا۔

ربیع الاوّل کی نو تاریخ، پیر کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا کہ امین بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی۔ وہ آئے جن کے آنے سے گلزار ہستی میں رونق آ گئی، جو عرب اور عجم کے لیے ہی رحمت بن کر نہیں آئے بلکہ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے۔ جن کی آمد پائمال انسانیت اور پژمردہ گلدستہ اخلاق کے لیے آب نسیاں اور صبائے جاں فزا ثابت ہوئی۔ جو ابراہیم خلیل اللہؑ کی دُعاؤں کا ثمرہ، اسماعیل ذبیح اللہؑ کی شاخ تمنا کا گل تر اور جو توریت کی نشانیوں کے لیے فاران وشعیر کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا۔ جو نوید حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ ہے جس کی ذات انبیائے سابق کی خوبیوں کا خلاصہ ہے، جو خلق آدمؑ معرفت شیثؑ، جرات تبلیغ نوحؑ، خلت ابراہیمؑ، زبان دانی اسماعیلؑ رضا جوئی اسحٰقؑ، خطابت صالحؑ، حکمت لوطؑ، بشارت یعقوبؑ، حسنِ یوسفؑ، استقامت موسیٰؑ، صبر ایوبؑ، اطاعت یونسؑ، جہاد یوشعؑ، لحن داؤدؑ، محبت دانیالؑ، شوکت سلیمانؑ، عظمت الیاسؑ، عصمت یحییٰؑ اور زہد عیسیٰؑ کا مجموعہ ہے!!

شاہ مصباح الدین شکیل

کوکب سعادت کا طلوع

موسم بہار کا آغاز تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ پردہ غیب سے عالم شہادت میں تشریف لائے اور اس گلدستہ عالم اسرار کو فصل بہار میں گلشن سرائے عالم ارواح سے اس دُنیا میں آراستہ کیا اور اس خاکستری بساط کو سبز آسمانوں کے مانند گلاب وچنبیلی سے آراستہ کیا۔

اے درویش! اس کوکب سعادت کا طلوع مشرق سیادت سے اس وقت ہوا جب سنہری سیمرغ خورشید نے مشرق کے کوہ قاف پر برج حمل سے پرواز کر دی تھی اور نسیم بہار کا قاصد پروردگار کی جانب سے رحمت کی خوشخبری **یرسل الریٰح بشرا بین یدی رحمة** کو **فانظر الی اثار رحمت الله** کے منشور میں **وما ارسلناک الا رحمة للعالمین** کے عالی مقام نام کیا۔

اس مبارک خبر کی فرحت وخوشی سے گلشن سرائے کن فیکون کے مالی اس عالم کون وفساد کی زیب وزینت میں مصروف ہوئے اور گوناں گوں زیورات سے آراستہ کیا اور باغ کے گل رخوں اور سنبل عطر بیز گلشن زر وگواہر کے لباس سے آراستہ اور مشک عنبر کی خوشبو سے معطر کیا۔

یہ اس پیغمبر پاکیزہ گوہر کے حضور کے شرف اور آنسرور ﷺ کے نور ظہور کی عالی اثر خبر کا اثر تھا کہ مشاطہ بہار نے زبرجدی پردہ کے اُفق کی شعاعوں سے صبح کی سفیدی اور شفق کی سرخی سے نورستہ پھول کی دلہن کے رخسار کو زیور حسن و جمال سے آراستہ کر کے نیلوفری جلوہ گاہ اور زرنگاری تماشا گاہ پر بٹھایا اور سبزہ تر کے وسمہ سے نیلوفری بنفشہ کے ابروں پر خط رعنائی کھینچ کر رنگین شگوفوں سے جواہرات ومرجان سے آراستہ، درختوں کی

ٹہنیوں کے کانوں میں سنہری گوشوارے پہنائے اور ریشمی چادریں کافوری لباسوں کے مانند پھولوں کے اوراق سے تماشا گاہ گلزار میں سرسبز وشاداب درختوں پر ڈالیں۔ حضرت حق جل وعلا کے حکم سے قادر مطلق کی قدرت کے خیاط نے ہر ورق سے لاکھوں لباس فاخرہ، بعض گول، بعض چپٹے، سفید، سرخ، زرد اور نیلگوں جیسا کہ ہر ایک کے حال کے مناسب تھے، تیار کیے اور گل لعل کو زمردیں تخت اور فیروزہ رنگ اطلس پہنایا اور نرم و نازک شگوفوں کو حلبی سفید چادر کا لباس پہنایا اور بے برگ درخت جو موسم سرما کے باغیوں کی غارت گری سے برہنہ ہوگئے تھے، سبز زردی مائل پتوں کا چغہ پہنایا اور گیندے کے پھول کو صوفیان باصفا کی طرح سفید مخمل کی صد خرقہ و وختہ گدری سی کر نیلوفر کے آسمانی گریبان کے گرد بغیر کسی شگاف اور درز کے اس کی گردن میں ڈال دی۔ لالہ صحرائی حصہ کے منقش اطلس کو مشیت ایزدی کی سوئی سے سی دیا اور اناریں ریشمی لباس پہنے کھلے ہوئے انار کو سرخ غلاف سے باہر نکالا اور اس کے سر پر سنہری شش گوشہ ٹوپی اڑھائی اور زمانہ بھر میں یہ غلغلہ مچایا۔

حضرت آمنہؓ سے منقول ہے کہ میں نے وضع حمل کے وقت ایک باعظمت بڑی آواز سنی جس سے میں بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئی۔ میں نے یوں دیکھا کہ سفید پرندے کے پر میرے پیٹ پر کٹ گئے، ان پروں کے چھونے سے وہ خوف مجھ سے جاتا رہا۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو ایک سفید شربت کا بھرا ہوا پیالہ سامنے موجود تھا۔ میں نے سمجھا دودھ ہے، مجھ پر پیاس کا غلبہ تھا۔ میں نے اسے پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ اس کے بعد مجھ سے نور عظیم ظاہر ہوا۔ میری حویلی اور گھر اس طرح نورانی ہوگیا کہ نور کے سوا کوئی چیز مجھے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہاں میں نے بلند کھجور کے مانند بلند و بالا اور آفتاب کے مانند چمک دار خوبصورت چہرے والی عورتیں دیکھیں جو دختران عبد مناف کی طرح تھیں۔ میرے گرد پھرتیں اور میری دیکھ بھال کرتی تھیں۔ دردزہ کے وقت میں ان پر تکیہ کرتی۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں۔ یہ وقت مجھ پر بہت دشوار تھا۔ میں گھر میں حرکت کی آواز سنتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں کہتی عبدالمطلبؓ موجود ہوتے۔ میں نے ایک ریشم کا لمبا کپڑا انتہائی سفید دیکھا

جو آسمان سے زمین پر پہنچا اور میں نے آواز سنی، کہتے تھے اس فرزند کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھو۔ پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جو میرے سامنے آتے تھے اور ان کی چونچیں زمرد اور پر یاقوت کے تھے۔ لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جو کھڑے تھے، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے۔ انتہائی خوف و دہشت سے میرا پسینہ ٹپک رہا تھا جو قطرہ بھی ٹپکتا، اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ اس حالت میں میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اُٹھا دیا گیا، مجھ پر زمین کے مشرق و مغرب کے کنارے ظاہر ہو گئے۔ میں نے تین علم بلند دیکھے۔ ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر۔ میرے اردگرد بہت سی عورتیں جمع ہو گئی تھیں، محمد ﷺ متولد ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے سر سجدہ میں رکھا ہوا ہے اس طرح جیسا کہ کوئی شخص دُعا کرتا ہے اور انتہائی تضرع وزاری سے حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کرتا ہے۔ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے اُترا ہے اور اسے لے کر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے آواز سنی کہ حضرت محمد ﷺ کو دُنیا کے مشارق و مغارب اور تمام جہان کے گرد گھماؤ تاکہ تمام مخلوقات، صورت اور صفت سے پہچان لے۔ پھر پلک جھپکتے بادل چھٹ گیا اور محمد ﷺ کو سفید صوف میں، میں نے لپٹا ہوا دیکھا جو دودھ سے زیادہ صاف اور ریشم سے زیادہ نرم تھا۔ پھر پہلے سے زیادہ بڑا بادل آیا جس میں سے لوگوں کی باتیں کرنے کی آواز آتی تھی اور منادی ندا کرتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کو تمام انس وجن کے گرد پھراؤ اور اسے صفوت آدمؑ، رقت نوحؑ، خلعت ابراہیمؑ، لسان اسماعیلؑ، جمال یوسفؑ بشرائے یعقوبؑ، صورت داؤدؑ، صبر ایوبؑ، زہد یحییٰؑ اور کرم عیسیٰؑ عطا کرو۔ پلک جھپکتے وہ بادل بھی چھٹ گیا۔ اسی واقعہ کو حضرت آمنہؓ سے دوسرے طریق پر روایت کیا گیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جب محمد ﷺ متولد ہوئے۔ اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف کیا اور دو زانو ہو گئے، اپنی اُنگلیوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور انگشت سبابہ سے اشارہ کیا گویا کہ تسبیح کہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی انگشت ابہام کو چوستے تھے، اس سے دودھ نکلتا تھا۔ پھر قبضہ خاک اُٹھا کر کعبہ

کی طرف متوجہ ہوئے اور سجدہ کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ مجھ سے نور باہر نکلا، بصرہ اور شام کے محلات اس نور سے دیکھے۔ پھر سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے اُترا، اسے اُٹھا کر میری نظر سے غائب کر دیا۔ میں نے منادی کو یہ کہتے ہوئے سنا، اسے مشرق و مغرب میں سیر کراؤ اور انبیا کے پیدا ہونے کی جگہ پر لے جاؤ تا کہ تمام دُعا کر کے اس پر پھونکیں، اسے ملت حنفی کا جامہ پہناؤ، اسے ابراہیمؑ کے سامنے پیش کرو اور تمام دریاؤں سے گزارو، تا کہ اہل بحار اسے صورت اور صفت سے پہچان لیں۔ سمندروں میں آپ ﷺ کا نام ماحی ہے کہ اس کے زمانہ میں تمام شرک محو ہو جائیں گے۔ ایک لمحہ کے بعد اسے پھر لے گئے۔ سفید صوف میں لپیٹا ہوا جیسا کہ بیان ہوا اور ریشم کے سبز ٹکڑے میں رکھا ہوا تھا اور چند چابیاں اس کے ہاتھ پر رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے سنا، کہنے والا کہہ رہا تھا، محمد ﷺ نے کلید نبوت، کلید نصرت اور کلید باد کو حاصل کر لیا۔ پھر ایک اور بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو پہلے سے زیادہ عظیم اور نورانی تھا۔ اس کی آواز گھوڑے کی ہنہناہٹ اور پرندوں جیسی سنائی دیتی تھی۔ لوگوں کی باتیں کرنے کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ اس بادل کے ٹکڑے نے بھی اسے اپنے ساتھ ملا لیا اور نظر سے اوجھل کر دیا۔ اس مرتبہ پہلے سے زیادہ دیر تک غائب رہا۔ منادی کہتا تھا کہ محمد ﷺ کو اطراف زمین میں سیر کرالاؤ اور تمام رُوحانی مخلوق اور جن وانس کو پیش کیا اور اسے انبیا و رسل کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو پھر اسے لاؤ۔ اب ریشم کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں تھا جس سے آب زلال کے قطرے ٹپک رہے تھے اور کہنے والا کہہ رہا تھا کہ واہ واہ محمد ﷺ نے تمام کو قبضہ میں کر لیا اور اہل دُنیا میں سے کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اس کے قبضہ تسخیر میں برضاؤ رغبت نہ آئی ہو۔ باذن اللہ تعالیٰ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ اس کے بعد میں نے تین افراد دیکھے جن کے چہرے اس قدر حسین و جمیل تھے کہ آفتاب کی طرح درخشاں تھے۔ ایک کے ہاتھ میں روپہلی لوٹا تھا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی، دوسرے کے ہاتھ میں زمرد سبز کا طشت تھا جس کے چار کونے تھے، اس کے ہر کونے پر ایک سفید قولی تھی۔ اُنھوں نے کہا، یہ دُنیا کی چار حدیں ہیں جو سمت چاہے اختیار کرے۔ محمد ﷺ نے ہاتھ طشت میں رکھا۔ آواز آئی کہ اس نے کعبہ کو پکڑ لیا۔

ہم نے اسے اس کا قبلہ و مسکن بنا دیا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا تھا، اس نے اسے کھولا تو اس میں مہر تھی۔ طشت والے شخص نے محمد ﷺ کو اُٹھا کر طشت میں بٹھا دیا۔ اس لوٹے سے اس پر پانی ڈالتے تھے۔ سات مرتبہ اُنھوں نے اسے دھویا، اس کے سر اور پاؤں کو اُنھوں نے بوسہ دیا۔ اس ریشم کے ٹکڑے میں لپیٹ کر ایک رومال سے گویا کہ مشک اذفر سے تھا، باندھ دیا۔ پھر طشت والے نے تھوڑی دیر اپنے پروں کے نیچے رکھا۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ شخص رضوان اور خازن جنت تھے۔ حضرت آمنہؓ نے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے پر کے نیچے سے نکالا اور اس کے کان میں بہت سی باتیں کیں۔ مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ پھر اس کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا۔ اے محمد ﷺ تجھے خوشخبری ہو کہ تمام پیغمبروں کا علم تجھے عنایت ہوا اور تیری بہادری کا جھنڈا گاڑ دیا۔ نصرت و فیروزمندی کی مفاتیح تمھارے ساتھ کر دیں۔ لوگوں کے دلوں میں تیری ہیبت و عظمت ڈال دی، یا حبیب اللہ جو بھی ذکر سنے گا، لرزاں و ترساں ہوگا۔ اگر چہ اس نے تجھے نہ دیکھا ہو۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا منہ اس کے منہ پر رکھا جیسا کہ کبوتر اپنے بچہ کو خوراک دیتا ہے، وہ اسے کچھ دے رہا تھا اور میں اسے دیکھ رہی تھی کہ انگلی سے اشارہ کرتا ہے اور زیادہ کی طلب کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اے محمد ﷺ! تجھے خوشخبری ہو کہ تمام اخلاق حسنہ تمہیں بخشے گئے۔ اس کے سر اور چہرہ پر تیل ملا۔ سر پر کنگھی پھیری۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا اور میری نظروں سے غائب کر دیا۔ اس صورت حال سے میرے دل پر بڑا اندوہ طاری ہوا، میں حیران رہ گئی۔ میں نے کہا میری قوم کہاں ہے گویا کہ نیست ہوگئی ہے کیونکہ تین راتوں سے میں یہاں وضع حمل میں مبتلا ہوں اور میری قوم سے کوئی بھی میرے پاس موجود نہیں، اسی اثناء میں وہی شخص محمد ﷺ کو میری پاس لایا۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور کستوری کی خوشبو اس سے آ رہی تھی۔ اس شخص نے کہا، میں نے اسے تمام زمین کے حصوں میں پیش کیا، آدم صفی اللہ کے پاس لے گیا، اس نے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور برکت کی دُعا فرمائی اور کہا اے محمد ﷺ! تجھے بشارت ہو کہ تو میرے اوّلین و آخرین فرزندوں میں

سے ہوگا۔ وہ شخص یہ باتیں کر رہا تھا اور محمد ﷺ کو میرے سپرد کر کے جا رہا تھا۔ لوٹتے ہوئے کہتا ہے، اے دُنیا و آخرت کی عزت و شرف! تجھے بشارت ہو کہ تو عروہ وثقی کو پکڑنے والا ہوا۔ جو شخص بھی تیرا دامن پکڑے گا اور تیرا حکم مانے گا، تیرے محبین کے گروہ میں شمار ہوگا۔ ان ہی باتوں میں تھے کہ اچانک عبدالمطلبؓ آئے۔ انہیں میں نے یہ حالات بتائے، انہیں بھی چند واقعات پیش آئے تھے، انہوں نے مجھے بتائے۔ عبدالمطلبؓ نے کہا: ''آج رات میں کعبہ میں دُعا و نیاز میں مصروف تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نے مقام ابراہیمؑ میں سجدہ کیا اور پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ گیا۔ زبان فصیح سے کہتا تھا: اللہ اکبر! محمد ﷺ نے مجھے اس وقت بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ ہبل جو سب سے بڑا بت تھا، میں نے دیکھا کہ منہ کے بل گرا ہوا ہے اور آواز آئی کہ آمنہؓ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس پر سحاب رحمت نازل ہوا ہے۔ عالم قدس سے ایک طشت اسے نہلانے کے لیے لایا گیا ہے۔ اُنھوں نے کہا: محمد ﷺ لوگوں کو ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے خیریت کی روشنی میں لائے گا اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوگا۔ روشن چراغ، رسول داعی اور تمام مخلوقات کا ناصح ہوگا۔ اے فرشتو! گواہ رہو کہ مفاتح خزائن اسے دے دی گئیں۔ اس کے روز ولادت کو اپنی عید بناؤ اور ہر سال قیامت تک اس روز سے تبرک حاصل کرو۔ عبدالمطلبؓ نے آمنہؓ سے کہا: ''جب میں نے یہ باتیں سنیں تو میں متحیر رہ گیا۔ میرے منہ میں زبان سرخ ہوگئی۔ میں نے خیال کیا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ ملے۔ میں نے محسوس کیا کہ میں تو بیدار ہوں۔ باب بنی شیبہ سے بطحا کی طرف نکلا۔ میں نے صفا کو دیکھا کہ کبھی بلند اور کبھی پست ہوتا ہے۔ مروہ اضطراب میں تھا اور اطراف سے آواز آتی تھی کہ اے سیّد قریش! کیا بات ہے کہ تو خوفزدہ ہے، مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہیں تھی۔ پھر میں تیرے گھر کی طرف متوجہ ہوا تا کہ اس فرزند ارجمند کو دیکھیں۔ میں اس گھر کے دروازے پر پہنچا تو ایک سفید پرندہ دیکھا جس نے تیرے دروازہ پر پَر پھیلا رکھے ہیں۔ جن کی روشنی سے مکہ کے پہاڑ منور ہوگئے ہیں۔ سفید بادل تیرے گھر کے اُوپر تھا۔ مجھے داخل ہونے سے روکتا تھا۔ میں

تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا جو کچھ میرے مشاہدہ میں آرہا ہے، وہ خواب ہے یا بیداری، مجھے یہاں کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ تیرے گھر میں داخل ہونے کی جرات نہیں تھی۔ آخر جرات کر کے گھر میں داخل ہوا اور تجھے اس حال میں پایا!!

مولانا معین واعظ الہرویؒ
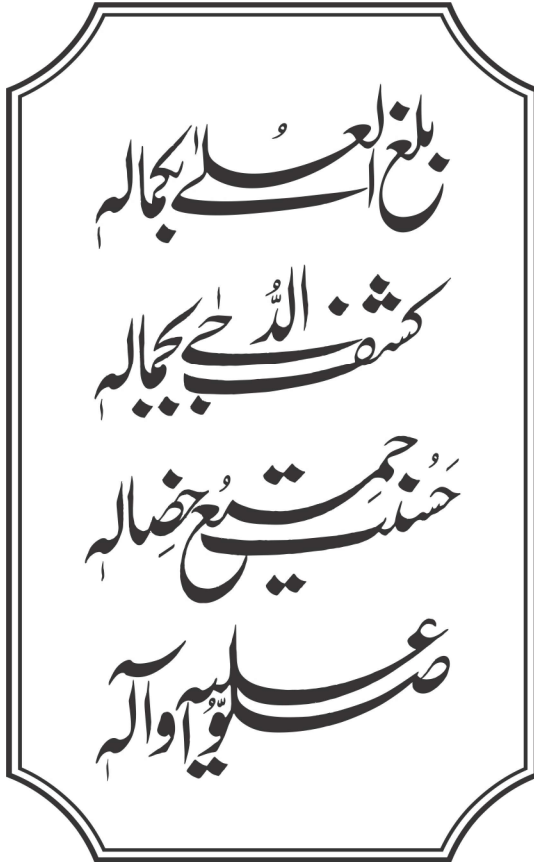
نور کا ظہور

یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے، لیکن کیا کیجیے کہ ان میں جو بھی آیا، جانے ہی کے لیے آیا۔ پر ایک اور صرف ایک، جو آیا اور آنے ہی کے لیے آیا، وہی جو اگنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا، چمکا اور پھر چمکتا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا ہی چاہیے کہ جنھیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کیے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے اور اس کے سوا کس کو ہوسکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اس طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا، جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا جس طرح کل پہچانا گیا تھا، کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لیے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے!!

....

وہ مدینہ کے ایک گھر میں سویا ہوا تھا۔ سعد کے کنبے والو! دوڑو اور اس بچے کو چھاتی سے لگاؤ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا کوئی نہیں۔ جن کے پاس سب کچھ تھا، انہیں دھکیل دیا گیا، جس کی اونٹنی کا تھن خشک ہو چکا تھا اور خود جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا، کچھ نہ تھا اسی نے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ جب واپس کرنے آئی تو تاریخ کا یہ کیسا دردناک حصہ تھا کہ ابوا کے ایک جھونپڑے میں اس بچہ کی تربیت و پرداخت کرنے والی دوسری قوت بھی ہمیشہ کے لیے گم ہوگئی۔

پیرمَرد بوڑھا دادا اُٹھتا ہے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے لیکن قدرت جس کے ساتھ کچھ نہیں رکھنا چاہتی، وہ اٹھتی ہے اور اس کے ہاتھ کو بھی علیحدہ کردیتی ہے۔اب کوئی نہیں، اس بچہ کا کوئی نہیں۔اس کے پاس کچھ نہیں۔ ہاں بہت سے چچا ہیں لیکن جن کے پاس بہت کچھ تھا، انہوں نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ان میں جو سب سے غریب تھا، اسی کے بچوں میں وہ بھی ہل مل گیا۔سعادت مند بھتیجے نے بکریاں چَرا کر اس کو کچھ دیا اور اسی میں سے کچھ خود بھی کھالیا۔

الغرض ایک بچہ پیدا ہوتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے ساتھ نہ باپ کی قوت ہے، نہ ماں کی قوت ہے، نہ اقربا واعزہ کی قوت ہے۔کوئی قوت نہیں ہے حتیٰ کہ وہ جس ملک میں پیدا ہوتا ہے وہ بھی ہر قسم کی نباتی اور حیوانی قوتوں سے خالی ہے۔ میدان ہے اور چٹیل میدان ہے۔اس کا نام بن کھیتی کا بیابان ہے۔ نہ اس کے آغوش میں ندیاں کھیلتی ہیں نہ دریاؤں کا شیریں پانی اس کو سیراب کرتا ہے۔ نہ سبزہ زار مرغزار ہیں، نہ نظر فریب گلزار ہیں۔ الغرض انسانی دل ودماغ کے سنوارنے اور اُبھارنے میں جن قدرتی ذرائع کو دخل ہے، ان میں سے بھی اس میدان میں کچھ نہیں ہے۔

وہ جس شہر میں پیدا ہوتا ہے اس کے باشندوں کے پاس بھی کوئی قوت نہیں ہے۔ نہ ذہنی قوت نہ سیاسی طاقت۔ نہ علمی زور یعنی جن قوتوں پر قوموں کی عمارت کھڑی ہوتی ہیں وہ ہر ایک سے خالی ہیں۔ نہ وہ آئین رکھتے ہیں نہ دستور۔ نہ ان کا کوئی بادشاہ تھا نہ ان کی جماعتی پراگندگیوں کا کوئی شیرازہ بند۔ نہ ان کے پاس مکاتب تھے نہ مدارس۔ نہ کارخانے نہ فیکٹریاں، کچھ نہیں۔ ان چیزوں میں سے ایک بھی نہیں جس میں داخل ہو کر کوئی بچہ پروان چڑھ سکتا ہو۔ان کے پاس جو جسمانی طاقت تھی، اس کا مصرف بھی بجز اپنی تعداد گھٹانے کے اور کچھ نہ تھا۔

اسی ملک میں، اسی شہر میں، اسی قوم میں اس بچے کا ظہور ہوا اور اس شان کے ساتھ ہوا کہ اس کے سر پر جو قوت بھی سایہ فگن ہوتی تھی یا ہوسکتی تھی، وہ ایک ایک کر کے ہٹادی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آخر میں یہ بھی ہوا کہ وطن پر جو اسے بھروسا ہوسکتا تھا، اس

بھروسے کو بھی ہٹا دیا گیا۔ برادری والوں پر جو اعتماد ممکن تھا، وہ بھی ناممکن کر دیا گیا یعنی سارا وطن اور وطن والے، قبیلے والے، کنبے والے، سب اس کی دشمنی پر متفق ہو کر آمادہ ہو گئے اور جس کے پاس نہ باپ کی قوت تھی اور نہ ماں کی، نہ دادا کا زور تھا نہ اور کسی کا۔ نہ حکومت کی سرپرستی اسے حاصل تھی، نہ مدرسوں کی تعلیم سے وہ فیض یاب ہو سکتا تھا۔

اب اس کے ساتھ یہ بھی کیا گیا کہ گھر والے، کنبے والے، قبیلے والے سب کے سب اس سے علیحدہ ہو گئے یا وہ (ﷺ) ان سے علیحدہ کر لیا گیا اور اب جا کر یہ ارادہ پورا ہوا کہ دیکھو: وہ ساری قوتیں جن کو لوگ قوت کہتے ہیں اور جن کا نام محسوس پرستوں کی اصطلاح میں ''قوت'' ہے ''زور'' ہے، ایک ایک کر کے الگ کر لیا گیا۔ اس کے بعد دکھایا گیا، مشاہدہ کرایا گیا:

''جس کے پاس کچھ نہیں ہے، دیکھو کہ اس کے پاس سب کچھ ہو گیا۔''

ایک منظر وہ تھا اور دوسرا منظر یہ ہے کہ اس کے خادموں بلکہ خادموں سے نیچے اگر کوئی درجہ ہو سکتا ہے، وہی قیصر کی ٹوپی اچھال رہے ہیں۔ کسریٰ کے جلال و جبروت کے پُرزے اڑا رہے ہیں۔ وہی جس کے پاس کچھ نہ تھا۔ کیا دنیا نے نہیں دیکھا یا نہیں دیکھ رہی ہے یا نہیں دیکھے گی کہ یہی دنیا میں سب سے بڑا قرار پایا۔ قومیں اس کی تقدیس میں مصروف ہیں۔ نسلیں اس کے سراہنے میں منہمک ہیں۔ افغانستان کی پہاڑیوں میں، مراکو کی وادیوں میں، مصر کے ایوانوں میں، برصغیر کی بستیوں میں، چین کی آبادیوں میں، افریقہ میں، ایشیا میں، یورپ میں، امریکہ میں کون ہوا؟ اتنا بڑا کون ہوا؟ صرف ہمارے پاس نہیں، ہماری تاریخ میں نہیں، دوسروں کی تاریخ میں۔ کیا اس سے اونچا انسان نسلِ اوّل میں کوئی ظاہر ہوا۔ مامون وہارون کو کس کی غلامی پر ناز تھا؟ صلاح الدین کس کے نام پر صلیب والوں کی بھیڑ میں لرزہ ڈالتا تھا؟ محمود کس کی جوتیوں کے صدقے میں مشرق کا اولوالعزم فاتح قرار پایا؟ شاہجہاں کس کے نام کی تسبیح پڑھتا تھا؟ عالمگیر کس کی نگاہِ کرم کے لیے دکن کے سنگستانوں میں سالہا سال تک ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا؟ یہ کس کی ہم نامی کی برکت تھی کہ اناطولیہ کا ترک قسطنطنیہ کی دیواروں کو پھاند گیا۔ یہ کیا تھا؟ اس نے دعویٰ

کیا تھا اور یہی اس کی زندگی کا مقصد تھا کہ محسوس قوتوں کا انکار کرے اور جو قوت غیب میں چھپی ہوئی ہے، نظامِ کائنات کو اسی کے ساتھ وابستہ کرے۔ اس نے دعویٰ کیا اور نہایت بلند آہنگی سے دعویٰ کیا اور خود اس کی دلیل بن کر دنیا کے سامنے آیا کیونکہ قیاسی حجتوں کا زمانہ نکل چکا تھا، مشاہدات اور تجربات کا وقت آ رہا تھا۔ پس اس عہد کے جو پیغمبر تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا دعویٰ بھی تخمینی مقدمات سے نکالے ہوئے نتائج پر مبنی نہ تھا بلکہ کھلا ہوا تجربہ، صاف اور واضح مشاہدہ پر اس کی بنیاد کھڑی کی گئی۔ دنیا نے دعویٰ کو سنا اور دلیل کو دیکھا، پھر ان میں کس کے ہوش قائم رہے۔ کلیسا میں تزلزل پیدا ہوا، لوتھر نے ایک ضربِ شدید سے پوپی تنظیم کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ وہ خود بنایا نہیں لیکن قصر تثلیث کے ایک اہم حصہ کو اس نے اپنے ہاتھوں برباد کر دیا۔ کیا کوئی اس کا منکر ہو سکتا ہے کہ تثلیث کی یہ جزئی شکست اسی دعویٰ اور دلیل کا نتیجہ تھی جس کی ابتدا عرب سے ہوئی اور کیا ان ہی میں جو یونٹی پر آج خطبہ دے رہے ہیں، وہ عالم کے اس سب سے بڑے انسان کے احسان سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ شراب پر احتساب قائم کرنے والو! دیکھو حق سے آنکھیں بند نہ کرو۔ ترکستان میں کبیر کیوں پیدا ہوئے، نانک کس دباؤ سے بے چین ہوئے۔ رام موہن رائے کس کی گرفت سے مضطرب تھے اور آج ہندستان کے طول وعرض میں جو وہ جماعت نظر آتی ہے جسے اسلام سے عداوت کا دعویٰ ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ بت شکنی میں بھی مصروف ہے، کیا اس عملی فرمانبردار ذہنی نافرمان فرقہ کو اس دعوے کے اثر سے آزاد کہہ سکتے ہیں؟ دیانتدیوں کو ذرا غور کرنا چاہیے۔

سیّد مناظر احسن گیلانی

مطلع الفجر ہے ہر داغ جبیں آج کی رات

یہ کون آیا جس کے آنے سے فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہوا، شاہان زمانہ لرزہ براندام ہوئے، شاہی محلات میں زلزلہ آگیا۔ دنیا کا ہر بت سرنگوں ہوا، سمندر ساوہ سراب میں بدل گیا، طاغوتی طاقتوں کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ ابلیس سر پیٹنے لگا، ادھر اس کے نور سے سب جہاں جگمگانے لگا، ادھر کعبہ معظّمہ پئے تعظیم ان کی طرف جھکا جانے لگا۔ آسمانی مخلوق میں ایک مسرت افزا شور سا برپا ہوا۔ روح الامیں اپنے علوی لشکر سمیت سلامی کے لیے آ رہا ہے، خلد کی بہار وزیبائش کو دوبالا کیا جا رہا ہے، حور وغلماں کو وجد آ رہا ہے، عرش بریں پر کوئی ترانہ سا گایا جا رہا ہے، باطل وگمراہی کی تاریکیوں پر نور حق چھا رہا ہے، عجیب تر یہ کہ وحوش وطیور کے سینے فرحت وسرور سے مچل رہے ہیں، انعام و بہائم کے چہرے عشق ومستی سے دمک رہے ہیں، آسمان جھک رہا ہے، ماہ وانجم نچھاور ہو رہے ہیں۔ گویا کائنات ارضی کی رگ میں ایک نئی جان جنم لے رہی ہیں۔ ہاں ہاں! آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے۔

ابوالسرور منظور احمد نوری

تخلیق کی تکمیل کا لمحہ آخریں

حضور سرور کائنات ﷺ کے جسم اطہر کے سبب تمام عالم تجسیم ہوئے، حضور نے جہاں جہاں قدم رکھا، محبت کی بارگاہیں معطر ہوگئیں۔ جن اشیا کو چھولیا، ان کو عظمت بے پناہ نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ کے تخیل نے جن چیزوں کو سمولیا، وہ اوج مقدر پر جلوہ افروز ہوئیں اور جدھر جدھر چشم رحمت اُٹھی، ادھر ادھر عطائے الٰہی کے دفتر کھل گئے۔ انتخاب خداوندی کن کن مراحل سے گزر کر ایک نقطے پر مرکوز ہوا ہوگا، کتنے الفاظ نے طہارت کا سہارا لیا ہوگا، کتنے فلسفے دم بخود رہ گئے ہوں گے، کتنی تشبیہات نے دم توڑ دیا ہوگا، کتنے لطیف احساسات مجسم ہوتے ہوتے رہ گئے ہوں گے، اظہار نے کیا کچھ ہاتھ پاؤں نہ مارے ہوں گے، سرور و کیف نے کیا کیا کروٹیں نہ بدلی ہوں گی، دلوں کو وجد نصیب ہو رہا ہوگا، آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہوگی، جسم و جاں لطف حیات کے امتحان سے گزر رہے ہوں گے، شوق مچل رہا ہوگا، ذوق دید کیفیات کے پل صراط پر رقص کناں ہوگا، رسول خدا محبوب ہر دوسرا ﷺ جب دُنیا میں تشریف لا رہے ہوں گے، وہ وقت کتنا سہانا، پیارا، روح افزا، دل کشا، نزہت افروز اور ورود آگیں ہوگا۔ وہ وقت جن کی ساعتوں کو سعادت کی لا متناہی خوشبو عطا کی گئی!!

نادر جاجوی

ظلمت کدوں میں نئی صبح کے آثار

دُنیا نزع کے عالم میں تھی، ظلم کی اندھی اور بہری قوتوں کے سامنے انسانی ضمیر کے سارے حصار منہدم ہو چکے تھے۔ مظلوموں اور بے بسوں کے لیے اپنے مقدر کی تاریکیوں کے ہجوم سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ زیر دستوں میں فریاد کی سکت نہ تھی اور بالا دستی کو یوم حساب کا خوف نہ تھا۔ یہ دُنیا ایک رزم گاہ تھی جہاں افراد، قبائل اور اقوام ایک دوسرے کا گوشت نوچ رہے تھے۔ امن، عدل اور انصاف کے متلاشیوں کی چیخیں، گمراہی، جہالت اور استبداد کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کے بعد خاموش ہو چکی تھیں۔ روم و ایران کے تاجداروں کی قبائیں اپنے محکوموں کے خون میں ڈوبی ہوئی تھیں اور صحرائے عرب کے باشندوں کی قبائلی عصبیتیں اپنے فرزندوں سے تازہ آنسوؤں کی طلب گار تھیں۔

پھر یکا یک مکہ کی برہنہ چٹانوں اور بے آب و گیاہ وادیوں پر پروردگار عالم کی ساری رحمتوں کے دریچے کھل گئے اور فرزندان آدم کی مایوس اور تھکی ہوئی نگاہیں عرب و عجم کے ظلمت کدوں میں ایک نئی صبح کے آثار دیکھنے لگیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے مبارک وہ لمحہ تھا جب حضرت آمنہؓ خالق ارض وسما کی ساری نعمتوں اور کائنات کی تمام مسرتوں اور سعادتوں کو اپنی آغوش میں دیکھ رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے مجروح اور ستم رسیدہ انسانیت کو یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ عبدالمطلبؓ کا پوتا اور عبداللہؓ کا بیٹا ان دُعاؤں کا جواب ہے جو خانہ کعبہ کی بنیاد اُٹھاتے وقت حضرت ابراہیمؑ کی زبان پر آئی۔ یہ وہی ہادی اکبر ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے۔ یہ خدا کے ان برگزیدہ بندوں کے سپنوں کی تعبیر ہے

جو ماضی کی ہولناک تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پُکارتے تھے۔

اے زمانے کے مظلوم اور مقہور انسانو! یہ تمھارا نجات دہندہ ہے۔ قیصر و کسریٰ کے استبداد کی چکی میں پسنے والے غلامو! تمھارے آلام و مصائب کا دور ختم ہو چکا ہے۔ جہالت اور گمراہی کی تاریکی میں بھٹکنے والو! یہ تمہیں سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔ عدل و انصاف کے متلاشیو! اس کے ہاتھ ظلم کے پرچم سرنگوں کر دیں گے۔ یتیموں، بیواؤں اور زمانے کے ٹھکرائے ہوئے انسانو! یہ تمھارا سب سے بڑا وسیلہ ہے!!

نسیم حجازی

کس شان سے وہ نورِ خدا جلوہ گر ہوا

عالم انسانی اندھیروں میں ڈوب چکا تھا۔ کاروان زندگی اپنی راہ و منزل کو گم کر کے بھول بھلیوں میں سرگرداں تھا۔ چونکہ جرم و گناہ تاریکی ہی میں نشوونما پاتے اور کھل کھیلتے ہیں، اس لیے حیات انسانی مجرموں، ظالموں اور استحصالی قوتوں کی محکوم و غلام تھی۔ کوئی فریادرس وغم خوار نہ تھا۔ راہنما خود گم کردہ راہ تھے۔ تشتت و افتراق اور تضاد و تخالف کی وجہ سے ہر گوشہ حیات میں فساد برپا تھا۔ حیات انسانی کا وجود شرک و بت پرستی سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ خوف وحزن کے موت افگن سائے پھیل کر کل حیات انسانی کو محیط ہو چکے تھے۔ انسان تضادات کا شکار تھا اور ہر گوشہ حیات میں ابتری و برہمی پھیل چکی تھی۔ رُوح انسانی بلکہ رُوح کائنات ہی مضطرب و پریشان اور آتش خوف وحزن میں جل رہی تھی۔ اسے اس نجات دہندہ ہستی کا انتظار تھا جس نے رحمتہ للعالمین بن کر ظہور کرنا تھا۔ وہ عظیم ہستی جو منتظر حیات و زمانہ تھی، انسانیت کے لیے ہی نہیں، بلکہ تمام عوالم کے لیے رحمت تمام تھی۔ وہ ختم الرسل، اور خاتم النبیین تھی اور اسے دُنیا میں عالمگیر و ہمہ گیر اور مثالی و لاثانی انقلاب لانا اور حسین و منور مثالی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کرنا تھی جس سے تمام بنی نوع انسان نے بالخصوص ابد تک کے لیے مستفید ہونا تھا۔ وہ ہستی تاریخ ساز و عہد آفریں تھی، لہٰذا ربّ رحیم و جمیل کی نگاہ میں تھی اور رُوح انسانیت کو صدیوں سے اس کا انتظار تھا:

عمر ہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آخر وہ ساعت سعید اور مبارک دن آ گیا، جس کا زمانہ منتظر تھا۔ صحرائے عرب کی دوشیزہ سرزمین، بیت اللہ کے امین مکہ معظّمہ کا مقدس شہر، حضرت عبدالمطلبؓ کا گھر،

واقعہ فیل کا پہلا سال، ربیع الاوّل کی 9 تاریخ اور دوشنبہ کی صبح سعادت تھی کہ صاحب جمال وجلال، نبی رحمت، پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کا ظہور ہوا۔

عالم انسانی پر قیامت کی طویل و سیاہ رات چھائی ہوئی تھی اور وہ جرم و گناہ کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ رشد و ہدایت کا آفتاب درخشاں طلوع ہوا اور انسان پر دنیوی واخروی کامیابیوں کی راہ ومنزل وا ہوگئی۔ اس طرح کاروان انسانیت نبی رحمت، پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کی قیادت و متابعت میں ترقی و کامیابی کی راہ پر گامزن ہوگیا۔ اس اعتبار سے یہ انسانیت کے مقدر کی رات اور خیر و برکت میں ان گنت راتوں سے افضل و اعلیٰ تھی!!

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

ہر ذرہ اس ﷺ کے فیض سے لعل و گہر ہوا

وہ رات جس کی صبح کو مسیح کا سفر ہونے والا ہے، درد والم کی مجسم تصویر ہے۔ عجب یاس وحسرت برس رہی ہے۔ نبی اپنا آخری پیغام اپنے شاگردوں کو سنا رہا ہے۔ ہر طرف سے نا اُمیدی کا ہجوم ہے، درد انگیز الفاظ وحشت خیز رات کو مہیب کر رہے ہیں۔ مسیح کا وداع ہے۔ بنی اسرائیل کی نبوت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو رہا ہے۔ الٰہی عہد بنی اسرائیل سے ٹوٹتا ہے اور بنی اسمٰعیل سے باندھا جاتا ہے۔ آسمانی دعوت سے ایک گروہ رخصت کیا جاتا ہے اور دوسرے گروہ کے لیے جگہ خالی کی جارہی ہے۔ ایک خشک درخت کاٹا جا رہا ہے اور دوسرا نہال بار آور سبز ہوتا ہے۔ کیسی ڈراؤنی غمناک رات ہے۔ مگر کتنی بڑی خوشی اس کے پیچھے کھڑی ہے:

شام غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمت شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

اس شام غربت کی صبح اُمید پونے چھ سو سال کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے۔ فاران کی چوٹیوں پر ابر رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ جس سے نہ صرف ریگستان عرب کی خشک زمین سیراب ہوتی ہے بلکہ اکناف عالم میں اس بارش سے شیریں نہریں جاری ہوجاتی ہیں اور اپنی آبیاری سے گلشن گیتی کے چمنوں کو سرسبز وشاداب کر دیتی ہے:

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اُٹھی
پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
کڑک اور دمک دور دور اس کی پہنچی
جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کاشانہ دہر کے متوالو! خواب غفلت سے ذرا چونکو، کروٹ بدلو، آنکھیں کھولو، ہدایت کی پُر نور ضیا آ پہنچی، تاریکی دور ہوگئی، حق آ گیا، باطل ٹوٹ گیا، دُنیا کا مصلح اعظم، ہادی برحق اس شبستان عالم کو اپنے نور سے منور کر رہا ہے۔ حق کا نہایت سیدھا اور صاف راستہ دکھلا رہا ہے۔ اس دُنیا کے لیے ایک نعمت لازوال لایا ہے۔

دُنیا پر ظلمت کی تیرہ و تاریک گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ اہل دُنیا اپنے مذہب سے نابلد ہو کر سورج، چاند ستاروں کی عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں۔ بجائے توحید کے تثلیث کی بندگی ہوتی ہے۔ خانہ خدا بتوں کا ملجا و ماوا بنا ہوا ہے۔ حق کے متلاشی کے لیے مذہب سر چشمہ ہدایت نہ رہا۔ اعمال ذمیمہ، ان کے افعال شنیعہ، ان کے عادات و اخلاق ہیں۔ علم و ہنر سے بیگانہ ہو رہے ہیں۔ ظلم و ستم کا دور دورہ ہے۔ شراب، قمار، چوری، زنا کا زور ہے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ایک داعی حق ہادی برحق مبعوث ہو اور اپنی ہدایت سے دُنیا کی سیاہی کو دور کر دے۔ اہل دُنیا کو مذہب سے باخبر اور توحید سے واقف کر دے۔ خانہ خدا کو اس کی عبادت کے لیے مخصوص کر دے۔ اعمال ذمیمہ کو دور کرے، اخلاق حسنہ کی تعلیم دے، علم و ہنر کو مروّج کرے، ظلم و ستم کا انسداد کرے، شراب، قمار، چوری، زنا کو موقوف کرے۔

آلِ ہاشم سے ایک جوان دُنیا میں مبعوث ہوتا اور اپنی تبلیغ و ہدایت سے ان امور کی بہترین طور پر اصلاح کرتا ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کے لیے ایک اعلیٰ و اکمل قانون اور اپنی زندگی کا بہترین نمونہ چھوڑ گیا، جس کا اتباع اور پیروی نجات کا سیدھا راستہ ہے!!

نصیر الدین ہاشمی

خاک کو جب ستاروں کی عظمت ملی

دائرہ کائنات کا مرکز، مجموعہ مخلوقات کا حرف اوّلین، گلزار خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمان وجود کا نیر اعظم، وہ تاباں و درخشاں نور عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتو جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا۔ اس ہستی مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل، نہ ہمتا نہ عدیل، لاثانی نے لاثانی بنا دیا ہے، بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا ہے۔ اس رُوح مصور، جان مجسم پر بے شمار درود جس کے وجود نے وجود بے کیف کا پتا دیا۔

کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نئے نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانہ عدم سے قدم نکالنا بڑی پُر لطف بات ہے، جس کے لیے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کھینچے جاتے ہیں، آنکھیں شوق دیدار کے لیے وا ہوتی ہیں، دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ انسانی مصنوعات، جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں، ان پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ درجے کی موجودات اور اپنے وہم و خیال کی بنیادوں پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالم ہستی میں نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے اور فرح و انبساط کا موجب ہوتا ہے، تو کسی اعلیٰ مخلوق کا پیکر وجود میں ظاہر ہونا اور صناع عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رُونما ہونا کتنی شان و شوکت، کیسی عظمت و جلالت، کس قدر فرح و طرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہوگا اور دُنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی اور کیسی دھوم دھام ہوگی۔

ہر طرف کفر و ضلالت کی گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کعبہ معظّمہ اور بیت المقدس کے در و دیوار اس غم میں خونابہ فشاں تھے، حرم شریف فریاد کر رہا تھا، بیت اللہ ہمہ تن آنکھ بن کر اس مقدس آنے والے کی راہ تک رہا تھا، جس کے قدوم پاک کے ساتھ اس کی

عزت وعظمت، حق کا ظہور اور خلق کی اصلاح و درستی وابستہ تھی۔ صفا و مروہ گردنیں اُٹھائے ہوئے اس ہادیِ اعظم کا راستہ دیکھ رہے تھے جس کی تشریف آوری کا مژدہ مسیحؑ و خلیلؑ ہی نہیں، بلکہ تمام انبیا دیتے آئے تھے۔ سرزمین حجاز کا ذرّہ ذرّہ محبوب حق کے قدموں سے پامال ہونے کی تمنا میں دل پُر ارمان بنا ہوا تھا۔ زمزم کا دل ایک بحر جود و کرم کی یاد میں پانی پانی ہو رہا تھا۔ بیت المقدس کی آنکھیں اس مقتدائے عالم کا انتظار کر رہی تھیں جس کے ورود سے اس کی دوبارہ آبادی متوقع تھی اور جو اس گروہ انبیا کی امامت فرمانے والا تھا۔ بطحا کا ہر سنگریزہ اس عالم نواز ربّانی کی قدم بوسی کا تمنائی تھا جس کی جلوہ افروزی کا غلغلہ ابتدائے عالم سے تمام دُنیا میں مچا ہوا تھا۔

کارساز قدرت نے اس وجودِ اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ عجب شان و شوکت سے ظاہر فرمایا۔ دُنیا میں تبدیلیاں ہوئیں، قحط سالی رفع ہوئی، خشک اور چٹیل میدان سرسبز و شاداب ہوئے، سوکھے ہوئے درخت پھل لائے، دُبلے جانور فربہ ہو گئے، عالم کا نقشہ بدل گیا، دُنیا کی کایا پلٹ گئی، نظام قدرت کے عظیم الشان تبدل نے ایک سرِ الٰہی کے ظہور کا پتا دیا۔ بت خانوں میں ہلچل مچی، بت سربخاک ہوئے، جھوٹی خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی۔ باطل معبودوں کی رسوائی و خواری نے ان کے بطلان کی شہادت دی۔ آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد ہوئی، عزت و جبروت والے بادشاہوں کے قصر و ایوان زلزلہ میں آئے۔ فلک رفعت قلعوں کی کوہ ساماں دیواریں شق ہوئیں کنگرے سربسجود ہوئے، شیاطین کے تخت اُلٹ گئے، ربّانی انوار خطہ خاک کی طرف متوجہ ہوئے، آرزومندان جمال کی چشم تمنا وا ہوئی، نرگس منتظر کا فرش بچھا، رحمت الٰہی کا شامیانہ تنا، گلشن تمنا میں باد مراد چلی، بام کعبہ پر علم سبز نصب ہوا، کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا، جہان نور سے معمور ہوا، فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا، شب غم نے بستر اُٹھایا، صبح اُمید نے چہرہ دکھایا، 12 ربیع الاوّل صبح صادق کے وقت نے طلوع فرمایا!!

مولانا نعیم الدین مراد پوری

محسنِ انسانیت ﷺ

محسنِ انسانیت ﷺ کا ظہور ایسے حالات میں ہوا جب کہ پوری انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہیں دور وحشت چل رہا تھا اور کہیں شرک اور بت پرستی کی لعنتوں نے مدنیت کا ستیاناس کر رکھا تھا۔ مصر اور ہندوستان، بابل اور نینوا، یونان اور چین میں تہذیب اپنی شمعیں گل کر چکی تھی۔ لے دے کے فارس اور روم تمدنی عظمت کے پھریرے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ رومی اور ایرانی تمدنوں کی ظاہری چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تھی مگر ان شیش محلوں کے اندر بدترین مظالم کا دور دورہ تھا اور زندگی کے زخموں سے تعفن اُٹھ رہا تھا۔ بادشاہ خدا کے اوتار ہی نہیں، خدا بنے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ جاگیردار طبقوں اور مذہبی عناصر کی ملی بھگت قائم تھی۔ روم اور ایران کے دونوں خطوں میں اس تگڑم نے عام انسان کا گلا اچھی طرح دبوچ رکھا تھا۔ یہ لوگ ان سے بھاری ٹیکس، رشوتیں، خراج اور نذرانے وصول کرتے تھے اور ان سے جانوروں کی طرح بیگاریں لیتے تھے لیکن ان کے مسائل سے ان کو کوئی دلچسپی نہ تھی، ان کی مصیبتوں میں ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی اور ان کی گھتیوں کا کوئی حل ان کے پاس نہ تھا۔ ان بالادست طبقوں کی عیاشیوں اور نفس پرستیوں نے اخلاقی رُوح کو ہلاک کر دیا تھا۔ بادشاہوں کے ادل بدل، نت نئے فاتحین کے ظہور اور خون ریز جنگوں کی وجہ سے حالات میں جو تموج پیدا ہوتا تھا، اس میں بھی کوئی راہ نجات عام آدمی کے لیے نہ نکلتی تھی۔ عام آدمی کو ہر تبدیلی کی چکی اور زیادہ تیزی سے پیستی تھی۔ ہر قوت اسی کو آلہ کار بنا کر اور اسی کا خون صرف کر کے اور اسی کی محنتوں سے استفادہ کر کے اپنا جھنڈا بلند کرتی تھیں اور پھر غلبہ واقتدار پانے کے بعد وہ پہلوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ظالم ثابت ہوتی تھی۔ خود روم و ایران کے درمیان

مسلسل آویزش کا چکر چلتا تھا اور مختلف علاقے کبھی ایک حکومت کے قبضے میں جاتے اور کبھی دوسری سلطنت ان کو نگل لیتی لیکن ہر بار فاتح قوت عوام کے کسی کسی طبقے کو خوب اچھی طرح پامال کرتی۔ مثلاً رومی حکومت آتی تو آتش کدے کلیساؤں میں جاتے اور ایرانی راج چھا جاتا تو پھر کلیسا آتش کدے بن جاتے۔ پھر دُنیا کے اکثر حصوں میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ نت ٹکراؤ ہوتے، بار بار کشت وخون ہوتے، بغاوتیں اُٹھتیں، مذہبی فرقے خون ریزیاں کرتے اور ان ہنگاموں کے درمیان انسان بہ حیثیت انسانی بری طرح پامال ہو رہا تھا۔ وہ انتہائی مشقتیں کر کے بھی زندگی کی ادنیٰ ضرورتیں پوری کرنے پر قادر نہ تھا۔ اسے مظالم کے کولھو میں پیلا جاتا تھا مگر تشدد کی خوف ناک فضا میں وہ صدائے احتجاج بلند نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تلخ احساسات رکھتا ہوگا مگر اسے ضمیر کی آزادی کسی ادنیٰ درجے میں حاصل نہ تھی۔ اس کی مایوسیوں اور نامرادیوں کا، آج ہم مشکل ہی سے تصور کر سکتے ہیں کہ وہ ماحول کے ایک ایسے آہنی قفس میں بند تھا جس میں کوئی روزن کسی طرف نہیں کھلتا تھا۔ اس کے سامنے کسی اُمید افزا اعتقاد اور کسی فلسفے یا نظریے کا جگنو تک نہیں چمکتا تھا۔ اس کی رُوح چیختی تھی مگر پُکار کا کوئی جواب کسی طرف سے نہ ملتا تھا۔ کوئی مذہب اس کی دستگیری کے لیے موجود نہ تھا، کیونکہ انبیا کی تعلیمات، تحریف وتاویل کے غبار میں گم کی جا چکی تھیں اور باقی جو شے مذہب کے عنوان سے پائی جاتی تھی، اسے مذہبی طبقوں نے متاع کاروبار بنا لیا تھا اور اُنھوں نے وقت کی ظالم طاقتوں کے ساتھ سودے گانٹھ لیے تھے۔ یونان کا فلسفہ سکتے میں تھا، کنفیوشس اور مانی کی تعلیم دم بخود تھی، ویدانت اور بدھ مت کے تصورات اور منوشاستر کے نکات سر بگریباں تھے، جسٹینن کا ضابطہ اور سولن کا قانون بے بس تھا۔ کسی طرف کوئی روشنی نہ تھی۔ جب کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان حالات کے ایک آہنی قفس میں بند ہو جاتا ہے اور اسے کسی طرح سے نجات کا راستہ دکھائی نہیں دیتا تو تمدنی بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ خوف ناک ترین بحران کا ایک عالم گیر دور تھا، جس کی اندھیاریوں میں محسنِ انسانیت ﷺ کی مشعل آ اُبھرتی ہے اور وقت کے تمدنی، بحران کی تاریکیوں کا سینہ چیر کر ہر طرف اُجالا پھیلا دیتی ہے۔

خود عرب کا قریب ترین ماحول جو حضور ﷺ کا اوّلین میدان کار بنا، اس کا تصور کیجیے تو دل دہل جاتا ہے۔ وہاں عاد و ثمود کے ادوار میں سبا اور عدن اور یمن کی سلطنتوں کے سائے میں کبھی تہذیب کی روشنی نمودار بھی ہوئی تھی تو اب اسے گل ہوئے مدتیں گزر چکی تھیں۔ بقیہ عرب پر دور وحشت کی رات چھائی ہوئی تھی، تمدن کی صبح ابھی تک جلوہ گر نہیں ہوئی تھی اور انسانیت نیند سے بیدار نہ ہو پائی تھی، ہر طرف ایک انتشار تھا، انسان اور انسان کے درمیان تصادم تھا، جنگ و جدل اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا، شراب اور زنا اور جوئے سے ترکیب پانے والی جاہلی ثقافت زوروں پر تھی، قریش نے مشرکانہ اور بت پرستانہ مذہبیت کے ساتھ کعبہ کی مجاوری کا کاروبار چلا رکھا تھا، یہود نے کلامی اور فقہی موشگافیوں کی دُکانیں کھول رکھی تھیں، باقی عرب فکر کے لحاظ سے ذہنی پریشانی میں مبتلا تھا، مکہ اور طائف کے مہاجنوں نے سود کے جال پھیلا رکھے تھے، غلام سازی کا منحوس ادارہ دھوم دھڑلے سے چل رہا تھا، حاصل مدعا یہ کہ انسان خواہش پرستی کی ادنیٰ سطح پر گر کر درندوں اور چوپایوں کی شان سے جی رہا تھا، جو زور والا تھا اس نے کمزوروں کو بھیڑ، بکریوں کے گلوں کی طرح قابو میں کر رکھا تھا اور کمزور، قوت والوں کے قدموں میں سجدہ پاش تھے۔

یہ تھے حالات جن میں حضرت محمد ﷺ عظیم ترین تبدیلی کا پیغام لے کر یکہ و تنہا اُٹھتے ہیں۔ ایسے مایوس کن حالات میں کوئی دوسرا ہوتا تو شاید زندگی سے بھاگ کھڑا ہوتا۔ دُنیا میں ایسے نیک اور حساس لوگ بکثرت پائے گئے ہیں جنھوں نے بدی سے نفرت کی مگر وہ بدی کا مقابلہ کرنے پر تیار نہ ہو سکے اور اپنی جان کی سلامتی کے لیے تمدن سے کنارہ کش ہو کر غاروں، کھوہوں میں پناہ گزیں ہوئے اور جوگی اور راہب بن گئے، مگر حضور ﷺ نے انسانیت کی نیا کو طوفانی موجوں میں ہچکولے کھاتے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی فکر نہیں کی، بلکہ بدی کے ہلاکت انگیز گردابوں سے لڑ کر ساری اولادِ آدم کے لیے نجات کا راستہ کھولا، تمدن کی کشتی کی پتوار سنبھالی اور پھر اسے ساحل مراد کی طرف رواں کر دیا۔

روم اور ایران کی دو بڑی ٹکراتی ہوئی تمدنی طاقتوں نے جو بحران پیدا کر دیا تھا، اسے توڑنے کے لیے آپ ﷺ ایک تیسری طاقت بن کر اُٹھے اور آہستہ آہستہ یہ تیسری طاقت جب اپنے پیروں پر کھڑی ہوگئی تو اس نے روم و ایران دونوں کو چیلنج کیا، دونوں کی مرعوب کن قیادتوں کے تخت اُلٹ دیے اور عوام الناس کو خوفناک تمدنی قفس سے نکال کر آزاد فضاؤں میں اُڑان کا موقع دیا۔ اولادِ آدم کے سامنے ایک راہ نجات کھل گئی، کاروانِ زندگی جو رہزنوں کے درمیان گھرا کھڑا تھا، وہ پھر فلاح وارتقا کی راہوں پر گامزن ہوگیا۔ یوں رسول پاک ﷺ خلق خدا کے لیے نجات دہندہ بن کر تشریف لائے۔

دُنیا میں اگر آج ہم مسلمانوں کا وجود ہے تو یہ اسی ہستی کی جانفشانیوں کے طفیل ہے۔ آج اگر سچائی اور نیکی کا کلمہ ہمارے سینوں میں نور افگن ہے تو یہ اسی مقدس وجود کا فیضان ہے۔ آج اگر زندگی کی صلاح وفلاح کے لیے ایک اُصولی ضابطہ انسانیت کے سامنے موجود ہے تو یہ محمد ﷺ کی جدو جہد کا ثمرہ ہے۔ آج اگر زندگی کا ایک بہترین نمونہ و معیار ہماری نگاہوں کے سامنے پرتو انداز ہے تو یہ نبی اکرم ﷺ کا ہی پیش کردہ ہے۔ آج اگر ہمارے سینوں میں تحریک اسلامی کے احیا کے ولولے کروٹ لے سکتے ہیں، تو اسی محبوب شخصیت کی قربانیوں کی جذبہ انگیز یاد ہی سے لے سکتے ہیں۔ آج اگر ہم اسلامی انقلاب برپا کرنے کا انداز واُسلوب سیکھ سکتے ہیں، تو اسی خدائی راہنما کی کشمکش کی روداد ہی سے سیکھ سکتے ہیں۔ آج اگر ابنائے آدم کو حقیقت کی شعور افزا کرنیں اخلاق کی لازوال قدریں اور زندگی کی فلاح کے اٹل اُصول ہاتھ آسکتے ہیں تو حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ ہی سے ہاتھ آسکتے ہیں۔ محسنِ انسانیت جیسا داعی اور معلم اور مربی اور قائد اگر نہ مبعوث ہوا ہوتا تو کبھی کارِ عظیم اس دورِ ظلمت وجہل میں سرانجام نہ پا سکتا۔ حضور ﷺ ہی سارے انقلاب کی رُوح تھے!!

نعیم صدیقی

ربیع فی ربیع فی ربیع

قصہ اصحاب فیل میں دو طرح حضور ﷺ کی کرامت ظاہر ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر اصحاب فیل غالب آتے تو وہ حضور ﷺ کی قوم کو قید کر لیتے اور غلام بنا لیتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا تا کہ اس کے حبیب پاک ﷺ پر حمل وطفولیت کی حالت میں اسیری وغلامی کا دھبہ نہ لگے۔ دوسرے یہ کہ اصحاف فیل، نصاریٰ اہلِ کتاب تھے جن کا دین قریش کے دین سے جو بت پرست تھے، یقیناً بہتر تھا۔ مگر یہ کہ حضور ﷺ کے وجود مسعود کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کی حرمت قائم رکھنے کے لیے قریش کو باوجود بت پرست ہونے کے اہل کتاب پر فتح دی۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی نبوت کا پیش خیمہ تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ کے دین میں اسی بیت اللہ کی تعظیم اسی کے حج اور اسی کی طرف نماز کا حکم ہوا۔

جب حمل شریف کو چاند کے حساب سے پورے نو مہینے ہوگئے تو حضور اقدس ﷺ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر نظر آرہے تھے، پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے، سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے (جس سے آپ اپنے علو مرتبہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے) بدن بالکل پاکیزہ اور تیز بو کستوری کی طرف خوشبو دار، ختنہ کیے ہوئے، ناف بریدہ، چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی، آنکھیں قدرت الٰہی سے سرمگیں، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں، آپ کی والدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب ؓ کو جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، بلا بھیجا۔ وہ حضور کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بیت اللہ شریف میں لے جا کر آپ کے لیے صدق دل سے دُعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا

کیا۔آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے ابولہب کو تولد شریف کی خبر دی تو اس نے خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

حضور ﷺ جس مہینے پیدا ہوئے۔اس کا نام ربیع تھا ہی مگر وہ موسم بھی ربیع (بہار) کا تھا۔کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

چہرہ مبارک12 موسم ربیع12 ماہ تولد شریف12

ابولہب کی موت کے ایک سال بعد حضرت عباسؓ نے خواب میں ابولہب کو بُرے حال میں دیکھا۔پوچھا تجھے کیا ملا؟ ابولہب نے جواب دیا:

لم الق بعد کم غیر انی مسقیت فی ھذا بعتاقتی ثوبیة

ترجمہ: ’’تمھارے بعد مجھے کچھ آرام نہیں ملا سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے سبب سے مقدار اس (مغام میان ابہام وسبابہ) کے پانی مل جاتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں!!‘

اس حدیث میں عرہ بن زبیر کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب بتا رہا ہے کہ میرے اعمال رائیگاں گئے،سوائے ایک کے اور وہ یہ کہ میں نے حضور کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔اس ایک عمل کا فائدہ باقی رہ گیا۔اور وہ یوں ہے کہ اس کے بدلے ہر دوشنبہ کو ابہام وسبابہ کے درمیانی مغاک کی مقدار مجھے پانی مل جاتا ہے جسے میں انگلیوں سے چوس لیتا ہوں اور عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے۔یہ رسول اکرم ﷺ کی خصوصیات سے ہے ورنہ کافر کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔

فقیر توکلی گزارش کرتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تولد شریف پر خوشی منانے سے ایک کافر کو یہ فائدہ پہنچا تو قیاس کیجیے کہ ایک مسلمان جو ہر سال مولود شریف کراتا اور حضور احمد مختار ﷺ کے تولد شریف پر خوشیاں مناتا، اس دارِ فانی سے رخصت ہوجائے تو اسے کس قدر فائدہ پہنچے گا۔

تولد شریف کے وقت غیب سے عجیب وغریب اور خارق عادت امور ظاہر

ہوئے تاکہ آپ ﷺ کی نبوت کی بنیاد پڑ جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، دل پسندیدہ ہیں اور ان کے نور سے حرم شریف کی پست زمین اور ٹیلے روشن ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا کہ مکہ مشرفہ کے رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آ گئے۔ شیاطین پہلے آسمانوں پر چلے جاتے اور کاہنوں کو بعض مغیبات کی خبر دے دیتے تھے اور وہ لوگوں کو کچھ اپنی طرف سے ملا کر بتا دیا کرتے تھے۔ اب آسمانوں میں ان کا آنا جانا بند کر دیا گیا اور آسمانوں کی حفاظت شہاب ثاقب سے کر دی گئی۔ اس طرح وحی و غیر وحی میں خلط ملط ہو جانے کا اندیشہ جاتا رہا۔ شہر مدائن میں محل کسریٰ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اس میں اشارہ تھا کہ چودہ حکمرانوں کے بعد ملک فارس خادمان اسلام کے قبضہ میں آ جائے گا۔ فارس کے آتش کدے ایسے سرد پڑ گئے کہ ہر چند ان میں آگ جلانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر نہ جلتی تھی، بحیرہ ساوہ جو ہمدان و قم کے درمیان چھ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا تھا اور جس کے کناروں پر شرک و بت پرستی ہوا کرتی تھی، یکا یک بالکل خشک ہو گیا۔ وادی ساوہ (شام و کوفہ کے درمیان) کی ندی جو بالکل خشک پڑی تھی، لبالب بہنے لگی!!

پروفیسر علامہ نور بخش توکلیؒ

عرش تاباں ہو گیا، فرشِ زمیں روشن ہوا

پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کے وقت نسل انسانی کی بعینہٖ وہی حالت تھی جو قرآن مجید نے چند لفظوں میں بیان کی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ بادشاہوں کے بے لگام اقتدار اور امراء کے بے رحم اختیار نے انسان کے جسم اور رُوح، ذہن اور فکر کو بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ انسانی سیاست، معیشت، معاشرت، مذہب، عدالت اور ہر شعبہ حیات میں مکمل جابرانہ نظام نافذ تھا، ضمیر مردہ ہو چکا تھا، نیکی کا نام باقی نہیں تھا، عقل اور فہم پر جہالت، خوف، ظلم، جبر اور وہم کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ زندگی کے ہر شعبے میں فطری آزادیاں مفقود تھیں۔ ذہنی ارتقا اور عقلی نشو ونما کا عمل جامد ہو گیا تھا اور وحشت و بربریت اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ حیاتِ انسانی پر مسلط ہو چکی تھی۔ خوف و ہراس، ناکامی اور نامرادی کے گھناؤنے سائے انسانی شعور کے طول اور عرض پر پھیل گئے تھے۔ لیکن اس تاریکی میں قدرت کے چمکیلے ہاتھ درد و کرب میں ڈوبی ہوئی انسانیت کی مدد کے لیے اُبھرتے ہیں۔ اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظہور ہوتا ہے، سب کو پیام رحمت ملتا ہے، انقلاب کی موجیں بلند ہوتی ہیں اور خوف و غم، ظلم و استبداد، شرک و کفر کو تنکوں کی طرح بہا لے جاتی ہے۔ اس سے پہلے ہر صبح، سورج کی ہر کرن، انسان کے لیے نت نئے ظلم کی خبر لاتی تھی، اب اس کی ہر شعاع دامن انسانیت کو امن و سکون، راحت و مسرت، آزادی اور حریت کی متاع بے بہا سے بھر دیتی ہے۔ غلامی کی زنجیریں کٹ جاتی ہیں، پیٹھ کا بوجھ گر جاتا ہے، ذہنی بندشیں اور فکری بندھنیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ نسلی غرور اور شخصی برتری کا تصور مٹ جاتا ہے۔ خوف اور غم کا ہر تصور تحلیل ہو جاتا ہے۔

سرور عالم ﷺ ایک جلوہ تاباں بن کر سینہ فطرت سے ہویدا ہوئے۔

آپ ﷺ کی نگاہوں نے رازِ ہستی کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیا اور انسان کو خالق جہاں کے احکام کا ہمصفیر کر کے معزز عالم کا سرنشیں بنا دیا۔ آپ ہی کے فیض سے وہ غریب گلہ بان جو ابتدائے آفرینش سے ریگزاروں میں گمنام پڑے تھے، دہلی سے غرناطہ تک اپنا سکہ چلانے لگے اور وہ مٹھی بھر شتربان جنھیں دُنیا حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی، ایک قلیل عرصہ میں سارے عالم پر اپنا پرچم لہرانے لگے۔

گویا ذاتِ محمد عربی ﷺ رحمت کی ایک گھٹا تھی جو خشک آسمانوں پر پھیل گئی اور تپتی ہوئی انسانیت پر برس کر سبزہ وگل کی افزائش کا سبب بنی، یا نور کی ایک کرن تھی، جو اندھیروں کو چیرتی ہوئی دُنیا کے پردے پر آپڑی اور ایک عالم کو منور کر گئی، یا وہ روشنی کا ایک مینار تھی جو طوفان خیز سمندروں سے اُبھری اور تاریک فضاؤں میں بلند ہو کر انسانیت کے سفینے کو نشان راہ دکھانے لگی!

چودہ صدیاں ختم ہوگئی ہیں لیکن روشنی کا یہ مینار اپنی جگہ موجود ہے۔ یہ 'سراج منیر' پوری تابناکی کے ساتھ اپنی جگہ قائم ہے!!

سیّد واجد رضوی

سازِ دل سے نغمہ کی صورت اٹھی موجِ درود

سہل بن عبداللہ التستری سے روایت ہے کہ جب خدا نے آپ ﷺ کو ماہ رجب کی ایک جمعہ کی رات کو بطن آمنہؓ میں پیدا کرنا چاہا تو رضوان کو حکم دیا کہ بہشت کے دروازے کھول دو اور زمین و آسمان میں منادی کرا دو کہ وہ مخفی نور جس سے نبی ہادی نے پیدا ہونا ہے، آج کی رات کو اپنی والدہ کے رحم میں منتقل ہو رہا ہے، جہاں اس کی تکمیل ہوگی، اور پھر بشیر و نذیر بن کر دُنیا میں ظاہر ہوگا۔ کعب الاحبار کی روایت میں ہے کہ اس رات کو آسمان کے کناروں میں اور زمین کے میدانوں میں منادی کی گئی کہ وہ مخفی نور جس سے محمد رسول اللہ ﷺ نے پیدا ہونا ہے، حضرت آمنہ بی بیؓ کے رحم میں آج کی رات قرار پا رہا ہے، آمنہؓ کو مبارک ہو۔ اس رات کو دُنیا بھر کے بت اوندھے ہو گئے۔ ان دنوں قریش سخت قحط میں مبتلا تھے اور اشیائے خوردنی کی کمی تھی، چنانچہ زمین ہری بھری ہوگئی۔ درخت پھلوں سے لد گئے اور ہر طرف سے امداد موصول ہونے لگی۔ چنانچہ یہ مسرت اور شادمانی کا سال قرار پایا۔ ابن اسحٰق سے روایت ہے، حضرت آمنہؓ فرمایا کرتیں کہ جب آپ ﷺ میرے پیٹ میں تھے تو مجھے بارہا کہا گیا کہ تمھارے پیٹ میں اس قوم کا سردار ہے۔ نیز وہ کہا کرتی تھیں کہ مجھے معلوم ہی نہ ہوسکا کہ حمل ٹھہر گیا ہے، کیونکہ عام عورتوں کی طرح نہ تو کبھی بوجھ محسوس ہوا اور نہ کوئی خواہش ہوئی، ہاں البتہ مجھے حیض آنا رُک گیا۔ ایک دن میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھی کہ کسی شخص نے مجھے کہا: 'کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے پیٹ میں انسانوں کے سردار ہیں؟' پھر وہ چلا گیا۔ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو پھر آیا، کہنے لگا: کہو 'میں اسے ہر حاسد کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں،' اور اس کا نام 'محمد ﷺ' رکھنا۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہؓ کے شکم میں حضور اکرم ﷺ کے استقرار کی دلیل یہ تھی کہ قریش کے تمام جانور اس رات بولنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ماں کے پیٹ میں منتقل ہو گئے ہیں اور حضرت آمنہ فرمایا کرتی تھیں، کہ جب حمل کے چھ مہینے گزر گئے، تو میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، جس نے مجھ سے کہا: 'آمنہؓ! تمھارے پیٹ میں جو بچہ ہے، وہ افضل العالمین ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو محمد ﷺ نام رکھنا اور یہ راز کسی سے نہ کہنا۔' فرماتی تھیں، جب مجھے وہ صورت حال پیش آئی، جو عورتوں کو پیش آتی ہے، تو نہ مردوں کو اس حالت کا علم تھا، اور نہ عورتوں کو۔ میں گھر میں اکیلی تھی اور حضرت عبدالمطلبؓ طواف کو گئے تھے تو ایک ایسے زبردست دھماکے کی آواز سنی کہ میں ڈر گئی۔ پھر میں نے یوں محسوس کیا کہ سفید پرندوں نے اپنے بازوؤں سے میرے دل کو چھوا، تو دہشت اور درد کا ملاً جاتا رہا۔ پھر میں نے غور کیا، تو مجھے سفید رنگ کا شربت پیش کیا گیا۔ میں پی گئی اور میں نے اپنے اندر زبردست خدائی تجلی محسوس کی۔ بعدہ میں نے کئی بلند بالا عورتیں، جو عبد مناف کی عورتوں کی طرح تھیں، دیکھیں جو مجھے گھیرے ہوئے تھیں۔ دریں حال میں حیران تھی اور واویلا کر رہی تھی کہ انھیں میرے بارے میں کس نے بتایا ہے، وہ کہنے لگیں کہ ہم فلاں خاتون آسیہ زوجہ فرعون اور فلاں مریم دختر عمران ہے، اور باقی بہشت کی حوریں ہیں۔ میری حالت مزید بگڑ گئی، چنانچہ لمحہ بہ لمحہ دھماکوں کی آوازیں آ رہی تھیں کہ ہر دوسرا دھماکہ پہلے سے زیادہ ہولناک ہوتا۔ میں ابھی اس حال میں تھی کہ سفید ریشمی چادر زمین و آسمان کے درمیان تان دی گئی۔ میں نے ایک شخص کو کہتے سنا۔ لوگوں کی نگاہ آپ پر نہ پڑنے دو، پھر میں نے کچھ لوگوں کو اُوپر فضا میں کھڑا دیکھا۔ جن کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے، پھر میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا، جنھوں نے میرے حجرے کو گھیر لیا، ان کی چونچیں زمرد کی تھیں اور بازو یاقوت کے تھے۔ اللہ نے میری آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا۔ چنانچہ میں نے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کیا اور تین جھنڈے گڑے دیکھے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبے کی چھت پر۔ اس حال میں مجھے دردزہ شروع ہو گیا اور آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ دیکھا

کہ آپ سجدے میں پڑے ہیں اور آپ نے اپنی انگلیاں یوں آسمان کی طرف اُٹھائی ہوں ہیں جیسے کوئی عجز و نیاز سے زاری کرتا ہے۔ پھر میں نے آسمان سے سفید بادل آتا دیکھا جس نے آپ کو ڈھانپ لیا اور میری نگاہوں سے چھپا لیا۔ پھر میں نے سنا، ایک منادی کرنے والا کہہ رہا تھا کہ آپ کو مشرق و مغرب میں ہر طرف گھماؤ۔ سمندروں میں لے جاؤ، تا کہ آپ کے نام، اوصاف اور شکل و شباہت سے واقف ہو جائیں۔ پھر وہ آپ سے فوراً علیحدہ ہو گئے۔ خطیب بغدادی راوی ہے: حضرت آمنہؓ نے فرمایا کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی، میں نے ایک بڑا سا بادل دیکھا، جس کی چمک میں، میں نے گھوڑوں کا ہنہنانا، پردوں کی سرسراہٹ اور انسانوں کی گفتگو سنی، پھر میں نے ایک شخص کو منادی کرتے سنا کہ محمد ﷺ کو تمام دُنیا میں لے کر پھراؤ، اور جنوں اور انسانوں کے ہر مقدس فرد اور فرشتوں، پرندوں اور جانوروں سے روشناس کراؤ۔ اور آپ کو آدمؑ کا خلق، نوحؑ کی شجاعت، حضرت ابراہیمؑ کی دوستی، حضرت اسماعیلؑ کی زبان، حضرت اسحٰقؑ کی رضا، حضرت صالحؑ کی فصاحت، حضرت لوطؑ کی حکمت، حضرت یعقوبؑ کا صبر، حضرت یونسؑ کی طاعت، حضرت یوشعؑ کا جہاد، حضرت داؤدؑ کی صیانت، حضرت دانیالؑ کی محبت حضرت یحییٰؑ کی پرہیز گاری اور حضرت عیسیٰؑ کا زہد عطا کر دو اور انبیا کے اخلاق سے سجا دو۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر وہ بادل علیحدہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے سبز رنگ کا ایک ریشمی کپڑا جو اچھی طرح لپٹا ہوا تھا، جس سے پانی ٹپک رہا تھا، مٹھی میں پکڑا ہوا ہے۔ میں نے آدمی کو کہتے سنا۔ ربّ کعبہ کی قسم کہ آپ دُنیا کے امام اور دُنیا والوں کے لیے چراغ ہدایت ہیں اور بادشاہان عالم کے تخت اوندھے ہو گئے ہیں، اور مشرق کے جنگلی جانور، مغرب کے جانوروں کو بشارت دینے گئے ہیں۔ اسی طرح سمندری جانور بھی ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ اور جس مہینے آپ کا حمل قرار پایا تھا، ہر سال اس موقع پر زمین اور آسمان میں منادی کرائی جاتی، بشارت ہو تمھیں، کہ مقدس اور مبارک ابو القاسم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس رات کو کوئی گھر ایسا نہ تھا، جو روشن نہ ہوا ہو۔ کوئی مکان ایسا نہ تھا، جس میں نور محمدی ﷺ داخل نہ ہوا ہو اور

کوئی جانور ایسا نہ تھا جو بول نہ اُٹھا ہو۔ ابو زکریا یحیٰی بن عائذ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکمل نو مہینے اپنی والدہ کے شکم میں رہے مگر حضرت آمنہؓ نے کسی درد، تنگی یا ریح کی جس سے حاملہ عورتوں کو پالا پڑتا ہے، کبھی شکایت نہیں کی، اور کہا کرتی تھیں، بخدا میں نے ایسا ہلکا اور برکت والا حمل نہیں دیکھا۔ جب حمل کے دو مہینے پورے ہوگئے تو حضرت عبداللہؓ مدینے میں اپنے ننھیال بنی نجار میں وفات پا گئے اور ابواء میں دفن ہوئے۔ ابن عباس راوی ہیں کہ جب حضرت عبداللہ فوت ہوگئے تو فرشتوں نے کہا، اے خدا، تیرا نبی تو یتیم ہوگیا ہے۔ خدا نے کہا، ہم اس کے نگہبان اور مددگار ہیں۔

عمرو بن قیتبہ نے اپنے والد سے، جو عالم و فاضل تھا، سنا کہ حضرت آمنہؓ کے وضع حمل کا وقت آیا تو خدا نے فرشتوں سے کہا، کہ آسمانوں اور بہشت کے دروازے کھول دو۔ اس دن سورج کی روشنی میں زبردست اضافہ کر دیا گیا تھا اور رسول اکرم ﷺ کی برکت سے تمام دُنیا کی عورتوں کو خدا نے حکم دیا کہ اس سال کے دوران میں سب کے سب لڑکے جنیں۔ ابن عباس سے روایت ہے سبحان اللہ! محمد رسول اللہ ﷺ نے ساری دُنیا کو مٹھی میں لے لیا ہے۔ اور اہلِ دُنیا میں کوئی بھی چیز ان کی مٹھی سے باہر نہیں رہ گئی۔ پھر میں نے آپ کی طرف نگاہ کی، دیکھا، کہ آپ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں، اور آپ سے خالص کستوری کی خوشبو آرہی ہے، اتنے میں، میں نے تین آدمی دیکھے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا تھال اور تیسرے کے پاس سفید ریشمی کپڑا تھا۔ کپڑے کو کھولا، تو اس میں سے ایک انگوٹھی نکلی، جسے دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتیں۔ اس نے آپ کو لوٹے سے سات مرتبہ نہلایا، آپ کے کندھوں کے درمیان مہر لگائی۔ آپ کو ریشمی کپڑے میں لپیٹا، تھوڑی دیر کے لیے اپنے پروں کے نیچے رکھا اور پھر مجھے واپس دیا۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو رضوان نے آپ کے کان میں کہا۔ اے محمد ﷺ! آپ کو مبارک ہو۔ انبیا کے تمام علوم آپ کو عطا کیے جارہے ہیں، آپ ان سب سے زیادہ عالم اور زیادہ مضبوط دل والے

ہیں۔ حضرت آمنہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ کے ساتھ ایسا نور تھا جس سے مشرق و مغرب چمک اُٹھے۔ طبرانی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب زمین پر آئے تو آپ کی مٹھی بند تھی اور شہادت کی اُنگلی اُٹھائی ہوئی تھی۔ عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ فاطمہ سے راوی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کمرہ نور سے بھر گیا اور ستارے اتنے قریب آگئے کہ میں سمجھی کہ وہ مجھ پر گرنے کو ہیں۔ عریاض بن ساریہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس وقت سے خاتم النبیین ہوں کہ ابھی آدم خمیر میں پڑے تھے۔ نیز میں تمھیں بتاتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دُعا، حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں جو اس نے اور دیگر انبیا کی ماؤں نے دیکھا تھا۔ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کی والدہ نے ایسا نور دیکھا کہ اُنھوں نے اس کی روشنی میں شام کے محلات دیکھ لیے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے مندرجہ ذیل اشعار میں اسی کا ذکر کیا ہے:

و انت لما ولدت اشرقت الارض

و ضائت بنورک الافق

فتحن فی ذلک الضیاء و فی النور

و سبیل الرشاد نخترق

ترجمہ: جب آپ کی ولادت ہوئی، زمین چمک اُٹھی اور آسمان کے کنارے جگمگا اُٹھے۔ ہم اسی روشنی اور نور کی بدولت، ہدایت کے راستے پر چلے جا رہے ہیں!!

علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانیؒ

منظومات

مولانا ظفر علی خاںؒ

حضور سرورِ کون و مکاں ﷺ کا جشن میلاد 12 ربیع الاوّل

آدم کی نسل پر ہوئی حجت خدا کی ختم
دنیا میں آج دین کی تکمیل ہو گئی

اپنا جواب آپ تھی جو آخری دلیل
افلاک پر حوالہ جبریل ہو گئی

بطحا میں رحمت دو جہاں ﷺ کا ہوا ظہور
منشاء کردگار کی تعمیل ہو گئی

آ کر محمد عربی ﷺ نے لگائی مہر
اللہ کے قبالہ کی تسجیل ہو گئی

دنیا کی محفلوں کے دیے سارے بجھ گئے
روشن جب اُس کی بزم کی قندیل ہو گئی

مرزائیوں کا نام ذرا دیر میں مٹا
حق کے جلال سے یہی اک ڈھیل ہو گئی

میلاد خواجہ دوسرا ﷺ کا ہے آج جشن
اور اس کی مہتمم مری تخییل ہو گئی

ابوالاثر حفیظ جالندھری

غایت تخلیق آدم

طلسم کن سے قائم بزمِ ہست و بود ہو جانا
اشارے ہی سے موجودات کا موجود ہو جانا

عناصر کا شعور زندگی سے بہرہ ور ہونا
لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا

یہ کیا تھا؟ کس لیے؟ کس کے لیے تھا؟ مدعا کیا تھا
یونہی تھا یا کوئی مقصد تھا؟ آخر ماجرا کیا تھا

وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا اپنے رازِ پنہاں میں
در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں

یہ کس کی جستجو میں مہر عالم تاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بے تاب تھا، بے خواب پھرتا تھا

یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں

یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی

کروڑوں رنگتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں
پیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں

یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی اُمید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبح عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذر شہِ لولاک ﷺ ہونا تھا

خلیل اللہؑ نے جس کے لیے حق سے دُعائیں کیں
ذبیحؑ اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں

جو بن کے روشنی پھر دیدۂ یعقوبؑ میں آیا
جسے یوسفؑ نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا

کلیمؑ اللہ کا دل روشن ہوا جس ضوفشانی سے
وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ **لن ترانی** سے

وہ جس کے نام سے داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماںؑ نے گدائی کی

دل یحییٰؑ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

وہ دن آیا کہ پورے ہوگئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجات، زبور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی

نظر آئی بالآخر معنی انجیل کی صورت
ودیعت ہوگئی انسان کو تکمیل کی صورت

اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا
ہوا بہر بصیرت **کحل ما زاغ البصر** پیدا

ربیع الاوّل اُمیدوں کی دُنیا ساتھ لے آیا
دُعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا

خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی

ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
جو قسمت کے لیے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی

مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
ارادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی

نئے سر سے فلک آج بخت نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگ بہار آیا

ادھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
ادھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے، سنورتے تھے

سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے

زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا
ہوئی بارانِ رحمت، ہر شجر کا رنگ رُخ نکھرا

ہوائیں پے بہ پے اک سرمدی پیغام لاتی تھیں
کوئی مژدہ تھا جو ہر گوشِ گل میں کہہ سناتی تھیں

گلے پھولوں سے ملتے جا رہے تھے پھول گلشن میں
گلے مل مل کے کھلتے جا رہے تھے پھول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا ساماں ہوتا تھا
ادھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

نظر آئیں جو محکم فطرت کامل کی بنیادیں
دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں

ستوں مکے میں قائم ہوگئے جب دینِ بیضا کے
گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

بجائی بڑھ کے اسرافیلؑ نے پر کیف شہنائی
ہوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی

ندا آئی، دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

یکایک ہوگئی ساری فضا تمثالِ آئینہ
نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ

خدا کی شان رحمت کے فرشتے صف بہ صف اُترے
پرے باندھے ہوئے سب دین و دُنیا کے شرف اُترے

سحاب نور آکر چھا گیا مکے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرشِ معلیٰ سے نزولِ رحمت باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطہ ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہوئی بستی

مبارک باد ہے ان کے لیے جو ظلم سہتے ہیں
کہیں جن کو اماں ملتی نہیں، برباد رہتے ہیں

مبارک باد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو
اثر بخشا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو

ضعیفوں، بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو مبارک ہو

مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو
مبارک دشت غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو

خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو
زبردستی کی جرأت اب نہ ہوگی خود پرستوں کو

معین وقت آیا، زورِ باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مٹ گیا، ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر

مبارک ہو کہ دورِ راحتِ و آرام آ پہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا

مبارک ہو کہ ختم المرسلین ﷺ تشریف لے آئے
جنابِ رحمتہ للعالمین ﷺ تشریف لے آئے

بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ندا ہاتف کی گونج اُٹھی زمینوں آسمانوں میں
خموشی دب گئی اللہ اکبر کی اذانوں میں

حریم قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی
مبارک باد بن کے شادیانوں کی صدا گونجی

بہر سو نغمہ صل علی گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہؓ سنتی تھی یہ آواز آتی تھی

سلام اے آمنہؓ کے لعل اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجوداتِ فخر نوعِ انسانی

سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی!

سلام اے سر وحدت اے سراجِ بزم ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی

سلام اے صاحبِ خلق عظیم، انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی!

اگرچہ فَقْرُ فَخْرِیْ رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فر کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمین کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

حفیظؔ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ اُلفت
عقیدت کی جبیں تیری مروّت سے ہے نورانی

ترا در ہو مرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی!

سلام، اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دِل جوڑنے والے

....

آج زانوئے ازل پر صبح نے انگڑائی لی
مسکرا کر اک کرن نے ہاتھ میں شہنشائی لی

غل ہوا دنیا میں ختم المرسلین ﷺ پیدا ہوا
مخزن اسرار قدرت کا امیں پیدا ہوا

کشتی ارض و سما کا ناخدا پیدا ہوا
ابتدا و انتہا کا پیشوا پیدا ہوا

عرش پر سے شادیانوں کی صدا آنے لگی
ساز الفت سے ترانوں کی صدا آنے لگی

فرش پر روح الامیں آنے جانے لگے
طائران قدس نغمے نعت کے گانے لگے

کعبہ توحید پر رکھ کر جبیں سات آسماں
جھک گئے تعظیم کو پیش زمیں سات آسماں

تھی یہ صبح زندگی تمہید میلاد النبی ﷺ
آپ خالق نے منائی عید میلاد النبی ﷺ

ماہر القادری

ظہورِ قدسی

سحر کا وقت ہے معصوم کلیاں مسکراتی ہیں
ہوائیں خیر مقدم کے ترانے گنگناتی ہیں

مئے عشرت چھلکتی ہے ستاروں کے کٹوروں سے
اُبلتی ہے شرابِ خلد، مٹی کے سکوروں سے

کھبی جاتی ہے آنکھوں میں گل و لالہ کی رعنائی
کہ جیسے در حقیقت خاک پر جنت اُتر آئی

لٹاتے ہیں دُرِ خوش آب گلزاروں کے فوارے
خوشی سے جگمگاتے ہیں ثوابت ہوں کہ سیارے

بہارِ شبنم گل چور ہے کیف جوانی میں
نہا کر جیسے آئی ہے ابھی کوثر کے پانی میں

خوشی کے گیت گائے جا رہے ہیں آسمانوں پر
درودوں کے ترانے ہیں فرشتوں کی زبانوں پر

سجائی جا رہی ہے محفلِ ہستی قرینے سے
وہ جلوے کارفرما ہیں گزر جائیں جو سینے سے

طرب کے جوش سے ایک ایک ذرّہ مسکراتا ہے
زمیں کی آج قسمت پر فلک کو رشک آتا ہے

زمیں سے آسماں تک نور کی بارش ہی بارش ہے
کسی کی بے نیازی آج سرگرمِ نوازش ہے

ستاروں کے کنول جلوہ فگن رنگین و سادہ ہیں
فرشتے بہرِ استقبال ہر سو ایستادہ ہیں

اشارے ہو رہے ہیں گلشن جنت کے پھولوں میں
وہ رعنائی نظر آتی ہے مکہ کے ببولوں میں

برستے ہیں گہر انوار کے میزابِ رحمت سے
کبوتر رقص میں ہیں بامِ کعبہ پر مسرت سے

مسرت کے اثر سے مثل صبح خلد ہیں خنداں
حرم کے در، منیٰ کی وادیاں، عرفات کا میداں

ابھی جبریل اُترے بھی نہ تھے کعبہ کے منبر سے
کہ اتنے میں صدا آئی یہ عبداللہؓ کے گھر سے

مبارک ہو شہ ہر دوسرا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئے

مبارک غمگسارِ بیکساں تشریف لے آئے
مبارک ہو شفیع عاصیاں تشریف لے آئے

مبارک ہو نبیﷺ آخری تشریف لے آئے
مبارک ہو جہاں کی روشنی تشریف لے آئے

مبارک ہادئ دین مبیں تشریف لے آئے
مبارک رحمتہ للعالمین تشریف لے آئے

مبارک رہبروں کے پیشوا تشریف لے آئے
مبارک صدرِ بزمِ انبیا تشریف لے آئے

مبارک دستگیر بے نوا تشریف لے آئے
مبارک درد مندوں کی دُعا تشریف لے آئے

مبارک مخبرﷺ صادق لقب تشریف لے آئے
مبارک سید والا نسب تشریف لے آئے

مبارک چشمہ صدق و صفا تشریف لے آئے
مبارک مہبطِﷺ وحی خدا تشریف لے آئے

مبارک خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے
مبارک ہو امیر کارواں تشریف لے آئے

مبارک زندگی کا مدعا تشریف لے آئے
مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے

مبارک پیکرِ صبر و رضا تشریف لے آئے
مبارک جدِ شاہ کربلا تشریف لے آئے

مبارک قبلہ ربابِ دین تشریف لے آئے
مبارک صادق الوعد و امیں تشریف لے آئے

مبارک صبح کو شمس الضحیٰ تشریف لے آئے
مبارک رات کو بدرالدجی تشریف لے آئے

مبارک کاشف اسرارِ حق تشریف لے آئے
مبارک مظہرِ انوارِ حق تشریف لے آئے

مبارک حسن کو حسن ادا تشریف لے آئے
مبارک عشق کو جانِ وفا تشریف لے آئے

مبارک ہو رسول محتشمﷺ تشریف لے آئے
مبارک ہو نبی محترم تشریف لے آئے

مبارک قاسمِ خلد و جناں تشریف لے آئے
حریمِ قدس کے ساکن کہاں تشریف لے آئے

وہ آئے جن کے آنے کی زمانہ کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی

وہ آئے نغمہ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریۂ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا

وہ آئے مہر عالمتاب تھا جن کا حسیں چہرا
وہ آئے جن کے ماتھے پر شفاعت کا بندھا سہرا

وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادئ بطحا
وہ آئے جن کے سجدوں کے لیے کعبہ ترستا تھا

وہ آئے جن کو ابراہیمؑ کا نورِ نظر کہیے
وہ آئے جن کو اسماعیلؑ کا لختِ جگر کہیے

وہ آئے جن کے آنے کو گلستاں کی سحر کہیے
وہ آئے جن کو ختم الانبیاء خیر البشر کہیے

وہ آئے جن کے ہر نقش قدم کو رہنما کہیے
وہ آئے جن کے فرمانے کو فرمانِ خدا کہیے

وہ آئے جن کو رازِ کن فکاں کا پردہ در کہیے
وہ آئے جن کو حق کا آخری پیغامبر ﷺ کہیے

مولانا محسن کاکوروی

صبح تجلی

ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے
انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے

مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے
مریخ کی سست مشتری ہے

روپوش دبیر چرخ اخضر
ظلمت کا سیاہہ کر کے ابتر

اہل مدِ کہکشاں ہے مفرور
پروانہ نویس، شمع کافور

زہرہ کا سفید ہو گیا رنگ
نظمِ پرویں کا قافیہ تنگ

سبزہ ہے کنار آبِ جو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر

اک شاخ رکوع میں رکی ہے
اور دوسری سجدے میں جھکی ہے

کیاری ہر اک اعتکاف میں ہے
اور آب رواں طواف میں ہے

باشان و شکوہ جلوہ فرما
شہنشہہ تخت گاہ الا

سامان ظہور کی ہے تمہید
قدرت پہ ہو رہی ہے تاکید

لو ہم نے جساب کو عطا کی
آبِ حیواں کی میر بحری

جان و دل مرسلیں محمد ﷺ
روح روح الامیں محمد ﷺ

پیدا ہوئے خاتم النبیین
مہر عرفان و عز و تمکین

گنجینۂ اصطفا محمد ﷺ
آئینۂ حق نما محمد ﷺ

نازل ہے زمیں پہ کبریائی
بندے کے لباس میں خدائی

اس وقت دیار میں عرب کے
مطلع سے تجلیات رب کے

برج شرف قریشیاں میں
اور ہاشمیوں کے خانداں میں

کعبہ کی زمین نامور سے
اور عبدالمطلب کے گھر سے

اسلام کا آفتاب چمکا
بے پردہ و بے نقاب چمکا

پیدا ہوئے سرور دو عالم ﷺ
پیدا ہوئے فخر نوحؑ و آدمؑ

شہنشہہ اصفیا محمد ﷺ
تاج ترانبیا محمد ﷺ

یزدانی میرٹھی

شاہِ زمن پیدا ہوا

ہر گلستاں میں دھوم ہو، ہر آشیاں میں دھوم ہو
جوفِ مکاں میں دھوم ہو، ظرفِ زماں میں دھوم ہو

بزم عیاں میں دھوم ہو، گنج نہاں میں دھوم ہو
باد و زال میں دھوم ہو، آبِ رواں میں دھوم ہو

نطق و بیاں میں دھوم ہو، اعزاز و شاں میں دھوم ہو
کیا خاکداں میں دھوم ہو، کل کن فکاں میں دھوم ہو

دونوں جہاں میں دھوم ہو، سات آسماں میں دھوم ہو
دریا و کاں میں دھوم ہو، اور انس و جاں میں دھوم ہو

پیر و جواں میں دھوم ہو، صحن جناں میں دھوم ہو
گلزار جاں میں دھوم ہو، گل ریز ہو دور زمن

سر کہن پیدا ہوا، نورِ علن پیدا ہوا
برقِ فتن پیدا ہوا، برمنن پیدا ہوا

ناوک فگن پیدا ہوا، شمشیر زن پیدا ہوا
بت خانہ کن پیدا ہوا اور بت شکن پیدا ہوا

شیریں سخن پیدا ہوا، شیریں دہن پیدا ہوا
مشک ختن پیدا ہوا، درِ عدن پیدا ہوا

شاہ زمن پیدا ہوا، ماہ یمن پیدا ہوا
سیمیں بدن پیدا ہوا، سیمیں ذقن پیدا ہوا

وہ یاسمن پیدا ہوا، وہ نارواں پیدا ہوا
وہ نسترن پیدا ہوا، جس سے چمن ہے ہر دمن

عرشِ بریں روشن ہوا، فرشِ زمیں روشن ہوا
فردوس عیں روشن ہوا، ماہ معیں روشن ہوا

بیت امیں روشن ہوا، چپ یاسمین روشن ہوا
اک اک مکیں روشن ہوا، رُکن رکیں روشن ہوا

نام نگیں روشن ہوا، راز رزیں روشن ہوا
نورِ یقیں روشن ہوا، حسن حسین روشن ہوا

ماہ جبیں روشن ہوا، مہر مبیں روشن ہوا
چرخِ بریں روشن ہوا، غث و ثمیں روشن ہوا

کل ماہ وطیں روشن ہوا، دین متیں روشن ہوا
اس درجہ دیں روشن ہوا، پتھرا گئی چشم و ثن

فدا حسین فدا

اک نور کی بارش عام ہوئی

تاریکی شب تھی ہلکی سی اور تھی نہ چمک سیاروں میں
تھا چاند بھی ماند سا گردوں پر تنویر نہ تھی مہ پاروں میں
خاموش فضائے عالم تھی، ہر چیز اَدب سے جھکتی تھی
خوابیدہ سازِ فطرت تھا اور نغمے محو تھے تاروں میں
اِک غلغلہ سبحان اللہ آفاق میں جس دم گونج اُٹھا
سرگرم خرام نسیم ہوئی، مستانہ وار بہاروں میں
سوسن نے کہا پھر بسم اللہ، لالے نے پکارا صلی علیٰ
مرغان چمن تھے زمزمہ زن، کیا صبح ہوئی گلزاروں میں
گوہر تھے نچھاور شبنم کے اور چشمے رواں تھے زمزم کے
کوثر کی نہریں جاری تھیں اور جوش طرب فواروں میں
اِک نور کی بارش عام ہوئی ہر جنس جہاں گلفام ہوئی
دوزخ کی آگ حرام ہوئی، شعلے نہ رہے انگاروں میں
پیدا عالم میں آج کے دن محبوب ﷺ رؤف و رحیم ہوا
ہر صاحب دل جس پر ہے فدؔا وہ صاحب ﷺ خلق عظیم ہوا

کالیداس گپتا رضاؔ

ولادت رسول خدا ﷺ

زمیں پہ روشنی نہیں فلک پہ روشنی نہیں
سبب ضرور اس کا ہے کسی کو آگہی نہیں
محبتیں کہیں نہیں، عداوتوں کا زور ہے
اذیتوں کا زور ہے، ضلالتوں کا زور ہے
نہ غنچے میں چٹک رہی، نہ پھول عطر بیز ہے
خزاں کے ظلم و جور سے چمن ہی نالہ ریز ہے
اُجڑ چکی ہیں دوستی و آشتی کی محفلیں
معمہ بن کے رہ گئی ہیں زندگی کی منزلیں
نہ غمکدوں کی ہے کمی نہ میکدوں کی ہے کمی
مصیبتیں ہزار ہیں، مسرتوں کی ہے کمی
سب اپنے اپنے تنگدل قبیلوں میں بٹے ہوئے
ہیں سب کے دل عداوتوں کے زہر سے پھٹے ہوئے
کسی نے اُٹھ کے لذتوں سے دامن اپنا بھر لیا
کسی نے تیر عیش سے جگر میں چھید کر لیا
تصور حیات پل گیا الم کی گود میں
اَبد کی نیند سو چلا بشر عدم کی گود میں
اَدب کی خامکاریاں، نظر کی خامکاریاں
غرض شمار کیا کریں بشر کی خامکاریاں
زمانہ ہو گیا، اسی ڈگر پہ کائنات ہے

اندھیری رات ہے یہاں، وہاں اندھیری رات ہے
مگر یہ آج کیا ہوا کہ ظلمتیں ہی چھٹ گئیں
بساطِ غم اُلٹ گئی مصیبتیں پلٹ گئیں
مگر یہ آج کیا ہوا سکوں سا دل کو ہو گیا
کہاں گئیں رعونتیں کہاں غرور سو گیا
مگر یہ آج کیا ہوا، ہوا میں گدگدی سی ہے
سموم میں اثر نہیں فضا میں زندگی سی ہے
مگر یہ آج کیا ہوا کہ سہل ہو گئی حیات
خرد کو راز مل گیا نظر نے کہہ دی دل کی بات
مگر یہ آج کیا ہوا طبیعتوں میں ڈر نہیں
کسی بھی کاروبار میں حسود کا گزر نہیں
مگر یہ آج کیا ہوا سرشت کائنات کو
کہ اوج بخشنے لگی تصور حیات کو
مگر یہ آج کیا ہوا کہ ضو سے زیست بھر گئی
ضیائے مہر بندگی ہر اک طرف بکھر گئی
یہ سب کو ایک جان سا بنا لیا گیا ہے کیوں
یہ سب کو ایک تار میں پرو دیا گیا ہے کیوں
رگ حیات میں یہ کیا قرار سا اُتر گیا
چمن کا رنگ ریتلی فضا میں کیسا بھر گیا
شگفتہ ہے کلی کلی حسین پھول پھول ہے
یہ روزِ بے مثال ہے ولادت رسولﷺ ہے

ریاض حسین چودھری

ظہورِ قدسی

دم بخود آسمانوں کے چہرے پہ بکھری ہوئی چاندنی کی کونپلیں
شبِ ظلم کے زخم خوردہ زمانوں کو اُجلی سحر کی بشارت بھی
دینے لگی ہیں
وقت گہرے تبسم کے گرتے ہوئے پانیوں میں جواہر کے ریزے
پرونے لگا ہے
معبدِ جاں کے اصنام سجدے میں گر کر خدا کی بزرگی کا اعلان
کرنے لگے ہیں
شاخِ گل پر حیاتِ فسردہ کا ادھڑا ہوا جسم انگڑائیاں لے رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
دیارِ نبوت کی اُونچی فصیلوں پہ آیات کی بارشیں نور کے بیل بوٹے
بنانے لگی ہیں
حریم شفاعت کی چلمن میں نکھری ہوئی ساعتوں کو
درودوں کے پرچم عطا ہو رہے ہیں
نمو کے جزیروں میں جذبات کے موسموں کو صدا کے نئے پیرہن مل رہے ہیں
یہ کون آ رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
آسمان کس کے قدموں کی مٹی کو کشکولِ جاں میں سمیٹے ہوئے ہے

کہکشاں کس کے نقش کف پا کا جھومر سجا کر سر رہگذار فلک
رقص کرنے لگی ہے
دھنک کے سبھی رنگ کس کے لیے حرفِ تازہ کی کونپل پہ مہکے ہوئے ہیں
صحائف کے اوراقِ تشنہ پہ لکھی عبارت کی تکمیل ہونے لگی ہے
جمالِ قلم اور حسن تصور کا برج یقیں میں ملن ہو رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے

ریاض حسین چودھری

یہ کون آیا کہ تاریخ بشر پھولوں سے مہکی ہے

یہ کون آیا کہ ہر شاخ برہنہ مسکرا اُٹھی
یہ کون آیا کہ کشتِ دیدہ و دل لہلہا اُٹھی
یہ کون آیا کہ تشنہ آرزوؤں پر بہار آئی
یہ کون آیا کہ گلشن میں ہوائے مشک بار آئی
یہ کون آیا کہ انساں کا مقدر جاگ اُٹھا ہے
یہ کون آیا کہ عرش و فرش تک اِک نور پھیلا ہے
یہ کون آیا کہ سجدے سے مچلتے ہیں جبینوں میں
یہ کون آیا کہ ٹھنڈک پڑ گئی پیاسی زمینوں میں
یہ کون آیا کہ پرچم کھل گئے توحیدِ باری کے
حضور خالق یکتا ہماری آہ و زاری کے
یہ کون آیا کہ دیوارِ حرم سردِ چراغاں ہے
یہ کون آیا کہ شاخِ آرزو خوش بو بداماں ہے
یہ کون آیا کہ تاریخ بشر پھولوں سے مہکی ہے
تمدن کی جبیں پر چاندنی چپکے سے اُتری ہے
یہ کون آیا کہ آدم کا شرف ہی معتبر ٹھہرا
یہ کون آیا کہ ہر اک لفظ ہے حکم خدا جس کا
یہ کون آیا کہ ظلمات شبِ ماتم مٹی یک سر
یہ کون آیا کہ تا حدِ نظر پھیلے خنک منظر

یہ کون آیا کہ تپتے ریگ زاروں پر گری شبنم
یہ کون آیا کہ نظم جبر و باطل بھی ہوا برہم
یہ کون آیا کہ محرابِ یقیں میں جشن برپا ہے
یہ کون آیا کہ ابر نور و نکہت کھل کے برسا ہے
یہ کون آیا کہ حرف آگہی کو مل گئے معنی
یہ کون آیا کہ جس کی منتظر ساری خدائی تھی
یہ کون آیا کہ چھائی ہے فضا میں سرمدی راحت
یہ کون آیا کہ حوا کو ملی ہے چادرِ رحمت
یہ کون آیا کہ اتری ہے دھنک کالی زمینوں پر
یہ کون آیا کہ محراب یقیں چمکی جبینوں پر
یہ کون آیا کہ جو توقیر انساں کی ضمانت ہے
یہ کون آیا کہ اب تک ہم نوا ابرِ شفاعت ہے
یہ کون آیا کہ ہر تارِ نفس میں گنگناتا ہے
یہ کون آیا کہ پلکوں پر چراغاں ہوتا جاتا ہے
یہ کون آیا کہ ہے ارض و سما پر وجد سا طاری
یہ کون آیا کہ چشمہ فیض کا ہے آج بھی جاری
یہ کون آیا کہ جو شاداب لمحوں کا امیں ٹھہرا
یہ کون آیا ہے خورشیدِ محبت نقش پا جس کا
یہ کون آیا کہ جو سردار ہے بزم رسالت کا
جو مرکز ہے محبت کا، جو پیکر ہے سخاوت کا
یہ کون آیا کہ بعد حشر بھی جس کی حکومت ہے
ازل سے تا ابد جس کی امامت ہے، عدالت ہے

یہ کون آیا کہ رحمت کی گھٹائیں جھوم کر آئیں
یہ کون آیا کہ امیدیں بھی انسانوں کی بر آئیں
یہ کون آیا کہ قندیلوں میں کرنیں جھلملاتی ہیں
یہ کون آیا کہ گلشن میں فضائیں گنگناتی ہیں
یہ کون آیا کہ نخلستاں سجے ہیں ریگ زاروں میں
یہ کون آیا کہ کرنیں بٹ رہی ہیں ماہ پاروں میں
یہ کون آیا کہ جو مقصودِ تخلیق دو عالم ہے
یہ کون آیا کہ جو انسان کے زخموں کا مرہم ہے
یہ کون آیا کہ سبزہ بچھ گیا ہے ریگ زاروں میں
اتر آئے ہیں اب شاداب لمحے مرغزاروں میں
یہ کون آیا کہ جو ننگے سروں پر ایک سایہ ہے
یہ کون آیا کہ جو کون و مکاں کے سر کی چھایا ہے
یہ کون آیا کہ ہر سو رنگ بکھرے ہیں فضاؤں میں
یہ کون آیا کہ خوش بو ناچ اُٹھی ہے ہواؤں میں
یہ کون آیا کہ ارضِ جاں پہ رحمت کے سحاب آئے
یہ کون آیا کہ دامانِ سحر میں آفتاب آئے
یہ کون آیا کہ ہونٹوں پر درودوں کی سحر جاگی
جوارِ دیدہ و دل میں انھی کی رہ گزر جاگی
یہ کون آیا کہ فصل لالہ و گل لہلہا اُٹھی
یہ کون آیا کہ میری شام غم بھی گنگنا اُٹھی
یہ کون آیا کہ جس کے نور سے ہے ارض جاں روشن
یہ کون آیا کہ ہے جن و بشر کی داستاں روشن

یہ کون آیا کہ کنگرے گر گئے ایوانِ باطل کے
ملے آثار دشتِ بے اماں میں ہم کو منزل کے
یہ کون آیا کہ ہے فقر و غنا زادِ سفر جس کا
رہے گا ہر اُفق پر تا ابد رنگِ سحر جس کا
یہ کون آیا کہ دستارِ سخن میں چاندنی اتری
یہ کون آیا کہ غارِ روز و شب میں روشنی اتری
یہ کون آیا کہ پھرتی ہے دھنک مکے کی گلیوں میں
یہ کون آیا کہ خوش بو جھومتی ہے بند کلیوں میں
یہ کون آیا قلم کی خستہ حالی پر کرم ہو گا
کتابِ زندگی کا بابِ روشن اب رقم ہو گا
یہ کون آیا کہ جس کو حاصل کون و مکاں کہیے
یہ کون آیا کہ جس کو ہر صدی کا حکمراں کہیے
ریاضؔ اس پیکر انوارِ رحمت کی ثنا لکھیے
اس کی ذاتِ اقدس کو محمد مصطفیٰ ﷺ لکھیے

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

جانِ بہاراں ﷺ کا ظہورِ نُور

جب
لفظوں میں رنگ اترنے لگیں
رنگوں میں خوشبوئیں مچلنے لگیں
خوشبوؤں میں روشنیاں جاگنے لگیں
اور پھر یہ سب
روشنیاں، خوشبوئیں، رنگ اور لفظ مل کر
محبت اور عقیدت کے گیت بننے لگیں
تو محسوس ہوتا ہے
کہ کسی جان بہاراں کی آمد آمد ہے
جب
اس جان بہاراں ﷺ کی یاد
محبت کے آنسو بن کر پلکوں سے ڈھلکنے لگے
آنکھیں اس سرورِ محبوباں کے دیدار کی آس میں
کشکول بن کر پھیلنے لگیں
قلوب کعبۂ دل و جاں پر نثار ہو کر
راہوں میں بچھنے کے لیے سینوں میں مچلنے لگیں
لبوں پہ شاہِ خوباں کے حسن کی تجلیاں
مدح، ثنا اور نعت کے پھول بن کر مہکنے لگیں

تو یہ احساس یقین میں بدلتا ہے کہ
کسی جان بہاراں کی آمد آمد ہے

جب
گردنیں اطاعتِ محبوب خدا میں جھکنے لگیں
جبینوں میں سجدے تڑپنے لگیں
نحیف بدن اور ناتواں جانیں
نام محبوب پر قربان ہونے کے لیے پھڑکنے لگیں
ایمان کی حرارت سے دہکتے جذبے
باطن سے ٹکرانے کے لیے بڑھنے لگیں
تو یقین پیکرِ محسوس کی صورت اختیار کر لیتا ہے
کہ کسی جان بہاراں کی آمد آمد ہے

جب
غرور، انا اور تکبر کے بت ٹوٹنے لگیں
شخصیت پرستی، گروہ بندی اور جتھوں کی پوجا کے
محلات لرزنے لگیں
نفرت، تعصب اور انتشار کے
آتشکدے بجھنے لگیں

جب
مظلوم عورتوں
بے آسرا یتیموں
بے بس غلاموں
مجبور مزدوروں
اور پردیسی قیدیوں کے حق میں

آواز بلند ہونے لگے
اوران سب کے ہاتھوں میں پڑی
مجبوریوں، زیاتیوں اور سختیوں کی بیڑیاں کٹنے لگیں
تو بات حق الیقین تک پہنچ جاتی ہے
کہ کسی جانِ بہاراں کی آمد آمد ہے
کسی نے خوب کہا تھا

ربیع فی ربیعٍ فی ربیع

و نورٌ فوق نورٍ فوق نورِ

بہار کے مہینے میں، بہار کے موسم میں اس جان بہاراں کی آمد
نورعلی نور ہے
وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
قارئین!
وہ جان بہاراں، فخر نگاراں، حسن کائنات، کائنات جمال
سلطانِ حسیناں، شاہِ خوباں، سرور رسولاں، شافعِ امتاں
حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہیں
قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کے اعلان کا مصداق بن کر
خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین کا تاج پہن کر
جب وہ اس عالم رنگ و بو میں جلوہ فرما ہوئے
تو دن پیر، مہینہ ربیع الاول اور سال، سالِ مسرت وخوشحالی تھا
وہ دن اور آج کا دن
اُن کے ذکر کے زمزموں میں کمی نہیں آئی
نہیں نہیں بلکہ اُن کا ذکر تو ان کے ظہور نور سے بھی بہت پہلے

اُن کا رب فرما رہا تھا

اپنے نبیوں سے اُن کے ذکر دوام کے وعدے لے رہا تھا

اور پھر اللہ کے سارے رسول اس کے محبوب کے چرچے کرتے ہوئے آئے

سیدنا آدم علیہ السلام کی محبت وانابت میں

سیدنا نوح علیہ السلام کی فریاد میں

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں میں

سیدنا داؤد علیہ السلام کی مناجاتوں میں

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبریوں میں

اُسی جانِ بہاراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بہار دے رہا تھا

اور پھر اس شاہِ خوباں فخرِ محبوباں صلی اللہ علیہ وسلم نے

خود اپنے یوم میلاد پیر کا روزہ رکھا

منبر پر جلوہ گر ہو کے اپنے جدِ کریم ابراہیم علیہ السلام کی دعا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نوید اور اپنی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ سیدہ آمنہ

کے خوابِ نور کا ذکر فرمایا

ان سے سنا تو حضرت حسان بن ثابتؓ بول اٹھے

''یا رسول اللہ!

میری آنکھوں نے آپ جیسا حسین دیکھا ہی نہیں

اور دیکھیں بھی کیسے کہ کسی ماں نے آپ سا حسین جنا ہی نہیں

آپ کے رب نے آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا ہے

ایسے لگتا ہے جیسے آپ نے چاہا، ویسے اس نے آپ کو بنا دیا''

آپ کے جاں نثار وفا شعار چچا حضرت عباسؓ گویا ہوئے

''یا رسول اللہ ﷺ!

جب آپ پیدا ہوئے آپ کے نور سے زمین چمک اٹھی
آفاق روشن ہو گئے
تو اب ہم اس ضیا نور میں ہیں اور
ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں''
پھر صدیوں پہ صدیاں بیت گئیں اور زمانہ آگے بڑھتا رہا
مگر ذکر مصطفیٰ ﷺ میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے
ہر دور کے بہترین سے بہترین دماغوں نے
ہر دور کی فصیح ترین سے فصیح ترین زبانوں نے
اس جان بہاراں ﷺ کے ذکر سے سعادتیں سمیٹیں
اور کیوں نہ سمیٹیں جب رب کائنات خود فرماتا ہے
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ
آیئے
آپ بھی اور میں بھی
بڑے بھی اور چھوٹے بھی
لکھنے والے بھی اور پڑھنے والے بھی
کہنے والے بھی اور سننے والے بھی
خواص بھی اور عوام بھی
اس محبوب ربّ کائنات ﷺ کا ذکر کریں
اس لیے نہیں کہ
ہمارے ذکر سے ان کا نام زندہ ہوگا
بلکہ اس لیے کہ ان کے ذکر سے ہمیں زندگی ملے گی
ہمارے شعور کو جلا ملے گی
ہماری بصیرت کو روشنی ملے گی

ہاں ہاں
ان کی یاد زندگی اور ان سے غفلت موت ہے
آؤ ان کا جشن میلاد تمہیں بلا رہا ہے
اندھیروں سے اجالوں کی طرف
جہالت سے بصیرت کی طرف
موت سے حیات کی طرف
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے!

اہم مضامین

سیّد محمد جعفر رضا

نور کا سورج اس گھر میں طلوع ہوا

وہ خانہ اطہر جسے مولد النبی ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہوا، ام القریٰ، بلد الامین، مکہ معظّمہ میں واقع ہے۔ یہ بیت سعید، بیت عتیق یعنی خانہ کعبہ سے شمال مشرق کی جانب تقریباً پانچ سو میٹر کے فاصلے پر کوہ ابوقبیس کی ایک گھاٹی، جو پہلے شعب ابی طالب اور اب شعب علیؑ کے نام سے موسوم ہے اور مکہ کے ایک اہم تجارتی مرکز سوق اللیل میں واقع ہے۔اس گھر کے بالکل سامنے وقف السیار یعنی کار پارک ہے۔جس سڑک سے یہ بیت المقدس متصل ہے،اس کا نام الطریق الدائری الاوّل،یعنی:First Circular Road ہے۔اس باعظمت گھر کے قریب ہی دائیں جانب شارع مسجد الحرام آ کر ملتی ہے۔

اُمت وسط کے بانی اور رحمت عالم ﷺ کا یوم میلاد آج سے تقریباً چودہ سو انسٹھ سال قبل اسی خانہ اطہر میں طلوع ہوا تھا۔اب یہ ایک دو منزلہ، گلابی رنگ کی عمارت ہے۔ تقریباً تیس فٹ چوڑی اور اسی فٹ لمبی۔ دروازہ محراب دار ہے اور دروازے سے تقریباً ایک فٹ ادھر دائیں بائیں بھورے رنگ کے دو ستون ہیں۔سرمئی رنگ کا لوہے کا دروازہ ہے۔دروازے سے ذرا اُوپر ایک بورڈ آویزاں ہے۔ یہ تقریباً سات فٹ لمبا اور تین فٹ چوڑا ہے۔ اس پر: ''وزارت الحج والاوقاف مکتبہ مکہ المکرّمہ'' کے الفاظ درج ہیں۔ اس بورڈ سے ذرا اُوپر تقریباً آٹھ فٹ لمبی ایک بالکنی ہے جس کی بلندی چھت سے جا ملتی ہے۔ دائیں بائیں دو کھڑکیاں سبز رنگ کی ہیں۔ اس عمارت کا فرش سڑک کی سطح سے تقریباً ڈیڑھ فٹ نیچے ہے اور عمارت میں داخل ہونے کے لیے دو زینے بنا دیے گئے ہیں۔ دائیں بائیں دو گلیاں ہیں۔ تین زینے اُتر کر بائیں گلی میں داخل ہوں، تو سامنے دائیں طرف

ایک بورڈ آویزاں نظر آئے گا جس پر اس محلے کا نام درج ہے: ''محلّہ مولد النبی ﷺ''!! اس گلی کی طرف بھی اس عمارت کا ایک دروازہ کھلتا ہے۔ یہ دروازہ بھی لوہے کا ہے اور اس پر بھی رنگ سبز ہے۔ اس دروازے کی دائیں طرف ایک دروازے جتنی بڑی سبز رنگ کی کھڑکی ہے۔ بالائی منزل کی چھ بڑی کھڑکیاں ہیں اور ایک چھوٹی۔ ان کے بھی رنگ سبز ہیں۔

اس عمارت کی بائیں جانب ایک اور گلی ہے جہاں مکان کی دیوار سے تقریباً ڈیڑھ فٹ گلی کی طرف ایک سات فٹ بلند لوہے کی جالی نصب ہے جو دیوار کے آخر تک جاتی ہے۔ اس جانب بھی بالائی منزل میں سات کھڑکیاں ہیں۔ چھ بڑی اور ایک چھوٹی۔ دائیں طرف کچھ فاصلے پر دو سرنگیں نظر آ رہی ہیں جو کوہ ابوقبیس سے نکالی گئی ہیں۔ (کوہ ابوقبیس کے بارے میں ایک روایت یہ ملتی ہے کہ کرۂ ارض پر سب سے پہلا جو پہاڑ نمودار ہوا وہ کوہ ابوقبیس ہی تھا) یہ سرنگیں آمد و رفت کو آسان بنانے کے لیے تعمیر کی گئی ہیں اور صفا اور مروہ کے درمیانی حصے کی طرف کھلتی ہیں۔

خیر مجسم، خیر العباد ﷺ کی جب ولادت باسعادت ہوئی تھی تو اس عہد مبارک میں عمارت کا وہ حصہ جو سڑک کی طرف کھلتا ہے، صدر دروازہ نہیں تھا بلکہ بائیں جانب والی گلی میں جو دروازہ ہے، وہی صدر دروازہ تھا۔ حج کے ایام میں یہ دروازے مقفل کر دیے جاتے ہیں، لیکن زائرین دروازوں کے باہر کھڑے ہو کر اس خانہ اقدس کی زیارت کرتے ہیں اور محسنِ انسانیت ﷺ کے حضور ہدیہ درود و سلام پیش کرتے ہیں۔

یہ بیت سعید حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ نے حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کو ان کی شادی کے موقع پر دیا تھا۔ حجاج بن یوسف کے عہد میں اس کے بھائی محمد بن یوسف نے یہ مکان خرید کر اپنے دار ابیض میں شامل کر لیا۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں مصر اور یمن کے ملوک کو یہ خیال ہوا کہ اس جگہ عمارت بنائی جائے، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا۔ آخر کار دسویں صدی ہجری میں عثمانیوں نے اس کی تعمیر کرائی جو آج کی تعمیر سے مختلف تھی۔ ایک بڑا گنبد اور مینار بنوایا گیا۔ ایک مؤذن، ایک امام اور ایک خادم اس جگہ مقرر کیے گئے۔ اس وقت جو راستہ اس خانہ اطہر کی

طرف جاتا تھا، وہ اس بیت اقدس سے ایک یا ڈیڑھ میٹر بلند تھا اور نیچے جانے کے لیے نشیب سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہ راستہ آگے صحن میں جاتا تھا۔ صحن کا طول بارہ میٹر اور عرض چھ میٹر تھا۔ دائیں طرف کی دیوار میں ایک دروازہ تھا جس سے زائر عمارت کے گنبد والے حصے میں داخل ہوتے تھے۔ اس حصے میں لکڑی کا چھوٹا سا جنگلا تھا۔ جنگلے کے اندر سنگ مرمر کا ایک ٹکرا رکھا گیا تھا جسے اندر سے گہرا کیا گیا تھا اور روایت ہے کہ یہی وہ جگہ تھی جہاں رسول پاک ﷺ کا ورود مسعود ہوا۔

موجودہ عمارت سعودی حکومت کے عہد میں تعمیر کی گئی ہے اور اسے دارالمطالعہ (لائبریری) میں تبدیل کر دیا گیا ہے:

علم کو صحبت امی لقبی یاد آئی
نور کو بخشش ماہ عربی ﷺ یاد آئی

اس گھر کو جو عظمت، جو تقدس حاصل ہے، وہ حضور رسالت مآب ﷺ کے وجود مسعود کی نسبت سے ہے۔ اس خانہ اطہر کے ذرّے ذرّے کو نبی آخرالزمان ﷺ کے پاک قدموں کو چومنے کی سعادت حاصل ہے۔ اس کی فضا ختمی مرتب ﷺ کے جسم اطہر سے مشک بار ہوئی۔ یہ قطعہ اراضی حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابتدائی نقوش کی بدولت فلک آثار ہے۔ اس کے در و دیوار خیر مجسم ﷺ کے نور مبین سے روشن ہیں۔ اس گھر میں نور کے تڑکے نور مجسم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہیں آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا۔ محسن عالم ﷺ کا پہلا فیضان اسی بیت اقدس سے جاری ہوا۔ حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کی صداقت کی ابتدا اس خانہ سے ہوئی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ثویبہ کو حضور پاک ﷺ کی ولادت کے فیض سے آزادی حاصل ہوئی۔ اسی بیت سعید کی دہلیز پر بنوسعد کی خاتون حلیمہؓ کی خوش بختیوں کا آغاز ہوا اور اس کی آغوش کو پیکر صدق و جمال، صاحب خوش خصال عطا ہوا۔ پھر جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو حبیب کبریا ﷺ کی مادر گرامی حضرت آمنہؓ بنت وہب نے آپ ﷺ کی بلائیں لیتے ہوئے یہ الفاظ اشعار کی صورت میں ادا فرمائے۔

ترجمہ: بے شک اس کے پروردگار، اس کے آقا نے اس کی نگہبانی کی۔ بے شک اللہ ہی نے دکھایا، مجھے ایک نور اور وہ میرا یہ خواب جھوٹا نہیں ثابت کرے گا۔ جس نے یہ خواب دیکھا اس کے لیے صبح ہونی ضروری ہے۔

وہ خواب جو ایک رات حضور پاک ﷺ کی مادر گرامی نے اس گھر میں دیکھا، وہ ایک روز پورا ہوا۔ یہ نور مبین ایسا چمکا کہ اندھیرا چھٹ گیا۔ یہ نور شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر بن کر قوسین پر چھا گیا۔ یہی وہ خانہ مبارک ہے، جس کے مکیں کے چہرہ تاباں کا واسطہ دے کر باران رحمت کی دُعا مانگی جاتی تھی اور بقول شخصے: ''یہیں رحمت الٰہی کی بدلیوں کی عالمگیر نمود ہوئی، جس کے فیضان عام نے تمام کائنات کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا:

وہ ابر جس سے ہوئیں ساری کھیتیاں سیراب
جدھر برس گیا دانوں سے بالیاں بھر دیں

مکہ مکرمہ کے اسی ایک سادہ اور پُر وقار مکان میں وارثت ارضی کی آخری بخشش اور امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن طلوع ہوا تھا:

عرش کی زیب و زینت پہ عرشہ درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

عبدالحمید قادری

مؤلد النبی ﷺ

حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنی حیات میں ہی اپنی تمام جائیداد اپنے ورثا میں تقسیم کر دی تھی، اس طرح ان کا ایک مکان ابوالنبی حضرت عبداللہؓ کے حصے میں آیا اور وہیں پر وہ ام النبی حضرت آمنہؓ کے ساتھ مقیم ہوئے۔ وہیں پر والی دو جہاں سید الانس والجان ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ ﷺ انجمن آرائے گلزار بشریت ہوئے۔ ابوالولید الازرقی جو مکۃ المکرّمہ کے اوّلین مورخ ہیں، کے مطابق وہ مکان ہجرت کے وقت حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کے ہاتھ چلا گیا، فتح مکہ پر فاتح القلوب فاتح البلدہ الطاہرہ حضور نبی اکرم ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ آقا کہاں قیام فرمانا پسند کریں گے تو حضور والاشان ﷺ نے ارشاد فرمایا! آیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی سایہ چھوڑا ہے؟ تاہم ابن کثیر کے مطابق وہ مکان حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عقیلؓ کو ہبہ کر دیا تھا اور اس طرح وہ ان ہی کے پاس رہا مگر بعد میں ان کے بیٹوں نے اسے محمد بن یوسف جو کہ حجاج بن یوسف کا بھائی تھا، کے ہاتھ بیچ دیا جس نے اسے اپنے مکان کے رقبے میں شامل کر لیا جس کو البیضا کہا جاتا تھا۔ پھر عباسی دور میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے اسے خرید کر وہاں ایک بہت خوبصورت مسجد تعمیر کروا دی جو مسجد مولدالنبی کے نام سے مشہور تھی۔ مولدالنبی کی نسبت مبارکہ سے وہ سڑک بھی زقاق مولدالنبی کے نام پر مشہور رہی۔ دور عثمانیہ میں بھی وہاں مسجد ہی رہی جہاں باقاعدہ نماز پنجگانہ ہوا کرتی تھی اور اوقاف کی طرف سے وہاں امام اور موذن متعین تھے۔ 1343 ہجری میں وہ مسجد منہدم ہو گئی اور پھر 1370 ہجری میں امین العاصمہ عباس بن یوسف نے وہاں عمارت تعمیر کروا کر

اسے لائبریری میں تبدیل کر دیا۔ البتہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سفر نامہ ارض القرآن کے مطابق (1959-1960ء) اس مکان میں لڑکیوں کا سکول بنا ہوا تھا۔

(سفر نامہ ارض القرآن، ص: 154)

دور حاضر میں مکۃ المکرّمہ کے عمرانیاتی ارتقا کی وجہ سے جس نے خاص طور پر پچھلی دو دہائیوں میں اس بلد الامین کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے، بہت سے متبرک تاریخی مقامات صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئے ہیں مثلاً مسجد اور بیت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی جگہ آج فائیو سٹار ہوٹل دیکھنے کو ملتا ہے اور مسجد اس کی چھت پر دس منزلوں کے اوپر بنا دی گئی ہے، دارارقم کی جگہ سڑک نے لے لی ہے اور اس پر طرہ یہ کہ جو تاریخی مقام اپنی جگہ سے معدوم کیا جاتا ہے، وہاں کسی قسم کی تختی یا نشان تک نہیں چھوڑا جاتا۔ مشرقی جانب مسعیٰ کے باہر بنو ہاشم کے پورے محلے کی قدیم عمارات کو گرا کر زمین ہموار کر کے حرم پاک کے گرد والے احاطے میں شامل کر دی گئی ہے۔ مگر شکر ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا آبائی مکان جس میں حضور والا شان ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی، پچھلی چودہ صدیوں میں بے شمار نشیب و فراز سے گزرنے کے باوجود اپنی جگہ پر قائم و دائم ہے۔
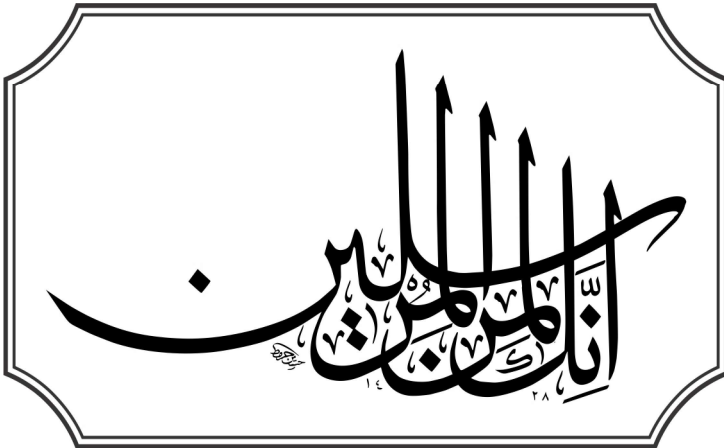
پروفیسر محمد اقبال جاوید

ظہورِ قدسی: پس منظر

(اُردو نعت کے آئینے میں)

(1)

رسولِ پاک ﷺ کی تشریف آوری اس کائنات کا ایک ایسا عظیم ترین واقعہ ہے جو اپنے دور ہی کے لیے نہیں بلکہ ہر دور کے لیے انقلاب آفرین ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہی وجہِ وجودِ کائنات ہیں۔ آپ ﷺ ہی ازل انوار بھی تھے اور ابد آثار بھی اور آپ ﷺ ہی کے لیے رنگ و نور کے قافلے صدیوں سے مصروفِ سفر بھی تھے اور شہیدِ جستجو بھی۔ یہ حقیقت ہے کہ جہاں جہاں روشنی ہے وہ حضور ﷺ ہی کے دم قدم سے ہے اور جہاں جہاں تاریکی ہے وہ اجالے کے لیے اسی نور کی طرف لپک رہی ہے کہ آپ ﷺ ہی کی محفل تجلی کی روشن سحر ہے۔ آپ ﷺ کا وجودِ پاک الوہی انوار کا پرتو، آپ ﷺ ہی کے فرمودات، سعادت و ہدایت کی مشعل، آپ ﷺ ہی کی کتاب انسانیت کے لیے آخری ضابطۂ حیات اور آپ ﷺ ہی کی اطاعت اخروی سرخ روئی کی واحد ضمانت ہے۔ آپ ﷺ ہی کی سیرت نے ہمیں نورِ بصیرت بخشا، آپ ﷺ ہی کے نقشِ پا کی چاندنی سے دنیا کا غم کدہ تابندہ ہوا، آپ ﷺ ہی سے قلبِ مضطر کو سوز کی دولت ملی، آپ ﷺ ہی کے طفیل انسان کو خود آگہی اور خدا شناسی کی نعمت عطا ہوئی۔ حق یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی ہمارے درد کا درماں اور ہماری زیست کا عنواں ہیں:

جو آپ ﷺ آ گئے ہیں تو نور آ گیا ہے
وگرنہ چراغوں سے لو جا رہی تھی

حق یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ تشریف نہ لاتے تو فکر و نظر کی دنیا ویران، علم و عمل کے سلسلے افسردہ، اخلاق و کردار کے گلزار پژمردہ اور بصارت و بصیرت کی کائنات تاریک ہوتی اور حالات کی وہ دبیز تاریکی اور گہری اور گہری ہوتی جاتی جو ظہورِ قدسی سے قبل کائنات پر مسلط تھی۔ ظہور قدسی سے قبل کا غبار اور بعد کا نکھار خود بولتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی قدر ہمارے لیے ایک عظیم احسانِ ربی ہے اور آپ ﷺ سے زیادہ اجمل، احسن اور اکمل انسان پر آج تک سورج طلوع نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اردو نعت کے آئینے میں یہ حقیقت یوں جھلکتی ہے:

ترے آستاں سے پہلے کوئی آستاں نہیں تھا
وہ زمیں تھا میں، کہ جس کا کوئی آسماں نہیں تھا

سفرِ سما سے پہلے، ترے نقشِ پا سے پہلے
یہ تبسمِ کواکب سرِ کہکشاں نہیں تھا
نہ خرد کی روشنی تھی، نہ جنوں کی آگہی تھی
تری رہبری سے پہلے، یہ جہاں، جہاں نہیں تھا
کئی آنسوؤں کے قلزم ترے در پہ بہہ چکے ہیں
غم دل کا تجھ سے پہلے کوئی راز داں نہیں تھا
تو جوازِ دو جہاں ہے، تو ہی رازِ کن فکاں ہے
تو کہاں کہاں نہیں ہے، تو کہاں کہاں نہیں تھا

(سلیم گیلانی)

اک وہم و گماں ہوتے، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے
ہم لوگ کہاں ہوتے، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے
کعبے کو صنم خانہ بنائے ہوئے اب تک
ہم سجدہ کناں ہوتے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے

یہ کوثر و تسنیم، یہ جنت کے نظارے
مانندِ خزاں ہوتے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے
ہر جلوۂ کثرت میں یہ وحدت کے قرینے
کس طرح بیاں ہوتے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے
ہم آج ہیں کعبہ کی اذاں دہر میں اے شاذؔ
صحرا کی اذاں ہوتے، اگرآپ ﷺ نہ ہوتے

(شاذ تمکنت)

رنگِ ہستی آپ ﷺ کے فیضان سے نکھرا حضور ﷺ
آپ ﷺ کی آمد سے پہلے کب تھا یہ نقشہ حضور ﷺ
آپ ﷺ کا دینِ حیات آموز جب پھیلا حضور ﷺ
مٹ گئی یکسر تمیزِ بندہ و آقا حضور ﷺ
دیدۂ خورشید نے دیکھا نہ دیکھے گا حضور ﷺ
آپ ﷺ سا خلوت گزین و انجمن آرا حضور ﷺ

(حفیظ تائب)

فروغِ آدمِ خاکی تری دعوت کی تابانی
چراغِ بزمِ انسانی ترا درسِ رواداری
ہدایت سے تری بالیدگی ہے آرزوؤں میں
تری آمد سے پہلے ذہن تھا وحشت کا زناری

(محمد صادق)

آنکھوں میں نور، دل میں بصیرت ہے آپ ﷺ سے
میں خود تو کچھ نہیں مری قیمت ہے آپ ﷺ سے
ہے آپ ﷺ ہی کے دم سے یہ ایمان کی زمیں
اور دین کی یہ چھت بھی سلامت ہے آپ ﷺ سے

یہ آپ ﷺ ہی کا فیض دلوں کا گداز ہے
ان برف کی سلوں میں حرارت ہے آپ ﷺ سے
اس خاک کو کیا ہے ستاروں سے بھی بلند
انسانیت کی شوکت و عظمت ہے آپ ﷺ سے

(شہزاد احمد)

تھا ان سے قبل فروغِ بہار نامفہوم
ریاضِ دہر تھا اک دفترِ خزاں کی طرح

(حفیظ احسن)

جب تو نہ تھا، ذلیل تھا دنیا میں آدمی
بخشی ہے موت کو تری حکمت نے زندگی

(احسان دانش)

دنیا میں تھے ہم خوار اگر آپ ﷺ نہ آتے
یہ زیست تھی بے کار اگر آپ ﷺ نہ آتے
گلشن کی یہ رونق ہے فقط آپ ﷺ کے باعث
ویران تھے گلزار، اگر آپ ﷺ نہ آتے
ہرگز کبھی دنیا میں شفایاب نہ ہوتے
اخلاق کے بیمار، اگر آپ ﷺ نہ آتے
اب بھی نظر آتا ہمیں حیواں کے برابر
انسان کا معیار، اگر آپ ﷺ نے آتے
یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے بھی نہ ہوتے
اس طرح ضیا بار، اگر آپ ﷺ نہ آتے
یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم آج بھی ہوتے
باطل کے پرستار، اگر آپ ﷺ نہ آتے

(خالد بزمی)

کہا جاتا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت سے قبل، جزیرۃ العرب کی اخلاقی ،فکری، سماجی اور مذہبی صورتِ حال انتہائی دگر گوں تھی، بنا بریں نبیٔ آخرالزماں ﷺ وہاں تشریف لائے۔تاریخی کتب میں بھی عموماً ظہورِقدسی کے پس منظر کے طور پر عموماً عرب ہی کی پریشاں حالیوں کو پیش کیا جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کی ضرورت غالباً اور اولاً عرب ہی کو تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ صرف عرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کم وبیش ہر اعتبار سے گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی روشنی کی کسی کرن کے لیے ترس رہی تھی۔ چونکہ رب العالمین کو ایک وجودِ ذی جود ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنا مقصود تھا۔اس لیے لازم تھا کہ اس ذریعۂ رشد و ہدایت کی طلب کسی ایک خطے کو نہ ہو بلکہ پوری کائنات اس کی منتظر ہو اور زبانِ حال سے اسے پکار رہی ہو۔اس دور کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ یہود و ہنود، نصاریٰ اور پارسی بالخصوص اور اہلِ عرب بالعموم، جہل و گمراہی کے اس مقام تک پہنچ چکے تھے جسے قرآن کی بلیغ زبان لپکتے ہوئے الاؤ کے گڑھے کے کنارے سے تعبیر کرتی ہے۔الغرض:

دیار و دشت میں سایوں کی حکمرانی تھی
کوئی کرن تھی نہ گردوں پہ کوئی تارا تھا
حقیقتیں بھی جہالت کی اوٹ میں گم تھیں
بتوں کے نام پہ مذہب اک استعارا تھا

(راسخ عرفانی)

جدھر دیکھو ادھر بے چارگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
بہت مجبور ہر سو زندگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
بظاہر پھول کھلتے تھے مگر خوشبو سے عاری تھے
گلستاں میں کہاں یہ تازگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
جدھر دیکھو ادھر جہل و جنوں کی حکمرانی تھی
بہت خوار و زبوں فرزانگی تھی آپ ﷺ سے پہلے

(خالد بزمی)

زمانے میں پہلے تھے وحشت کے سائے
ہر اک سمت بادل مصائب کے چھائے
کنارے ہلاکت کے دنیا کھڑی تھی
گناہوں کا انبار سر پر اٹھائے

(محمد صادق)

عرب کی سر زمیں پر خیمہ زن گہرا اندھیرا تھا
جہاں تک کام کرتی تھی نظر ظلمت کا ڈیرا تھا
عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم
یہاں بھی تھا مگر ناگفتنی ایمان کا عالم
وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی روئے زمین پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق و تجسّس کا جہاں تھا آج ویرانہ
فلاطوں کی خرد، سقراط کی دانش تھی افسانہ
بہت چمکا زمیں پر چین کی تہذیب کا تارا
مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہو چکا تھا یہ جہاں آرا
غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا

(جگن ناتھ آزاد)

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخِ دیں داری تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی، تری جب جلوہ آرائی ہوئی

تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر

(بشن سنگھ بیکل)

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے تھا ہر منظر، ہر نقش دو عالم
اجڑا اجڑا، پھیکا پھیکا، ہلکا ہلکا، مدھم مدھم
حسن کا چہرہ اترا اترا، عشق کی رنگت بدلی بدلی
دہر کا نقشہ بگڑا بگڑا، زیست کا مقصد مبہم مبہم
آنکھ کی پتلی سہمی سہمی، دل کی دھڑکن ٹھہری ٹھہری
شوق کا دریا سمٹا سمٹا، جوشِ جنوں کے طوفاں کم کم
چاند کی کرنیں میلی میلی، صبح کے جلوے دھندلے دھندلے
کوچۂ ہستی سونا سونا، محفلِ فطرت برہم برہم
دنیا کی دنیا آزردہ، ہر شے افسردہ، پژمردہ
تارا تارا، ذرہ ذرہ، موتی موتی، شبنم شبنم

(عاصی کرنالی)

یہ جہانِ آب و گل مدت سے تاریکی میں تھا
تھی مسلط ہر طرف ظلم و جہالت کی گھٹا
کاروانِ زندگی بہکا ہوا، بھٹکا ہوا
سارا عالم ایک سکتہ، ساری دنیا اک خلا
اہلِ دانش بھی فریبِ جہل میں آئے ہوئے
بے یقینی کے اندھیرے ذہن پر چھائے ہوئے
خود تراشیدہ بتوں کے سامنے جھکتے تھے سر
آدمی دنیا میں رہ کر اپنے رب سے بے خبر

لوگ اپنی خواہشوں پر صرف رکھتے تھے نظر
مٹ گیا تھا رفتہ رفتہ امتیازِ خیر و شر
راہبر بھی راستوں کے پیچ و خم میں کھو گئے
دیکھتے ہی دیکھتے انسان حیواں ہوگئے

(ماہرالقادری)

ربع مسکوں میں سراسر شیطنت کا تھا چلن
کفر و شرک ایمان کے مفہوم پر تھے خندہ زن
چاند، سورج اور سیاروں کو سمجھے تھے خدا
نورِ حق سے گمرہوں کی آنکھ تھی نا آشنا
تیرگی کا اک مرقع تھی یہ بزمِ رنگ و بو
نورِ ایمان و صداقت کی نہ تھی کچھ آبرو
اک تباہی کا مرقع تھا جہانِ بے سکوں
روحِ اخلاق و شرافت شرم سے تھی سرنگوں

(یزدانی جالندھری)

یہ تھا دنیا کا عالم، عالمِ اسلام سے پہلے
خدا کے نام سے واقف نہ تھے اس نام سے پہلے
سمجھ سکتا نہ تھا انسان رازِ زندگانی کو
کوئی ساحل نہ ملتا تھا جہانِ زندگانی کو
بہ اطمینان مصری تھے نہ شامی تھے نہ یونانی
جدھر دیکھو ستم کیشی، جہاں دیکھو ستم رانی
کہاں تھی عارض یورپ پہ یہ سرخی بہاروں کی
خزاں تھی مہتمم ہندوستاں کے لالہ زاروں کی

چراغِ روح بادِ گمرہی سے بجھنے والا تھا
بساطِ آب و گل پہ دھیما دھیما سا اجالا تھا
وہ دن نزدیک تھا شمس و قمر بے نور ہو جاتے
صدف کے دل میں تابندہ گہر بے نور ہو جاتے

(احسان دانش)

ظہورِ اسلام سے قبل، مصر تہذیب و تمدن اور صنعت و حرفت میں ممتاز و منفرد تھا اور اس کا یہ معاشرتی اور ثقافتی ارتقا مذہب کے زیرِ اثر تھا مگر ظہور قدسی کے وقت، یہ تہذیب آخری سانس لے رہی تھی اور ساتھ ہی ہندوستان، بابل، نینوا، چین اور یونان کا تمدن اپنی ظاہری چمک کے باوجود عملاً بے اثر ہو چکا تھا۔ بعد میں جب اس تہذیب و ثقافت اور علم و ہنر پر اسلامی اقدار و علوم کا پرتو پڑا تو نہ صرف اس کا اپنا رخ بدلا بلکہ اس نے اپنے انداز سے دنیا کے دیگر خطوں کو بھی متاثر کیا۔ مصر میں حضرت موسیٰؑ فرعون کے ہاں پرورش پاتے رہے اور انھی کے ہاتھوں اللہ کے فضل سے فرعونیت غرقِ دریا ہوئی، وہ بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین میں چلے گئے، وہیں ان کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہوا، زرتشتی، مسیحیوں کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک محوِ پیکار رہے مگر ایرانیوں اور عیسائیوں نے اس جدل و پیکار میں اپنے مذہب کو ایک دوسرے پر مسلط نہ کیا بلکہ وہ ایک دوسرے کے مذہبی آثار اور اقدار کا احترام کرتے رہے اور انھوں نے اپنے اپنے مذہب کو، اپنے اپنے ملک تک محدود رکھا۔ چھٹی صدی عیسوی کے بعد مسیحیت عقائد کے اعتبار سے مسخ ہو گئی۔ اساسی اصولوں کی جگہ فروعی مسائل نے لے لی، فرقہ بندی نے اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دیا۔ ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسرے کو غلط سمجھنے لگا۔ یوں لفظی ہنگامے اور مناظراتی تنازعے گلی کوچوں تک پھیل گئے۔ فکر و نظر کا اختلاف، دست و بازو کے تصادم تک آ پہنچا اور حق یہ ہے کہ یہی مٹنے والی قوموں کا عام پیری ہوا کرتا ہے۔ دوسری طرف شاہِ روم کی طرف سے رعایا کے مذہبی جنون پر کوئی سی پابندی نہ تھی بلکہ وہ اپنی جگہ مصروف و مطمئن اور رعایا اپنی جگہ بے کار بحثوں میں مگن، البتہ مسیحیت مصر اور حبش تک پھیل گئی تھی اور بحیرۂ قلزم سے

دریائے روم تک تثلیث چھا چکی تھی۔ ایران کے مجوسی خود مذہبی اعتبار سے لفظی تو تکار میں الجھے ہوئے تھے اور وہاں کی ہر حکومت ان مذہبی بکھیڑوں سے بے نیاز اور خود کو مستحکم کرنے کی فکر میں رہتی تھی۔ جب کہ انسانی سکون پر اضطراب کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ عوام شاہی جبر و استبداد کا نشانہ تھے۔ بادشاہ خود کو فوق البشر اور دوسرے انسانوں کو جانور سمجھتے تھے، مظلوموں کی روحیں چیختی تھیں مگر ان کے لب سلے ہوئے تھے ذہنی خلفشار، روحانی کرب اور قلبی اضطراب کسی آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ تھا کہ نہ حریتِ ذات باقی رہی تھی نہ آزادیٔ ضمیر، نعت نگار شعرا کے الفاظ میں:

تیری آمد سے قبل، جانِ جہاں!
روحِ عالم تھی مضطر و بے تاب
ہر طرف تیرگی کا عالم تھا
ہر طرف گمرہی کا تھا سیلاب
حق کو پہچانتا نہ تھا کوئی
رحمت ایزدی کے بند تھے باب
سب تھے بے بہرۂ حلال و حرام
سب تھے ناواقفِ عذاب و ثواب

(عابد نظامی)

عالم تمام مطلعِ نور و ضیا نہ تھا
جب تک ظہور ماہِ رسالت ہوا نہ تھا
اپنے خدا سے کوئی بشر آشنا نہ تھا
منزل نہ مل سکی کہ کوئی رہنما نہ تھا
آئے رسول پہلے مسیحؑ و خلیلؑ بھی
لیکن ان انبیا میں کوئی مصطفیٰ ﷺ نہ تھا

بے نور و بے سرور تھی دنیا کی انجمن
کعبے میں بھی چراغِ ہدایت جلا نہ تھا

(حافظ مظہر الدین)

پہلے بھی آچکے تھے رسولانِ ذی وقار
لیکن رکی نہ خلق و مساوات میں بہار
آئی نہ اعتدال پہ رفتارِ روزگار
انساں کو تھا بتوں کے محاسن پہ اعتبار
بدلا وہ تو نے ذہن کو، دل کو، مزاج کو
حیرت شکستہ آئنے لائی، خراج کو

(احسان دانش)

آماجگاہِ کفر تھے سب دشت اور جبل
آفاق میں بتوں کی خدائی کا تھا عمل
پجتے تھے مہر و مہ کہیں مسجود تھے ہبل
دامانِ اہر من میں تھا انسانیت کا پھل
ہر مہرہ پٹ چکا تھا بساطِ حیات کا
عقدہ کھلا کسی سے نہ توحیدِ ذات کا
انجیل نے دیے تھے جو صدق و صفا کے درس
ہمدردیٔ خلائق و لطف و عطا کے درس
احسان و عدل و تزکیہ و اتقا کے درس
حبِ خدا کے درس، حصولِ رضا کے درس
سب رفتہ رفتہ طعمۂ تثلیث ہوگئے
ظلمت میں روشنی کے وہ مینار کھو گئے

☆

توریت نے جلائے تھے نیکی کے جو چراغ
توحید کی شراب سے چھلکے تھے جو ایاغ
انسان کو ملا تھا حقیقت کا جو سراغ
حق کی شمیم سے مہک اٹھے تھے جو دماغ
دنیائے آب و گل میں کسی کا نشاں نہ تھا
باقی کوئی بھی نقش تہہِ آسماں نہ تھا

(محشر رسول نگری)

بزمِ طرب نہ کلبۂ احزاں میں روشنی
گلشن میں روشنی نہ بیاباں میں روشنی
تارے بجھے بجھے تھے قمر تھا اداس اداس
مفقود تھی چراغِ فروزاں میں روشنی
جذبات پہ تھی کہر کی چادر پڑی ہوئی
آتی کہاں سے دیدۂ حیراں میں روشنی
میخوار و بت پرست کا قصہ تو درکنار
موجود تھی نہ عابد یزداں میں روشنی
انساں بھٹک رہا تھا اندھیرے حصار میں
قلبِ حزیں، نہ ذہنِ پریشاں میں روشنی

(عارف سیمابی)

مصطفیٰ ﷺ کے خیر مقدم کو رسول آتے رہے
مکتبِ عصمت کی تعلیمات پھیلاتے رہے
حضرت آدمؑ ادائے لغزش معصوم سے
فیضِ استغفار انسانوں کو سمجھاتے رہے
نوحؑ نے سیلاب سے فرشِ زمیں کو دھو دیا
اور خلیلؑ اللہ زمیں پر پھول برساتے رہے

لحنِ داؤدی نے نغمہ ریز کی ساری فضا
یوسفؑ و یعقوبؑ بزمِ ناز گرماتے رہے
طور پر انوارِ رحمت سے چراغاں ہو گیا
معجزاتِ ابنِ مریمؑ شوق بھڑکاتے رہے
مرسلین و انبیا جذباتِ عز و شوق سے
نعت محبوبِ خدا ہر دور میں گاتے رہے

(افتخار حیدر)

جزیزہ نمائے عرب (عرب کا لغوی مطلب ہے بے آب و گیاہ صحرائی زمین یا قرآن کے الفاظ میں ارض غیر ذی زرع (14/37) کے مغرب میں روم کی سلطنت اور اہلِ روم کے مذہبی ہنگامے تھے جبکہ مشرق میں ایرانی حکومت اور یزدان و اہرمن کی داستانیں تھیں، روم اور ایران کی حدوں سے متصل عرب کسی حد تک اس مذہبی نزاع سے اثر پذیر تھے مگر وسطی عرب کا زیادہ تر حصہ، اس مذہبی بحث و جدل سے کلیتًا بے نیاز اور رومی و ایرانی حکومتوں کے اثر ونفوذ سے محفوظ تھا۔ گویا عرب تمدنی، ثقافتی اور مذہبی اعتبار سے اپنی وضع پر قائم تھے۔

مشرق ومغرب کے درمیان تاجروں کو عرب سے گزرنا پڑتا تھا۔ تاجر قدرتی چشموں کے کناروں پر اور کھجوروں کے سائے تلے رکتے اور ستاتے تھے اور انھی مقامات پر بعض خوش عقیدہ تاجروں نے اپنے اپنے بت بھی رکھ دیئے تھے اور یوں ایک اعتبار سے یہ مقام سفری نوعیت کے عبادت خانے بن گئے تھے۔ وہ وہاں رکتے اور ان بتوں سے سفری تحفظ اور تجارتی برکت کے طالب ہوا کرتے تھے اور اس طرح صحرائے عرب میں قافلوں کے راستے بھی متعین ہوگئے تھے اور ٹھکانے بھی۔

ظہورِ اسلام کے وقت مکہ ایک تجارتی شہر تھا اور حرم کعبہ کی وجہ سے یہ شہر تب بھی محفوظ، مامون، معتبر اور مقدس سمجھا جاتا تھا جب کہ دیگر عرب صحرائی اور خانہ بدوش تھے۔ جہاں بارش نے سبزہ اگا دیا، وہیں ڈیرے ڈال دیے، سورج کی حدت نے سبزے کو خشک

کیا تو کسی اور سبزہ زار کی تلاش میں چل نکلے، ان کی زندگی کا بہترین ساتھی اونٹ ہی تھا جو سفر میں سواری کا کام دیتا اور حضر میں خوراک کے تقاضے پورے کرتا۔ مکے کی تمدنی اور تجارتی ترقی کا ذکر قرآن پاک (سورۂ قریش) میں بھی ہے کہ موسموں کی حدت و شدت میں سفر کے خوگر قریش کو اللہ تعالیٰ نے شکر پر ابھارا اور پنی عبادت کی ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ ہی بھوک میں خوراک مہیا کرتا اور عالمِ خوف کو فضائے امن عطا کرتا ہے۔

صحرائے عرب میں آباد قبیلے بکھری ہوئی چھوٹی آبادیوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ جن میں نہ کوئی حکومتی ضابطہ تھا نہ کوئی اخلاقی اصول اور نہ کوئی مذہبی طرزِ عمل ۔ ہر قبیلہ اپنے طور پر آزاد اور اپنے حقوق کا خود محافظ تھا۔ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کو عرب ضروری جانتے تھے۔ بدلہ نہ لے سکنے کی صورت میں، غیرت وحمیت سے مجبور ہو کر اور طعنہ زنی سے بچنے کے لیے وہ علاقہ ہی چھوڑ جایا کرتے تھے۔ ان قبیلوں کے قریب سے گزرنے والے قافلوں کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ معمولی باتوں پر رنجشیں پھلتی، پھولتی اور پھیلتی چلی جاتی تھیں اور انسانی خون انتہائی بے قدر ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ عزتِ ذات اور عزتِ احباب کے انتہائی قائل تھے۔ انتقامی جذبات کے ساتھ عفوودرگزر رایسی خصوصیات سے بھی متصف تھے۔ 'سیرتِ محمد ﷺ' کے مصنف محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں:

> عربوں کی اس مردانگی اور ان کی اپنے شرف ومجد کی حفاظت اور صحرا نشینی کی وجہ سے نہ تو روم نے ان کے ساتھ جنگ کرنے میں اپنا اقتصادی اور سیاسی فائدہ دیکھا اور نہ ایران نے ان کو اپنے زیرِ نگیں کرنے میں کوئی مصلحت سمجھی۔ ان دونوں (ایران وروم) کو اس قسم کے منافع یمن سے حاصل ہو سکتے تھے جسے دونوں حکومتیں اپنے اپنے قابو میں رکھنے کے لیے مصروفِ عمل رہیں۔ اگرچہ بدوی اخلاق ان باشندوں میں بھی سرایت کر چکے تھے جو ملک بھر میں گنتی کے چند شہروں میں بود و باش کیے ہوئے تھے۔ ان شہروں میں بیرونِ عرب سے جو تاجر آتے وہ سفر کی کلفت دور کرنے کے لیے

ان میں اتر پڑتے اور ان کے عبادت خانوں میں دیوتاؤں سے بیابان کے خطرات میں اپنی حفاظت کے لیے استمداد بھی کرتے، یہ شہر مکہ، طائف اور یثرب وغیرہ ہیں جو کسی زمانے میں پہاڑوں کے مختصر درّوں یا صحرا کے دامن میں کسی بڑے نخلستان کے سہارے آباد ہوگئے ۔ ان شہروں میں رہنے والے اگرچہ ایک ہی جگہ پر مستقل قیام کر چکے تھے۔مگر بدوی تہذیب وتمدن اورعزتِ نفس و قیامِ حریت وغیرہ جملہ فضائل و عادات میں اپنے بادیہ نشین ہم وطنوں کے ساتھ پوری طرح متشابہ تھے۔(ص86)

مولانا حاؔلی، مسدس میں انھی حالات و کیفیات کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں:

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا
جہاں سے الگ اک جزیزہ نما تھا
زمانہ سے پیوند جس کا جدا تھا
نہ کشورستاں تھا نہ کشورکشا تھا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور
کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے سامان تھے واں میسر
کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں
لوؤں کی لپٹ بادِ صر صر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے، سراب اور بیاباں
کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں
نہ کھتّوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اس کی یہ تھی

عربوں کے چاروں طرف بت پرستی زوروں پر تھی۔ توحید کا نظریہ دھندلا چکا تھا۔ یہ بت پرستی عرب میں، قربِ الٰہی کا ذریعہ بن کر در آئی تھی۔ انسان ویسے بھی 'خوگرِ پیکرِ محسوس' ہے۔ وہ تو نبیؑ کی موجودگی میں، محض اس کے وقتی طور پر نظروں سے اوجھل ہو جانے پہ گوسالہ سازی اور گوسالہ پرستی شروع کر دیتا ہے۔ عرب میں بتوں کی تین شکلیں تھیں، انسان کی شکل پر بنے ہوئے لکڑی یا دھات کے بت ''صنم'' کہلاتے تھے، پتھر سے تراشے ہوئے اسی نوعیت کے بتوں کو ''وثن'' اور محض پتھروں کو ''نصب'' کہتے تھے۔ بعض پتھروں میں اگر کوئی چمک دمک ملتی، کوئی طبعی ندرت ہوتی تو اسے بھی خدا رسیدہ اور خدا فرستادہ سمجھ لیا جاتا تھا۔ چنانچہ ''ہبل'' نامی بت انسانی شکل کا تھا اور عقیق سے تراشا ہوتا تھا اور یہ خانہ کعبہ کی چھت پر رکھا گیا تھا۔ اس کی پوجا ہوتی تھی اور لڑائیوں میں اس کے نام کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ خانہ کعبہ میں اور بھی بہت سے بت تھے۔ جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ مکہ اس دور میں بھی مرجعِ خلائق تھا اور اس ارادت اور رجوع کی وجہ خانۂ کعبہ تھا۔ اہلِ عرب ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں باہمی پیکار و آویزش ختم کر کے اس گھر کی زیارت کے لیے دور دور سے آیا کرتے تھے اور یہ سفر، ذریعۂ تجارت بھی بنا کرتا تھا اور باعثِ عبادت بھی۔

ولادتِ نبوی ﷺ سے چند ہفتے قبل (570۔ 571ء میں) ابرہہ حاکمِ یمن خانہ کعبہ کو مٹانے کے درپے ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی معجزانہ انداز میں یوں حفاظت

فرمائی کہ دیکھنے والے اس رنگِ اعجاز کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی نے کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ مکے کی مذہبی عظمت میں بھی اضافہ کیا، اہلِ مکہ شراب نوش بھی تھے اور عیاش بھی۔ ان کے ہاں نکاح کی صرف ایک اور زنا کی کئی شکلیں مروج تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے تمام نکاح ناجائز قرار دیے اور کم وبیش اسلامی طرزِ نکاح کو باقی رکھا۔ اہلِ مکہ چاہتے تھے کہ وہ اور ان کی بستی حملہ آوروں سے محفوظ رہے۔ گو ان کی ان عیاشیانہ بدمستیوں سے حرمِ کعبہ بھی محفوظ نہ تھا۔ وہ کعبۃ اللہ کے سامنے مے نوشی اور جنسی اختلاط کی محفلیں رچاتے تھے۔ ان کی ان حرکات کو بت اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور اہلِ مکہ ان کی اس دید کو تائید اور تحسین سمجھتے اور ان کی سرپرستی میں اپنی بدمستیوں کو جاری وساری رکھتے کہ ان کے زیرِ سایہ وہ ہر نوع سے امن میں ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ کعبہ جائے امن ہے اور مکہ مقامِ امن اور بت ان کی عافیت کے ضامن اور آسائش کے محافظ۔

دینِ ابراہیمی کی حقیقی ہیئت کو عربوں کی بت پرستی نے مسخ کر دیا تھا۔ وہ بتوں کے مجاور تھے اور بت ان کے مشکل کشا، حاجت روا اور سفارشی۔ وہ حج اور طواف بھی بتوں ہی کا کرتے اور سجدہ بھی انھی کے حضور میں گزارتے تھے۔ جانوروں کی قربانیوں کے لیے بھی بتوں کے آستانے تھے۔ اسی لیے قرآنِ پاک نے فیصلہ دیا کہ آستانوں پر ذبح کیے گئے جانور حرام ہیں اور ان جانوروں کا گوشت بھی قابلِ استعمال نہیں۔ جنھیں ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ عرب اپنی آمدن اور پیداوار میں اللہ کا بھی حصہ رکھتے تھے اور بتوں کا بھی، ہوتا یہ تھا کہ اللہ کا حصہ بتوں کی طرف منتقل کر دیتے مگر بتوں کے حصے کے 'تقدس' کو قائم رکھتے اور کسی طور بھی مجروح نہ ہونے دیتے، قرآن پاک نے اہلِ مکہ کے اس طرزِ عمل کو انتہائی برا قرار دیا۔ چوپایوں کے سلسلے میں بھی عجیب وغریب نوعیت کی نذریں مانتے تھے اور تیروں کے ذریعے فالیں نکالتے تھے، جوئے بازی کی مختلف شکلیں رائج تھیں اور کاہنوں اور نجومیوں کی باتوں پر اعتقاد قائم تھا۔ مناسکِ حج بھی گوناگوں بدعتوں کی زد میں تھے۔ یہاں تک کہ عریاں حالت میں طواف کیا جاتا تھا۔

''مشرکین جن کا دعویٰ تھا کہ ہم دینِ ابراہیمی پر ہیں، شریعتِ ابراہیمی کے اوامر ونواہی سے کوسوں دور تھے۔ اس شریعت نے جن مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی تھی، ان سے ان مشرکین کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ ان میں گناہوں کی بھرمار تھی اور طولِ زمانہ کے سبب ان میں بت پرستوں کی وہی عادات ورسوم پیدا ہو چلی تھیں جنھیں خرافات کا درجہ حاصل ہے۔ ان عادات و رسوم نے ان کی اجتماعی، سیاسی اور دینی زندگی پر نہایت گہرے اثرات ڈالے تھے۔'' (الرحیق المختوم) گویا:

تمام عالمِ امکاں پہ شب کا پہرہ تھا
طلوعِ صبح سے محروم تھی نگاہِ بشر
نہ کوئی راہ نما اور نہ کوئی منزل تھی
کہ مدتوں سے بجھا تھا چراغِ رہ گزر
ہر ایک شخص تھا ظلماتِ شب کا زندانی
کسی بھی ذہن میں باقی نہ تھا یقینِ سحر
خیال و فکر تھا صدیوں سے زنگ آلودہ
فسردہ دل تھے، نہ باقی تھا زندگی کا شرر
دلوں پہ قفل لگے تھے، نگاہ ویراں تھی
نہ تھی کسی کو بھی اپنی تباہیوں کی خبر

(حافظ لدھیانوی)

جوا، بادہ کشی، غارت گری، ظلم اور بے رحمی
ہر ایسی معصیت اک دل لگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
حقیقی بیٹیوں کو باپ زندہ گاڑ دیتے تھے
یہ غیرت بھی عجب بے ہودگی تھی آپ ﷺ سے پہلے
اب اور اس سے زیادہ شرم کی کیا بات ہو بزمی
بشر کی زندگی شرمندگی تھی آپ ﷺ سے پہلے

☆

افق تا بہ افق بے کراں اندھیرے تھے
حضورِپاکﷺ سے پہلے یہ کب سویرے تھے
جدھر بھی دیکھو وہی جرم کی نمائش تھی
جدھر نگاہ کرو، مجرموں کے ڈیرے تھے

(خالد بزمی)

وحشیوں کا راج تھا شہر خلیلؑ اللہ پر
کوئی بھی حسنِ عمل ان ساربانوں میں نہ تھا
عقل و دانش، علم و حکمت پر تھی چھائی تیرگی
کوئی در، کوئی دریچہ ان مکانوں میں نہ تھا

(سلیم اختر فارانی)

زندگی الجھی ہوئی تھی کفر کے زنار میں
بت پرستی ہو رہی تھی خانۂ غفار میں
کبر و نخوت، قتل و غارت، بغض و کینہ، انتقام
الغرض انسان تھا انسانیت پر اتہام

(خورشید آرا بیگم)

خرد کی زلف پریشاں تھی آپﷺ سے پہلے
حیات سر بہ گریباں تھی آپﷺ سے پہلے

(لیث قریشی)

بے رنگ تھے حالات اگر آپﷺ نہ آتے
بنتی نہ کبھی بات، اگر آپﷺ نہ آتے
گم راہ بشر تک نہ پہنچتیں، مرے آقاﷺ
فطرت کی ہدایات، اگر آپﷺ نہ آتے

انسان کو معلوم نہ ہوتی مرے مولا
انسان کی اوقات، اگر آپ ﷺ نہ آتے
اٹھتے نہ سدا پردۂ اسرار کے پردے
یوں بہر ملاقات، اگر آپ ﷺ نہ آتے
بنتی نہ کبھی تیرہ زمانے کا مقدر
انوار کی برسات، اگر آپ ﷺ نہ آتے
مٹ جاتیں زمانے سے کسی نقش کی صورت
تابندہ روایات، اگر آپ ﷺ نہ آتے
اے ابرِ کرم، بحر عطا، کون سمجھتا
مفہوم عنایات، اگر آپ ﷺ نہ آتے

(طفیل ہوشیارپوری)

فضا زمانے کی تھی مکدر، ظہورِ خیرالبشر ﷺ سے پہلے
جہاں میں تھا مستقل اندھیرا، نمودِ نورِ سحر سے پہلے

(عبرت صدیقی)

سب سے ابتر تھی عرب کی سر زمیں کی کیفیت
ہوچکا تھا محو سب کے دل سے خوفِ عاقبت
ہوچکا تھا محو ابراہیمؑ کا دینِ حنیف
ربِ دو عالم کے بن بیٹھے تھے کچھ انساں حریف
کر گئی تھی خیرہ آنکھوں کو عجم کی آزری
چار سو تھی بت پرستی، بت فروشی، بت گری
ہو چکے تھے مسخ موسیٰؑ کی شریعت کے اصول
کھو چکے تھے لوگ ایمان و صداقت کے اصول
ہو گیا تھا از سرِ نو زندہ سحر سامری
ہر دماغ و دل پہ حاوی تھا جنونِ زرگری

تھا کہیں تثلیث کا چرچا، کہانت کا کہیں
نام تک باقی نہ تھا صدق و امانت کا کہیں
رشتۂ ملت سے کٹ کر رہ گئی تھی زندگی
کتنے ہی خانوں میں بٹ کر رہ گئی تھی زندگی

(یزدانی جالندھری)

تہی دستوں کو ٹھکرا کر رعونت مسکراتی تھی
شرارت نشے میں تھی خود ستائی گل کھلاتی تھی
عوام الناس میں دختر کشی کی رسم جاری تھی
جفا کا دور دورہ تھا ستم کی شہریاری تھی
بہادر پتھروں کے سامنے سر کو جھکاتے تھے
گرج سے کانپتے تھے، بجلیوں سے خوف کھاتے تھے
حرم میں ہو رہی تھی بت پرستی بے حجابانہ
بنا رکھا تھا بیت اللہ کو یکسر صنم خانہ
ہبل کا کوئی بندہ تھا، صفا کا کوئی شیدائی
حضوری میں کوئی عزیٰ کی کرتا تھا جبیں سائی
درندوں کی طرح بپھرے ہوئے چلتے تھے راہوں میں
لہو میں بجلیوں کی چشمکیں، شعلے نگاہوں میں
کنیزانِ حرم کو زینتِ آغوش کہتے تھے
نشے کی رو میں لغزش کو کمالِ ہوش کہتے تھے
سمجھتے تھے مہذب خود ستاؤں، خود پسندوں کو
غرض یہ ہے خدا کی راہ ملتی تھی نہ بندوں کو

(احسان دانش)

لسانی رنگینی، طبعی موزونیت، لفظی دروبست اور شعری مناسبت عربوں کو فطری

طور پر ودیعت ہوئی تھی۔ نثر خال خال اور شعر روزمرہ تھا، وہ اپنی شاہکار نظموں کو کعبے میں لٹکاتے تھے، میلوں ٹھیلوں میں فخریہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بدکاروں کی داستانوں کو شعری پیکروں میں ڈھال کر داد و تحسین طلب کی جاتی تھی۔ عشق کی بدمستیاں ان کی شاعرانہ عظمتوں کا نشانِ امتیاز تھیں۔ اپنے آباؤ اجداد کی بہادری، سخاوت اور برتری کی داستانوں کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑوں، اونٹوں اور اپنی محبوباؤں کا ذکر بھی ان کی شاعری کے کمال کا جمال تھا۔ باپ کی بیوی، بیٹے کو باپ کی وفات کے بعد وراثت کے طور پر ملتی تھی۔ بیویوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ حقیقی بہنوں تک سے ایک ساتھ شادی تھی۔ عرب کا معروف شاعر امراء القیس اپنے ایک قصیدے میں اپنی پھوپھی زاد بہن سے بدکاری کی داستان جمالیاتی دل پذیریوں کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یہ قصیدہ کعبے میں آویزاں کیا جاتا ہے۔ حروف کی حرمت ختم ہو چکی تھی۔ الفاظ کا وقار، اشعار کا افتخار اور افکار کا اعتبار بری طرح کچلا جا چکا تھا۔ فکری، ادبی، اخلاقی اور روحانی پژمردگی کا عالم کچھ یوں تھا:

حق بات پہ کٹتی تھی زباں آپ ﷺ سے پہلے
متروک تھا اخلاصِ بیاں آپ ﷺ سے پہلے
خورشید کی حدت تو کجا، شامِ الم سے
مہتاب بھی تھا شعلہ بجاں آپ ﷺ سے پہلے
بے کیف بہاروں کا تصور ہی عجب تھا
ہر پھول تھا مجبورِ خزاں آپ ﷺ سے پہلے
سینوں میں نہ دھڑکن تھی، نہ سانسوں میں حرارت
محروم تھا احساسِ زیاں آپ ﷺ سے پہلے

☆

فضائے دہر مکدر تھی آپ ﷺ سے پہلے
حیات، موت سے بدتر تھی آپ ﷺ سے پہلے

بنامِ عجز و عبادت ہر اک بشر کی انا
ہلاکِ تیشۂ آزر تھی آپ ﷺ سے پہلے
برہنہ سر تھیں قبائل کی عزتیں راسخ
دریدہ حسن کی چادر تھی آپ ﷺ سے پہلے

(راسخ عرفانی)

وہ دن بھی تھے کہ سرابوں کا نام ساحل تھا
نہ کائنات کی آنکھیں نہ وقت کا دل تھا
بدی کا غلغلہ تھا، ظلم پر جوانی تھی
درندگی و جہالت کی حکمرانی تھی
گمان و وہم کا نام اعتبار رکھا تھا
خدا کو مورتیوں میں اتار رکھا تھا

کوئی نظارہ دل کش نہ تھا نظر کے لیے
ترس رہا تھا جہاں افضل البشر ﷺ کے لیے

(مظفر وارثی)

فسق و فجور ہر طرف، جام بدست ہر کوئی
جس کی طرف بھی دیکھیے محوِ خیالِ دلبراں
ناچ رہی تھی ہر طرف بہیمیت، درندگی
گونج رہا تھا ہر طرف شورِ صدائے الاماں
ہوتی تھی روز تار تار چادرِ عصمت و حیا
دامنِ شرف و نام کی بکھری ہوئی تھیں دھجیاں
بیوہ کوئی فگندہ سر، آہ بہ لب کوئی یتیم
کوئی غریب نالہ کش، کوئی ضعیف سرگراں

(زکی کیفی)

بے صدا و بے نوا و بے فغان و بے ستیز
بے کسوں کے سر تھے ہر پائے ستم پر سجدہ ریز
خار و خس کو کھا رہی تھی اک ہوائے شعلہ ریز
ظالموں کو مستقل مظلوم دیتے تھے خراج
درد سارے لا دوا تھے، زخم سارے لاعلاج
اور یہ ساری زمیں خاموش تھی بے احتجاج
روشنی محدود تھی بس وسعتِ افلاک میں
آپ ﷺ سے پہلے اندھیرا تھا فضائے خاک میں
وحشتوں کا رقص تھا، ہر سینۂ سفاک میں
ظلمتوں کو روشنی سے تولتا کوئی نہ تھا
شب اثر وحشت میں آنکھیں کھولتا کوئی نہ تھا
گنگ تھیں ساری زبانیں بولتا کوئی نہ تھا
(صہبا اختر)

مختصر یہ کہ

☆ جملہ مذاہب عالم کی حقیقی تعلیمات مسخ ہو چکی تھی اور روایات و رسومات نے مذہب کا درجہ لے لیا تھا۔

☆ نظریۂ توحید، آتش پرستی اور بت پرستی کے نرغے میں اپنی حیثیت اور واقعیت کھو چکا تھا۔

☆ آسمانی ہدایات دھندلا چکی تھیں۔ علم و نظر کی دنیا دور دور تک ویران اور جہالت کے سائے انتہائی گہرے ہو چکے تھے۔

☆ مذہبی فرقے، قتل و غارت کے شیدا اور کفر سازی کے شائق تھے۔ قبائلی جنگ و جدل کے سلسلے سال ہا سال رواں دواں رہتے تھے۔ خون ریزی کے مناظر، وقتی تفریح مہیا کرتے اور بسمل کی تڑپ جشنِ رقص کا کیف عطا کرتی تھی۔

☆ بت تراشی اور مجسمہ سازی مستقل فن کی حیثیت اختیار کر چکی تھی اور یہ فن ہر لحظہ نت نئی شکلوں سے جلوہ گر ہوتا رہتا تھا۔ کہیں پتھر مسجود تھے کہیں شجر معبود۔

☆ چھٹی صدی عیسوی میں ہندوؤں کے بتوں کی تعداد تیس ملین تک پہنچ چکی تھی اور حضرت ابراہیمؑ کے مبارک ہاتھوں سے استوار ہونے والا، خدا کا پہلا گھر تین سو ساٹھ بتوں میں گھرا ہوا تھا۔

☆ لوگ اعمال کی جواب دہی سے بے نیاز تھے بلکہ ان باتوں کو بے بنیاد سمجھتے تھے۔ آخرت کے تصور کے دھندلا جانے کی وجہ سے ہر اخلاقی شائستگی ختم ہو چکی تھی۔

☆ آگ، سورج، جن، فرشتے اور ستارے معبود بن چکے تھے۔ راہبیت اپنی جملہ خرابیوں اور تمام تر غلاظتوں کے ساتھ اپنی انتہا کو چھو رہی تھی۔

☆ عبادت گاہیں، عیاشیوں کے اڈے بن چکی تھیں۔ عورت، عشرت، دولت، غفلت اور زندگی، درندگی کا روپ دھار چکی تھی۔ عصمت آوارہ قہقہوں کے نرغے میں، انسانیت ظلم و استبداد کے پنجے میں اور شرافت، خباثت کے احاطے میں دم توڑ رہی تھی۔

☆ معاشرہ، اعتدال کے حسن، توازن کے جمال اور سکون کی سعادت سے کلیتاً تہی تھا۔ قومی فکر، سیاسی شعور اور علمی رسوخ بے حیثیت تھا۔

☆ کہیں عورت کو خاوند کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا اور کہیں معصوم مسکراہٹوں کو زندگی کے لبوں سے چھیننے کے لیے انھیں زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔

☆ بادشاہ خدائی صفات کے حامل اور قابلِ پرستش سمجھے جاتے تھے اور انسانی جبینیں حقیقی سجدوں کی تابشوں سے محروم تھیں۔

اس تمام تفصیل کو قرآن پاک اپنی ایک آیت میں سمیٹ دیتا ہے کہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (۳۰/۴۱)

(اس وقت انسانی سیہ کاریوں سے حالت یہ ہو چکی تھی کہ خشکی و تری میں ہر جگہ فساد ہی فساد نظر آتا تھا کوئی شے اپنے صحیح مقام پر نہیں رہی تھی اور قرآن ہی نے یہ حقیقت

بھی واضح فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو تخریب تہذیب میں، خزاں بہار میں، کلفت راحت میں، ظلمت نور میں اور پژمردگی شگفتگی میں بدل جایا کرتی ہے۔ **وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ م بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ** (42/28) اور یہ اللہ ہی کی ذات ہے جو ایسی نا امیدیوں کے بعد اپنے سحابِ کرم کو بھیجتی اور اس طرح اپنی بساط رحمت کو صفحۂ ارضی پر بچھا دیتی ہے:

الغرض

ہر طرف تھیں جہالت کی تاریکیاں
چار سو تھی فلاکت کی منحوس شب
تین سو ساٹھ بت خانۂ حق میں تھے
بت پرستی میں اتنے بڑھے تھے عرب
عام تھا ان میں آزارِ دختر کشی
ہر کوئی تھا پرستار بنت عنب

(حفیظ تائب)

توحید سے عرب کوئی آشنا نہ تھا
حضرت سے پہلے کوئی یہاں باخدا نہ تھا
مقصودِ زندگی کا تعین ہوا نہ تھا
فکر و عمل کسی کا حقیقت نما نہ تھا

☆

اوہام کا طلسم تھا مذہب ہنود کا
لاکھوں تھے بت کدے تو کروڑوں تھے دیوتا

☆

ایرانیوں کا مرکز فکر رسا تھی آگ
ان کی نظر میں مظہر نورِ خدا تھی آگ

☆

یورپ میں بربریت، و وحشت کا دور تھا
ظلم و ستم کا راج تھا، ظلمت کا دور تھا
یوں ظلمتیں نہ چھائی تھیں آفاق پر کبھی
ڈستی تھی سانپ بن کے نہ یوں رہ گزر کبھی
آوارہ یوں ہوئی تھی نہ پہلے نظر کبھی
ہوتا تھا یہ گماں کہ نہ ہوگی سحر کبھی

(محشر رسول نگری)

زندگی ایک رات، تیرہ و تار
نہ کوئی رہنما، نہ راہ گزار

چار سو اک مہیب تاریکی
ہر طرف مطلعِ جہاں پہ غبار
انتظارِ سحر میں نوعِ بشر
شمعِ ساں اشکبار و زار و نزار

(حفیظ ہوشیار پوری)

جب تک جمالِ شاہ امم جلوہ گر نہ تھا
عالم تمام مطلعِ شمس و قمر نہ تھا
گھر تھا منات و لات کا، اللہ کا گھر نہ تھا
جب کعبہ جلوہ گاہِ شہِ ﷺ بحر و بر نہ تھا

(حافظ مظہر الدین)

اصنام کا سکہ تھا رواں آپ ﷺ سے پہلے
تھی ذاتِ خدا وہم و گماں آپ ﷺ سے پہلے

ہر چند ضیا بار تھے مہر و مہ و انجم
ظلمت تھی گراں تابہ کراں آپ ﷺ سے پہلے
انسان سے بیزار تھا اس دور کا انسان
انسان پہ جینا تھا گراں آپ ﷺ سے پہلے
کر دیتے تھے زندہ ہی اسے دفن زمیں میں
بیٹی تھی ندامت کا نشاں آپ ﷺ سے پہلے
ہر سانس میں تحریص کا روشن تھا الاؤ
ماحول تھا یوں شعلہ فشاں آپ ﷺ سے پہلے

(طفیل ہوشیار پوری)

دنیا پہ چھا رہی تھیں ہر سو سیہ گھٹائیں
تاریکیوں میں انساں رستہ بھلا چکا تھا
توحیدِ حق سے خلقت بیگانہ ہو رہی تھی
سرمایہ کارواں سب اپنا لٹا چکا تھا
دختر کشی وہاں تھی، رسم ستی یہاں تھی
اک معصیت کی بستی انساں بسا چکا تھا
بھولا ہوا تھا انساں، اچھے برے کی پہچاں
انسانیت کا اپنی جوہر مٹا چکا تھا
شرم و حیا کا پردہ چہروں سے اٹھ گیا تھا
شیطان گویا غالب، انساں پہ آچکا تھا

(قاضی عبدالرحمٰن)

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے حضور ﷺ کی بعثت مکہ ہی میں کیوں ہوئی؟ اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ یہ جگہ اس اعزاز وشرف کے لیے کیوں منتخب کی گئی؟ کیوں کہ سورۂ انعام میں یہ واضح اعلان ہے کہ ''**اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ**'' (اللہ تعالیٰ

ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس کا پیغام کہاں اور کس کے حوالے کیا جائے گا) بظاہر عربوں کے اندر کچھ قابلِ قدر فطری خصوصیات مرور زمانہ اور پستی حالات کے باوصف ایسی تھیں جن کا رخ بدلا اور پلٹا جا سکتا تھا، مثلاً سخاوت، مہمان نوازی، وفائے عہد، خودداری و عزتِ نفس، عزم بالجزم، بردباری اور امانت و دیانت، جب کہ فصاحت و بلاغت اور شعر و سخن کی خوبیاں تعلیانہ خودنمائی کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ دوسرے جغرافیائی اعتبار سے مکہ روئے زمین کے مرکز میں واقع ہے۔

یہی 'ام القریٰ' ہے۔ جملہ بستیوں کی ماں، ماں وہ ہے جس کے بغیر اولاد کا کوئی سا تصور بھی نہیں ہے اور اولاد ماں ہی کے گرد منڈلایا کرتی ہے۔ حق یہ ہے کہ مکہ کے بغیر دیگر جملہ بستیوں کا وجود موہوم اور بے معنی ہے۔ چونکہ اولاد کی دنیاوی اور دینی تربیت ماں ہی کی آغوشِ شفقت میں ہوا کرتی ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ کائنات کی دنیاوی ہدایت، اُخروی سعادت، روحانی رفعت، نظری عصمت اور قلبی عفت کے سوتے مکہ ہی سے پھوٹیں، رحمت کی گھٹائیں یہیں سے اٹھیں اور دنیا کے گوشے گوشے کو پر بہار اور پرانوار کر جائیں۔ اسی لیے یہیں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے اولین گھر کی بنیاد رکھی تھی۔ یہیں بحکمِ الٰہی انھوں نے دنیا بھر کو اس گھر کے حج کی دعوت دی تھی اور ان کے اس صدائے دعوت کو خود اللہ تعالیٰ نے چاردانگِ عالم میں پھیلایا اور پہنچایا تھا یہ ندائے غائبانہ باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں تک بھی پہنچی، سنی گئی اور نسلِ انسانی تعمیل کی پابند قرار پائی اور یہیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے ایک ایسے پیغمبر ﷺ کی بعثت کی دعا کی تھی جو مکے والوں ہی سے ہو جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنائے، کتاب پڑھائے، دانائی سکھائے اور دلوں کو تزکیہ بخشے۔ ان دو جلیل القدر پیغمبروں کی ان دعاؤں کے نتیجے کے طور پر مکہ ہی کے مقدر میں تھا کہ وہ دعوتِ اسلامی کا مرکز بنے اور وہیں سے توحید و رسالت کی کرنیں دنیا بھر میں پھیلیں اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قبل ازیں جزیرۃ العرب ہی بیشتر الوہی ہدایتوں کا مرکز رہا ہے گویا حالات اس نہج تک آگئے تھے کہ وہ عظیم و جلیل شخصیت ﷺ ظہور میں آتی جس کی پرنور یادوں سے قدیم صحائف منور ہیں اور ہر مذہب

نے جسے ہادیٔ منتظر کے طور پر پیش کیا ہے جو فی الواقع آیۂ کائنات کا معنیٔ دیریاب ہے اور جس کا انتظار، تاریخِ مذاہب کا ایک دل آویز باب ہے۔

گویا حالات ہر اعتبار سے پختہ تر ہو چکے تھے۔ رواں دواں ساعتیں اور داغ داغ فضائیں شدت سے کسی کی راہ تک رہی تھیں اور قیامت تک کے لیے ایک آخری نظام، آخری ہدایت اور آخری تغیر کے برپا ہو جانے کا وقت آ گیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری، تاریخِ عالم کا ایک انقلاب آفرین اور شاداب ترین واقعہ ہے، اخلاق و کردار کی ناہمواریوں نے کسی آنے والے کا راستہ ہموار کر دیا تھا اور حالات و کیفیات کی ناسازگاریوں نے کسی عظیم الشان انسان کی تشریف آوری کے لیے فضا کو سازگار بنا دیا تھا کہ:

اندھیروں کے مقابل آفتاب آیا ہی کرتا ہے
بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
پرانے ساغروں میں جب کھنک باقی نہیں رہتی
تو گردش میں نیا جامِ شراب آیا ہی کرتا ہے
یہ آثارِ بہاراں ہیں نہ گھبراؤ چمن والو!
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے
جہاں اہلِ چمن مدت سے بیٹھے ہوں تہی دامن
وہاں تک سایۂ برگِ گلاب آیا ہی کرتا ہے
نئے جب ولولے بیدار ہو جاتے ہیں سینوں میں
پرانی آرزوؤں پر شباب آیا ہی کرتا ہے
بنا لیتے ہیں جس کو منتہائے شوق دیوانے
وہ نظارہ نظر کے ہم رکاب آیا ہی کرتا ہے

اور نظر کے ہم رکاب آنے والے اس نظارے کے انتظار کو اردو نعت کے آئینے میں ایک نظر دیکھیے:

انبیا کو تھی امامِ انبیا کی آرزو
کارواں کو اک امیرِ کارواں درکار تھا
عشق کو مطلوب تھا ایک پیکرِ حسن و جمال
عشق کو قلب و نظر کا امتحاں درکار تھا

(حافظ مظہر الدین)

ایک تباہی کا مرقع تھا جہانِ بے سکوں
روحِ اخلاق و شرافت شرم سے تھی سرنگوں
بربریت کی لکھی تھی ہر قدم پر داستاں
دامنِ صحرا میں پھیلی تھی لہو کی سرخیاں
شامِ استبداد کی تھی زلف لہرائی ہوئی
ہر طرف جبر غلامی کی گھٹا چھائی ہوئی
الغرض تھی ہر قدم پر گمرہی سی گمرہی
سر میں انساں کے سمایا تھا جنونِ خود سری
ذہن و فکرِ آدمیت میں تھا برپا انتشار
تھا زمانے کو پیامِ آخری کا انتظار

(یزدانی جالندھری)

صحرائے روح کو تھی ابر کی تلاش
سایہ زمیں پہ ڈھونڈ رہے تھے ابھی شجر
جذبوں کا کوئی رخ نہ تخیل کی کوئی سمت
پردہ کھنچا نہ تھا ابھی مابینِ خیر و شر
موسم زمیں گرفتہ تھے اشجار کی طرح
انسان برگِ خشک کے مانند، دربدر

تھا ساری کائنات کو بس ان ﷺ کا انتظار
جن کے لیے پلٹتی رہی سوئے شب سحر

(جمشید چشتی)

نقطۂ آغاز بھی اور ارتقا بھی تھا وہی
انتہا بن کر جو آیا ابتدا بھی تھا وہی
وہ نبی جب بھی تھا جب کوئی نبی آیا نہ تھا
اس کے سائے تھے بہت سے جس کا خود سایہ نہ تھا
پیشوائی کو ہزاروں انبیا بھیجے گئے
اس کی خاطر روشنی کے دائرے کھینچے گئے
اس لیے آخر میں آیا وہ حبیبِ کردگار
تا کہ دنیا سیکھ جائے احترامِ انتظار

(صہبا اختر)

تھیں ظلمتیں ہی ظلمتیں ادھر ادھر یہاں وہاں
محیط ابرِ کفر تھا چمک رہی تھیں بجلیاں
لٹک رہی تھی زندگی مثالِ گردِ ناتواں
نہ ہم سفر، نہ رہ گزر، نہ راہبر، نہ کارواں
کلی کلی فگندہ سر، گلوں کے لب پہ ہچکیاں
چمن چمن تھی تیرگی، روش روش دھواں دھواں
بادِ سموم کھیلتی پھرتی تھی برگ و بار سے
فصلِ خزاں کا راج تھا گم تھے بہار کے نشاں
خلقِ تباہ حال پر رحمتِ حق نے کی نظر
بھیجا رسولِ پاک ﷺ کو آئے امامِ انس و جاں

(زکی کیفی)

وہ جو شبنم کی پوشاک پہنے ہوئے
زرد پتوں کے جسموں میں لہرا گئے
جن کے نقشِ کفِ پا کی رعنائیاں
نسلِ آدم کو خاکِ شفا بن گئیں
عرشِ اعظم کی دہلیز کے اس طرف
نام جن کا ازل ہی میں لکھا گیا
جو کتابِ جہاں کے سیاہ حاشیے پر
اجالوں کی رحمت رقم کر گئے
جن سے پہلے تھی ظلمت میں لپٹی ہوئی
غم زدہ زندگی
فکر، جامد، تمدن کے آثار مفقود تھے
نخل تہذیب پر ایک وحشی خزاں کا اثر
قلبِ انسانیت
سسکیوں، آنسوؤں اور زخموں کا بے نور گھر
ایسے عالم میں رب تعالیٰ کو پھر
اپنی مخلوق پر رحم آ ہی گیا
تاجِ رحمت کو سر پر سجائے ہوئے
پرچمِ عدل و احساں اٹھائے ہوئے
وہ جو آئے تو عہدِ بہار آ گیا
عشق کو جن کے دل کی شریعت کہیں
ذکر کو جن کے جاں کی عبادت کہیں
وہ حبیبِ خدا
احمدِ مجتبیٰ

ان پہ قرباں ہمارے تمہارے وجود
ان پہ پیہم سلام
ان پر دائم درود

(صبیح رحمانی)

مورخین کے نزدیک ولادتِ باسعادت کے بارے میں، دن، ماہ اور سال کے ضمن میں اختلاف ہے۔ بعض ربیع الاول کی نو اور بعض بارہ تاریخ لکھتے ہیں۔ سال کے بارے میں عام الفیل کا ذکر جا بجا نظر آتا ہے۔ بہر کیف اکثریت کی تحقیق یہی ہے کہ دن دوشنبہ (پیر) مہینہ ربیع الاول اور سال عام الفیل ہے۔ سال کے بارے میں حضورﷺ کی ایک حدیث اسی خیال کی موید ہے اور پیر کے دن اسی بنا پر روزہ رکھنے کا عمل (حضورﷺ) بھی روایات میں موجود ہے اور حضرت عباسؓ کی یہ روایت بھی کہ تمہارے نبی دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔ دوشنبہ ہی ان کو بعثت ہوئی اور اسی دن ہجرت کی اور اسی دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔'' (احمد بن حنبل، بیہقی) اردو میں عزیزہ شہناز کوثر نے رسالہ: ''نعت'' لاہور کے تین شماروں (اپریل، مئی، جون 1992ء) میں پیر کے دن کی اہمیت پر بالتفصیل روشنی ڈالی ہے:

راجا رشید محمود کہتے ہیں:

دن ایک سے خدا نے بنائے سبھی مگر
اک ''روز'' محترم نہ کیوں سارے دنوں سے ہو
یہ دن خدا کا ہم پہ ہے احساں بہت بڑا
تشریف لائے دنیا میں سرکارﷺ پیر کو

ہلال جعفری، پیر کے دن ہی کو اپنے درج ذیل اشعار کی ردیف بنائے ہوئے ہیں:

حسنِ اکرام کا خلاق بنا پیر کا دن
دونوں عالم کے مقدر کی ضیا پیر کا دن

مرحبا، صلِ علیٰ، صلِ علیٰ پیر کا دن
باعثِ عظمتِ کونین بنا پیر کا دن
اپنے دامن میں لیے نورِ خدا کے جلوے
بزمِ عالم میں ہوا جلوہ نما پیر کا دن
وجد میں محفلِ کونین کا ہر ذرہ ہے
ساز فطرت کا ہے تاروں کی صدا پیر کا دن
ہر کلی فرطِ مسرت سے چٹک کر بولی
دوش پر لایا ہے رحمت کی گھٹا پیر کا دن
نارِ نمرود کو گلزار بنانے والا
کشتیٔ نوح کی تقدیر بنا پیر کا دن
یدِ بیضا کی قسم ہے، یدِ بیضا کی قسم
جلوۂ طور کی ہے ایک ادا پیر کا دن

مدنی چاند، تری گردِ سفر کے صدقے
سر بسر بقعۂ انوار بنا پیر کا دن
کس نے اپنے رخِ روشن سے ہٹائے گیسو
آج کی رات کو تفویض ہوا پیر کا دن
کس کی بعثت سے یہ کس نور کی آمد ہے ہلالؔ
آج گہوارۂ انوار بنا پیر کا دن

تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے یہ سال بھی اہم ہے۔خصوصیت کے لحاظ سے یہ مہینہ بھی وقیع اور عظمتوں کے نقطۂ نظر سے یہ دن بھی رفیع ۔یہی وہ سال ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت معجزانہ انداز سے یوں کی کہ عقل انگشت بدنداں اور فکر سربگریباں ہو کر رہ گیا۔ باطل کے ناپاک عزائم کی دھجیاں فضائے عالم میں بکھر گئیں اور

اس عظیم وجلیل آستاں کی طرف نگاہِ بد سے تکنے کی جسارت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹی میں مل گئی۔ ننھے ننھے پرندوں کے ذریعے ہاتھیوں اوران کے سواروں کا کھائے ہوئے چارے کی طرح چورا چورا ہو جانا، قرآن پاک کے اوراق میں محفوظ ہو کر ایک تاریخی صداقت بن گیا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کے الفاظ میں :

> جہاں تک اصول و شعائر کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت بہ ذاتِ خود فرماتے ہیں اور مسلمانوں کو جو مکلّف بنایا ہے تو محض ان کی قوتِ ایمانی کی آزمائش کے لیے، ورنہ بغیر اللہ تعالیٰ کی اعانت اور فضل کے حقیر ترین دشمن پر بھی قابو پالینا دشوار ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ جب تک اس کے ماننے والوں میں غیرت وحمیت کا جذبہ باقی رہتا ہے وہ ان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کے دین کی حفاظت کریں اور حفاظت کے ضمن میں خون کا آخری قطرہ بھی بہا دینے سے دریغ نہ کریں اور جب یہ جذبہ مفقود ہو جائے اور جب ایسی ہمت اور شجاعت والی جماعت باقی نہ رہے جو جان نچھاور کر کے ملت اور اس کے شعائر کی حفاظت کر سکے۔ اس وقت وہ براہِ راست اپنی قدرت اور حکمت کو بروئے کار لاتا ہے اور دین کو اعدائے دین کے چنگل سے چھڑا لیتا ہے۔

جہاں تک ربیع الاوّل کا تعلق ہے، لغوی اعتبار سے ربیع کہتے ہی موسمِ بہار کو ہیں۔ یہ مہینہ انسانوں کے لیے ماحولیاتی اعتدال، موسمی رعنائی، جسمانی آسودگی اور نباتاتی بالیدگی کا پیغام لے کر آتا ہے۔ مذہبی اعتبار سے بعض مہینے ولادت باسعادت سے قبل بھی متبرک اور افضل تھے مگر ربیع الاول میں ظہورِ قدسی نے خود اسی مہینے کو ماحولیاتی شگفتگی کے ساتھ ساتھ روحانی تفضّل کی وہ عظمت عطا کی کہ سال بھر کے باقی مہینے رشک سے تکتے رہ گئے:

اہلِ دل جانتے ہیں شانِ ربیع الاوّل
آنکھ والوں کو ہے عرفانِ ربیع الاوّل

ہر مہینے پر فضیلت ہے مدارج میں اسے
ہر مہینہ ہے ثنا خوانِ ربیع الاوّل
اس کی جو بارھویں تاریخ ہے، تاریخی ہے
یہی دن ہے بہ خدا جانِ ربیع الاوّل
ماہِ طیبہ ہی نے اس ماہ کو چمکایا ہے
نورِ حق، نورِ شبستانِ ربیع الاوّل

(عزیز حاصل پوری)

حیاتِ طیبہ میں بھی یہ مہینہ بہت سے اہم تاریخی واقعات کا مظہر ہے۔ اسی طرح پیر کا دن بھی اپنے اندر اس قدر فضائل لیے ہوئے ہے کہ جن کی تفصیل کے لیے دفتر مطلوب ہیں اور حقیقی فضیلت تو اس دن کو ظہورِ قدسی ہی سے نصیب ہوئی ہے، سالوں، مہینوں اور دنوں میں ___ یہ مرتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا:

یہ حاملانِ عرش کا غوغا عجیب ہے
اے خاک تیرا عرش سے بالا نصیب ہے
آتا ہے آج وہ جو خدا کا حبیب ﷺ ہے
جھک جائے تجھ پہ عرش وہ موقع قریب ہے
بالا جو لا مکاں سے ترا افتخار ہے
یہ آمدِ رسول ﷺ خدا کی بہار ہے

(ممتاز جہاں گنگوہی)

قبلِ ولادت پاک اور بوقتِ ولادتِ پاک، حضرت آمنہ سے بہت سی محیر العقول روایات منقول ہیں اور تاریخ نے بہت سے ایسے واقعات بھی محفوظ رکھے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ اس دن رنگ ونسل کے بہت سے بت بھی زمیں بوس ہوئے، کبر ونخوت کے بہت سے کنگرے بھی مٹی ملے اور کفر وشرک کے بھڑکتے ہوئے شعلے بھی سیاہ پوش ہو کر رہ گئے۔ الغرض دوشنبہ کا دن اپنے اندر سعادتوں اور حیرتوں کا ایک عجیب امتزاج لیے ہوئے

ہے جب کہ اس الوہی صداقت کے ظہور کی ساعت کے لیے صبح صادق کو چنا گیا، یوں:

وہ صبحِ نور آ پہنچی، سیاہی چھٹ گئی یکسر
سحر نے نور پھیلایا در و بامِ تمنا پر
زمانہ منتظر تھا جس کا صبحِ عید آ پہنچی
اندھیرا چھا رہا تھا تابشِ خورشید آ پہنچی
کبھی ایسی سحر دیکھی نہ تھی افلاک نے اب تک
نہ پایا تھا سکوں اس دیدۂ نم ناک نے اب تک
کبھی پہنی نہ تھی گل نے قبائے زرنگار ایسی
نہ آئی تھی کبھی گلزارِ ہستی میں بہار ایسی
عطا وسعت ہوئی صحرا کو، نزہت گلستانوں کو
چھپایا دامنِ رحمت میں حق نے خستہ جانوں کو
شرف جس سے ملا ہے اس جہاں کے تاج داروں کو
ملی جس سے قبائے لالہ و گل خار زاروں کو
اسی دن کے لیے تو بزمِ ہستی کو سنوارا تھا
یہی مقصودِ عالم تھا، یہی خالق کا پیارا تھا

(حافظ لدھیانوی)

مبارک ہو حضرتِ مصطفیٰ ﷺ کی آمد آمد ہے
زمین پر سربراہِ انبیا کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہوگی مژدۂ اتمامِ نعمت سے
سریر آرائے اقلیمِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
سنانے کے لیے آیاتِ قرآں اہلِ عالم کو
رسولِ ہاشمی ﷺ سے خوش نوا کی آمد آمد ہے

خدائے پاک نے فریاد سن لی غم نصیبوں کی
جہاں میں حضرتِ خیر الوریٰ ﷺ کی آمد آمد ہے
دیارِ دل کو خوش بوئے عقیدت سے بسا لیجیے
وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجیے

(حفیظ تائب)

خلیلؑ اللہ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں
ذبیحؑ اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوبؑ میں آیا
جسے یوسفؑ نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا
کلیمؑ اللہ کا دل روشن ہوا جس ضوفشانی سے
وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی سے
وہ جس کے نام سے داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیمانؑ نے گدائی کی
دلِ یحییٰؑ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لبِ عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیے ہر بات کے وعدے

(حفیظ جالندھری)

آگئے، جن کے نظارے جستجو کرتے رہے
جن کے بارے میں ستارے گفتگو کرتے رہے
جن کی خاطر پھول شبنم سے وضو کرتے رہے
انبیا بھی جس نبی ﷺ کی آرزو کرتے رہے

ہر خوشی لکھی گئی، ہر بہتری لکھی گئی
آپ ﷺ آئے، تیرگی پر روشنی لکھی گئی

(محمد حنیف نازش قادری)

بھٹکتے دور کو رستہ دکھانے رہنما آیا
سفینے سے تباہی کو بچانے نا خدا آیا
خبر سچائی کی دیتا زمانے کو خبیر آیا
شہنشاہی بھی جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا
جسے حق نے کیا تسلیم، ختم المرسلیں آیا
جسے دنیا نے مانا، رحمۃ للعالمیں آیا
خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا
کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خلقِ عظیم آیا
بشر بن کر زمانے کا جمالِ اولیں آیا
متاعِ صدق لے کر صادق الوعد و امیں آیا
سراپا علم بن کر صاحبِ ام الکتاب آیا
زمینِ تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا
تجلی عام فرماتا ہوا شمس الضحیٰ آیا
امام الانبیاء آیا، محمد مصطفیٰ ﷺ آیا

(جگن ناتھ آزاد)

محمد ﷺ جلوہ فرما ہوگئے ہیں بزمِ امکاں میں
کھلا ہے آج پہلا پھول فطرت کے گلستاں میں
مرا جی چاہتا ہے نعت کی صورت میں ڈھل جائیں
وہ نغمے جو مچلتے ہیں مرے سازِ رگِ جاں میں

گلوں کی انجمن میں تم سے تخلیق بہاراں ہے
تمھی نورِ آفریں ہو چاند تاروں کے شبستاں میں
تمہارے پیکرِ اقدس کی تنویروں کا کیا کہنا
کہ جیسے آیتیں روشن نظر آتی ہیں قرآں میں
تمہاری یاد ہو، ہم ہوں، مسلسل اشکباری ہو
یہی موتی ہوں آنکھوں میں، یہی دولت ہو داماں میں
تمہارے عشق سے آباد کر لے اپنے سینے کو
کوئی نیکی تو کر لے آدمی عمرِ گریزاں میں
ذرا دیوانے کا دستِ جنوں چالاک ہو جائے
کہاں کا فاصلہ ہوتا ہے دامن اور گریباں میں
کسی کے عشق نے وہ نور بخشا ہے مرے دل کو
کہ ہے ہر تار سورج کی کرن میرے گریباں میں
یہ سب شیرازہ بندی ان کے اعجازِ نظر سے ہے
کہاں کا نظم تھا ہستی کے اوراقِ پریشاں میں
یہ میرے شعر اے عاصیؔ، یہ میری بن کھلی کلیاں
مری جرأت تو دیکھو، لے چلا ان کے گلستاں میں

(عاصی کرنالی)

کعبۂ جاں، قبلۂ قلب و نظر پیدا ہوئے
خواجۂ کونین، شاہ بحر و بر پیدا ہوئے
ہر قدم اک مشرق نور و ضیا کا سامنا
ہر نفس امکانِ معراجِ نظر پیدا ہوئے
جس زمیں کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا
اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے

عارف ارض و سما، میرِ بساطِ کائنات
خیر سے خیر الامم، خیر البشر پیدا ہوئے
اب نہ اتریں گے صحیفے، اب نہ آئیں گے رسول
لے کر قرآں، آخری پیغام بر پیدا ہوئے
جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سینکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے

(احسان دانش)

جاہلیت کی جہاں سے دور آلائش ہوئی
آپ ﷺ آئے عالمِ امکاں کی زیبائش ہوئی
اس مکاں کے بام و در کے ذرے ذرے پر درود
جس مکاں میں سیدِ والا ﷺ کی پیدائش ہوئی
میری سانسیں آپ ﷺ کی صبحِ ولادت پر نثار
جس کے صدقے میں مری بخشش کی گنجائش ہوئی
کھل اٹھے، صدیوں کے مرجھائے ہوئے دل کھل اٹھے
زندگی کے باغ کی اس طرح آرائش ہوئی
پڑھنے والا آگیا چہروں کی چپ تحریر کو
بول اٹھی خامشی، جذبوں کی پیمائش ہوئی

(انور جمال)

اب نغمہ نغمہ، نغمۂ تار حیات ہے
اب نشہ نشہ، نشۂ عرفانِ ذات ہے
اب پردہ پردہ، پردۂ سازِ جمال ہے
اب بادہ بادہ، بادۂ عرفانِ حال ہے

اب جرعہ جرعہ، جرعۂ جامِ الست ہے
اب ذرہ ذرہ، ذرۂ خورشیدِ مست ہے
اب قطرہ قطرہ، قطرۂ اشکِ نیاز ہے
اب توبہ توبہ، توبۂ سوز و گداز ہے
اب غنچہ غنچہ، غنچۂ زلفِ نگار ہے
اب لالہ لالہ، لالۂ رخسارِ یار ہے
اب جلوہ جلوہ، جلوۂ سرو و سمن ہوا
اب خندہ خندہ، خندۂ صبحِ چمن ہوا
اب جذبہ جذبہ، جذبۂ عشقِ رسول ﷺ ہے
اب شیوہ شیوہ، شیوۂ عدل و اصول ہے
اب نعرہ نعرہ، نعرۂ توحید بن گیا
اب سجدہ سجدہ، سجدۂ امید بن گیا

(عاصی کرنالی)

پروفیسر محمد اقبال جاوید

ظہورِ قدسی

(اردو نعت کے آئینے میں)

(2)

اقبال نے کہا تھا:

اے ظہور تو شبابِ زندگی
جلوہ اَت تعبیر خوابِ زندگی

اے زمیں از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسۂ بامت بلند

حضور ﷺ وجہِ وجودِ کائنات ہیں اور سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ، بالواسطہ یا بلاواسطہ کائنات کی جملہ رعنائیاں آپ ﷺ ہی کے حسن سے مستنیر اور جملہ پہنائیاں آپ ﷺ ہی کے ذکر سے معمور ہیں۔ وقت کی ہر ساعت آپ ﷺ ہی کی یاد سے تازگی، شگفتگی اور بالیدگی لے رہی ہے:

ہر لمحہ، ہر صدی کا ازل سے افق افق
صَلِّ علیٰ کا سرمدی نغمہ سنائے ہے

تورات ہو یا زبور، انجیل یوحنا ہو یا برنباس، بدھ کے ملفوظات ہوں یا پران کے اسباق، اتھرویدکے منتر ہوں یا دساتیر کے اصول ...قدیم صحائف کا ورق ورق کسی نہ کسی طور آپ ﷺ کے ذکر سے تابندہ ہے، کہیں آپ ﷺ کو فارِ قلیط کہا گیا، کہیں منحمنا، کہیں میتر یا کہیں بھگت گرو، تحریفات کے باوجود انجیل میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے

بارے میں بشارتیں واضح انداز میں نظر آتی ہیں:

رقم ہیں صحیفوں میں القاب تیرے
تو یسٰین و طٰہٰ میں طلعت نما ہے

گونج ان کی ثنا کی رہی ہے ہر نبی نے خبر ان کی دی ہے
کوئی ایسا صحیفہ نہیں ہے جس میں ان کا حوالہ نہیں ہے

وہ وجودِ پاک جو اعتبارِ اولیں بھی ہو اور افتخارِ آخریں بھی؛ جو تازہ تر گلبرگِ صحرائے وجود بھی ہو اور قیمتی تر گوہرِ دریائے جود بھی، جو مطلعِ دیوانِ نبوت بھی ہو اور مقطعِ نظمِ رسالت بھی؛ جو مظہرِ نورِ کبریا بھی ہو اور حبیبِ خدا بھی؛ جو سید الثقلین بھی ہو اور امام القبلتین بھی؛ جو ساقیٔ کوثر بھی ہو اور شافعِ محشر بھی جو قبلۂ زاہداں بھی ہو اور کعبۂ قدسیاں بھی؛ جس کا جلوہ صبحِ ازل کی ضو بھی ہو اور شامِ ابد کی لو بھی۔

وہ عظیم الشان انسان ﷺ جس کے خرامِ ناز نے تاریخ کے دھارے کو موڑا اور تمدن کے رخ کو نکھارا ہو۔ جس کے کوچے کے ذروں کو چھو کر گزرنے والی ہوائے مشکبو سے دل کے غنچے نمو پاتے اور روح کے آنگن مسکراتے ہوں جس کے نقوشِ پا کی چمک اور جس کے محاسن کی دھنک آج بھی منزل نشاں ہو۔ ربِ جہاں جس کے مسکن کی قسم کھاتا اور تفہیمِ مطالب کے لیے اسے شاہد بناتا ہو اور جس ذاتِ اقدس کے نعتیہ ترانوں کی آغوش میں ازل نے انگڑائی لی ہو اور ابد انھی نغموں کے لیے گوش برآواز ہو۔ جس کا ہر قدم تاریخ ساز، ہر بول ہدایت نما، ہر فعل نقشِ جاوداں اور ہر نفس خزاں بخت کائنات کے لیے موجِ بہار ہو اور جس کے فیضِ نگاہ سے عقل، صاحبِ اسرار اور عشق تیغ جوہر دار ہو ــــــ مجھ ایسا عاجز و درماندہ اور انتہائی گنہ گار و خطار کار انسان، سیاہ رُو سیاہ کار شخص، گندم نما جو فروش اور زنّار دار خرقہ پوش بشر اس خیر البشر ﷺ کے بارے میں اپنی زبان کے سارے اسلوب، اپنے اظہار کے سارے پیرائے اور اپنے انداز کے سارے حسن سمیٹ کر بھی، اپنے عجزِ بیان ہی کو بیان کے طور پر پیش کر سکتا ہے کہ سکوت بھی تکلمِ بلیغ کی حیثیت رکھتا ہے اور

ایسے نغمے بھی ہوا کرتے ہیں جو شرمندۂ آواز نہیں ہوتے:

ترے جلووں کے آگے طاقتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگاہ رکھ دی، نگاہِ بے زباں رکھ دی

ہمت اجازت دیتی تو ظہور قدسی سے متعلق نعتیہ انوار کے ساتھ ساتھ کچھ خوب صورت نثر پاروں کو بھی مربوط کرتا جاتا کہ یہ رشحات خامہ بھی میرے نزدیک نثری نعتوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نثر پارے ان شخصیتوں کے قلمی نوادر ہیں، جو خاصانِ بارگاہ ہی نہیں، صاحبِ اسلوب نثر نگار بھی ہیں جس طرح تامتِ زیبا، کسی سروِ رواں کی قیامت آفرینیوں کا غماز ہوا کرتا ہے، اسی طرح صاحبِ اسلوب نثر نگار کی تحریر خود بولتی ہے کہ وہ کس قسم کے خرام ناز کا حاصل ہے کہ صاحب طرز کہتے ہی اس کو ہیں جو لاکھوں میں ایک ہو اور ہزاروں میں پہچانا جائے اور جسے لٹ جانے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ جس کے پاس جو ہو اس کا اپنا ہو اور جس کا فکری گداز اس کی شخصی بصیرت اور قلمی فضلیت سے ہم آہنگ ہو اور جس کی تحریر کا حسن خود بخود نگاہوں سے لپٹتا اور بے ساختہ دل میں اتر جاتا ہو، ورنہ کتنے ہی ''باتخلص'' ہیں کہ ان کے ''نثر نما اشعار'' پڑھ کر نہ دل کیف پاتا ہے نہ روح وجد کرتی ہے اور دوسری طرف کتنے ہی صاحب قلم ہیں کہ ان کے نثری جملوں پر بھی تغزل کی ایمائیت جھومتی ہے، حسن جہاں بھی ہو، کسی بھی رنگ، ڈھنگ اور آہنگ سے ہو، بات بہر نوع حسن آفرین ہی تک جاتی ہے اور ہر راہ، اسی کی چاہ کے در تک پہنچتی ہے، شاعر کا قلم لاکھ تعلّی کرے کہ:

چنتا ہوں رخِ وقت پہ الہام کی افشاں
اپنا بھی قلم حضرت جبریلؑ کا پر ہے
کیوں زندۂ جاوید نہ ہو میرا تغزل
میں خضرِ ادب ہوں مری تخلیق امر ہے

شکر تو اسی ذات بلند و برتر کا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم کے ایوان روشن کیے ہیں اور اگر تذکرہ اس ذاتِ اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت کا ہو، جسے ربِ عالم نے رحمتِ عالم بنا کر بھیجا ہو جس کے نطق سے غنچے پھول بنتے ہوں جس کی نگاہوں سے سورج

ضیا لیتا ہو، جو اٹھتا ہو تو ستارے فرش راہ ہو جاتے ہوں، بیٹھتا ہو تو زمین عرش بن جاتی ہو، تو قلم میں پرِ ہما کی جنبش خود بخود پیدا ہو جاتی ہے کہ خیال میں زیبائی ہے تو اسی ذات سے، دلوں میں بصیرت ہے تو اسی نام سے، زبانوں میں تاثیر ہے تو اسی یاد سے اور قلم میں حسن ہے تو اسی ظہور سے۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو ہماری پوری کائنات دھواں دھواں ہوتی، نہ فکر و خیال کی دنیا میں کوئی چاندنی ہوتی اور نہ قرطاس و قلم کی وادیوں میں کوئی روشنی!!

ظہورِ قدسی کے سلسلے میں اردو شعر و ادب اس قدر نظر افروز اور دل آویز وسعتوں کا حامل ہے کہ نگہِ انتخاب حیران و ششدر ہے کہ کس نثر پارے، کس نظم اور کس نعت کو لیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔ سیرت نگار جب بھی ولادت باسعادت کے ذکر پر پہنچتے ہیں ان کا دل مسکرا اٹھتا ور قلم گل فشاں ہو جاتا ہے۔ نتیجہ معلوم کہ بعض نثر پاروں کے سامنے شعر بے حیثیت نظر آتے ہیں۔ احقر نے (چند شعروں کے سوا) غزل کی ہئیت میں لکھی جانے والی نعتوں کے ایک مختصر سے انتخاب پر اکتفا کی ہے۔ متعلقہ نظموں کو اردتاً نہیں لیا کہ نظم کا انداز مسلسل ہوتا ہے اور پوری نظم بطور اکائی کے لطف دیتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ظہورِ قدسی سے متعلق خوب صورت نثر پاروں، نظموں اور نعتوں کا مکمل احاطہ، کسی مقالے میں ممکن ہی نہیں۔ اس کے لیے ایک مبسوط تالیف مطلوب ہے۔ بہر کیف احقر کے دامانِ نگاہ کی تنگیاں اور کتاب کی 'ضخامتی مجبوریاں' نثر و نظم کے ان گلہائے حسیں کی فراوانیوں سے معذرت طلب ہیں۔

اب ایک شعری قوسِ قزح دیکھیے کہ ولادت باسعادت کا تذکرہ کس رنگ و آہنگ کے ساتھ جلوے بکھیر رہا ہے:

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحؑا

(حالؔی)

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

(اقبالؔ)

آ گئے حضرت کہ جلوؤں کو جہاں درکار تھا
ظلمتوں میں آفتابِ ضوفشاں درکار تھا

(حافظ مظہر الدین)

امام الانبیا آئے، حبیبِ کبریا آئے
دلوں کی روشنی لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ آئے
نہ جانے کب سے دنیا میں لہو انساں کا ارزاں تھا
نصابِ زندگی لے کر رسولِ ﷺ باصفا آئے
خدا سے ناشنا سا تھا ہر اک انسان دھرتی کا
رہِ وحدت دکھانے کے لیے عقدہ کشا آئے

(آثم فردوسی)

ہوا جب ضوفشاں دنیا میں مہرِ وادیٔ بطحا
رخِ ہستی پہ رنگِ جلوۂ نورِ سحر نکھرا
مشیت نے نظامِ زندگی ترتیب دینے کو
کتابِ زندگی میں بابِ رحمت اک نیا کھولا
جبینِ شوق اس کے آستاں پہ کیوں نہ جھک جائے
کہ جس نے قلبِ مسلم کو مذاقِ آرزو بخشا

(حیرت جلال پوری)

چھائی ہوئی تھی ظلمتِ شب دور دور تک
آتی ہے اب نویدِ سحر دور دور سے
آمد سے ان ﷺ کی، زیست کی قدریں بدل گئیں
دنیا حسین بن گئی ان کے ظہور سے
آسودہ آ کے منزلِ بطحا میں ہوگیا
جلووں کا کارواں جو چلا کوہِ طور سے

(ذکی کیفی)

ہر سمت جشنِ آمدِ شاہِ ہدیٰ ہے آج
ہر ایک لب پہ نغمۂ صلِ علیٰ ہے آج
زینت فزائے دہر ہے تنویرِ حسن و عشق
ہر سمت نورِ ایزدی جلوہ نما ہے آج
جس کی شمیم سے یہ فضائیں ہیں عطر بار
باغِ جہاں میں وہ گلِ رعنا کھلا ہے آج
آئی حجابِ نور سے دل کش نوائے شوق
ہر سو ضیائے طلعتِ بدرالدجیٰ ہے آج
ارض و سما ہیں حسن سے جس کے فروغ گیر
وہ آفتابِ ہاشمی جلوہ نما ہے آج

(قمر یزدانی)

ہوا جہاں میں تری ذاتِ پاک کا جو ورود
نظر کی حد سے بھی آگے تھے روشنی کے حدود

(احسان دانش)

تاریکیوں پہ چھانے لگا نورِ سرمدی
آفاق پر ظہورِ کمالِ سحر ہوا
ویران بت کدے ہوئے آتش کدے بجھے
کس شان سے وہ نورِ خدا جلوہ گر ہوا
ہر بوند اس کے لطف سے موجِ رواں بنی
ہر ذرہ اس ﷺ کے فیض سے لعل و گہر ہوا
بطحا کی خاک بن گئی اکسیرِ لازوال
اس کے خرامِ ناز کا ایسا اثر ہوا

(صفی العیشی)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

(احمد رضا خاں بریلوی)

آج ہے اس نبی ﷺ کی ولادت کا دن
سارے نبیوں کو جس کی امامت ملی
ہر گھڑی اس گھڑی کا قصیدہ پڑھے
خاک کو جب ستاروں کی عظمت ملی
جھوٹی معبودیت منہ کے بل گر پڑی
صحنِ کعبہ کو سچی عبادت ملی

(مظفر وارثی)

پو پھٹی دیدہ و دل منور ہوئے
آپ ﷺ آئے تو سب نقش اجاگر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو فصلِ بہار آگئی
سب ورق گل کدوں کے مصور ہوئے
آپ ﷺ آئے تو ایماں ہوا دل نشیں
شک پریشاں ہوئے، وہم ششدر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو غم دیدہ انسان کو
سچی خوشیوں کے عنواں میسر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو ذرے بھی انجم بنے
آپ ﷺ آئے تو کنکر بھی گوہر ہوئے
آپ ﷺ آئے تو بھٹکے ہوئے قافلے
گامزن خیر کے راستے پر ہوئے

(جعفر بلوچ)

تزئینِ کائنات برنگ دگر ہے آج
جشنِ ولادتِ شہِ ﷺ جن و بشر ہے آج
صدیوں سے فرشِ راہ تھے جس کے لیے نجوم
آغوشِ آمنہ میں وہ رشکِ قمر ہے آج
صبحِ ازل کو جس نے دیا حسنِ لازوال
وہ موجِ نور زینتِ دیوار و در ہے آج
کس کے قدم سے چمکی ہے بطحا کی سر زمیں
ظلمت کدوں میں شورِ نویدِ سحر ہے آج
اے چشمِ شوق، شوکتِ نظارہ دیکھنا
ماہِ فلک چراغِ سرِ رہ گزر ہے آج
شوقِ نظارہ نے وہ تراشا ہے آئینہ
جس آئینے میں جلوۂ آئینہ گر ہے آج

(ناصر کاظمی)

بارگاہِ کبریا سے آ گیا
بے نواؤں کی دعاؤں کا جواب
ظلمتِ جہل و ضلالت میں ہوا
ضوفشاں رشد و ہدیٰ کا آفتاب
آ گیا وہ محسنِ انسانیت
جس کی آمد سے کھلے خوشیوں کے باب
سیّد الکونین ہے جس کا لقب
رحمتِ دارین ہے جس کا خطاب
جس کی تعلیمات سے برپا ہوا
ایک عالم گیر فکری انقلاب

(ضیا محمد ضیا)

انساں کو شعورِ گل و لالہ نہ ہوا تھا
جب تک ترے چہرے کا اجالا نہ ہوا تھا
دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں
ہے جن کی ذات رحمت سر بسر تشریف لاتے ہیں
کریں گے جو مسخر دہر کو اخلاقِ عالی سے
وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لاتے ہیں
خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدن کی
زمانہ جن کا ہے دریوزہ گر تشریف لاتے ہیں
دیارِ دل کو خوش بوئے عقیدت سے بسا لیجے
وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

(حفیظ تائب)

نام تھا لکھا ہوا جن کا سرِ لوحِ ازل
وہ خدا کے آخری پیغامبر پیدا ہوئے
رونما چرخِ رسالت پر ہوا مہرِ عرب
ظلمتِ دنیا میں آثارِ سحر پیدا ہوئے
اس نظر سے بے حسوں کو بھی ملا سوزِ حیات
بادلوں میں برق، پتھر میں شرر پیدا ہوئے
آپ ہی کا آستاں ہے جس پہ خم ہیں دو جہاں
یوں تو دنیا میں ہزاروں سنگِ در پیدا ہوئے

(قمر میرٹھی)

کھلا ہے باغ عالم میں وہ گل بستانِ فطرت کا
کہ خود صناعِ قدرت مدح خواں ہے جس کی نکہت کا
جو وہ پیدا نہ ہوتے، تو نہ ہوتے دو جہاں پیدا
انھی کی ذاتِ اقدس مطلعِ اول ہے خلقت کا

وہ آئے جن کے آنے کی خبر دی ہر پیمبر نے
وہ آئے، تکملہ جن سے ہوا احکامِ قدرت کا
اگر آتی نہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ اس بزمِ ہستی میں
تو رہتا ہم سے مخفی حسنِ صنعت، دستِ قدرت کا

(افق کاظمی)

آئے وہ جن کے دم سے ہے رونقِ بزمِ رنگ و بو
بزمِ رسل کے تاج دار، محرم رازِ کن فکاں
صحنِ چمن میں چل پڑی پھر سے نسیمِ عطر بیز
غنچے کھلے، کلی ہنسی، برگ و شجر ہوئے جواں
علم و عمل کی قوتیں بخش دیں کائنات کو
قلب و نظر کو پھر ملی دولتِ سوزِ جاوداں
آئے وہ جن کے فیض نے حسن دیا حیات کو
آئے شفیعِ عاصیاں، آئے پناہِ بے کساں

(ذکی کیفی)

غیر فانی امن کا منشور ہے ان کا ظہور
چھاگئی سارے جہاں پر رحمت عالم کی ذات
گھپ اندھیروں کی صفیں لپٹیں، اجالے ہوگئے
آپ ﷺ جب تشریف لائے جگمگائی چاند رات
جو ازل سے آج تک ہر اک زباں کا ورد ہے
آپ ﷺ کے اسمِ گرامی کو ملا ایسا ثبات
جلتی بجھتی زندگی کی لو فروزاں ہوگئی
آپ ﷺ آئے تو منور ہوگیا روئے حیات

(سلیم اختر فارانی)

قندیلِ نور، شمعِ حرا، زینتِ حرم
نقشِ جمیل صبحِ ازل کا کہیں جسے

(حافظ لدھیانوی)

ہوا کے نرم جھونکوں سے مہ و انجم کو نیند آئی
شفق پھولی، چمن جاگے، کرن پھوٹی، سحر آئی
نقابِ شب عروسِ مہر نے چہرے سے سرکائی
نمودِ صبحِ صادق اک پیامِ جاں فزا لائی
حریم قدس میں محفوظ تھی جو روزِ اول سے
وہ نعمت آمنہ کی محترم آغوش نے پائی
حضرتِ مصطفیٰؐ! صل علیٰ تشریف لے آئے
سوادِ طیبہ و بطحا پہ رحمت کی گھٹا چھائی
اجالا ہوگیا ظلمت کدوں میں مہرِ تاباں سے
طلسمِ جہل ٹوٹا، زندگی نے روشنی پائی

(اقبال عظیم)

کیف سا ایک عالم پہ چھانے لگا
قصرِ وہم و گماں ہوگیا منہدم
زندگی کی شکستہ نوائی رکی
مل گیا سازِ ہستی کو پھر زیر و بم
آفتابِ رسالت ہوا جلوہ گر
شب کی تاریکیوں نے دیا توڑ دم
پھر چمن در چمن گل مہکنے لگے
پھر صدف ریزیاں ہوگئیں یم بہ یم

(غلام رسول عدیم)

جوشِ رحمت سے کھلا بابِ اثر آج کے دن
ملی انسان کو معراجِ نظر آج کے دن
کس کے پرتو نے اندھیروں سے تراشے سورج
گمرہوں کو ملی منزل کی خبر آج کے دن
گمرہی گرد ہوئی، نورِ بصیرت چمکا
جگمگانے لگی ہر راہ گزر آج کے دن
قطرے قطرے کو ہوا بحر کا وجدان نصیب
ذرے ذرے کو ملا حسنِ نظر آج کے دن

(طفیل ہوشیار پوری)

کھلیں کلیاں، ہنسے غنچے، چمن میں بھی بہار آئی
شمیم جاں فزا آئی، حسین و دلربا آئے
اُبلتے ہیں ترانے سازِ فطرت کے فضاؤں میں
سحر کے روح پرور کیف میں نورِ ہدیٰ آئے
فلک سے بھی زمیں پر نور کی بارش برستی ہے
جہاں میں رحمتیں لے کر امام الانبیاء ﷺ آئے

(گوہر ملسیانی)

مظہرِ نورِ حق جلوہ بار آ گیا
حسنِ عالم پہ گویا نکھار آ گیا
نازشِ لطفِ پروردگار آ گیا
بزمِ کونین کا تاج دار آ گیا
جس کی توصیف ہے برلبِ قدسیاں
دستِ قدرت کا وہ شاہکار آ گیا
جس کا کونین میں کوئی ہم سر نہیں
ذاتِ یکتا کا آئینہ دار آ گیا

بے سہارو مبارک، سہارا ملا
بے قراروں کو مژدہ، قرار آ گیا

(تابش صمدانی)

نظر لالہ و گل پہ اب کیا اٹھے گی
کہ اک حاصلِ لالہ زار آ گیا ہے
بجھے گا نہ جس کا چراغِ نبوت
وہ پیغمبرِ ﷺ ذی وقار آ گیا ہے
اب انساں کو انساں کا عرفان ہوگا
یقیں ہوگیا، اعتبار آ گیا ہے
ازل سے جو تھا باغباں کی نظر میں
وہ گل بن کے جانِ بہار آ گیا ہے
جو خیرات میں تاج و اورنگ دے گا
فقیروں میں وہ شہر یار آ گیا ہے
زمانے کو اب اپنی منزل مبارک
کہ اک خضرِ صد رہ گزار آ گیا ہے
فلک اپنا اسلوبِ گردش بدل دے
کہ اک مصلحِ روزگار آ گیا ہے
میں ہوں حق بہ جانب اگر میرے لب پر
کوئی نغمہ بے اختیار آ گیا ہے

(احسان دانش)

آپ ﷺ آئے نور کی شمعیں فروزاں ہو گئیں
قوتیں اشرارِ باطل کی پریشاں ہو گئیں
آ گئیں جب ساعتیں صبحِ ولادت کی قریب
زندگی کی وسعتیں، گلشن بداماں ہو گئیں

کوہِ فاراں سے جو ابھرا آفتابِ زندگی
بلبلیں بستانِ ہستی کی ثنا خواں ہو گئیں

(محمد اکرم رضا)

راستے صاف بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
کہکشاں، راہ گزر، چاند ستارے، ذرے
سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
رہ گزر میں نظر آنے لگے ہر سو جلوے
ذرے رہ رہ کے بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
چاند تاروں میں نصیؔر آج بڑی ہلچل ہے
ہمیں آثار بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

(نصیرالدین نصیر گولڑوی)

آمنہ کا لختِ دل، نورِ نظر پیدا ہوا
خاندانِ ہاشمی میں اک گہر پیدا ہوا
اوجِ گردوں پر مقدر کا ستارہ آ گیا
آمنہ کی گود میں اک ماہ پارا آ گیا
ہر نبی کے لب پہ تھی جس کی خبر، پیدا ہوا
راہِ حق میں رہبروں کا راہبر پیدا ہوا

(یزدانی جالندھری)

آج وہ دن ہے جھکی پڑتی ہے رحمت کی گھٹا
بعد مدت آج پھر آسودگی ہر گھر میں ہے
آج وہ دن ہے چھپا پھرتا ہے شیطانِ لعین
اک ہزیمت کا سا نقشہ اس کے کل لشکر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ سب درہائے جنت کھل گئے
غلغلہ عیش و طرب کا گنبدِ بے در میں ہے

(مرزا فرحت اللہ بیگ)

اب آفتاب برج سعادت میں آ گیا
اب ہو چکی بساطِ شبِ نامراد طے
اب دیدۂ بہار میں ہے سرمۂ غبار
اب ہو رہی ہے بارشِ انوار پے بہ پے
اب تاجدارِ یثرب و بطحا کا ہے ظہور
تاحدِ مصر و شام، بہ اطرافِ روم ورے

(عابد علی عابد)

وادیٔ مکہ میں جب نورِ یقیں روشن ہوا
کفر رخصت ہوگیا، دینِ متیں روشن ہوا
ہوگئیں کافور سب تاریکیاں، مایوسیاں
نورِ ایماں سے ہر اک قلبِ حزیں روشن ہوا
آپ کے آنے سے روشن ہوگئے دشت و جبل
عرش تاباں ہوگیا، فرشِ زمیں روشن ہوا
بندۂ مومن کی دنیا، دین میں شامل ہوئی
آسمانِ حق پہ اک ماہِ مبیں روشن ہوا
جو ہٹا سرکارﷺ سے دھندلا گیا، کجلا گیا
آ گیا جو آپ کے زیرِ نگیں، روشن ہوا

(اکرم علی اختر)

آپﷺ سے پہلے جہانِ خشک و تر کچھ اور تھا
آپﷺ کی آمد پہ عالم سر بہ سر کچھ اور تھا

نور در آغوش یوں تو روز ہوتی تھی سحر
آپ ﷺ جب آئے تو اندازِ سحر کچھ اور تھا

(راز کاشمیری)

خلقِ خدا کی پیاس بجھانے کے واسطے
سرکار ﷺ بحرِ جود و سخا بن کے آگئے
لُو سے جھلس رہا تھا چمن زار دہر کا
آپ اس چمن میں ٹھنڈی ہوا بن کے آگئے
پھیلیں شعاعیں نورِ نبوت کی چار سو
ظلمت میں آنحضور ﷺ ضیا بن کے آگئے
پیغامِ انقلاب تھی بعثت حضور ﷺ کی
آپ ﷺ ایک دورِ نو کی صدا بن کے آگئے

(ضیا محمد ضیا)

کعبۂ جاں، قبلۂ قلب و نظر پیدا ہوئے
خواجۂ کونین، شاہِ بحر و بر پیدا ہوئے
ہر قدم اک مشرقِ نور و ضیا کا سامنا
ہر نفس امکان معراجِ نظر پیدا ہوئے
عارف ارض و سما، میر بساطِ کائنات
خیر سے خیر الامم، خیر البشر پیدا ہوئے

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سینکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے
اب نہ اتریں گے صحیفے، اب نہ آئیں گے رسول
لے کے قرآں آخری پیغامبر پیدا ہوئے

(احسان دانش)

رخِ حیات کے جلوے نکھارنے کے لیے
عروسِ دہر کے گیسو سنوارنے کے لیے
حقیر و عاجز و پامال نوعِ انساں کو
وقارِ حدِ بشر تک ابھارنے کے لیے
خدا نے ہادیٔ کامل ﷺ کو دہر میں بھیجا
رہِ نجات پہ انساں کو ڈالنے کے لیے

(بشیر احمد تمنا)

شبِ ظلمت کے ہنگاموں میں گم تھی نسلِ انسانی
یکایک طاقِ کعبہ پر چراغِ ہاشمی آیا
تبسم کی ادا سیکھی تھی کب گلہائے ہستی نے
جب اک انسانِ کامل لے کے ہونٹوں پر ہنسی آیا
پڑی سوتی رہیں دنیا کی قومیں خوابِ غفلت میں
وہ جب آیا تو انساں کو شعورِ زندگی آیا

(شفیق جونپوری)

دنیائے نعت گوئی میں جب بھی ولادتِ باسعادت کا ذکر ہوا ہے، ساتھ ہی درود وسلام بھی شعری شگفتگی، فکری تازگی، قلبی زندگی اور روحانی بالیدگی کا سبب بنتا رہا ہے۔ محبت، تعلق، انسیت کا یہ سلسلہ پیہم رواں دواں ہے کہ اوقاتِ عالم کا ایک ثانیہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کہ کوئی نہ کوئی مسلمان، کہیں نہ کہیں نماز نہ پڑھ رہا ہو اور اپنے آقا اور محسن حضرت محمد ﷺ کے حضور میں درود وسلام نذر نہ کر رہا ہو۔

ربِ دو جہاں کی ذات بلند و برتر ہے اور اس کی حمد وثنا پیہم رواں اور ہر دم جواں ہے۔ اس کی مشیت تھی کہ اس کے حبیب ﷺ کی ذات کی عظمت کو بھی دوام مل جائے۔ چنانچہ اس نے ذکرِ حبیب ﷺ کو رفعت عطا کر دی ایسی رفعت جس میں پوری کائنات سمٹی ہوئی ہے جس کے محیط میں گنبدِ آبگینہ رنگ بھی حباب آسا ہے جو ہر حد سے

بڑھ کر اور ہر جہت سے بالاتر ہے۔ اس ذکر کو ہر نوع سے رفیع الشان رکھنے کا اہتمام یوں کیا گیا کہ خود وہ ذات جو ہر ثنا کی، ہر اعتبار سے مستحق ہے وہ بھی صلوٰۃ وسلام کے ذریعے حضور ﷺ کی سعادات و برکات میں اضافہ کرتی رہے۔ شب و روز فرشتے اس مقامِ ناز پر انوار کے طبق لے کر اُترتے رہیں جسے گنبد خضریٰ کہتے ہیں اور بندے اپنے ظرف کے مطابق سلام بھیجتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور عطا کے مطابق رحمت وعطوفت کے آرزومند رہیں یہ آرزومندی اللہ کے حکم کی تعمیل بھی ہے، اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی اور اس نوع سے دعا بھی کہ اس خزانۂ رحمت پر جتنی زیادہ رحمت نازل ہوگی عالمین پر اتنی ہی زیادہ تقسیم ہوگی کہ وہ ذاتِ پاک ﷺ الطافِ حق کی قاسم ہے اور ہم ہر اعتبار سے محتاجِ لطف وکرم:

میں خاکِ محض، میں انبارِ گل، میں مشت غبار
تری نگاہ جو پڑ جائے کیمیا ہوں میں
درود ہوں تری رحمت مآب کملی پر
ردائے یاس میں لپٹی ہوئی قبا ہوں میں
تو رحمتوں کا تجمل، تو شفقتوں کا جمال
یہ میری سوچ کا محور نہیں کہ کیا ہوں میں

درود وسلام ہمارے لیے وجہٗ رحمت ہے۔ زندگی کی ظلمتوں میں نور اور تمازتِ محشر میں عرش کا سایہ ہے یہ قرب کا ایک دلآویز ذریعہ ہے۔ ایک پاکیزہ محرک ہے کہ یاد کا جواب یاد سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی، فرشتوں کی جانب سے بھی اور خود ممدوحِ عظیم وجلیل کی طرف سے بھی، یاد کے تسلسل ہی سے تعلق کی بنیاد استوار رہتی ہے۔ یہی وہ تذکرہ ہے جس سے اعمال کا حسن نکھرتا، لحد عنبریں رہتی اور مغفرت کے ایوان کھل جاتے ہیں۔ قبولیتِ دعا کے لیے درود اچک لے جانے والی بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔ یہ دعاؤں کا محافظ، رضائے الٰہی کا حاصل اور سعادتوں کا سرچشمہ ہے۔ سلام نعت گوئی کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی اور نعت ثنا وتعظیم اور رحمت وعطوفت کو غم جاں، غم جاناں

اور غم دوراں سے ہم آہنگ کر کے اس انداز سے پیش کرتی ہے کہ اس کی لے، کہیں ذات میں گم ہو جاتی ہے، کہیں صفات سے انوار سمیٹتی ہے، گاہے اشکوں کو صوت و صدا بناتی ہے اور کبھی روح کی لرزشوں کو نغمگی عطا کرتی ہے، کہیں دل کی بے چینیوں کا اظہار ہو جاتی ہے اور کہیں زمانے کی کلفتوں کا تذکرہ۔ گویا نعت ذاتی ہوتے ہوئے بھی کائناتی وسعتوں کی آئینہ دار ہے یہ امت کی ایک ایسی فریاد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے حضور میں پیش کی جاتی ہے جو فی الواقع ثنا و تعظیم کے قابل ہے جس کی رحمت بے کراں ہے اور جس کی عطو وفت ضرب المثل:

اب بھی مجھے سرکار کی رحمت پہ یقیں ہے
کل بھی مجھے سرکار کی رحمت پہ یقیں تھا

درود و سلام حکمِ خداوندی کی تعمیل کا ایک شرعی انداز بھی ہے اور شعرا کی زبان و قلم کا ایک غنائی اظہار بھی، اردو زبان اس اعتبار سے معتبر ہے کہ سلام کے جس قدر نذرانے اس میں ہیں کسی اور زبان کے شعری ادب میں نہیں ہیں اور صلوٰۃ و سلام کی اس نغماتی کہکشاں کے رنگ روپ میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ ثنائے رسول ﷺ ہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ، فرشتے اور بندے ایک ہی سطح پر ایک ہی بات کے آرزومند ہوتے ہیں۔ ظرف کے مطابق عطا اور طلب میں فرق ہو سکتا ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے بارے میں صلوٰۃ و سلام کے انداز کو پیہم اپنانا پھر فرشتوں اور بندوں کو بھی اس ثنا و تعظیم میں شریک کر لینا ثبوت ہے اس بات کا کہ درود و سلام ہی وہ شرف اور نعمت ہے جس پر عالم علوی اور عالم سفلی دونوں کا اجماع ہے ورنہ کہاں عرش، کہاں فرش، کہاں خاک، کہاں عالم پاک، اگر کوئی نسبت ہے تو وہ درود ہی کی بنا پر مؤقر اور معتبر ہے:

سازِ دل سے نغمہ کی صورت اٹھی موجِ درود
عظمتِ کردار پر حق کی شہادت دیکھ کر

صلوٰۃ و سلام دراصل تحسین ہے مصورِ حقیقی کے سب سے بڑے شاہکار کی۔

مصورِ حقیقی کی آرزو ہے کہ اس کے نقشِ بہترین کی بہترین تعریف ہو، تعریف کرنے والا اگر صاحبِ نظر ہے تو اس کی قدر شناسی مصور کے نزدیک لعل و جواہر سے بھی گراں سمجھی جائے گی۔ تحسینِ نظر ظرف اور توفیق کے مطابق مختلف ہوا کرتی ہے۔ بعض صرف زبان سے اعتراف کرتے ہیں، بعض تصویر کو دیکھ کر وجد میں آجاتے ہیں، بعض مصور کی عظمتوں کے حضور میں جھک جھک جاتے ہیں اور بعض کا شوقِ دیدار، آنسوؤں میں ڈوب جاتا ہے۔ آنسوؤں کی زبان سے ادا ہونے والی ستائش خود مصور کے دل میں سرخوشی بن کر سما جاتی ہے۔ تصویر دیکھتے دیکھتے اگر مصور بھی مل جائے تو یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ حضور ﷺ نقاشِ ازل کا بہترین نقش ہیں کہ جو دیکھنے والا ان کے حسن کی کما حقہ، تحسین کرتا ہے۔ وہ دراصل مصورِ حقیقی کے جذبۂ رحمت اور لطفِ بے نہایت کو جوش میں لاتا ہے۔ یوں فطرت کی نوازشاتِ بے پایاں اس کا احاطہ کر لیتی ہیں۔

اس رحیم و کریم ذات کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں دعا کے آداب بھی سکھائے اور طلب کے انداز بھی بتائے اور ہم پر واضح کر دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے تو اللہ کے حبیب ﷺ کے حضور میں ستائش کے نذرانے پیش کرو یہی منعم کے انعام کی تحسین ہے۔ یہی فن کی داد ہے اور اسی داد کا دوسرا نام صلوٰۃ وسلام ہے۔ گویا سلام بحضور سرورِ کونین ﷺ، رضائے الٰہی کے حصول کا ایک معتبر، مستند اور مبرور ذریعہ ہے اور رضا ہر جزا سے بڑھ کر ہوا کرتی ہے اور آخر میں آغا شورش کاشمیری کے الفاظ میں:

> "سلام پہنچے آمنہ کے اس لعل ﷺ کو جس نے ہمیں اپنی رحمۃ للعالمینی میں پناہ دی، ہمارے بازوؤں کو کشور کشائی کی طاقت بخشی، ہمارے دلوں کو اپنی خندہ جبینی سے آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگایا، ہمیں ایمان کی لافانی دولت سے مالا مال کیا۔ جس پر قرآن کریم جیسی لازوال کتاب نازل ہوئی۔ جو مسکرایا تو چمنستانِ کونین کے پھولوں نے ہنسنا سکھایا۔ جو اٹھا تو پہاڑوں نے سر بلندی پائی۔ جس کے خرامِ ناز سے صبا نے ٹہلنا سیکھا، جس نے کائنات کو نورانی

کیا... جو نور میں سب سے پہلے اور ظہور میں سب سے آخر تھا۔ جس کی توانائیوں نے ہمیں کائنات کی تسخیر پر قادر کیا۔ جس نے عرب کے بدوؤں اور حجاز کے ساربانوں کو شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا سکھایا۔ جس نے عرب و عجم کی تمیز مٹا ڈالی۔ جس نے انسانوں پر انسانوں کی فوقیت کو ختم کیا اور تقویٰ، دیانت اور فراست کو انسانی شرف و مجد کی دلیل ٹھہرایا۔

سلام پہنچے اس محسنِ کائنات ﷺ پر جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہے۔ جس کا عشق ہمارا قبلۂ مراد اور کعبۂ ذوق ہے۔ جو تمام نبیوں میں آخری نبی ہے۔ جس کی ختم المرسلینی پر ساڑھے تیرہ سو سال میں کئی رہزنوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت کی غیرت نے انھیں نقشِ آب کی طرح محو کر دیا۔ جو بظاہر گنبدِ خضریٰ میں محوِ استراحت ہے لیکن جس کی چشمِ نگراں ارض و سما کی وسعتوں اور پہنائیوں سے باخبر ہے۔ ہم حقیروں میں اتنی ہمت کہاں کہ حضور ﷺ کی ثنا کر سکیں۔ یہاں قلم عاجز اور زبانیں گُنگ ہو جاتی ہیں۔''

پروفیسر محمد اقبال جاوید

ظہور قدسی ﷺ

(اُردو نعت کے آئینے میں)

(3)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وجہِ وجودِ کائنات ہیں اور سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ، کائنات کی جملہ رعنائیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے حُسن سے مستنیر اور جملہ پہنائیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے ذکر سے معمور ہیں۔ وقت کی ہر ساعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی یاد سے تازگی، شگفتگی اور بالیدگی لے رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعتبارِ اولیں بھی ہیں اور افتخارِ آخریں بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تازہ تر گلبرگِ صحرائے وجود بھی ہیں اور قیمتی تر گوہرِ دریائے جُود بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مظہرِ نورِ کبریا بھی ہیں اور حبیبِ خدا بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سید الثقلین بھی ہیں اور امام القبلتین بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساقیٔ کوثر بھی ہیں اور شافعِ محشر بھی۔ قبلۂ زاہداں بھی ہیں اور کعبۂ قدسیاں بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جلوہ صبحِ ازل کی ضَو بھی ہے اور شامِ ابد کی لَو بھی۔

مہک حضور کی پھیلی عرب سے تا بہ عجم اُدھر تھی رات معطر، اِدھر سحر خوشبو
یہ اہتمامِ ورودِ سعید، صلِّ علیٰ نسیمِ خلد نے بانٹی نگر، نگر خوشبو

معاً عروج نے پستی کا ہاتھ تھام لیا شعاعِ نور حرا کے ضمیر سے چمکی
سرابِ کفر بھی سیراب روشنی سے ہوا فضا فروغِ سراجِ منیر سے چمکی

رسول پاک ﷺ کی بعثت کا دن بحمد اللہ　　نظر نظر کو نوازا گیا ضیاؤں سے
خوشا نصیب کہ اک ہادیٔ امیں کے طفیل　　ہمیں نجات ملی سینکڑوں خداؤں سے

وہ معجزہ کہ تکلّم بہ لب تھے کنکر بھی　　پڑی نگاہ تو ذرے بھی آفتاب ہوئے
تڑپ رہا تھا زمانہ قرار کو راسخؔ　　ملے جو آپ ﷺ تو سب زخم بھی گلاب ہوئے

—— (راسخ عرفانی) ——

جوشِ رحمت سے کھلا بابِ اثر آج کے دن　　ملی انسان کو معراجِ نظر آج کے دن
کس کے پرتو نے اندھیروں سے تراشے سورج　　گمرہوں کو ملی منزل کی خبر آج کے دن
قطرے قطرے کو ہوا بحر کا وجدان نصیب　　ذرّے ذرّے کو ملا حُسنِ نظر آج کے دن

—— (طفیل ہوشیارپوری) ——

تاریکیوں پہ چھانے لگا، نورِ سرمدی　　آفاق پر ظہورِ کمالِ سحر ہوا
ویران بت کدے ہوئے، آتش کدے بجھے　　کس شان سے وہ نورِ خدا جلوہ گر ہوا
ہر بوند اس کے لطف سے موجِ رواں بنی　　ہر ذرہ اس کے فیض سے لعل و گہر ہوا
بطحا کی خاک بن گئی اکسیرِ لازوال　　اس کے خرامِ ناز کا ایسا اثر ہوا

—— (صفی العیشی) ——

حق کا پیغام سنانے کے لیے آپ ﷺ آئے　　حق سے بندوں کو ملانے کے لیے آپ ﷺ آئے
کفر و باطل کو مٹانے کے لیے آپ ﷺ آئے　　بزمِ ہستی کو سجانے کے لیے آپ ﷺ آئے
قصرِ بیداد کو ڈھانے کے لیے آپ ﷺ آئے　　کاخِ وحشت کو گرانے کے لیے آپ ﷺ آئے
بزمیؔ، اک رہ پہ چلانے کے لیے آپ ﷺ آئے　　مرحبا، سارے زمانے کے لیے آپ ﷺ آئے

—— (خالد بزمی) ——

جلوہ مہِ فاراں کا اگر عام نہ ہوتا　　پُر نور کبھی مصحفِ ایّام نہ ہوتا
یہ آمدِ مرسل ہی کا اعجاز ہے ورنہ　　ایمان کی شے کا بھی کہیں نام نہ ہوتا
سوگندِ نبوت کہ محمد ﷺ جو نہ آتے　　دنیا میں رواں سکّۂ اسلام نہ ہوتا
ہر دل میں بدستور نمو پاتی عداوت　　پُر کیف اخوت سے کوئی جام نہ ہوتا

گم ہوتے خدا جانے کہاں زیست کے راہی　　رہبر جو مہِ خلد، بہر گام نہ ہوتا

زمیں روشن، فلک روشن، مکان و لامکاں روشن　　حضورﷺ آئے، بحمداللہ ہوئے، دونوں جہاں روشن
محمد مصطفیٰﷺ تکوینِ عالم کا سبب ٹھہرے　　انھی کی روشنی سے ہے چمن زارِ زماں روشن

—— (راسخ عرفانی) ——

ہوا کے نرم جھونکوں سے مہ و انجم کو نیند آئی　　شفق پھولی، چمن جاگے، کرن پھوٹی، سحر آئی
نقابِ شب عروسِ مہر نے چہرے سے سرکائی　　نمودِ صبحِ صادق اک پیامِ جاں فزا لائی
حریمِ قدس میں محفوظ تھی جو روزِ اول سے　　وہ نعمت آمنہ کی محترم آغوش نے پائی
حضرتِ مصطفیٰ، صلِّ علیٰ، تشریف لے آئے　　سوادِ طیبہ و بطحا پہ رحمت کی گھٹا چھائی
اجالا ہو گیا، ظلمت کدوں میں مہرِ تاباں سے　　طلسمِ جہل ٹوٹا، زندگی نے روشنی پائی

مکمل ہو گیا اب سلسلہ رشد و ہدایت کا　　شہنشاہِ رسل، نور الہدیٰ تشریف لے آئے
مبارک غم کے ماروں کو، مبارک خستہ حالوں کو　　زمیں پر مخزنِ جود و سخا تشریف لے آئے
پسینا آ گیا بپھری ہوئی موجوں کو ہیبت سے　　شکستہ کشتیوں کے ناخدا تشریف لے آئے
مقدر جاگ اٹھا، اقبالؔ ہم سے بے سہاروں کا　　شفیع المذنبیں، خیرِ الوریٰ تشریف لے آئے

—— (اقبال عظیم) ——

ذاتِ پیغمبرﷺ مرے فکر و نظر کی روشنی　　ماند جس کے سامنے شمس و قمر کی روشنی
اُن کی آمد، ظلمتِ باطل کو پیغامِ شکست　　اُن کی آمد مطلعٔ جاں پر سحر کی روشنی
جگمگائی اُن ہی کے پرتو سے بزمِ کائنات　　بڑھ گئی بیت الحرم کے بام و در کی روشنی

—— (حامد یزدانی) ——

ذکرِ میلادِ حضرتﷺ ہوا سُو بہ سُو　　ہر طرف زندگی ہو گئی تازہ دم
کیف سا ایک عالم پہ چھانے لگا　　قصرِ وہم و گماں ہو گیا منہدم
زندگی کی شکستہ نوائی رُکی　　مل گیا سازِ ہستی کو پھر زیر و بم

آفتابِ رسالت ہوا جلوہ گر — شب کی تاریکیوں نے دیا توڑ دم
پھر چمن در چمن گل مہکنے لگے — پھر صدف ریزیاں ہو گئیں یم بہ یم
آج نمرود کا طنطنہ چل بسا — مر گئی آج توقیرِ دارا و جم
کتنی پرویزیاں خاک میں مل گئیں — شوکتِ قیصری ہو گئی کالعدم
اے کہ، فخرِ عرب ہے تری ہر ادا — اے کہ، تیرا سراپا ہے نازِ عجم
آج پھر مجھ کو احساسِ بے چارگی — لے چلا ہے بہ درگاہِ شاہِ اُمم
اے طبیبِ دلاں پھر مرض بڑھ چلا — اب تو وحشت بھی کرنے لگی مجھ سے رم
میری بے چارگی مانگتی ہے فقط — اک دلِ درد مند اور اک چشمِ نم

—— (غلام رسول عدیم) ——

افق کی گود سے خورشیدِ نو طلوع ہوا — سمٹ کے رہ گئی ظلمات کی سیہ چادر
دکھائی دینے لگی سب کو منزلِ مقصود — متاعِ دیدہ و دل بن گیا، دعا کا اثر
غرورِ نسل کو توڑا پیام نے اس کے — شکارِ جوروستم ہو چکی تھی نوعِ بشر
نظر کو نورِ بصیرت سے کر دیا روشن — عطا کیا اُسے عرفانِ ذات کا جوہر

—— (حافظ لدھیانوی) ——

مصطفیٰ ﷺ و رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے — شامِ ہستی کو نشاں، صبحِ منور کا ملا
پستیوں کو عالمِ بالا سے نسبت مل گئی — گمرہوں کو راستہ اپنے پیمبر ﷺ کا ملا
خیرِ کُل سے اسود و احمر مساوی ہوگئے — خواجہ و مزدور کو حصہ برابر کا ملا
سیدِ کون و مکاں کی سلسبیلِ فیض سے — راستہ انسانیت کو خلد و کوثر کا ملا

—— (مظفر عزیز) ——

کعبۂ جاں، قبلۂ قلب و نظر پیدا ہوئے — خواجۂ کونین، شاہِ بحر و بر پیدا ہوئے
ہر قدم اک مشرقِ نور و ضیا کا سامنا — ہر نفس امکانِ معراجِ نظر پیدا ہوئے
عارفِ ارض و سما، میرِ بساطِ کائنات — خیر سے خیر الامم، خیر البشر پیدا ہوئے
جس نے دیکھا، پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا — اک نظر میں سینکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے

اب نہ اُتریں گے صحیفے، اب نہ آئیں گے رسول　　لے کے قرآں، آخری پیغام بر پیدا ہوئے

—— (احسان دانش) ——

رُخِ حیات پہ جلوے نکھارنے کے لیے　　عروسِ دہر کے گیسو سنوارنے کے لیے
حقیر و عاجز و پامال نوعِ انساں کو　　وقارِ حدِّ بشر تک ابھارنے کے لیے
خدا نے ہادیِٔ کامل کو دہر میں بھیجا　　رہِ نجات پہ انساں کو ڈالنے کے لیے

—— (بشیر احمد تمنا) ——

تُو جب آیا تو مٹی روح و بدن کی تفریق　　تو نے انساں کے خیالوں میں لہو دوڑایا

—— (احمد ندیم قاسمی) ——

مہ و خورشید و انجم تھے مگر بے نور تھی دنیا　　خدائی جگمگائی جب زمیں پر آدمی آیا
تبسم کی ادا سیکھی ہے کب گل ہائے ہستی نے　　جب اک انسانِ کامل لے کے ہونٹوں پر ہنسی آیا
شبِ ظلمت کے ہنگاموں میں گم تھی نسلِ انسانی　　یکا یک طاقِ کعبہ پر چراغِ ہاشمی آیا
فرشتے جان لیں انسانیت کا مرتبہ کیا ہے　　وہ سکھانے آدمِ خاکی کو اسرارِ خودی آیا
بڑی سوتی رہیں دنیا کی قومیں خوابِ غفلت میں　　وہ جب آیا تو انساں کو شعورِ زندگی آیا

—— (شفیق جونپوری) ——

زباں پر کیوں نہ پیہم نعرۂ صلِّ علیٰ آئے　　یہ وہ دن ہے کہ عالم میں محمد مصطفیٰ ﷺ آئے
نسیمِ مہر و الفت آ گئی گلزارِ ہستی میں　　بہارِ زندگی بن کر حبیبِ کبریا آئے
بہ اوصافِ کریمانہ، شفیع المذنبیں ہو کر　　گنہگاروں کے محسن، شافعِ روزِ جزا آئے

—— (منظور حسین منظور) ——

خلّاقِ دو جہاں کے کرم کا ہوا ظہور　　اُترا زمیں پہ عرشِ معلّیٰ کا رنگ و نور
دشتِ عرب فیوضِ خدا میں نہا گیا　　اک ہادیِٔ عظیم ہدایت کو آ گیا
اک آخری شکست اندھیروں کو مل گئی　　الحاد و شرک و کفر کی بنیاد ہل گئی
حضرت ﷺ نے فرقِ بندہ و آقا مٹا دیا　　اس تیرہ خاکداں کو ثریا بنا دیا
عالم کو روشنیٔ مساوات مل گئی　　خاکِ سیہ کو شانِ سماوات مل گئی

—— (شرقی بن شائق) ——

اب آفتاب بُرجِ سعادت میں آ گیا　　اب ہو چکی بساطِ شبِ نامراد طے
اب پست تر ہے زمزمۂ موت کی نوا　　اب تیز تر ہے ہمہمۂ زندگی کی لَے
اب دیدۂ بہار میں ہے سرمۂ غبار　　اب ہو رہی ہے بارشِ انوار پے بہ پے
اب تاجدارِ مسندِ بطحا کا ہے ظہور　　تاجدِ مصر و شام، بہ اطرافِ روم و کے

—— (سید عابدعلی عابد) ——

آج کا دن تھا کہ جب نورِ معانی کے طفیل　　تیرہ و تار زمیں مطلعِ انوار ہوئی
آج کا دن تھا کہ ظلمات سے ہو کر بیزار　　زندگی جلوۂ پنہاں کی طلبگار ہوئی
آج کا دن تھا کہ جب بادِ بہاری کے سبب　　خس و خاشاک کی دنیا گل و گلزار ہوئی
آج کا دن تھا کہ آگاہِ حقیقت ہو کر　　عقل ہر شعبدۂ وہم سے بیزار ہوئی
آج کا دن تھا کہ توحید کا نغمہ سن کر　　زندگی چونک اُٹھی، خواب سے بیدار ہوئی
آج کا دن تھا کہ خورشیدِ حقیقت چمکا　　دُور عالم سے توہم کی شبِ تار ہوئی

روئے گیتی سے مٹی کہتر و مہتر کی تمیز　　ایک پیغامِ مساوات ملا، آج کے دن
اور صحراؤں کی دنیا میں بھٹکنے نہ دیا　　کارواں! تجھ کو ملا راہ نما، آج کے دن
عالمِ قدس سے مہکی ہوئی آئی جو نسیم　　غنچہ انساں کے مقدر کا کھلا، آج کے دن
آب و گل ایک زمانے سے تھے مصروفِ دعا　　ربّ اکبر نے سُنی اُن کی دعا، آج کے دن
اس طرح خاک کی تقدیر کا تارا چمکا　　ذرّۂ خاک تھا تاروں سے سوا، آج کے دن
دیکھتی رہ گئی گردوں کی بلندی تجھ کو　　خاکِ بطحا تجھے رتبہ وہ ملا آج کے دن

تیرہ و تار فضاؤں میں تجلّی چمکی　　کس کا اعجاز تھا یہ، ایک بشر کا اعجاز
ہاں یہ اعجاز اُسی صاحبِ اعجاز کا تھا　　آج بھی محفلِ گیتی کا جو ہے چہرہ طراز
زندگانی کی ہر اک رمز سمجھنے والا　　زندگانی کے ہر اک درد کا دانندۂ راز
ہر زمانے میں وہ انساں کو جگاتی ہی گئی　　کبھی گونجی تھی جو صحرائے عرب میں آواز

تو نے انسان کو انسان سے آگاہ کیا ہے ترے نام سے پیدا مرے سینے میں گداز
''جوہرِ طبعِ من از وصفِ کمالت روشن گوہرِ نظمِ من از نسبتِ ذاتت ممتاز''

—— (جگن ناتھ آزاد) ——

آخر ہوئی قبول براہیمؑ کی دعا ملّت کے زخم ہائے جگر کی سُنی گئی

—— (حفیظ تائب) ——

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ ذرّۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

—— (علامہ اقبال) ——

اُدھر اک زلزلہ سا آ گیا ایوانِ کسریٰ میں اِدھر بارانِ گُل ہائے جناں دامانِ بطحا میں

ہوئے آتش کدے ٹھنڈے، صنم خانے ہوئے ویراں ہوئے باطل کے لشکر نعرۂ تکبیر سے لرزاں

—— (اثر صہبائی) ——

اِس لیے آخر میں آیا وہ حبیبِ کردگار تا کہ دنیا سیکھ جائے احترامِ انتظار

آسماں سے نور برسا، خاک پر لہرائے پھول صبح صادق نے گواہی دی کہ وہ آیا رسول ﷺ

—— (صہبا اختر) ——

ہوا تو دہر کے غارِ حرا میں یوں روشن کہ جیسے سرمئی بادل میں برق کا دھارا

—— (وزیر آغا) ——

ضمیرِ ارضِ مقدس سے آ رہی تھی صدا صنم کدوں کو گرا دو کہ آپ ﷺ آئے ہیں

—— (محمد علی ظہوری) ——

مبارک دردمندوں کو ہو، مژدہ بے قراروں کو قرارِ دل، شکیبِ جانِ مضطر آنے والا ہے

کس گل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں آتا ہے نظر نقشۂ گلزارِ ارم آج
تسلیم میں سر، وجد میں دل، منتظر آنکھیں کس پھول کے مشتاق میں مرغانِ حرم آج

—— (حسن رضا بریلوی) ——

تمنا تھی خلیلؑ اللہ کے دل میں ان کی بعثت کی ۔۔۔ مبشّر تھا مسیحِ ابنِ مریمؑ اُن کی آمد کا

آ گئے حضرت ﷺ کہ جلووں کو جہاں درکار تھا ۔۔۔ ظلمتوں میں آفتابِ ضوفشاں درکار تھا

—— (حافظ مظہر الدین) ——

افضل تریں ہے سارے سنین و شہور سے ۔۔۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا مہینا خدا گواہ

عہدِ فترت میں ہوا ہے شاہِ خاور کی طرح ۔۔۔ محسنِ انسانیت کا آخرِ شب میں ظہور

—— (راجا رشید محمود) ——

وہ جب آیا تو ساتھ اس کے اک ایسا انقلاب آیا ۔۔۔ کہ ہیں اس وقت سے مہر و مہ و انجم تماشائی

—— (مولانا ظفر علی خاں) ——

نسیمِ فضل ربّانی سے گلزارِ محبت میں ۔۔۔ بہار زندگی کے واسطے وقتِ قیام آیا

منور ہوگیا جس کی ضیا سے عرصۂ گیتی ۔۔۔ شبستانِ حرا کا آج وہ ماہِ تمام آیا

—— (منظور حسین منظور) ——

دل اُسے چاہے زباں اس کی ثنا خوانی کرے ۔۔۔ جس کے در پر بیٹھنے والا جہانبانی کرے

آنے والے ہر زمانے کا اکیلا پیش رو ۔۔۔ جس کا استقبال کل تاریخ انسانی کرے

—— (مظفر وارثی) ——

تاروں سے کہہ دو کوچ کریں خورشیدِ منور آتے ہیں ۔۔۔ قوموں کے پیمبر آ تو چکے، اب سب کے پیمبر آتے ہیں

—— (ماہر القادری) ——

یہ مہکی مہکی ہوائیں، یہ مشکبار فضا ۔۔۔ چمن میں پھیلی ہے ہر سمت داستانِ بہار

بتا رہا ہے گلستاں کا آج ہر ذرّہ ۔۔۔ کہ آ گیا ہے زمانے میں کاروانِ بہار

باغِ جہاں میں آ گیا جب قاسمِ بہار ۔۔۔ کس نے گُلِ مراد نہ پایا، نہ پوچھیے

آنے لگی ہیں دل کو محبت کی لذتیں ۔۔۔ کس نے گداز، دل کو بنایا، نہ پوچھیے

—— (بشیر زواری) ——

نہ ہوگا جس کا ثانی آج وہ درِّ یتیم آیا وہ بن کر ابرِ رحمت، بانئ لطفِ عمیم آیا

———

حضرت عیسیٰؑ مریم کی یاد و آرزو ہو تم اور ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے دل کی دعا تم ہو
کوئی انساں تمھارے رتبۂ عالی کو کیا پہنچے کہ فخر العالمین و تاجدارِ انبیاء تم ہو

——— (حافظ مظہر الدین) ———

آمد تری انسان کی تاریخ کا حاصل اور نام ترا مقصدِ تخلیقِ زمن ہے
مہکی ہیں ترے فیض سے کونین کی گلیاں ہے نزہتِ فردوس کہ خوشبوئے بدن ہے

———

ستارے روشنی کی نذر لے کر خود ہوئے حاضر قدم بوسی کی خاطر جھوم کر ماہِ تمام آیا
وہ جس کے فیض و برکت سے ہوئی تکمیلِ انسانی وہی خیر البشر آیا، وہی خیر الانام آیا

——— (عبدالکریم ثمر) ———

نام تھا لکھا ہوا جن کا سرِ لوحِ ازل وہ خدا کے آخری پیغام بر پیدا ہوئے
رُونما چرخِ رسالت پر ہوا مہرِ عرب ظلمتِ دنیا میں آثارِ سحر پیدا ہوئے
اس نظر سے بے حسوں کو بھی ملا سوزِ حیات بادلوں میں برق، پتھر میں شرر پیدا ہوئے
آپ ﷺ ہی کا آستاں ہے جس پہ خم ہیں دو جہاں یوں تو دنیا میں ہزاروں سنگِ در پیدا ہوئے

——— (قمر میرٹھی) ———

عرشِ بریں سے فرش تک اک موجِ نور ہے رقصاں ہر ایک ذرے میں خود برقِ طور ہے
آئینۂ وجود میں کس کا ظہور ہے یکساں فروغِ نور سے غیب و حضور ہے
تزئینِ کائنات بہ رنگِ دگر ہے آج دنیا میں آمد آمدِ خیر البشر ﷺ ہے آج

——— (محشر رسول نگری) ———

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا، نذیر آیا شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا

——— (جگن ناتھ آزاد) ———

اے مسلمانو! مبارک ہو نویدِ فتحِ باب لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے امِ الکتاب

وہ اٹھے تاریکیوں کے بامِ گردوں سے حجاب وہ عرب کے مطلعِ روشن سے ابھرا آفتاب
گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا وہ کلی چٹکی، کرن پھوٹی، سویرا ہو گیا

آ گیا، جس کا نہیں کوئی بھی ثانی، وہ رسول ﷺ روحِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی وہ رسول ﷺ
جس کا ہر تیور ہے، حکمِ آسمانی، وہ رسول ﷺ موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول ﷺ
محفلِ سفاکی و وحشت کو برہم کر دیا جس نے خون آشام تلواروں کو مرہم کر دیا

——— (جوش ملیح آبادی) ———

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربّانی

——— (حفیظ جالندھری) ———

ناگہاں آیا جہاں میں ایک دلکش انقلاب مٹ گئے نقش و نگارِ کفر، مانندِ حباب
باغِ ابراہیمؑ میں پھر کھل گئے وحدت کے پھول عظمتِ انساں پہ آیا حُسنِ نو لے کر شباب

——— (خورشید آراء بیگم) ———

پردے اٹھے نگاہ سے، ہر شے نکھر گئی تنویرِ صبح رات کے رخ پر بکھر گئی
صدق و صفا کا پیکرِ پُر نور آ گیا لے کر حیاتِ تازہ کا منشور آ گیا

——— (زکی کیفی) ———

ہوا جہاں میں تری ذاتِ پاک کا جو ورود نظر کی حد سے بھی آگے تھے روشنی کے حدود

——— (احسان دانش) ———

تو نے ہی آ کر کیے صیقل دلوں کے آئینے ورنہ ان دیکھے خدا پر کون لاتا تھا یقیں
تیری ہستی روشنی کا اک حسیں مینار ہے ہر کرن جس کی نشانِ منزلِ دنیا و دیں

——— (طفیل ہوشیار پوری) ———

تیرے انفاسِ روح پرور سے آ گئی گلشنِ جہاں میں بہار
جاگ اٹھا بختِ خفتہ انساں کا آ گئی ہاتھ دولتِ بیدار
کوئی کھٹکا رہا نہ رہزن کا مل گیا تجھ سا کارواں سالار

——— (حفیظ ہوشیار پوری) ———

تزئینِ کائنات بہ رنگِ دگر سے آج　　جشنِ ولادتِ شہِ جنّ و بشر ہے آج
صدیوں سے فرشِ راہ تھے جس کے لیے نجوم　　آغوشِ آمنہ میں وہ رشکِ قمر ہے آج
صبحِ ازل کو جس نے دیا حسنِ لازوال　　وہ موجِ نور زینتِ دیوار و در ہے آج
کس کے قدم سے چمکی ہے بطحا کی سرزمیں　　ظلمت کدوں میں شورِ نویدِ سحر ہے آج
اے چشمِ شوق، شوکتِ نظارہ دیکھنا　　ماہِ فلک چراغِ سر رہگزر ہے آج
شوقِ نظارہ نے وہ تراشا ہے آئنہ　　جس آئنے میں جلوۂ آئینہ گر ہے آج
جچتی نہیں نگاہ میں دنیا کی رونقیں　　کیا پوچھتے ہو دھیان ہمارا کدھر ہے آج
ناصؔر درِ حضور سے جو چاہو مانگ لو　　وا خاص و عام کے لیے بابِ اثر ہے آج

—— (ناصر کاظمی) ——

راہ گم کردہ دلوں کی رہبری کے واسطے　　کور آنکھوں میں وفا کی روشنی کے واسطے
رات کے پچھلے پہر، نجمِ سحر پیدا ہوا　　اک بشر کہیے جسے خیر البشرﷺ پیدا ہوا

قسمتِ عالم سنور جانے کی باری آگئی　　صاحبِ ختمِ نبوت کی سواری آگئی
اوجِ گردوں پہ مقدر کا ستارہ آ گیا　　آمنہ کی گود میں اک ماہ پارا آ گیا

—— (یزدانی جالندھری) ——

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت　　بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت　　چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا　　دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

—— (الطاف حسین حالی) ——

ہوا جلوہ گر آفتابِ رسالت　　زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفر و باطل کی ظلمت　　زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا
بہشتِ بریں کے کھلے باب سارے،　　فلک سے ملائک سلامی کو اترے
ہوئی سرورِ انبیاءﷺ کی ولادت　　زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا

اجالا صداقت، محبت، وفا کا کراں تا کراں ساری دنیا میں پھیلا
ہوئی نمودار صبحِ سعادت زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا

—— (حفیظ تائب) ——

محمدﷺ جلوہ فرما ہوگئے ہیں بزمِ امکاں میں کھلا ہے آج کیسا پھول فطرت کے گلستاں میں
مرا جی چاہتا ہے نعت کی صورت میں ڈھل جائیں وہ نغمے جو مچلتے ہیں مرے سازِ رگِ جاں میں
تمھارے پیکرِ اقدس کی تنویروں کا کیا کہنا کہ جیسے آیتیں روشن نظر آتی ہیں قرآں میں

—— (عاصی کرنالی) ——

یہ کس ذاتِ برحق کی ہے آمد آمد فرشتوں کا پیہم سلام آ رہا ہے
جو والشّمس چہرہ تو واللیل گیسو جلو میں لیے صبح و شام آ رہا ہے
در و بام سے پھوٹ نکلیں ضیائیں دو عالم کا ماہِ تمام آ رہا ہے
لرزتا ہے میخانۂ کفر و باطل صداقت کا گردش میں جام آ رہا ہے
خوشا، نطقِ رنگیں، زہے خوش کلامی زباں پہ محمدﷺ کا نام آ رہا ہے

—— (شکیل بدایونی) ——

تاریکیوں سے نور کے چشمے ابل پڑے آئی عدم سے عالمِ امکاں میں روشنی
ذرے چمک کے غیرتِ مہتاب ہوگئے خورشید بن کے چمکی جو فاراں میں روشنی
گل ہائے نو بہ نو سے بیاباں مہک اٹھے سمٹے جو سائے، پھیلی گلستاں میں روشنی
اک آپﷺ کے تبسمِ انجم تراش سے تحت الشعور و دیدۂ انساں میں روشنی
عالم تمام گوشۂ پُر نور ہوگیا تحت الثریٰ بھی نور سے معمور ہوگیا

—— (عارف سیمابی) ——

آج وہ دن ہے کہ رفعِ سحرِ ظلمت کے لیے پردۂ اسرار سے نکلے نجومِ تابناک
آج وہ دن ہے کہ یزداں کے فرامینِ جلال اس پہ شاہد ہیں کہ امت اہرمن کی ہو ہلاک
آج وہ دن ہے کہ سلطانوں کی بزمِ ناز میں سازِ عشرت سے نکلتی ہے نوائے شعلہ ناک
آج وہ دن ہے کہ انسانوں کو دکھلایا گیا تختِ کسریٰ سرنگوں، دامانِ قیصر چاک چاک

آج وہ دن ہے کہ بزمِ قدس کی مشعل ہے تو ۔۔۔ اے زمینِ تیرہ و تاریک، اے دامانِ خاک
آج وہ دن ہے کہ اک انسان میں دیکھے گئے ۔۔۔ چشمِ بینا، نطقِ زیبا، جانِ روشن، روحِ پاک
آج وہ دن ہے کہ احمدﷺ سے ہوا نوریں جہاں ۔۔۔ جس کی ملت نے کیا روشن چراغِ بزمِ خاک
یہ وہ ملّت ہے کہ پھینکے گی ستاروں پر کمند ۔۔۔ ہوشیار اے ماہ و پرویں، اے عطارد، اے سماک

—— (عابد علی عابد) ——

ذاتِ حق کا ہوا عرفان ترے آنے سے ۔۔۔ ہوئی اللہ کی پہچان ترے آنے سے
تو جو مبعوث ہوا پیکرِ انسانی میں ۔۔۔ بڑھ گئی عظمتِ انسان ترے آنے سے
پردۂ ذہن میں مستور تھی ذاتِ باری ۔۔۔ دل بنے مرکزِ ایقان ترے آنے سے
منکشف دیدہ و دل پر ہوئے اسرارِ نہاں ۔۔۔ مل گئی دولتِ وجدان ترے آنے سے

—— (طفیل ہوشیارپوری) ——

مبارک وقت پر دنیا میں جب خیر الانام آئے ۔۔۔ تو حضرت آمنہ کے نام حوروں کے سلام آئے
مبارک باد دینے آپﷺ کے یومِ ولادت پر ۔۔۔ قمرؔ ناموسِ اکبر بھی بہ شوق و احترام آئے

—— (قمر حجازی) ——

پَو پھٹی دیدہ و دل منور ہوئے ۔۔۔ آپﷺ آئے تو سب نقش اجاگر ہوئے
آپﷺ آئے تو غم دیدہ انسان کو ۔۔۔ سچی خوشیوں کے عنواں میسر ہوئے
آپﷺ آئے تو ذرے بھی انجم بنے ۔۔۔ آپﷺ آئے تو کنکر بھی گوہر ہوئے
آپﷺ آئے تو بھٹکے ہوئے قافلے ۔۔۔ گامزن خیر کے راستے پر ہوئے

—— (جعفر بلوچ) ——

انساں کو شعورِ گُل و لالہ نہ ہوا تھا ۔۔۔ جب تک ترے چہرے کا اجالا نہ ہوا تھا

—— (رشک خلیلی) ——

مبارک ہو حضرتِ مصطفیٰﷺ کی آمد آمد ہے ۔۔۔ زمیں پر سر براہِ انبیاء کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہوگی مژدۂ اتمامِ نعمت سے ۔۔۔ سریر آرائے اقلیمِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
دیارِ دل کو خوشبوئے عقیدت سے بسا لیجے ۔۔۔ وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

——————

دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں ہے جن کی ذات رحمت سر بہ سر تشریف لاتے ہیں
کریں گے جو مسخر دہر کو اخلاقِ عالی سے وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لاتے ہیں
خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدن کی زمانہ جن کا ہے دریوزہ گر تشریف لاتے ہیں
وہ آتے ہیں نہیں جن کا کوئی ثانی، کوئی ہمسر وہ آتے ہیں جو ہیں دونوں جہاں کے سیّد و سرور

—— (حفیظ تائب) ——

تیری آمد سے اے رؤف و رحیم لطفِ ربی کے کھل گئے ابواب
زندگی کے جھلستے صحرا میں تیری آمد ہے رحمتوں کا سحاب

—— (عابد نظامی) ——

یہ کون آیا کہ ہر شاخِ برہنہ مسکرا اٹھی یہ کون آیا کہ کشتِ دیدہ و دل لہلہا اٹھی
یہ کون آیا کہ دیوارِ حرم سروِ چراغاں ہے یہ کون آیا کہ شاخِ آرزو خوشبو بداماں ہے
یہ کون آیا کہ تاریخِ بشر پھولوں سے مہکی ہے تمدن کی جبیں پر چاندنی چپکے سے اتری ہے
یہ کون آیا کہ جو شاداب لمحوں کا امیں ٹھہرا یہ کون آیا، ہے خورشیدِ محبت نقشِ پا جس کا
یہ کون آیا کہ اب تک روشنی ہے بزمِ ہستی میں یہ کون آیا کہ ہے اب تک چراغاں دل کی بستی میں
ریاضؔ اس پیکرِ انوار و رحمت کی ثنا لکھیے اُسی کی ذاتِ اقدس کو محمد مصطفیٰ ﷺ لکھیے

—— (ریاض حسین چودھری) ——

آج ہے اس نبی ﷺ کی ولادت کا دن سارے نبیوں کی جس کو امامت ملی
ہر گھڑی اس گھڑی کا قصیدہ پڑھے خاک کو جب ستاروں کی عظمت ملی
جھوٹی معبودیت منہ کے بل گر پڑی صحنِ کعبہ کو سچی عبادت ملی
پہنچی انسانیت اپنی معراج کو آدمی کو خدا کی خلافت ملی
جس نے آنسو بہائے ہمارے لیے جس کو ہم سی گنہ گار امت ملی

—— (مظفر وارثی) ——

غیر فانی امن کا منشور ہے ان کا ظہور چھا گئی سارے جہاں پر رحمتِ عالم کی ذات
گھپ اندھیروں کی صفیں لپٹیں، اجالے ہو گئے آپ ﷺ جب تشریف لائے جگمگائی چاند رات

آپ ﷺ کے اسمِ گرامی کو ملا ایسا ثبات　　جو ازل سے آج تک ہر اک زباں کا ورد ہے

آپ ﷺ آئے تو منور ہوگیا روئے حیات　　جلتی بجھتی زندگی کی لو فروزاں ہو گئی

——— (سلیم اختر فارانی) ———

ہوئی بطحا میں محبوبِ خدا کی جلوہ فرمائی　　وہ جس کے دم قدم سے باغِ عالم کی ہے رعنائی

ولادت کا مہینہ پیشِ خیمہ تھا بہاروں کا　　نشاطِ سرمدی کا، کیفِ زا رنگیں بہاروں کا

بنا تھا مرکزِ انوارِ یزداں آمنہ کا گھر　　منور ہوگیا جس سے زمانے کا ہر اک منظر

فرشتے صف بہ صف اترے مبارک باد کی خاطر　　نظر آیا زمانے کو رخِ پیغمبرِ ﷺ آخر

یہی ذاتِ مطہر باعثِ تزئینِ عالم تھی　　جو مقصودِ زمانہ تھی یہی ذاتِ مکرم تھی

وہ آیا لطف سے جس کے ملی آسودگی ہم کو　　شبِ ظلمات میں جس نے عطا کی روشنی ہم کو

وہ آیا اس جہاں میں خیر و برکت کا نشاں بن کر　　خدائے پاک کے لطف و کرم کا ترجماں بن کر

——— (حافظ لدھیانوی) ———

اٹھ کر عرب سے ابرِ کرم برسا چار سُو　　جس سے نئی حیات کا سامان ہوگیا

علم و عمل کی شمع جلی بزمِ دہر میں　　اک ایک قریہ جس سے دبستان ہوگیا

تائیدِ حق سے حق کو بلندی ہوئی عطا　　باطل کے کوچ کرنے کا اعلان ہوگیا

——— (قاضی عبدالرحمٰن) ———

کھلیں کلیاں، ہنسے غنچے، چمن میں بھی بہار آئی　　شمیمِ جاں فزا آئی حسین و دل ربا آئے

اُبلتے ہیں ترانے سازِ فطرت کے فضاؤں میں　　سحر کے روح پرور کیف میں نورِ ہدیٰ آئے

فلک سے بھی زمیں پر نور کی بارش برستی ہے　　جہاں میں رحمتیں لے کر امام الانبیا ﷺ آئے

——— (گوہر ملسیانی) ———

امام الانبیا ﷺ آئے، حبیبِ کبریا آئے　　دلوں کی روشنی لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ آئے

نہ جانے کب سے دنیا میں لہو انساں کا ارزاں تھا　　نصابِ زندگی لے کر رسولِ باصفا ﷺ آئے

خدا سے نا شناسا تھا ہر اک انسان دھرتی کا　　رہِ وحدت دکھانے کے لیے عقدہ کشا آئے

یتیموں کو یہاں کوئی نہیں تھا پوچھنے والا　　سہارا بن کے مفلس کا شہِ لطف و عطا آئے

غلامی، آدمیت کے گلے کا طوق تھی آثمؔ　　پیامِ امن و آزادی لیے خیر الوریٰ آئے

——— (آثم فردوسی) ———

آپﷺ آئے تو زمانے کا مقدر بدلا　　اک نئے موڑ پہ انساں کی کہانی آئی

قطرے قطرے کو ملا موجِ اخوت کا فروغ　　منجمد بحرِ تمنا میں روانی آئی

سنگ زاروں کو ملا حُسنِ تکلّم کا شعور　　تلخیاں دفن ہوئی، شیریں بیانی آئی

آپﷺ جب آئے گلستاں میں بہاریں لے کر　　خار کے لب پہ بھی پھولوں کی کہانی آئی

———

مہرِ دیں کی جو ولادت کا مہینہ آیا　　ظلمتِ کفر کے ماتھے پہ پسینہ آیا

اُن کی آہٹ سے ہوئی خفتہ ضمیری بیدار　　دل کو سینے میں دھڑکنے کا قرینہ آیا

مل گیا ظلمتِ دوراں کو اجالوں کا بدن　　جب نبوت کی انگوٹھی میں نگینہ آیا

نا خدا بن کے جب آئے ہیں شفیعِ محشر　　بحرِ عصیاں سے کنارے پر سفینہ آیا

——— (ساقی گجراتی) ———

مظہرِ نورِ حق جلوہ بار آ گیا　　حسنِ عالم پہ گویا نکھار آ گیا

نازشِ لطفِ پروردگار آ گیا　　بزمِ کونین کا تاجدار آ گیا

جس کی توصیف ہے برلبِ قدسیاں　　دستِ قدرت کا وہ شاہکار آ گیا

جس کا کونین میں کوئی ہمسر نہیں　　ذاتِ یکتا کا آئینہ دار آ گیا

بے سہارو، مبارک، سہارا ملا　　بے قراروں کو مژدہ، قرار آ گیا

جس کو ٹوٹے دلوں کا مداوا کہیں　　آج وہ مونس و غم گسار آ گیا

———

دعاؤں میں اثر آیا، مرادوں نے ثمر پایا　　ردائے شانِ رحمت کا ہر اک سو چھا گیا سایا

زمیں نے لالہ وگل آمنہ کے لال پر وارے　　فلک نے کاسۂ شمس و قمر سے نور برسایا

سلامی کو ملائک بھی قطار اندر قطار آئے　　خدائے لم یزل کا آپﷺ کے گھر پر سلام آیا

——— (تابش صمدانی) ———

وادیٔ مکہ میں جب نورِ یقیں روشن ہوا　　کفر رخصت ہوگیا، دینِ متیں روشن ہوا
ہوگئیں کافور سب تاریکیاں، مایوسیاں　　نورِ ایماں سے ہر اک قلبِ حزیں روشن ہوا
آپ ﷺ کے آنے سے روشن ہوگئے دشت وجبل　　عرش تاباں ہوگیا، فرشِ زمیں روشن ہوا
جو ہٹا سرکار سے، دھندلا گیا، کجلا گیا　　آ گیا جو آپ ﷺ کے زیرِ نگیں روشن ہوا

—— (اکرم علی اختر) ——

آئے حضور ﷺ، ہوگئی ہر سمت روشنی　　آنے سے ان کے چھٹ گئی دنیا سے تیرگی
ہر شاخِ نخلِ زیست ہے ممنون آپ ﷺ کی　　آئے جو آپ ﷺ کھل گئی ایمان کی کلی

—— (اقبال نجمی) ——

کھلا ہے باغِ عالم میں وہ گُل، بستانِ فطرت کا　　کہ خود صنّاعِ قدرت مدح خواں ہے جس کی نکہت کا
وجودِ پاک جن کا باعثِ تخلیقِ عالم ہے　　ظہورِ ذات سے جن کے کھلا ہے راز فطرت کا
جو وہ پیدا نہ ہوتے، تو نہ ہوتے دو جہاں پیدا　　انھی کی ذاتِ اقدس مطلعِ اول ہے خلقت کا
وہ آئے جن کے آنے کی خبر دی ہر پیمبر نے　　وہ آئے، تکملہ جن سے ہوا احکامِ قدرت کا
اگر آتی نہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ اس بزمِ ہستی میں　　تو رہتا ہم سے مخفی حُسنِ صنعت، دستِ قدرت کا
ہوئی دنیا منور جلوۂ حسنِ محمد ﷺ سے　　مٹا اس شمعِ نورانی سے یکسر نام ظلمت کا

—— (میر افق کاظمی امروہوی) ——

ہوا جب ضوفشاں دنیا میں مہرِ وادیٔ بطحا　　رخِ ہستی پہ رنگِ جلوۂ نورِ سحر نکھرا
مشیت نے نظامِ زندگی ترتیب دینے کو　　کتابِ زندگی میں بابِ رحمت اک نیا کھولا
کیا شاداب جس نے ہر بلندی اور پستی کو　　ہوا فاراں سے ایسا چشمۂ لطف و عطا پیدا
جبینِ شوق اس کے آستاں پہ کیوں نہ جھک جائے　　کہ جس نے قلبِ مسلم کو مذاقِ آرزو بخشا
سلام اس پر، صلوٰۃ اس پر، درود اس پر کہو حیرتؔ　　کہ جس کی خاکِ پا سے سینکڑوں مہتاب ہوں پیدا

—— (حیرت جلال پوری) ——

سورۂ اخلاص کی تکمیل کرنے کے لیے　　رہ گزاروں میں حقیقت آشنا پیدا ہوا
جو بھٹکتے تھے جہالت کے سلگتے دشت میں　　ایسے لوگوں کے لیے اک رہ نما پیدا ہوا
جو سراپا خوشبوؤں کا شہر تھا، وہ ایک شخص　　سب میں شامل تھا، مگر سب سے جدا پیدا ہوا

نور کا تیشہ ملا، تو آدمی کے قلب میں پتھروں کو توڑنے کا حوصلہ پیدا ہوا
اے خلشؔ وہ شہر فردوس بریں سے کم نہیں جس کے دامن میں حبیبِ کبریا پیدا ہوا

—— (خلش مظفر) ——

آپ ﷺ سے پہلے جہانِ خشک وتر کچھ اور تھا آپ ﷺ کی آمد پہ عالم سر بہ سر کچھ اور تھا
نور در آغوش یوں تو روز ہوتی تھی سحر آپ ﷺ جب آئے تو اندازِ سحر کچھ اور تھا

—— (راز کاشمیری) ——

آمنہ کی گود سے اٹھا تھا جو سیلابِ نور اس نے ظلمت کا سفینہ غرقِ دریا کر دیا

—— (رسا جالندھری) ——

لائے تشریف دنیا میں شاہِ امم راہ روشن ہوئی، مٹ گئے پیچ و خم
منزلِ حق کی جانب بڑھا ہر قدم منتظر تھا جہاں راہبر کے لیے
پھیلی ماہِ رسالت کی وہ روشنی تیرگی کفر کی خود بہ خود مٹ گئی
پائی انسان نے اک نئی زندگی لوگ بے تاب تھے اس سحر کے لیے

—— (فدا خالدی دہلوی) ——

آمد سے تیری پھیلیں نور و یقیں کی کرنیں رخصت ہوئے اندھیرے ویرانۂ جہاں سے
کلیاں کھلیں خوشی سے، پھولوں میں رنگ آیا باغِ حیات مہکا خوشبوئے باغباں سے

—— (آفتاب احمد نقوی) ——

عقاید کے خرابے میں، عمل کے دشتِ ویراں میں حضور ﷺ آئے گھٹا بن کر، ہوائے مشکبو ہو کر
گلِ انسانیت مرجھا چکا تھا، کشتِ عالم میں حضور ﷺ آئے یہاں فصلِ بہارِ رنگ و بو ہو کر

—— (محمد صادق، لالۂ صحرائی) ——

چھائی ہوئی تھی ظلمتِ شب دُور دُور تک آتی ہے اب نویدِ سحر دُور دُور سے
آمد سے اُن کی زیست کی قدریں بدل گئیں دنیا حسین بن گئی اُن کے ظہور سے
آسودہ آ کے منزلِ بطحا میں ہوگیا جلووں کا کارواں جو چلا کوہِ طور سے

———

آئے وہ جن کے دم سے ہے رونقِ بزمِ رنگ و بو　　بزمِ رسل کے تاجدار، محرمِ رازِ کن فکاں
صحنِ چمن میں چل پڑی پھر سے نسیمِ عطر بیز　　غنچے کھلے، کلی ہنسی، برگ و شجر ہوئے جواں
علم و عمل کی قوتیں بخش دیں کائنات کو　　قلب و نظر کو پھر ملی دولتِ سوزِ جاوداں
آئے وہ جن کے فیض نے حسن دیا حیات کو　　آئے شفیعِ عاصیاں، آئے پناہِ بے کساں

——— (زکی کیفی) ———

آج بزمِ کن کا ہر ذرہ فنا فی النور ہے　　جس طرف دیکھو تجلّی ریز برقِ طور ہے
کیف آگیں ہے فضا گلزارِ ہست و بود کی　　خلد کے پھولوں سے دامانِ صبا معمور ہے
گلشنِ کون و مکاں کا آج ہر نورستہ گل　　مظہرِ حسن و جمالِ شاہدِ مستور ہے
بزمِ کن میں سرورِ کونین ﷺ کی آمد ہے آج　　دہر میں ہر سو یہ اعلانِ طرب منشور ہے

ہر سمت جشنِ آمدِ شاہِ ہدیٰ ہے آج　　ہر ایک لب پہ نغمۂ صلّ علیٰ ہے آج
زینت فزائے دہر ہے تنویر حسن و عشق　　ہر سمت نورِ ایزدی جلوہ نما ہے آج
جس کی شمیم سے یہ فضائیں ہیں عطر بار　　باغِ جہاں میں وہ گُلِ رعنا کھلا ہے آج
آئی حجابِ نور سے دلکش نوائے شوق　　ہر سو ضیائے طلعتِ بدر الدجیٰ ہے آج
ارض و سما ہیں حسن سے جس کے فروغ گیر　　وہ آفتابِ ہاشمی جلوہ نما ہے آج

سماں نزہت گہِ فردوس کا ہے بزمِ ہستی میں　　مبارک ہو قسیمِ حوضِ کوثر آنے والا ہے
بہارِ خلد کی رنگینیاں ہیں جس سے گلشن میں　　مبارک عندلیبو، وہ گلِ تر آنے والا ہے
خطابِ رحمتہ للعالمیں جس کو دیا حق نے　　زہے قسمت! وہ شاہِ فیضِ گستر آنے والا ہے

جن کی ہے بوئے نفس پر نُزہتِ جنت نثار　　وہ بہارِ گلشن دنیا و دیں پیدا ہوئے
ہاں وہی جانِ دو عالم، جن کا ذکرِ پاک ہے　　وجہِ تسکینِ دلِ اندوہگیں، پیدا ہوئے
آج میلادِ شہِ خوبانِ عالم ہے قمرؔ　　حق کو جن پر ناز ہے وہ نازنیں پیدا ہوئے

مبارک صد مبارک ہو، حبیبِ کبریا آئے　　زہے قسمت کہ عالم میں شہِ ہر دوسرا آئے
زبانِ پاک جن کی کاشفِ اسرارِ عرفاں ہے　　ہے جن کا قلبِ اطہر مصدرِ صدق وصفا آئے
مبارک ہو مسلمانو! شہِ کون و مکاں آئے　　ملی جن سے زمانے کو حیاتِ جاوداں آئے
فضائے آسماں میں اک صدائے مرحبا گونجی　　بہر سو شور ہے عالم میں فخرِ دو جہاں آئے
بہارِ خلد کی رنگینیاں ہیں جن سے گلشن میں　　وہ بن کر باغِ امکاں میں بہارِ بے خزاں آئے
ملا درسِ اخوت جن کے فیضِ عام سے ہم کو　　وہ اسرارِ محبت کے حقیقی ترجماں آئے

مبارک فرش والو، شافعِ روزِ شمار آیا　　مبارک ہو جہاں میں عاصیوں کا غمگسار آیا
جہانِ رنگ و بو میں جس کے دم سے تازگی آئی　　وہ بن کر گلشنِ کونین میں رشکِ بہار آیا

—— (قمر یزدانی) ——

حسنِ مطلق نے الٹ دی ہے نقاب　　جلوۂ نورِ ازل ہے بے حجاب
بارگاہِ کبریا سے آ گیا　　بے نواؤں کی دعاؤں کا جواب
ظلمتِ جہل و ضلالت میں ہوا　　ضوفشاں رشد و ہدیٰ کا آفتاب
آ گیا وہ محسنِ انسانیت　　جس کی آمد سے کُھلے خوشیوں کے باب
سید الکونین ہے جس کا لقب　　رحمتِ دارین ہے جس کا خطاب
جس کی تعلیمات سے برپا ہوا　　ایک عالمگیر فکری انقلاب
آ گئیں دونوں جہاں کی برکتیں　　اس شہِ کون و مکاں کے ہم رکاب

آ گیا ہے آج وہ روزِ سعید　　جب ہوا انسانِ کامل کا ظہور
آج کھائی حق سے باطل نے شکست　　آج غالب آ گیا ظلمت پہ نور
آ گیا وہ دن کہ جب پورا ہوا　　وعدۂ تورات و انجیل و زبور
آج ٹوٹا جاہلیت کا طلسم　　مل گیا مٹی میں شیطاں کا غرور
امتیازِ اسود و احمر مٹا　　رنگ وخوں کے بت ہوئے سب چور چور

وہ آیا جس کے آنے سے بڑھی توقیر انساں کی　　وہ جس سے جاگ اٹھی سوئی ہوئی تقدیر انساں کی
وہ آیا ساری دنیا کا امام و مقتدا بن کر　　وہ آیا راہ سے بھٹکے ہوؤں کا رہنما بن کر
بہاریں چھا گئیں گلزارِ ہستی پر مسرت کی　　پھواریں پڑ رہی ہیں دم بہ دم بارانِ رحمت کی

زمانے کو پیامِ حق سنانے کے لیے آیا　　وہ پیغمبر خدا کا ہر زمانے کے لیے آیا
ہماری رہنمائی کے لیے بھیجا اُسے حق نے　　ہمیں آداب جینے کے سکھانے کے لیے آیا
وہ اک ابرِ کرم تھا جو عرب سے تا عجم برسا　　وہ ہر انسان کی بگڑی بنانے کے لیے آیا
دکھائی ظلمتِ باطل میں حق کی روشنی اس نے　　خزانے علم و عرفاں کے لٹانے کے لیے آیا

—— (حافظ مظہر الدین) ——

بھٹکے ہوؤں کے راہنما بن کے آ گئے　　دکھیوں کے درد و غم کی دوا بن کے آ گئے
خلقِ خدا کی پیاس بجھانے کے واسطے　　سرکار، بحرِ جودوسخا بن کے آ گئے
لُو سے جھلس رہا تھا چمن زار دہر کا　　آپ ﷺ اس چمن میں ٹھنڈی ہوا بن کے آ گئے
پھیلیں شعاعیں نورِ نبوت کی چار سو　　ظلمت میں آنحضور ﷺ ضیا بن کے آ گئے
پیغامِ انقلاب تھی بعثت حضور ﷺ کی　　آپ ﷺ ایک دورِ نو کی صدا بن کے آ گئے

—— (ضیا محمد ضیا) ——

آفاق میں گونجی ہیں مبارک کی صدائیں　　چلنے لگیں جنت کی عطر بیز ہوائیں
معمور فرشتوں سے ہیں کونین کی راہیں　　بے تاب ہوئی جاتی ہیں مشتاق نگاہیں
ہر شوق سوئے عرشِ بریں دیکھ رہا ہے　　خود عرش مگر سوئے زمیں دیکھ رہا ہے

اٹھلاتی ہوئی بادِ صبا گھوم رہی ہے　　ہر غنچہ ہے مسرور، کلی جھوم رہی ہے
گلشن کی فضا صدیوں سے محروم رہی ہے　　اُٹھ اُٹھ کے، بہاروں کے قدم چوم رہی ہے
ہر نخلِ چمن رقص میں ہے جوشِ طرب سے　　یوں ابرِ بہار اٹھا ہے صحرائے عرب سے

—— (شیخ ننکانوی) ——

سحر کا وقت ہے معصوم کلیاں مسکراتی ہیں ہوائیں خیرِ مقدم کے ترانے گنگناتی ہیں
خوشی کے گیت گائے جارہے ہیں آسمانوں پر درودوں کے ترانے ہیں فرشتوں کی زبانوں پر
طرب کے جوش میں ایک ایک ذرہ مسکراتا ہے زمیں کی آج قسمت پر فلک کو رشک آتا ہے
زمیں سے آسماں تک نور کی بارش ہی بارش ہے کسی کی بے نیازی آج سرگرمِ نوازش ہے
اشارے ہورہے ہیں گلشنِ جنت کے پھولوں میں وہ رعنائی نظر آتی ہے ملّہ کے ببولوں میں
برستے ہیں گہر انوار کے میزابِ رحمت سے کبوتر رقص میں ہیں بامِ کعبہ پر مسرت سے
مسرت کے اثر سے مثلِ صبحِ خلد ہیں خنداں حرم کے در، منا کی وادیاں، عرفات کے میداں
ابھی جبریل اُترے بھی نہ تھے کعبہ کے منبر سے کہ اتنے میں صدا آئی یہ عبداللہ کے گھر سے
مبارک ہو شہِ ہر دوسرا تشریف لے آئے مبارک ہو محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئے
مبارک ہو رسولِ محتشم ﷺ تشریف لے آئے مبارک ہو نبیٔ محترم ﷺ تشریف لے آئے

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی وہ آئے جن کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی
وہ آئے نغمۂ داوٗدؑ میں جن کا ترانہ تھا وہ آئے گریۂ یعقوبؑ میں جن کا فسانہ تھا
وہ آئے جن کو ابراہیمؑ کا نورِ نظر کہیے وہ آئے جن کو اسمٰعیلؑ کا لختِ جگر کہیے
وہ آئے جن کے آنے کو گلستاں کی سحر کہیے وہ آئے جن کو ختم الانبیاء، خیر البشر کہیے
وہ آئے جن کے ہر نقشِ قدم کو رہنما کہیے وہ آئے جن کے فرمانے کو فرمانِ خدا کہیے

—— (ماہر القادری) ——

مہِ کامل نکل آیا غرض ظلمت رہا ہو کر چمک اٹھا شبِ تاریک میں بدر الدجیٰ ہو کر
صداقت دہر میں پھیلی نقوشِ جاں فزا ہو کر محمد ﷺ جلوہ آراء ہوگیا، شانِ خدا ہو کر
مٹا کچھ اس طرح پرتو سے اس کے داغ عصیاں کا سمٹ جاتا ہے جیسے دوپہر کا سایہ انساں کا

—— (نیاز فتح پوری) ——

تُو نے آتے ہی بدل دی طرحِ تقویمِ حیات ہو گئیں پابندِ امکانِ عمل نا ممکنات
قالبِ ہستی میں دوڑا دی شعاعِ زندگی ہوگئی ارزاں ترے دم سے متاعِ زندگی

اس قدر تو نے بڑھائی قیمتِ خود آگہی   مردِ مومن کی نظر میں بوریا، تختِ شہی
اس طرح توڑا طلسمِ باطلِ حرص و ہوس   حشمِ اعرابی میں کسریٰ کا تجمل خار و خس

—— (حکیم احمد شجاع ساحر) ——

نسلِ انساں پر ہے احساں، آپ کا آنا حضورﷺ   باعثِ تکمیلِ انساں، آپ کا آنا حضورﷺ
کس تسلسل سے ابھی تک روشنی کا ہے نزول   ہر قدم سروِ چراغاں، آپ کا آنا حضورﷺ

سمٹ رہے ہیں ستارے فلک کی بانہوں میں   غبارِ نور ہے پھیلا ہوا نگاہوں میں
یہ کس رسولﷺ کی آمد ہے بزمِ ہستی میں   سحر ازل سے مودب کھڑی ہے راہوں میں

—— (ریاض حسین چودھری) ——

فیض سے تیرے مرتّب ہوا دستورِ حیات   کھل گیا مصحفِ قرآن ترے آنے سے
کفر و الحاد کی آغوش میں پلنے والے   ہو گئے صاحبِ ایمان، ترے آنے سے
بادشاہوں کے مقدر میں نہ تحریر ہوئی   جو گداؤں کو ملی شان، ترے آنے سے
جہل کے باب ہوئے محو کتابِ دل سے   آگہی بن گئی عنوان، ترے آنے سے
کیوں نہ اے شافعِ محشر، ترا مانیں احساں   بخششوں کا ہوا سامان، ترے آنے سے
وہ نظر جس میں تو ہم کے سوا کچھ بھی نہ تھا   بنی اللہ کی برہان، ترے آنے سے

—— (طفیل ہوشیار پوری) ——

ظہورِ رحمۃ للعالمیں ہے   منوّر آسماں، روشن زمیں ہے
فضائیں ہوگئیں نورٌ علیٰ نور   مسرت کیف پرور، ہر کہیں ہے
چمک اٹھا وہ نورِ حسنِ فطرت   جو فخرِ اوّلین و آخریں ہے
دو عالم میں مچی ہے دھوم، نصرتؔ
کہ میلادِ امام المرسلیں ہے

—— (نصرت نوشاہی) ——

محمد متین خالد

حضور نبی کریم ﷺ کے القاب و اعلام

گلہائے عقیدت بحضور خاتم النبیین ﷺ

سیّد ابرار	احمد مختار	مدنی تاجدار
حبیب غفار	محبوب ستار	خاصہ کردگار
شافع یوم قرار	صدر انجمن لیل و نہار	آفتاب نو بہار
سرور عالم	مونس آدم	قبلہ عالم
کعبہ اعظم	جان مجسم	نور مجسم
فخر دو عالم	مرسل خاتم	خیر مجسم
صبر اقوم	صدر مکرم	نور مقدم
آیہ محکم	نیر اعظم	مرکز عالم
وارث زمزم	اجود و احکم	مبداء کائنات
مخزن کائنات	منشائے کائنات	مقصود کائنات
سیّد کائنات	سرور کائنات	منبع فیوضات
خلاصہ موجودات	صاحب آیات	صاحب معجزات
باعث تخلیق کائنات	جامع صفات	اصل کائنات
فخر موجودات	ارفع الدرجات	اکمل البرکات
اکمل تحیات	صاحب التاج	صاحب المعراج
صاحب المحشر	سیّد البشر	واصل ذات

صاحب لوح وقلم	سیّد عرب وعجم	صاحب جودوکرم
وجہ باران کرم	شمس الضحیٰ	عشق نور خدا
بدرالدجی	آفتاب ھدیٰ	صدرالعلی
نورالہدیٰ	کہف الوریٰ	صاحب جودوسخا
خیرالوریٰ	خواجہ دوسرا	بحر جودوسخا
ابرلطف وعطاء	اعتماد شفاء	پیکر تسلیم ورضا
محرم اسرار حرا	سیّدوآقا	کعبہ اصفیاء
قبلہ اغنیاء	مجسم رُوح فزا	سرورانبیاء
حسن صبرورضا	ضیاخوش ادا	شمع غارحرا
راس عدل وقضا	دست عطا	نیسان سخا
مظہرِ نورِ کبریا	سرفراز رضا	تاجدار غناء
ناظر سدرۃ المنتہیٰ	صاحب رشدوہدیٰ	مظہر ربّ نورالعلی
وجہ تخلیق ارض وسماء	جلوہ حق نما	سیّدالانبیاء
نورراہ ہدیٰ	مطلع دل کشا	مقطع جاں فزا
جان صبح ومساء	سرورانبیاء	رہبراولیاء
رُوح ارض وسماء	شارع لاالٰہ	خاتم الانبیاء
چشم امواج بقاء	رُونق منبر نبوت	چشمہ علم وحکمت
نازش سنداامانت	غنچہ راز وحدت	جوہر فرد عزت
خاتم ختم دوررسالت	محبوب ربّ العزت	مالک کوثروجنت
سلطان دین وملت	شمع بزم ہدایت	مخزن اسرارربّانی
مرکز انوار رحمانی	مصدر فیوض یزدانی	قاسم برکات صمدانی
دانش برہانی	صابروشاکر	مدثرومزمل
مزمل ومرسل	انتہائے کمال	منتہائے جمال

منبع خوبی وکمال	بے نظیر و بے مثال	فخر جہاں
عرش مکاں	شاہ شہاں	نیر رخشاں
انجم تاباں	ماہ فروزاں	صبح درخشاں
نور بداماں	جلوہ ساماں	پیامی صداقت
داعی امن واخلاق	نیر تاباں	مہر درخشاں
خواجہ گیہاں	مونس دل شکستگاں	راحت قلوبِ عاشقاں
نور دیدہ مشتاقاں	صورت صبح درخشاں	پشت پناہ خستگاں
موجب ناز عارفاں	باعث فخر صادقاں	رحیم بے کساں
حب غریباں	شاہ جناں	جان جاناں
قبلہ زاہداں	کعبہ قدسیاں	پیکر جود وسخا
شان کریمی	خلق خلیلی	نطق کلیمی
دولت سرمد	ساقی کوثر	شافع محشر
نور مقطر	فیض موبد	فوز مخلد
بدر منور	حامی مضطر	رُوح مصدر
مرسل داور	زلف معتبر	اشرف واکمل
احسن واجمل	احمد مرسل	مظہر اوّل
جسم مزکی	قلب مجلی	مہر نبوت
مہر رسالت	مہر جلالت	عین عدالت
خضر دلالت	مہر صداقت	تسنیم ووسیم
رؤف ورحیم	قسیم وجسیم	خلیل وحکیم
حامل قرآن	باطن قرآن	مظہر رحمت
مصدر رافت	مخزن شفقت	عین عنایت
مظہر انوار حق	مصدر اسرار حق	ہادی روشن ضمیر

خوگر حلم و مروّت	دلدادہ عفت و حیا	خیر الوریٰ
محبّ الوریٰ	صادق البیاں	آخر الزماں
جمیل الشیم	شفیع الامم	منبر جود و الکرم
شہریار حرم	سحاب کرم	مہر کرم
گنج نعم	شاہ امم	سیّد الطیبین
خطیب النبیین	امام المتقین	امام العالمین
اوّل المسلمین	محبوب ربّ العالمین	سیّد المرسلین
خاتم النبیین	شفیع المذنبین	نور مبین
طٰہٰ و یٰسین	انیس الغریبین	رحمتہ للعالمین
مظہر اوّلین	حجت آخرین	آبروئے زمین
اکرم الاکرمین	راحت العاشقین	مراد المشاقین
شمس العارفین	سیّد العارفین	سراج السالکین
مصباح المقربین	محبّ الفقراء والغرباء والمساکین	امام المتقین
وارث غلام اوّلین و آخرین	مورث کمالات آخرین	صادق و امین
مفسر قرآن مبین	روشن جبین	سلطان دین
سیّد الثقلین	نبی الحرمین	امام القبلتین
وسیلہ فی الدارین	صاحب قاب قوسین	سیّد الکونین
سرور کونین	نور ربّ رحمان	محبوب ربّ المشرقین والمغربین
جد الحسنؓ و الحسینؓ	محبوب ربّ دو جہاں	قاسم علم و عرفاں
راحت قلوب عاشقاں	سرور کشوراں	راحت عاصیاں
فخر کون و مکاں	شفقت بیکراں	چارہ گر چارہ گراں
رہبر انس و جاں	تاب جاں	ہادی گمراہاں
شافع عاصیاں	حامی بے کساں	راحت قلب و جسم و جاں

شاہ دوراں	ہادی جہاں	قرار بے قراراں
غمگسار دل فگاراں	انیس بے کساں	چارہ گر آزردگاں
سکون دردمنداں	راحت دل خستگاں	پناہ بے پناہاں
نگاہ بے نگاہاں	دمساز غریباں	شفیق غم نصیباں
اُمید نا اُمیداں	مونس افسردگاں	مددگار ضعیفاں
نگہدار یتیماں	معین بے قراراں	خانہ بے خانماں
ندیم کور بختاں	ہمدم کوتاہ دستاں	نصیر عاجزاں
مایہ بے مائیگاں	رفیق درویشاں	خیر خواہ دشمناں
شہنشاہ زمین وزماں	ثروت بے ثروتاں	قوت بے قوتاں
خلاصہ دو جہاں	شہ عرش آستاں	وجہ تخلیق کون ومکاں
نیر تاباں	مہر درخشاں	خواجہ گیہاں
صورت احساں	ماہ فروزاں	نازش قدسیاں
جان جہاں	ایمان جہاں	فخر جہاں
نور فاراں	محسن انساں	پناہ گاہ جہاں
مونس دل شکستگاں	راحت قلبِ عاشقاں	نور دیدہ مشتاقاں
انیس دل فگاراں	رہبر راہبراں	قرار قلب پریشاں
سرور دوراں	عاشق یزداں	چشمہ عرفاں
وارث ایماں	مرکز ایماں	مشعل ایماں
حاصل ایماں	محور ایماں	شہریار مرسلاں
شاہ رسولاں	شہ شاہاں عرش مکاں	خیر الانام
خیر الانبیاء	خیر البریہ	خیر الناس
بشیر ونذیر	سراج المنیر	رُوح بزم سخن
بہار گلشن	جان جہاں	فخر زماں

جان ایقاں	منبع ایمان	طبیب الروح
طیب الفتوح	شہنشاہ کونین	زینت دوعالم
سراپا شان رحمت	ہادی برحق	رفیع العرب
امام الناس	سیّد الناس	صاحب محشر
صاحب کوثر	طیّب وطاہر	علیم وعدیل
قائد الخیر	الکریم والطیب	جامع مکارم اخلاق
شافع یوم نشور	تاجدار عرفاں	فرمانروائے کائنات
صاحب شمشیر ونگیں	شہنشاہ کشور کشا	باعث تکوین حیات
صدر نشین بزم کائنات	راہبر ورہنما	نبی آخر الزماں
مرشد انس وجاں	رسول خاتم پیغمبراں	نمونہ صدق ووفا
گل کدہ فردوس	سلطان مدینہ	معنی قرآن مبیں
امین الٰہی	رفیع المدارج	شہنشاہ وحدت
تاجدار حرم	مظہر شان کبریا	حامد ومحمود
مرجع خاص وعام	مظہر کبریا	حبیب خدا
شاہ رحمت	شوکت دیں	آفتاب چراغ ہدایت
تاجدار ملک ہدایت	مطلع نبوت	مقطع نظم رسالت
اورنگ نشین اصالت	زیب فرق سیادت	مخزن امامت وامارت
وجہ وجیہہ خلقت	راز آشنائے مشیت	پیغمبر دین فطرت
شہکار کمال قدرت	خواجہ کون ومکاں	شکوہ تاجداراں
رُوح رواں دوجہاں	مقصود سجود قدسیاں	اصل اُصول گیہان
خرد عرش نشاں	مالک خلد جناں	ضامن روضہ رضواں
حافظ گلشن ایمان	حاصل کشت ارمان	راحت قلب پریشان
چارہ گر کلفت جاں	نائب رحیم ورحماں	رحمت عالم وعالمیاں

سرور وسعت کائنات	نازش جملہ موجودات	مصدر حسن کمالات
شافع روز محشر	نافع اسود واحمر	شاہ عرب
قاسم سبیل کوثر	متصرف خشک وتر	نورالانوار
انیس دل فگاراں	فانوس ایوان جہاں	فروغ گل عذاراں
تب وتاب کوہ فاراں	بہار شبنم ستاں	مظہر غفار
وجہ لولاک لما	مہمان شب اسریٰ	شباب نو بہاراں
رازدار ربّ العلی	حبیب ذات کبریا	پیکر اصفیا واتقیاء
ہادی کون ومکاں	شہریار مرسلاں	امی لقب
عالی نسب	حضور پُرنور	شافع یوم النشور
طرحدار عرب	نگار شریعت	بہار قریش
شاہد ربّ ودود	حامل وحی وکتاب	مظہر آئین حق
مخزن دین مبیں	رُوح سراپا طہور	شارح بعثت ونشور
کاشف غیب وشہود	وارث تاج وسریر	عبد خدائے جلیل
ہم سفرِ جبرائیل	فخر ذبیح وخلیل	رشک مسیح وکلیم
زینت بیت الحرام	رونق اقصائے شام	صاحب محراب قدس
زینت محفل	شافع عاصیاں	سراج ضوفگن
دولت توحید	ساقی کوثر	پیکر نوری
آیہ رحمت	شہنشاہ زمن	چہرۂ ام الکتاب
خلق عظیم	لطف عمیم	سرخیل بنی آدم
سلطان معظم	سرور بنی آدم	رُوح روان عالم
انسان عین وجود	دلیل کعبہ مقصود	کاشف سر مکنون
خازن علم مخزون	اقامت حدود واحکام	تعدیل ارکان اسلام
امام جماعت انبیاء	مقتدائے زمرۂ اتقیا	خدوم شکر کروبیاں

مصحف مصحف یزداں — قبلہ اصحاب صدق وصفا — کعبہ ارباب حلم وحیا
وارث وعلوم اوّلین — مورث کمالات آخرین — مدلول حروف مقطعات
منشاء فضائل وکمالات — منزل نصوص قطعیہ — صاحب آیت بینہ
حجت حق الیقین — تفسیرِ قرآنِ مبین — تصحیح علوم متقدمین
سند انبیاء ومرسلین — رئیس جنود عرشیاں — فخر یوسف کنعان
مظہر حالات ومضمرو — مخبر اخبار ماضیہ — واقف امور مستقبلہ
باعث رحمت فرشیاں — حافظ حدود شریعت — ماحی کفر وبدعت
ممدوح دو جہاں — دافع جیوش اصنام — نگین خاتم سروری
خاتم نگین پیغمبری — کلاہ بے کلاہاں — یوسف کنعان جمال
سلیمان ایوان جلال — منادی طریق رشاد — سراج اقطار وبلاد
اکرم اسلاف — اشرف اشراف — محبوب سبحانی
فخر نوعِ انسانی — نورس گلشن خوبی — چمن آرائے باغ محبوبی
گل گلستان خوش خوئی — لالہ چمنستان خوبروئی — طراوت جوئبار دل جوئی
رونق ریاض گلشن — آرائش نگارستان چمن — طرۂ ناصیہ سنبلستان
گلدستہ بہارستان جناں — رنگ افزائے چہرۂ ارغواں — قرۂ دیدۂ نرگستان
تراوش شبنم رحمت — توتیائے چشم بصیرت — نسرین حدیقہ فردوس بریں
رُوح رائحہ یاسمین — چمن خیابان زیبائی — بہار افزائے گلستان رعنائی
نخل بند بہار نو آئین — رنگ آمیز لالہ زار رنگین — رنگ روئے مجلس آرائی
رونق بزم رنگیں ادائی — گلگونہ بخش چہرۂ گلنار — نسیم اقبال بہار از ہار
نکہت عنبر بیزان گلزار — ظلِ رحمانی — نورِ یزدانی
فارس میدان جبروت — شہسوار مضمار لاہوت — شاہباز آشیان قربت
طاؤس مرغزار جنت — شگوفہ شجرۂ محبوبیت — ثمرۂ سدرۂ مقبولیت
نوبادۂ گلزار ابراہیم — نورس بہار جنت نعیم — اعجوبہ صنعت کداۂ بقوقلموں

زینت کارگاہ گوناگوں   لعل آبدار بدخشان رنگینی   دریتیم گوش مہ جبینی

جگر گوشہ کان کرم   دستگیر درماندگان امم   یاقوت نسخہ امکان

رُوح روان عقیق ومرجان   خزانہ زواہر ازلیہ   گنجینہ جواہر قدسیہ

گوہر محیط احسان   ابر گہر بار نیساں   لولو بحر سخاوت وعطا

گہر دریائے مروت وحیا   مشکبار صحرائے ختن   گلریز دامن گلشن

غالیہ سائے مشام جان   عطر آمیز دماغ قدسیان   سراجِ بزم ایمانی

منشاء اصناف زواہر   مخزن اجناس عالیہ   معدن خصائص کاملہ

مقوم نوع انساں   ربیع فصل دوراں   کاشف اسرارِ حق

مظہر انوارِ حق   اختر برج دلبری   خورشید سماء سروری

آبروئے چشمہ خورشید   چہرہ افروز ہلال عید   ہلال عید شادمانی

بہار باغ کامرانی   صفائے سینہ نیر اعظم   نور دیدہ ابراہیم وآدم

زیب انجم گلستاں   گل ماہتاب باغ آسماں   گنجینۂ اصطفا

آئینۂ حق نما   شمس چرخ استواء   چراغ دودمان انجلاء

مجلی نگارخانہ کونین   سیارۂ فضائے قاب قوسین   زہرۂ جبین انوار

غرہ جبہہ اسرار   عقدہ کشائے عقد ثریا   ضیائے دیدۂ ید بیضاء

نور نگاہ شہود   مقبول ربّ ودود   بیاض روئے سحر

طراز فلک قمر   جلوۂ انوار ہدایت   لمعان شموس سعادت

نور مردمک انسانیت   بہائے چشم نورانیت   شمع شبستان ماہِ منور

قندیل فلک مہر انور   مطلع انوار ناہید   تجلی برق وخورشید

آئینہ جمال خوبروئی   برق سحاب دلجوئی   مشعل خورشید تاب لامکاں

تربیع ماہِ تابِ درخشاں   سہیل فلک ثوابت   شاہِ خوباں

مرکز دائرہ زمین وآسماں   محیط کرۂ فعلیت وامکاں   مربع نشین مسند یکتائی

زاویہ گزین گوشہ تنہائی   مسند آرائے ربع مکسوں   رونق مثلثات گردوں

معدن نہار سخاوت	منطقہ بروج سعادت	اوج محدب افلاک
رونق حضیض خاک	اسد میدان شجاعت	اعتدال میزان عدالت
سطح خطوط استقامت	حاوی سطوح کرامت	طبیب بیماران ضلالت
نباض محمود مان شقاوت	فخر نگاراں	حسن کائنات
خزینہ اسرار الٰہیہ	گنجینہ انوار قدسیہ	تصفیہ قلوب کاملہ
تزکیہ نفوس فاضلہ	سر دفتر دیوان ازل	خاتم صحف ملل
کائنات جمال	ترغیب اہل سعادات	جمع محاسن فتوت
کفایت حوائج خلقت	ہادی سبیل رشاد	استیعاب قواعد سداد
شیرازہ مجموعہ فصاحت	بہجت حدائق بلاغت	سراج وہاج ہدایت
نسخہ کیمیائے سعادت	تکمیل دلائل نبوت	صحیفہ احوال آخرت
لب اُصول ادب	بیاض زواہر جواہر	تمہید نوادر بصائر
مقتدائے صغیر وکبیر	مفتاح فتح قدیر	میزبان نزل ابرار
مفید مستفیدان اسرار	قلزم درر قلائد	درج جواہر عقائد
تیسیر اُصول تاسیس	روضہ گلستان تقدیس	احیائے علوم وکمالات
مطلع اشعۃ اللمعات	مقدمہ طبقات بنی آدم	راہنمائے دین محکم ومسلم
جان بہاراں	سرور رسولاں	تقریر قصص انبیاء
تحریر معارف اصفیاء	دلیل مناسک ملت	منتقی ارباب بصیرت
وسیلہ امداد وفتاح	سبب نزہت ارواح	خازن کنز وقائق
درمختار بحر رائق	ذخیرہ جواہر تفسیر	مشکوۃ مفاتیح تیسیر
جامع اُصول غرائب معالم	مصدر صحاص بخاری ومسلم	منظور مدارک عالیہ
مختار عقول کاملہ	ملتقط کتاب تکوین	نہایت مطالب مومنین
انسان عیوان ایمان	قرۃ عینین انسان	شافعِ امتاں
شرف ائمہ دین	تنزیہہ شریعت متین	زیور غرائب تدقیق

تلخیص عجائب تحقیق	ناقد نقد تنزیل	ناسخ توریت وانجیل
حافظ مفتاح سعادت	کعبۂ جاں	واقف خزائن اسرار
کاشف بدائع افکار	عالم علوم حقائق	قبلۂ قلب ونظر
زیب مجالس ابرار	نور عیون اخیار	تہذیب لطائف علمیہ
تجرید مقاصد حسنہ	بیاض انوار مصابیح	توضیح ضیا تلویح
حاوی علوم سابقین	قانون شفاء لاحقین	معدن عجائب وغرائب
مدار مکارم ومناقب	نقش فصوص حکمیہ	منتخب جواہر مضیہ
عین علم وایقان	حصن حصین امتنان	تبیین متشابہات قرآنیہ
غایت بیان اشارات فرقانیہ	تصحیح دلائل کافیہ	تصحیح براہین شافیہ
زبدہ اہل تطہیر	ملجاء صغیر وکبیر	غواص بحار عرفان
زبدہ ارباب احسان	مرقات معارج حقیقت	سلم مدارج معرفت
موضح صراط مستقیم	نجات اقصیٰ	معراج اصحاب کمالات
قوت قلوب ممکنات	صفاء ینابیع طہارات	وقایہ احکام الٰہیہ
اُفق مبین انوار شمسیہ	دستور قضاۃ وحکام	ایضاح تیسیر احکام
نور انوار مطالع	تنویر منار طوالع	کمال بدور سافرہ
طلعت بوارق متجلیہ	مود فتح باری	تابش نور سراجی
بحر جواہر درایت	طغرائے منشور رسالت	عدیم اشباہ ونظائر
امین کنوز وذخائر	ملخص مضمرات عوارف	شرح مبسوط معارف
سراج شعیب ایمان	برزخ وجوب وامکان	درتاج افاضل
ملتقی بحر فضائل	ناطق فصل خطاب	میزان نصاب احتساب
منشاء فیض وانی	مبداء علم کافی	تبییض درمکنون
موجب سرور محزون	صراح برہان قاطع	نقایہ دلیل ساطع
رافع لواء ہدیٰ	حکمت بالغہ خدا	ضوء مصباح عنایت

معطی زاد آخرت	عمدہ فتوحات رحمانیہ	مخزن مواہب لدنیہ
نتیجہ دلائل خیرات	لمعان مطالع مسرات	قاموس محیط اتقان
بلاغ مبین فرقان	نہر خیابان توحید	نور عین خورشید
شمس بازغہ مشارق انوار	رونق ربیع بستان ابرار	ژناور قلزم ملاحت
آبیار جوئے لطافت	تراوش ابر سیرابی	ابر بہار شادابی
سحاب درافشاں سخاوت	نیسان گہر بار عنایت	کوثر عرصہ قیامت
سلسبیل باغ جنت	آب حیات رحمت	ساحل نجات امت
رُوح چشمہ حیواں	آشنائے دریائے عرفان	یتیمِ عبداللہ
جگر گوشہ آمنہ	شاہِ حرم	حکمران عرب
قائد انسانیت	فرانروائے عالم	شہنشاہ کونین
رحمت دارین	سرور عالم	خلق مجسم
بحر ہدایت	کانِ سخاوت	گنج سعادت
مہر رسالت	رہبر اعظم	مرسل خاتم
آئینہ ضیائے دین	رونق دو جہاں	شاہ بحر و بر
شہ جہاں رنگ	شہ سخا و جود	رحمتِ یزداں
سرچشمہ ہدایت	حقیقتِ قرآں	شمعِ فروزاں
تاجدارِ رسولاں	شاہِ عرب	جلوۂ حق
احسانِ مشیت	رُوحِ دو عالم	شاہِ رسولاں
حسن ازل شہکارِ قدرت	آخرِ مرسلین	حبل المتین
مظہرِ صبحِ دین	آفتابِ ہدیٰ	صاحبِ عز و جاہ
سلطان المشارق وسلطان مغارب	مبدا الانوار	صاحب الجمال واللمال
صاحب العلیٰ	نازشِ انسانیت	نگہبانِ آدمیت
پیکر جود و سخا	سرچشمہ مہر و ولا	مصدرِ صبر و رضا

قرارِ قلب و جاں	رمزِ کن فکاں	غمگسارِ انس و جان
مہرِ سکوتِ ہفت اختراں	غلغلۂ کون و مکان	دوائے دردِ دوراں
سرورِ کائنات	مبشرِ رسولاں	منتظرِ نبیاں
ماہِ عرب	جوہرِ آئینہ تجلیات	مہرِ عجم
شمعِ حقیقت	سیّد الاوّلین	اکرم الاوّلین
اکرم الآخرین	شفیع المذنبین	راہ نوردِ جادۂ اسریٰ
بدر الدجیٰ	شمس الضحیٰ	امین جلوۂ دوسرا
جلالِ عظمتِ آدم	جمالِ عالمِ امکاں	فانوسِ ایوانِ جہاں
کلاہِ بے کلاہاں	ساقیِ کوثر بکف	حضرت خیر البشر
نیرِ بطحا	انجمِ طٰہٰ	زینتِ کعبہ
عارفِ ارض و سما	میرِ بساطِ کائنات	آئینۂ رحمت
کانِ فتوت	بحرِ نبوت	جانِ دو عالم
مقدم و متقدم	آخر و اوّل	والی و مولا
اعلیٰ و اولیٰ	ملجا و ماویٰ	شافع و متشفع
شفیع و مستشفع	طاہر و مطہر	مطہر و اطہر
کاشع و متخشع	اتقی و اخشی	خلاصہ موجودات
غفور و ظافر	مظفر و اظفر	احسن و اعلیٰ
حماد و حامد	حمید و محمد	مجید و مجد
طویل النجاد	رفیع العماد	عمید و نجید
منجد و نور مجدد	ترجمان خداوند واحد	احید و احاد
وحید و محید	موحد و حائد	اوحد و احید
مشہود و شاہد	موعود و واعد	موجود و واجد
سجاد و ساجد	زاہد و عاضد	مقصود و قاصد

محفوظ وحافظ	مضبوط وضابط	مبعوث وباعث
والی ووارث	صاحب ذوائب	وضوح دلالت
بشیر مراحم	بشیر طلاقت	نقیب ونقاوت
بخت وسعادت	ظہور زعامت	شہود سہامت
رئیس رسل	سائد وقائد	فتاح وفاتح
ممنوح ومانح	طلیق الملامح	کثیر الصلاوۃ
کریم المناسب	رفیع الجوانب	صاحب مواہب
طیب مطیب	الین واطیب	مختص ومنجب
مطلوب وطالب	راغب ومرغب	عاقب ومعقب
رباب وراہب	نواب وتئب	آداب وآئب
حریصِ مناقب	نفورِ مثالب	سموح صفوح
صاحب تاج ومعراج	میزان وسلطان	برہان وحضت
رصیب الذراع	عظیم اللواء	عتیق النجار
طویل الیمین	اضر الجبین	راسخ وناسخ
بادخ وشامخ	لاملخ ولاعق	ناصح وواضح
واضع وراضع	ضارع ووارع	بارع ونافع
شافع وسائق	فائق وشارق	بارق وحاذق
راتق وفاحق	نازشِ لطفِ پروردگار	رونق بزمِ دودۂ آدم
قانت وقائت	وثیق العری	امین القوی
منار الہدیٰ	منبع الحمی	مزیل الردیٰ
رسول الرضا	نبی الرجا	امام الوریٰ
نورِ مقم	مرفوع ومشفوع	سلطانِ صدقِ وصفا
مردِ میدانِ فقر وفنا	متین ومبین	حصِ حصین

نگارِ حسین	مشہود و مورود	موعود و ممدود
محفوظ و محشود	ناشر و کاشر	زین المعاشر
نسہ و وجیہ	خالص و مخلص	مثبت و ثابت
ممدوح و مداح	مقتفیٰ و مکتفیٰ	ذخر و عافی
منتجیب و منتخب	محترض و مجتہد	مبتہل و مکمل
مقتبل و مطلع	ادوم و احشم	ارحم و حاتم
قیم و قائم	خواجہ گیہان سرورِ عالم	مزکی و زکی
اسمی الوریٰ	مرجود ماموال	شہنشاہِ پنہان و پیدا
مقصود و معہود	ناموسِ توراۃِ موسیٰ	قاموس انجیلِ عیسیٰؑ
خیار الوریٰ	خیر البرایا	بحر زاخر
نجم زاہر	بدیع و رفیع	سمیع و سریع
ملیح و مسیح	مسیح و مسیح	نصیح و نجیح
رجیح و فصیح	حنیف و شریف	لطیف و نظیف
عفیف و منیف	ظریف و زلیف	بیان و امان
حنان و مصان	مصارع و مصافح	نبی الملاحم
رسول السرایا	مجیر البرایا	صقیل الثنایا
عظیم المزایا	کریم السجایا	جمیل المحیا
جزیل العطایا	حجۃ اللہ	جمیع البرایا
خازن علم مخزون	مکنون و مکتوم	منبع علم و عرفان
مسجمع حسن و احسان	نبی المتاب	وحید الطراز
راجح الحلم	قاسم العلم	ثاقب الفہم
نافذ العزم	قاصد و مقتصد	سامع و مستمع
مقبل و محتسب	صابر و مصطبر	ناصر و منتصر

معروف و عارف — مدعو و داعی — صدق اقاویل
حسن افاعل — مرفق و مروح — مفرج و مرتل
اکلیل و کامل — مکمل و مومل — مومول و آمل
اثیل و موثل — کریم المداخل — شریف الشمائل
کفیل الیتامیٰ — شمال الارامل — کثیر النوافل
جم تالفواضل — سہیم وقسیم — عدیل و مقابل
مثل و مثال — مثیل و مماثل — اوّل الاوّلین
آخر الآخرین — سیّد المسلمین — قائد المومنین
اشرف العالمین — شافع المذنبین — ملجا الاملین
منجا الہالکین — غایۃ الطالبین — نخبۃ المتقین
زبدۃ الصالحین — عاصم الباسین — خاتم المرسلین
اعلم العالمین — اکرام الاکرمین — اعبد العابدین
احمد الحامدین — اجود الاجودین — اعمل العاملین
اکمل الکاملین — افضل الفاضلین — مفضل المفضلین
اعدل العاولین — اعقل العاقلین — اطہر الطاہرین
اصبر الصابرین — ابصر الناظرین — اشکر الشاکرین
اذکر الذاکرین — اشجع العالمین — اوسع الواحسین
اصدق الصادقین — جادہ شناسِ منزلِ وحدت — جلوہ نمائے نورِ حقیقت
اجود الناس — اقر الناس — اسعد الناس
ارضح الناس — ارفع الناس — اجمع الناس
املح الناس — اوسع الناس — اشجع الناس
اخشع الناس — امنع الناس — انصح الناس
افصح الناس — ابلغ الناس — افضل الناس

اکمل الناس   اعدل الناس   اجمل الناس

اوصل الناس   اقوم الناس   احکم الناس

اکرم الناس   اعظم الناس   اکثر الناس

اغیرالناس   ابہرالناس   اغزرالناس

اسیرالناس   اشہرالناس   اطہرالناس

اطہرالناس   اطیب الناس   اشرف الناس

اقرب الناس   امکن الناس   احسن الناس

اصدق الناس   اشرف الانبیاء   ابین الانبیاء

اخطب الانبیاء   شارع مشرع   مفخرِ مرسلاں

افتخارِ زماں   فخرِ دوراں   افضل الانبیاء

انیسِ موانس   جلیسِ مجالس   صدیقِ مصادق

ندیم منادم   قرینِ مقارن   قریبِ مقرب

جار مجاور   عف وعروف   عطوف وشکور

صبور وغفور   غیور وجسور   ودود وحمود

نصیر وشہیر   شہید ورشید   سعید وجلید

سعید واسد   شدید واشد   رفیق ورقیق

شفیق وطلیق   عماد وعلم   مستغیث وقسم

مستغاث وحکم   قطب وہمام   وصول حمول

ملقیٰ وموقیٰ   حسنِ سرائر   صاحبِ غدائر

مولائے قحطان وعدنان   مقدام وعلام   صاحب خیر مغنم

صاحب وخیر ومقسم   کریم ومکرم   محرم ومقدم

عظیم ومعظم   اعظم ومتمم   محتم ومعلم

حکیم ومحکم   کلیم ومکلیم   مساد ومسود

معمم ومزمزم	مغرم ومغنم	محلل محرم
صفوۃ آل ہاشم	سالم ومسالم	معلوم وعالم
علیم ومعلم	وسیم وقسیم	جسیم ونسیم
حلیم وہضیم	یتیم ومقوم	قویم ومقیم
سراجِ عوالم	سر مرسلین	سرورِ جزو وکل
میر کون ومکاں	سر چشمہ جاوداں	مجتبیٰ ومصطفیٰ
منتقیٰ ومرتضیٰ	ملتجیٰ ومرتجی	مقتدا ومہتدا
جواد واجود	گنج مکنوز ومحروز	محفوظ ومرموز
بالمومنین رؤف ورحیم	نجم مشعشع	سیف مصمم
اعز الانام	اجل البرایا	طراز الکمال
بدیع الجمال	بسیط النوال	زمیم وامام
بحر مطمطم	کنز مطلسم	عیان ومکتم
احمدِ کل عالم	شاہکار منور	موید ومعزز
مہذب ومبلغ	مظفر ومیسر	وقور وموقر
خبیر ومخبر	بشیر ومبشر	بصیر ومبصر
مشیر ومشاور	ہادی اکبر	مشکور وشاکر
صبار وصابر	مصلحِ اعظم	خیرِ ممثل
منظور وناظر	منصور وناصر	مغفور وغافر
تصحوک وضاحک	میمون ومامون	خیر البشر
مالکِ بحر وبر	فارق خیر وبشر	افتخارِ زماں
نور مبین منزل	شاھد وصادق	صامت وناطق
کنج مواعظ	صادق ومصدق	شافع ومشفع
یسین وطاسین	طٰہٰ وطامیم	مجموع وجامع

ممنوع و مانع	مسکین وقانع	بائس و واضع
دلیل واصیل	خلیل و وکیل	کفیل ونبیل
مقیل ومنیل	مزیل ومجیل	مھیل ومحیل
اجل وجلیل	اجیر ومجیر	حفیظ وعزیز
اعز ومعزز	حسیب ونسیب	نجیب ونقیب
رقیب وحبیب	قریب وبسیب	طبیب وصلیب
اریب ومنیب	مجیب ومجاب	مہاب وشہاب
حجاب ومہیمن	بین مبین	برہان ابین
ایمن وآمن	مومن وموقن	اوّل وآخر
مطاع ومطیع	مستنیر ومنیر	مصباح مشرق
مختار مخلوق خالق	سباق وسابق	مسعود واسعد
سعد الخلائق	بالغ وبلیغ	مشفوع وشافع
شفیع ومشفع	رفیع ومرفع	رحمت ومرحمت
ناصب وخیر	غیث وغوث	مغیث وبعیث
غیاث الوریٰ	نبی الھدی	شاہِ گیہاں
سرورِ والاحشم	سیّد عالی ہمم	مہترِ اولاد آدم
خواجہ کون ومکاں	خیر الوریٰ	مہبطِ وحی
معدنِ حکمت	مہرِ ابدتاب	مطلع انوارِ سعیر وسینا
صادق وصدق	مصدوق وصدوق	مطلع نورِ ازل
مقطع تنزیل خدا	مظہر حق جلی	معنی سر الاسرار
زائر عرش بریں	معتکفِ غارِ حرا	رحمتِ عالمیاں
مرحمتِ آدمیاں	شافعِ روزِ جزا	بادشہِ ہر دوسرا
جواد ومفتاح	کافی ومکتف	ضحوک وازکیٰ

حکم وحاکم	حمیم وممنوح	صفوح وصفوہ
مصلح ومنجی	عزیز والنقی	احشم وحاتم
حماد وقدوہ	حلیم وجواد	جامع وجد
مقبل ومعطا	مختار وملجا	مطاع ومولا
لوح محفوظ	اسمِ مسطور	جانِ وفا
سرنامہِ کون ومکاں	پیمانہ سود وزیاں	مستودعِ سرنہاں
خاتم پیغمبراں	مستغاث مرسلاں	ندیم بے کساں
مونسِ برگشتہ بختاں	انیس بے دلاں	غمگسارِ دوستاں
خیر خواہ دشمناں	تسکینِ مشتاقاں	قرارِ عاشقاں
دادخواہ خستگی	رمیدۂ خاطراں	ہمدمِ سینہ فگاراں
رفیق خستگاں	فصلِ مجسم	صورتِ احساں
شب چراغِ رونورداں	سراجِ سالکاں	شمع راہِ عالماں
آفتابِ عارفاں	چارۂ بے چارگاں	مایہ بے مایگاں
خانہ بے خانماں	امانِ بے اماں	پاسبانِ عقل ودل گم کردگاں
کارواں درکارواں	نور بصر	آرامِ جاں
رحمتِ ہردو جہاں	مظہرِ فیض اتم	مطلعِ صبح ظہور
سرور کونین	سالار حنین	عماد النشاتین
ولی الدولتین	امیر البلدتین	خیار العالمین
پیکرِ رحمت	محرم ربّ ودود	کاشفِ ظلمات ریب
معدن لطف عمیم	مخزنِ خلقِ عظیم	مہبطِ وحی قدیم
معقلِ دینِ قویم	خاصۂ خاصان حق	بندۂ دلبند ربّ
مصحفِ مخلوق	قاموسِ ربّ	شاہ موجودات
سلطانِ کل	صاحبِ تنزیل	خیر الوریٰ

خیر الرسل	شاہِ ملکِ جاوداں	مقتدائے انبیاء
عروۃ الوثقیٰ	محسنِ انسانیت	پیکرِ صدق وصفا
مظہرِ لطف وعطا	مصدرِ جود وسخا	کانِ حیا
شانِ علا	آنِ ولا	رحب الذریٰ
شافی الصدیٰ	غیث الندیٰ	غوث الوریٰ
آیۂ لطفِ ربک الاکرم	عروہ وثقی	مصحف ناطق
آیۂ محکم	مہر جلالت	خضر دلالت
عین عدالت	غمگسار ہر دو عالم	مظہر اول
مرسل خاتم	ماحی عصیاں	حارس گیہاں
وارث زمزم	مخزن فکر ونظر	معدن علم وخبر
مہبط جبرئیل	شفیع الوریٰ	خواجہ بعث ونشر
صدر دیوان حشر	تاج کج کلاہاں	سلطان دین پناہاں
آئینہ الطاف الٰہی	منبع احسان	مرجع دوران
صدر امم	سلطان مدینہ	سید بطحا
مخبر صادق	امضائے توقیعات ربانی	وقار تاج سلطانی
واقف سرِ معانی	شارع آیات محکم	شمع بزم سوز پنہاں
آبروئے چشم پرنم	چارہ قلب پریشاں	منتہائے جذب ومستی
محرم اسرار عالم	مطلع صبح درخشاں	عظمت وتوقیر عالم
چارساز دردمنداں	رحمت لطف پیہم	مظہر شان الٰہی
جلوہ نور مجسم	راز خلقت ہستی	معنیٔ کونین
جان حسن ازل	بہار صبح وجود	آفتاب حرم
نازنین کنج حرا	سرور دوجہاں	کاشف اسرار قدرت

گوہر گنجینہ خفی	ہادی دارین	سبیل رحمت یزداں
نوید لطف فراواں	آرزوئے کلیم	دعائے ابراہیم
نجم الہدیٰ	سر دفتر جمیع رسل	صاحب خیز نزل
عشق تمام و عقل کل	شمع سبل	ختم رسل
عقل کل	دلیل سبل	دانائے سبل
مولائے کل	ختم الرسل	مرکز دیدار کل
قافلہ سالار کل	مدرس انوار کل	صاحب چار قل
سلطان کل	احمد مجتبیٰ	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

محمد رحمت حق لطف یزداں محمد شاہد دیں جان ایماں

بہشت نہ فلک خاکے ز کویش بہار ہشت جنت رنگ و بویش

عدم را سایہ او نور دیدہ ابد از ہستی او آفریدہ

ترجمہ: محمد ﷺ دین کی شہادت دینے والے اور ایمان کی جان ہیں۔ آپ ﷺ حق تعالیٰ کی رحمت اور اللہ کا لطف و کرم ہیں۔ آپ کے رنگ و بو ہی سے آٹھ بہشتوں کی بہار قائم ہے۔ آپ ﷺ کے کوچے کی خاک نو آسمانوں کے لیے بہشت کا مقام رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی ہستی ہی سے ابد پیدا کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کا سایہ آنکھوں کا نور ہے۔

اللھم صلی علی محمد و علیٰ الٰہ و اصحابه وسلم!!

شجرۂ طیبہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
عدنان
معد
نزار
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہر قریش
غالب
لوی
کعب
مرہ
کلاب
قصی
عبد مناف
ہاشم
عبدالمطلب
خواجہ عبداللہ
محمد رسول اللہ
عیلان
قیس
خصفہ
عکرمہ
منصور
ہوزان
بکر
معاویہ
صعصعہ
عامر
ہلال
عبداللہ
رویبہ
ہرم
بجیر
حزن
حارث
عبد مناف
عمرو
عبداللہ
الحارث
خزیمہ
اسد
دودان
غنم
کثیر
مرہ
صبیرہ
یعمر
رکاب
جحش
عامر
حسل
مالک
نصر
عبدود
عبدشمس
قیس
زمعہ
عدی
رزاح
قرط
عبداللہ
رباح
عبدالعزی
نفیل
الخطاب
عمر فاروق
یقظہ
مخزوم
عمرو
عبداللہ
مغیرہ
ابوامیہ
تیم
سعد
کعب
عمرو
عامر
عثمان ابی قحافہ
ابوبکر صدیق
عبدالعزی
اسد
خویلد
عبدشمس
امیہ
حرب
ابی سفیان
خزیمہ
مالک
عائذ
حبیب
ابی ضرار
الحارث
شعبہ
اخطب
حیی
شمعون
سیدہ ماریہ قبطیہ
سیدہ صفیہ
سیدہ جویریہ
سیدہ ام حبیبہ
سیدہ خدیجہ الکبریٰ
سیدہ عائشہ صدیقہ
سیدہ ام سلمہ
سیدہ حفصہ
سیدہ سودہ
سیدہ زینب
سیدہ میمونہ
سیدہ زینب
سید ابراہیم
سیدہ ام کلثوم
سیدہ فاطمۃ الزہرا
سیدہ رقیہ
سیدہ زینب
سید طاہر
سید طیب
سید قاسم
سید عبداللہ

جبل النور
غار حرا
0 1/4 1/2 3/4 1
میل
آبادی
مدینہ کی طرف
طائف کی طرف
براہِ منیٰ
جدہ کی طرف
جبل ابو قبیس
شعب ابی طالب
جائے ولادت
حضور نبی کریم ﷺ
یمن کی طرف
جبلِ ثور

مولد النبی ﷺ اور دعائے خلیلؑ

حرم مکہ سے قریباً دوسو میٹر مشرق میں سوق الیل نامی گلی میں یہ دومنزلہ سادہ عمارت عین اس جگہ واقع ہے جہاں حضور رسالت مآب ﷺ 23 اپریل 571ء (12 ربیع الاول) کو رحمت للعالمین بن کر اس دنیا میں تشریف لائے۔ آج کل اس عمارت میں ایک کتب خانہ اور ایک مدرسہ قائم ہے۔ یہاں سے آفتاب رسالت ﷺ نے طلوع ہو کر ساری دنیا کو جگمگا دیا تھا، انھیں کے لیے حضرت ابراہیمعلیہ السلام نے تعمیر کعبہ سے فارغ ہو کر رب البیت کے حضور دعا کی تھی کہ اے اللہ! اہل مکہ میں سے ایک رسول پیدا کر دے جو لوگوں کو تیری آیات سنائے، انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے کر اور ان کے اعمال و کردار کی اصلاح کرے (البقرۃ:129)۔ یہ دعائے خلیلؑ اس مولد النبی میں پوری ہوئی۔

ماں، باپ، بیوی، بیٹی اور بہن ایسے انمول رشتوں سے متعلق آنکھوں کے راستے دِل میں اُتر جانے والی محبت وعقیدت میں ڈوبی ہوئی اثر انگیز اور ایمان افروز تحریریں جن کا عمیق مطالعہ آپ کے جذبوں کو ایک نئی جلا بخشے گا!

محمد متین خالد

- ماں، باپ، بیوی، بیٹی اور بہن ایسے حساس و نازک اور لطیف و نظیف رشتوں کا پاکیزہ تذکرہ جس کے مطالعہ سے قلوب واذہان معطر ومنور ہو جاتے ہیں۔
- اپنوں کی بے پناہ محبتوں، عنبر فشاں امنگوں، بلند پایہ حوصلوں، مشکبو جذبوں، شبنمی آنسوؤں اور لازوال قربانیوں سے لبریز دل نشیں تحریریں
- دل و دماغ سے بکھرے ہوئے خاندانی رشتوں کو تسبیح کی طرح ایک لڑی میں پرونے والی روح پرور تالیف
- ملکوتی حسن و جمال پر مبنی علمی وادبی تحریروں کا ایک نادر مجموعہ جن کی تخلیق میں قلب انسانی کا خلوص فطرۃً کارفرما رہا ہے۔
- خونی رشتوں کی خوشبو سے معمور لفظ لفظ محبت واحترام بڑھاتا اور دل و دماغ پر دیرپا اثرات مرتب کرنے والا سحر انگیز اسلوب
- اس کتاب کے ہر ورق پر حکمت و دانش کے جواہر ریزے جگمگا رہے ہیں اور ہر سطر سے زندگی کی جھلکیاں نمودار ہیں۔

اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو آپ پڑھنا چاہتے ہیں، آپ کو ضرور پڑھنا چاہیے اور یہی اس کتاب کا تقاضا ہے

ہر اچھے بک سٹال پر دستیاب ہے

حضور ﷺ آپ آئے تو دل جگمگائے

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دل آویز موضوع پر
عقیدت و محبت سے لبریز اور جذب و عشق سے معمور ایمان افروز منتخب شاہکار تحریریں

ترتیب و تحقیق: **محمد متین خالد**

❁ ''جب حضور ﷺ آئے'' بیک وقت یقین پختگی کا نور، ایمان کا اجالا، دل کا سوز، محبت کی بے قراری، برہان کی قوت اور علم و آگہی کی وسعتیں لیے حضور پُر نور ﷺ کی دل افروز شخصیت کی نقاب کشائی کر رہی ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں حضور علیہ التحیہ والثناء کا حسن و جمال منعکس ہو رہا ہے۔
(ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازھریؒ)

❁ جناب محمد متین خالد قابل صد مبارک باد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک عظیم سعادت سے مشرف فرمایا اور بتوفیق ایزدی انہوں نے اُردو کے ذخیرہ سیرت سے ذکر میلاد مصطفیٰ ﷺ کے پھول چن کر ایک خوبصورت گلدستہ ترتیب دے دیا۔ (چیف جسٹس (ر) میاں محبوب احمد، لاہور ہائی کورٹ)

❁ بحثیت مجموعی ''جب حضور ﷺ آئے'' تعمیر اذہان کی ایک حسین و جمیل کوشش ہے۔
(حکیم محمد سعیدؒ)

❁ محمد متین خالد نے یہ منفرد اعزاز حاصل کیا ہے کہ 20 سے زائد صفحات پر وہ القاب و اعلام جمع کر دیئے گئے ہیں جو سرکار دو جہاں ﷺ کے لیے خاص ہیں۔ یہ نثری قصیدہ اپنی مثال آپ ہے۔
(مجیب الرحمٰن شامی)

❁ محمد متین خالد نے بڑی سعی و جستجو اور تلاش تفحص سے ان تحریروں کو ایک جگہ فراہم کر دیا ہے جو مذکورہ بالا موضوع سے متعلق اُردو کے بڑے اور نہایت ممتاز اہل قلم کا نتیجہ فکر ہیں۔ (میرزا ادیب)

آنکھوں کے راستے دل میں اتر جانے والی اثر انگیز تحریروں کا حسین مرقع جس کا ورق ورق محبت رسول ﷺ کے معطر جذبے اور قلبی سرشاری کے معنبر ولولے سے مہک رہا ہے

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40-اُردو بازار، لاہور۔
فون: 37352332، 37232336، 37223584
www.ilmoirfanpublishers.com
ilmoirfanpublishers1@gmail.com
www.facebook.com/Ilmoirfanpublishers